مکتوباتِ شریف

تاج العارفین قطب الاقطاب

حضرت شیخ عبدالنبی شامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۱۱۴۶ھ

ناشر

حضرت شیخ عبدالنبی شامی ٹرسٹ

۱۸۶۔ شادمان ۲ ○ لاہور

تحفہ [redacted] برائے

حضرت علامہ [redacted] محمد عبدالستار احمد السیفی الحنفی

از جناب فضیلۃ الشیخ

الاستاذ پیر محمد عابد حسین السیفی الحنفی

مہتمم جامعہ حبیلانیہ رضویہ لاہور کینٹ

التاریخ - ۱۸-۹-۹۶ء

marfat.com

مجموعۃ الاسرار

مکتوباتِ شریف

تاجُ العارفین قطبُ الاقطاب

حضرت شیخ عبدالنبی شامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۱۱۴۶ھ

ناشر

حضرت شیخ عبدالنبی شامی ٹرسٹ

۱۸۶۔ شادمان ۲ ○ لاہور

marfat.com

عُرس مُبارک ۱۰ ستمبر ۱۹۸۵ء کے موقعہ پر روضۂ مُبارک کا بیرونی منظر

حضرت شیخ عبدالنبّی شامی رحمۃ اللہ علیہ کا تصرّف ہے کہ ہندو اور سکھ شدید اختلافات کے باوجود آپؒ کے عُرس مُبارک ۱۰ ستمبر ۱۹۸۵ء کے موقع پر مشترکہ طور پر رسمِ چادر پوشی ادا کر رہے ہیں۔

عُرس مُبارک ۱۰ ستمبر ۱۹۸۵ء
کے موقع پر تمام مذاہب کے
لوگ رسمِ چادر پوشی ادا کر
رہے ہیں۔

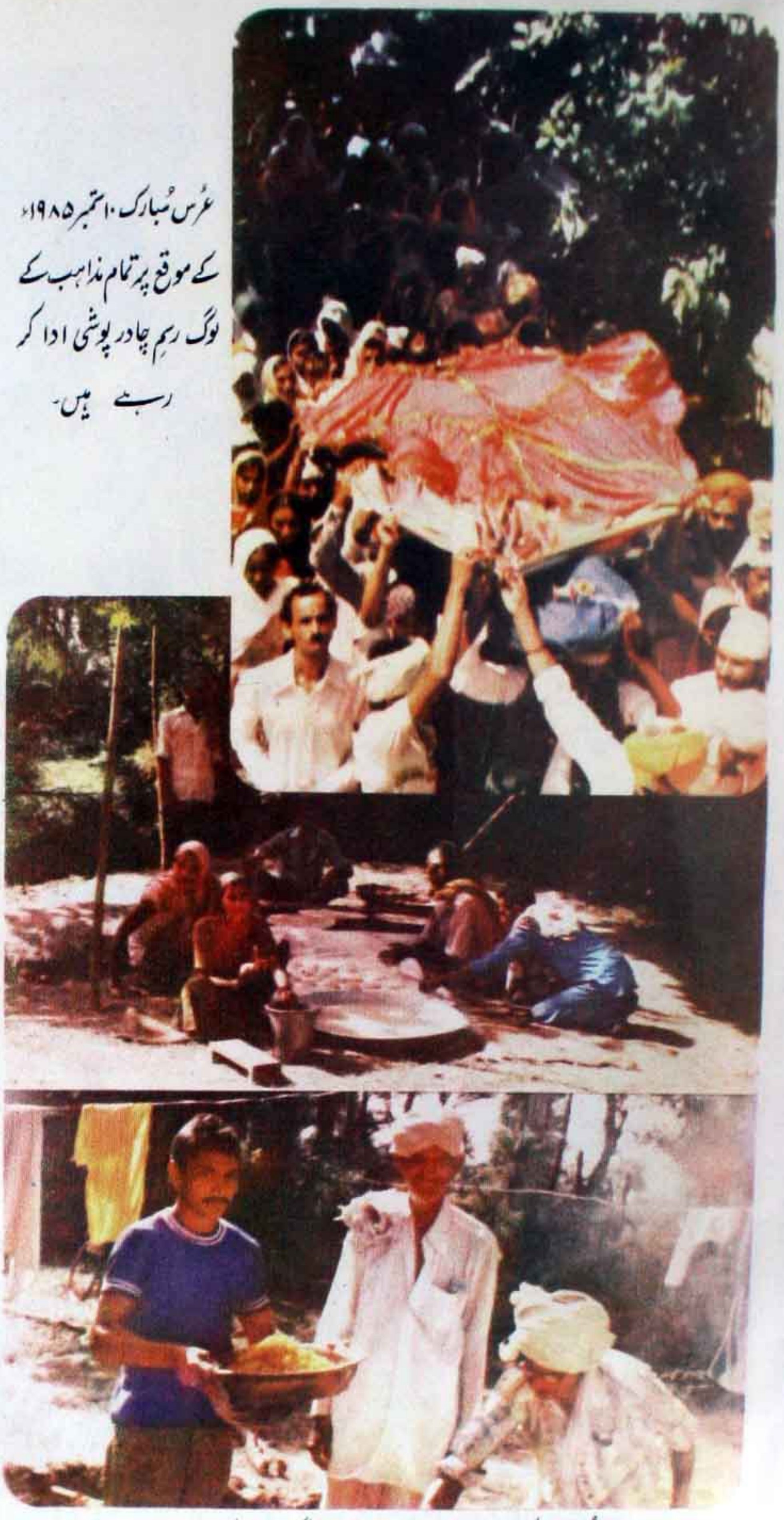

عُرس مُبارک ۱۰ ستمبر ۱۹۸۵ء کے موقعہ پر لنگر خانہ کا ایک منظر۔

محمد حسین قادری، حاجی عبدالمجید چشتی نعت خواں ہمراہ لالہ بنارسی داس چیئرمین ایم سی شاہجورای اور جتندر کمار بہل (جنہوں نے بموقعہ عرس فوٹو گرافی کی) حضرت تاج العارفین کے مزار پُرانوار پر نذرانہ عقیدت پیش کر رہے ہیں۔

گورشرن سنگھ شامی آڈیٹر ریلوے (درمیان) جو ۱۸ برس بطور متولی خدمات سرانجام دیتے رہے، جنہوں نے روضہ مبارک کی چار دیواری از سرنو تعمیر کروائی اور گرِل لگوائی۔ اُنکی وفات ۲۹ ستمبر ۸۳ء کو ہوئی اور وہیں مدفن ہوئے۔

مجموعۃ الاسرار

مکتوباتِ شریف

تاجُ العارفین قطبُ الاقطاب

حضرت شیخ عبدالنبی شامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۱۱۴۶ھ

ناشر

حضرت شیخ عبدالنبی شامی سرسبز

۱۸۶۔ شادمان۔۲ ○ لاہور

marfat.com

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب ——— مجموعۃ الاسرار
مصنّف ——— تاج العارفین حضرت شیخ عبدالنبی شامی نقشبندیؒ
مُترجِم ——— پروفیسر مشتاق احمد بھٹی ایم اے
تقریظ ——— سیّد نفیس الحسینی نقشبندی (نفیس رقم)
تعارف ——— صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی
کتابت ——— ذاکر حسین و محمد عاشق ندیم قادری
فوٹو گرافی ——— جتندر کمار بہل کھتری ۔ پنجابی باغ
دہلی (بھارت)
ناشر ——— صاحبزادہ حاجی محمد سلیم شامی نقشبندی
تعداد اشاعت ——— ایک ہزار
تاریخ اشاعت ——— اپریل ۱۹۸۶ء
مطبع ——— قومی پریس، ۵۰، لوئر مال، لاہور
ہدیہ ——— مبلغ یک صد روپیہ
بار ل

ملنے کے پتے

(۱) صاحبزادہ حاجی محمد سلیم شامی نقشبندی، مکان نمبر ۳۶، گورو سٹریٹ نمبر ۹،
رام نگر، لاہور ۱۱ پاکستان ۔
(۲) صاحبزادہ مجیبُ الرحمٰن شامی، قومی پبلشرز ۵۰ لوئر مال لاہور۔
فون: ۵۵۰۰۶
(۳) شیخ عبدالرحمٰن شامی، سکیلز مین، صنم بلڈنگ مزنگ چونگی، ۳۷ فیروز پور روڈ، لاہور
فون: ۴۱۴۵۲۰ ۴۱۸۵۸۷ ۴۱۵۴۹۳

marfat.com

فہرست مکتوبات شریف

	مکتوب فارسی، نمبر	صفحہ	مکتوب اُردو، نمبر	صفحہ
تقریظ	——	——	——	۱
اظہارِ تشکر۔	——	——	——	۵
سوانح حیات حضرت تاج العارفین عبدالنبی شامی رحمۃ اللہ علیہ	——	——	——	۷
حضرت شیخ عبدالنبیؒ اور اُن کے مکتوبات پر ایک اجمالی نظر	——	——	——	۱۵
شجرۂ سلسلۂ عالیۂ نقشبندیہ	۱	۲۷	۱	۴۲۵
راہِ سلوکِ طریقۂ نقشبندیہ	۲	۲۹	۲	۴۲۶
حضرت مخدوم زادہ محمدؒ کے نام چھ لطائف کا بیان۔	۳	۳۴	۳	۴۳۰
ایک حدیث قدسی کی تحقیق۔	۴	۴۴	۴	۴۳۸
حضرت سید عبدالرشید جہان آبادیؒ کے نام، توحیدِ وجودی اور توحیدِ شہودی کی تفسیر۔	۵	۵۱	۵	۴۴۴
حدیثِ قدسی "میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں" کی تحقیق میں۔	۶	۵۵	۶	۴۴۷
حضرت محمد سعیدؒ کی طرف سے چند سوالات، اور اُنکے جوابات۔	۷	۶۰	۷، الف	۴۵۱
	۸	۶۱	۷، ب	۴۵۲
حضرت میر علیم اللہ کی طرف سے تخلیقِ عالم کے متعلق سوال،	۹	۶۳	۸، الف	۴۵۴
اور اس کا جواب۔	۱۰	۶۶	۸، ب	۴۵۷
ہر دوار اور خانۂ کعبہ کی تحقیق کے سلسلے میں حضرت علی احمد سہارنپوریؒ کی طرف سے مکتوب اور	۱۱	۷۱	۹، الف	۴۶۱
اس کا جواب۔	۱۲	۷۴	۹، ب	۴۶۴
اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارے میں۔	۱۳	۸۳	۱۰	۴۷۲

marfat.com

مضامین	مکتوب فارسی، نمبر	صفحہ	مکتوب اُردو، نمبر	صفحہ
صفات کے ساتھ صفات کی قابلیتوں کے متعلّق۔	۱۴	۹۰	۱۱	۴۷۸
منفی صفات کے بیان سے۔	۱۵	۹۰	۱۲	۴۷۹
مرتبۂ صفات اور کمالاتِ صفات پر غیب الغیب کے نام کا اِطلاق۔	۱۶	۹۱	۱۳	۴۷۹
اِحاطۂ ذاتی کی تحقیق کے متعلّق سوال اور اس کی تحقیق۔	۱۷	۹۴	۱۴،الف ۱۴،ب	۴۸۲ ۴۸۳
شریعت کے بعض "عقائد پر یقین" رکھنے پر گفتگو۔	۱۸	۹۸	۱۵	۴۸۵
کلام اللہ کی حقیقت کا بیان۔	۱۹	۱۰۴	۱۶	۴۹۱
حضرت پیر دستگیر سیّد آدم بنوریؒ کے ایک قولِ منظوم کی تحقیق۔	۲۰	۱۰۹	۱۷	۴۹۵
حضرت محمّد صادق جالندھریؒ کے نام، اِس عقیدہ کے متعلق کہ اِنسان فاعلِ مختار ہے۔	۲۱	۱۱۵	۱۸	۵۰۰
حضرت میاں شیخ محمّد فاضلؒ کے نام۔	۲۲	۱۲۲	۱۹	۵۰۶
حضرت میاں عبدالکریم وزیرآبادیؒ کی طرف سے چند تحقیقی سوالات۔	۲۳	۱۲۴	۲۰،الف	۵۰۹
اور ان کے جوابات۔	۲۴	۱۲۵	۲۰،ب	۵۱۰
دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی رُویت کے عدم وقوع کا بیان۔	۲۵	۱۲۹	۲۱	۵۱۳
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے اِس قول کی تحقیق کہ میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔	۲۶	۱۳۵	۲۲	۵۲۱

marfat.com

مضامین	مکتوب فارسی، نمبر	صفحہ	مکتوب اُردو، نمبر	صفحہ
مومنوں کی اِقسام۔	۲۷	۱۴۲	۲۳	۵۲۸
حضرت میاں اللہ دینؒ کے نام مراقبہ اور سکوت کے متعلّق۔	۲۸	۱۴۶	۲۴	۵۳۱
نُورِ مُحمّدی پر اظہارِ خیال۔	۲۹	۱۴۸	۲۵	۵۳۴
آیتِ کریمہ "آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے۔" کی تشریح۔	۳۰	۱۵۳	۲۶	۵۳۹
نمازی کی اپنے رَب سے مناجات کے متعلّق۔	۳۱	۱۵۵	۲۷	۵۴۱
میاں محمّد اشرف کے نام، نمازِ جُمعہ کی فرضیّت۔	۳۲	۱۵۷	۲۸	۵۴۳
حضرت میاں مُحمّد اشرفؒ کے نام میاں غلام رسولؒ کی تربیّت۔	۳۳	۱۶۰	۲۹	۵۴۶
حضرت میاں مُحمّد اشرفؒ کے نام، خواہشِ ملاقات۔	۳۴	۱۶۱	۳۰	۵۴۶
حضرت میاں مُحمّد اشرفؒ کے نام میاں علی محمّدؒ کے متعلّق۔	۳۵	۱۶۲	۳۱	۵۴۷
حضرت میاں مُحمّد اشرفؒ کے نام "واسطہ" کا بیان۔	۳۶	۱۶۳	۳۲	۵۴۸
حضرت میاں مُحمّد اشرفؒ کے نام، اِسراف کے متعلّق۔	۳۷	۱۶۴	۳۳	۵۴۹
حضرت میاں مُحمّد اشرفؒ کے نام، محبّت و صدق پر اِظہارِ خیال۔	۳۸	۱۶۴	۳۴	۵۵۰
حضرت میاں مُحمّد اشرفؒ کے نام، مدّت سے اطلاع نہ آنے پر	۳۹	۱۶۶	۳۵	۵۵۲
حضرت میاں مُحمّد اشرفؒ کے نام، کہ قوم کا شریف ترین آدمی وہ ہے جو متقی ہے	۴۰	۱۶۷	۳۶	۵۵۲
حضرت میاں مُحمّد اشرفؒ کے نام، کہ صدق کا ایک ذرّہ ہزاروں برس کی عبادت پر بھاری ہے۔	۴۱	۱۶۷	۳۷	۵۵۳

marfat.com

مضامین	مکتوب فارسی، نمبر	صفحہ	مکتوب اُردو، نمبر	صفحہ
حضرت میاں محمدؐ اشرفؒ کے نام، خواہشِ ملاقات۔	۴۲	۱۶۸	۳۸	۵۵۴
حضرت میاں محمدؐ اشرفؒ کے نام، کہ اپنے وقت کو اہلِ حرص و ہوا کی صحبت میں ضائع نہ کرو۔	۴۳	۱۶۸	۳۹	۵۵۴
حضرت میاں محمدؐ اشرفؒ کے نام، کم کھانے اور کپڑے کی کمی کے بارے میں۔	۴۴	۱۶۹	۴۰	۵۵۵
حضرت میاں محمدؐ مکمّلؒ کے نام، تخلیقِ نور کی اولیّت اور روحِ سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلّق۔	۴۵	۱۶۹	۴۱	۵۵۶
حضرت میاں محمدؐ مکمّلؒ کی طرف سے چند سوالات اور اُن کے جوابات۔	۴۶	۱۷۰	۴۲،الف	〃
	۴۷	۱۷۱	۴۲،ب	۵۵۷
حضرت میاں محمدؐ اشرفؒ کے نام، طلبِ عتاب کے بارے میں۔	۴۸	۱۷۲	۴۳	۵۵۹
حضرت میاں اللہ دادؒ کے نام، حضرت جیوؒ کیلئے لباس اور خادموں کو ٹوپیاں بھیجنے پر۔	۴۹	۱۷۳	۴۴	۵۶۱
حضرت اسفندیارؒ کو نصیحتیں۔	۵۰	۱۷۵	۴۵	۵۶۲
حضرت میاں محمدؐ صادقؒ کے نام، کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایمان اور یقین سے بہرہ ور کریں۔	۵۱	۱۷۶	۴۶	۵۶۴
حضرت میاں محمدؐ قاسمؒ کے نام، کہ جو محبّت وہم کی وجہ سے ہوتی ہے، اُسے تعلّقات پر رتّی بھر غلبہ نہیں ہوتا۔	۵۲	۱۷۷	۴۷	۵۶۴

marfat.com

مضامین	مکتوب فارسی، نمبر	صفحہ	مکتوب اُردو، نمبر	صفحہ
میاں حافظ عیسیٰؒ کے نام "حدیثِ قدسی" میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں، اسلیئے خلق کو پیدا کیا" کی تحقیق میں۔	۵۳	۱۷۸	۴۸	۵۶۶
ایک عزیز کے نام، رُوح کے بیان میں۔	۵۴	۱۷۹	۴۹	۵۶۷
ایک عزیز کے نام، کہ سالک کے کام کی ابتدا، لذّت پانے سے اور اِنتہا، اُس کا مشاہدہ ہے۔	۵۵	۱۸۱	۵۰	۵۶۸
سُلوک کے مراتب کے بارے میں چند سوالوں کے جوابات	۵۶	۱۸۵	۵۱	۵۷۲
ایک عزیز کے نام، پانچ لطائف کے بارے میں۔	۵۷	۱۹۲	۵۲	۵۷۹
ایک عزیز کے نام، ؎ چوں کہ بے رنگی اسیرِ رنگ شد موسیٰؑ با موسیٰؑ در جنگ شد چوں بہ بے رنگی رسی کاندا شتی موسیٰؑ و فرعون دارند آشتی کی تشریح !	۵۸	۱۹۲	۵۳	۵۷۹
فنا فی الشیخ کی تربیّت کے متعلّق۔	۵۹	۲۱۸	۵۴	۶۰۲
فضیلت مآب مشیخیت پناہ شیخ مُحمّد اکرم جیوؒ کے نام۔	۶۰	۲۱۹	۵۵	۶۰۳
جنابِ سرورِ کائنات حضرت مُحمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور ایک عرضداشت۔	۶۱	۲۲۰	۵۶	۶۰۵
سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خادمِ روضہ کے نام۔	۶۲	۲۲۲	۵۷	۶۰۶
حضرت پیر دستگیر سیّد آدم بنوریؒ کے نام۔	۶۳	۲۲۳	۵۸	۶۰۷

marfat.com

مضامین	مکتوبِ فارسی، نمبر	صفحہ	مکتوبِ اُردو، نمبر	صفحہ
فضیلتِ مآب شیخ موسیٰؒ کے نام، قرآنِ مجید اور حدیثِ قُدسی کے الفاظ کی قرابت کے بارے میں۔	۶۴	۲۲۳	۵۹	۶۰۸
حضرت اللہ دینؒ کی طرف سے سوال،	۶۵	۲۲۶	۶۰	۶۱۰
اور اِس کا جواب۔	۶۶	۲۲۶	۶۱	۶۱۱
حضرت حاجی مُحمّد امینؒ کے نام وصولِ نظری اور وصولِ قدمی میں فرق۔	۶۷	۲۲۹	۶۲	۶۱۴
حضرت پیر دستگیر سیّد آدم بنوریؒ کے ارشادِ الہامی کی تحقیق۔	۶۸	۲۳۱	۶۳	۶۱۶
حضرت حاجی الحرمین مُحمّد امینؒ کے نام، حقّ الیقین، عین الیقین اور علم الیقین کا ذکر۔	۶۹	۲۳۴	۶۴	۶۱۸
اللہ تعالیٰ کے کلام کی قرأتِ سبعہ کی تحقیق۔	۷۰	۲۳۵	۶۵	۶۱۹
"تحیّر فی ذاتِ سواہ"۔	۷۱	۲۳۶	۶۶	۶۲۱
حضرت میاں عبدالہادیؒ کے نام، چند مسائل۔	۷۲	۲۳۷	۶۷	۶۲۲
حضرت میاں عبدالہادیؒ کے نام عنین (نامرد) کے بیان میں۔	۷۳	۲۳۹	۶۸	۶۲۴
اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی تحقیق اور متفرّق مسائل۔	۷۴	۲۴۰	۶۹	۶۲۴
ایک عزیز کے نام حضرت مولانا رومؒ کے بیت کے بیان میں۔	۷۵	۲۴۴	۷۰	۶۲۸
صاحبزادہ میاں عبدالمجیدؒ کے نام۔	۷۶	۲۴۵	۷۱	۶۲۹
حضرت میاں محمد فاروقؒ کے نام، آفات سے نجات کا بیان۔	۷۷	۲۴۶	۷۲	۶۳۰
ایک عزیز کے نام، حق تعالیٰ کے بارے میں۔	۷۸	۲۴۷	۷۳	۶۳۲
فضیلت مآب مُحمّد اکرمؒ کے نام۔	۷۹	۲۵۰	۷۴	۶۳۴

marfat.com

مضامین	مکتوب فارسی، نمبر	صفحہ	مکتوب اُردو، نمبر	صفحہ
فضیلت مآب محمدؐ اکرمؐ کے نام، مرتبہ خلوص کے حقائق کے بارے میں۔	۸۰	۲۵۰	۷۵	۶۳۵
حضرت محمدؐ فاروقؒ کے نام، اقسامِ واسطہ کے بارے میں اور				
حضرت شیخ عبدالحقؒ محدّث دہلویؒ کے اعتراض کا جواب۔	۸۱	۲۵۲	۷۶	۶۳۷
ایک عزیز کے نام، اقسامِ اولیاء اللہ کے بارے میں۔	۸۲	۲۵۹	۷۷	۶۴۲
حضرت شیخ محمدؐ اکرم درویشؒ کے نام، جو اُن دنوں مکہ معظمہ میں سکونت رکھتے تھے۔ مفقود و معدومِ توجہ کے بیان میں۔	۸۳	۲۶۲	۷۸	۶۴۵
حضرت شیخ عبدالغنیؒ کے نام، اُس حدیث کی تحقیق میں کہ				
میں "احمد بلا میم" ہوں۔	۸۴	۲۶۳	۷۹	۶۴۶
فضیلت مآب شیخ عبدالغنیؒ کے نام، چند سوالات کے جوابات۔	۸۵	۲۶۵	۸۰	۶۴۸
حضرت میاں اللہ دینؒ کے نام۔	۸۶	۲۶۶	۸۱	۶۴۹
حضرت میاں اللہ دینؒ کے نام، اس امر کی تحقیق میں، کہ ہر شے میں دِل ہوتا ہے۔ اور قرآن کا دِل "سورۂ یٰسین"				
ہے۔	۸۷	۲۶۶	۸۲	۶۴۹
حضرت صوفی بلندؒ کے نام، "کُنْ فَیَکُوْن" کے بارے میں۔	۸۸	۲۶۸	۸۳	۶۵۱
حضرت حافظ عیسیٰؒ کے نام، چند سوالات کے جوابات۔	۸۹	۲۷۰	۸۴	۶۵۳

marfat.com

مضامین	مکتوب فارسی، نمبر	صفحہ	مکتوب اُردو، نمبر	صفحہ
سالک کے قبض و بسط کے بیان میں۔	۹۰	۲۷۲	۸۵	۶۵۵
حقائق آگاہ حضرت میر محمدؒ کے نام، "معروف و منکر" میں فرق کا ذکر۔	۹۱	۲۷۳	۸۶	۶۵۶
حضرت میر محمدؒ کے نام اقسامِ عبادت کے متعلّق۔	۹۲	۲۷۵	۸۷	۶۶۵
فیض عام و خاص کے بیان میں۔	۹۳	۲۷۹	۸۸	۶۶۳
رُوح کے بارے میں حضرت خواجہ بزرگؒ کے قول کی تحقیق۔	۹۴	۲۸۱	۸۹	۶۶۵
حضرت خواجہ فیض اللہؒ کے نام، فنا فی الشیخ کے بارے میں۔	۹۵	۲۸۲	۹۰	۶۶۶
حضرت خواجہ فیض اللہؒ کے نام، چند واقعات کی تعبیر میں۔	۹۶	۲۸۳	۹۱	۶۶۷
حضرت خواجہ فیض اللہؒ کے نام، تغیّرِ واقعات کے ضمن میں۔	۹۷	۲۸۴	۹۲	۶۶۸
ایک عزیز کے نام، چند سوالات کے جوابات۔	۹۸	۲۸۴	۹۳	۶۶۹
ایک سائل کے نام، شہودِ اوّل، شہودِ ثانی اور شہودِ ثالث پر شُبہات کے متعلّق۔	۹۹	۲۸۵	۹۴	۶۶۹
ایک سائل کے نام، چند سوالات کے جوابات۔	۱۰۰	۲۸۷	۹۵	۶۷۱
حضرت میاں محمد کاظمؒ کے نام، صدائے ہُویّت کے اِستفسار کے جواب میں۔	۱۰۱	۲۸۸	۹۶	۶۷۲
ایک عزیز کے نام، تجلّیِ ذاتی اور تجلّیِ صفاتی میں فرق کے بیان میں۔	۱۰۲	۲۸۹	۹۷	۶۷۳
ایک عزیز کے نام، "حامد" اور "محمود" پر اظہارِ خیال۔	۱۰۳	۲۹۰	۹۸	۶۷۵
چند اہم واقعات کی تعبیر۔	۱۰۴	۲۹۱	۹۹	۶۷۵

marfat.com

مضامین	مکتوب فارسی، نمبر	صفحہ	مکتوب اُردو، نمبر	صفحہ
چند مزید واقعات کی تعبیر۔	۱۰۵	۲۹۳	۱۰۰	۶۷۸
حضرت فیض اللہ بیگ لاہوریؒ کی طرف سے سوال اور اُنکے جواب۔	۱۰۶	۲۹۸	۱۰۱	۶۸۳
حضرت فیض اللہ بیگ لاہوریؒ کے نام، مراقبہ کی تعلیم کے بارے میں۔	۱۰۷	۳۰۱	۱۰۲	۶۸۵
ایک عزیز کے نام، نفسانی و شیطانی خطرات کے بارے میں حضرت سیّد آدم بنوریؒ کی تحقیق۔	۱۰۸	۳۰۲	۱۰۳	۶۸۶
اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کا دوست ہے۔	۱۰۹	۳۰۳	۱۰۴	۶۸۸
ایک عزیز کے نام، "وہ اللہ ہی ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں" کی تشریح۔	۱۱۰	۳۰۳	۱۰۵	۶۸۸
حضرت میاں اللہ دینؒ کے نام، کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے فیض کا ظہور عام و خاص ہے۔	۱۱۱	۳۰۶	۱۰۶	۶۹۱
ایک عزیز کے نام، کہ عالم کو موہوم کہنا غلط ہے۔	۱۱۲	۳۱۰	۱۰۷	۶۹۴
ایک عزیز کے نام، حقیقتِ عالم کے بارے میں۔	۱۱۳	۳۱۲	۱۰۸	۶۹۷
حضرت صوفی بلندؒ کے نام، کہ حق علم سے معلوم ہوتا ہے۔	۱۱۴	۳۱۵	۱۰۹	۶۹۹
فضیلت پناہ شیخ خان محمدؒ کے نام، مال کے نقصان کے متعلّق۔	۱۱۵	۳۱۸	۱۱۰	۷۰۱
فضیلت پناہ شیخ خان محمدؒ کے نام، ولایتِ انبیاءؑ کے متعلّق۔	۱۱۶	۳۱۸	۱۱۱	۷۰۲
حقائق آگاہ حضرت محمد نافعؒ کے نام، تحقیقِ تسمیہ کے متعلّق۔	۱۱۷	۳۲۱	۱۱۲	۷۰۵
ایک عزیز کے نام، لطائف کی سیر کے متعلّق۔	۱۱۸	۳۲۵	۱۱۳	۷۰۹

marfat.com

مضامین	مکتوب فارسی، نمبر	صفحہ	مکتوب اُردو، نمبر	صفحہ
ایک عزیز کے نام لفظ "اللہ" کی تشریح۔	۱۱۹	۳۲۸	۱۱۴	۷۱۲
حضرت میر محمدؒ کے نام، "وعدۂ الہامی" اور "وعدۂ لوحی"	۱۲۰	۳۲۹	۱۱۵	۷۱۳
حضرت میر محمدؒ کے نام، "قلب" کے بارے میں۔	۱۲۱	۳۳۰	۱۱۶	۷۱۴
ایک عزیز کے نام، "مقامِ محمود" اور "مقامِ نصیرا" کے متعلق۔	۱۲۲	۳۳۳	۱۱۷	۷۱۷
ایک عزیز کے نام، مراقبۂ فقرا کے متعلّق۔	۱۲۳	۳۳۴	۱۱۸	۷۱۸
عالی قدر بیگم جیوؒ کے نام، طریقۂ وظیفہ پر گفتگو۔	۱۲۴	۳۳۵	۱۱۹	۷۱۹
حضرت صوفی بلندؒ ساکن جلال آباد کے نام، ذات و صفات کے بارے میں۔	۱۲۵	۳۳۷	۱۲۰	۷۲۰
حضرت میاں محمدؒ نافعؒ کے نام، حروفِ مقطّعات۔	۱۲۶	۳۳۹	۱۲۱	۷۲۲
حضرت میاں محمدؒ نافعؒ کے نام، واردات سلوک کے بارے میں۔	۱۲۷	۳۴۱	۱۲۲	۷۲۴
حضرت میاں محمد اللہ دینؒ کے نام، کہ صورتِ متخیلّہ صرف خیال کی تراش خراش ہے۔	۱۲۸	۳۴۳	۱۲۳	۷۲۶
حضرت میاں گل محمدؒ کے نام، خوف کو دور کرنیکا طریقہ۔	۱۲۹	۳۴۴	۱۲۴	۷۲۷
حضرت میاں گل محمدؒ کے نام، ذکر کے متعلّق۔	۱۳۰	۳۴۶	۱۲۵	۷۲۹
حضرت میاں گل محمدؒ کے نام۔	۱۳۱	۳۴۶	۱۲۶	۷۳۰
ایک عزیز کے نام، کہ عالموں کی تفصیل کا علم صرف حق تعالےٰ کو ہے۔	۱۳۲	۳۴۷	۱۲۷	۷۳۰

marfat.com

مضامین	مکتوب فارسی، نمبر	صفحہ	مکتوب اُردو، نمبر	صفحہ
حضرت میاں عبدالقادرؒ کے نام، دُنیا کے اندر رویتِ باری کا عدم وقوع۔	۱۳۳	۳۵۴	۱۲۸	۷۳۷
فضیلت مآب شیخ مُحمّد اکرمؒ کے نام، حضرت سیّد آدم بنوریؒ کے رسالہ "دربیان اصطلاح" کے متعلق۔	۱۳۴	۳۵۷	۱۲۹	۷۴۰
حضرت حاجی خُدادادؒ کے نام 'عجز' کے بیان میں۔	۱۳۵	۳۶۵	۱۳۰	۷۴۷
حضرت میاں اللہ دینؒ کے نام، اُن کے خواب کی تعبیر اور "بیعِ سلم" کے بارے میں۔	۱۳۶	۳۶۷	۱۳۱	۷۴۹
حقائق و معارف آگاہ حضرت حاجی مُحمّد امینؒ اور حضرت حاجی خدادادؒ کے نام اُن کے خوابوں کی تعبیر۔	۱۳۷	۳۶۷	۱۳۲	۷۵۰
حضرت میاں اللہ دینؒ کے نام، اِستدعائے توجّہ کے جواب میں۔	۱۳۸	۳۶۹	۱۳۳	۷۵۱
فضیلت مآب شیخ عبدالہادیؒ کے نام، "تَخلّقُوا بأخلاق اللہ" کے بارے میں۔	۱۳۹	۳۷۰	۱۳۴	۷۵۲
حضرت نُورحسینؒ کے نام، آیتِ کریمہ۔ "والّذین فی قُلُوبِھِم مَرَضٌ فَزَادَھُمُ اللہ مَرَضًا"	۱۴۰	۳۷۱	۱۳۵	۷۵۴
حضرت حاجی خُدادادؒ کے نام، کہ حال کے دو سرتبے ہیں۔	۱۴۱	۳۷۲	۱۳۶	۷۵۵
حقائق آگاہ شیخ عبدالقادر جہاں آبادیؒ کے نام، نماز کے مراتب۔	۱۴۲	۳۷۴	۱۳۷	۷۵۶

marfat.com

مضامین	مکتوب فارسی، نمبر	صفحہ	مکتوب اُردو، نمبر	صفحہ
اخلاص مندوں کے واقعات کے جواب میں۔	۱۴۳	۳۷۶	۱۳۸	۷۵۸
حضرت میاں اللہ دینؒ کے نام، کہ قلب جسے شیطان نے استعمال کیا ہے، کس طرح اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لائق ہو سکتا ہے۔	۱۴۴	۳۷۷	۱۳۹	۷۵۹
حضرت ولی محمدؒ کے نام، اُن کے حال کے بارے میں۔	۱۴۵	۳۷۹	۱۴۰	۷۶۰
حقائق آگاہ حضرت میاں عبدالقادرؒ کے نام، نمازِ پنجگانہ کے متعلّق۔	۱۴۶	۳۸۰	۱۴۱	۷۶۲
حضرت اللہ دینؒ کے نام، کہ ہر شخص پر اُس کی عقل کے مطابق توحید واجب ہے۔	۱۴۷	۳۸۱	۱۴۲ الف	۷۶۳
حضرت اللہ دینؒ کی طرف سے حضرت موسیٰؑ پر عتاب کے متعلّق۔	۱۴۸	۳۸۲	۱۴۲ ب	۷۶۴
حضرت میاں اللہ دینؒ کی طرف سے سوال کا جواب۔	۱۴۹	۳۸۴	۱۴۳	۷۶۵
خانصاحب میر نعمت خاں کے نام، بے کیفی کی حقیقت۔	۱۵۰	۳۸۴	۱۴۴	۷۶۶
میاں رُستم خاں کے نام، وارداتِ قلب۔	۱۵۱	۳۸۵	۱۴۵	۷۶۷
حضرت محمد یارؒ ساکن غلزئی کے نام، "گردش" اور "ورزش" کے بارے میں۔	۱۵۲	۳۸۷	۱۴۶	۷۶۸
حضرت میاں اللہ دینؒ کے نام، مقبروں پر بدعت۔	۱۵۳	۳۸۹	۱۴۷	۷۷۱
حضرت ہدایت اللہؒ کے نام، اللہ، رحمٰن اور رحیم کی تشریح۔	۱۵۴	۳۹۰	۱۴۸	۷۷۱

marfat.com

مضامین	مکتوب فارسی، نمبر	صفحہ	مکتوب اُردو، نمبر	صفحہ
حضرت میر جمال اللہ مفتیؒ جالندھرؒ کے نام، چند مسائل،	۱۵۵	۳۹۱	۱۴۹	۷۷۲
حضرت میاں محمدؐ افضلؒ کے نام، بعض سوالات کے جوابات بروئے حدیث طلب کرنے پر۔	۱۵۶	۳۹۲	۱۵۰	۷۷۴
حضرت ہدایت اللہ خادمؒ کے نام کہ "نمازِ اشراق کس طرح پڑھی جائے"۔	۱۵۷	۳۹۴	۱۵۱	۷۷۵
ایک عزیز کے سوال پر تناسخ کے بارے میں۔	۱۵۸	۳۹۵	۱۵۲	۷۷۶
ایک عزیز کے نام، صاحب اِستدراج کفّار کی صُحبت سے منع کرنے کے لئے۔	۱۵۹	۳۹۷	۱۵۳	۷۷۸
حضرت میاں یار علیؒ کے نام، "عارفِ کامل و واصل" کے متعلّق۔	۱۶۰	۳۹۹	۱۵۴	۷۸۰
نواب عبدالصمّد خاں کے نام، علم کی تاکید میں۔	۱۶۱	۴۰۱	۱۵۵	۷۸۲
حضرت میاں صوفی بلندؒ کے نام، مرتبۂ شہود کے متعلّق۔	۱۶۲	۴۰۲	۱۵۶	۷۸۳
عنائیت اللہ خاں وزیر کے نام، ادائے حقوق کی طرف توجّہ اور عدالت کرنے کے متعلّق۔	۱۶۳	۴۰۶	۱۵۷	۷۸۶
حضرت حافظ محمّد عیسیٰؒ کے نام، نمازوں کی حفاظت۔	۱۶۴	۴۰۷	۱۵۸	۷۸۷
حضرت میاں محمد اشرفؒ کے نام، ایک واقعہ کا جواب۔	۱۶۵	۴۰۸	۱۵۹	۷۸۸
حضرت میاں شیخ عبدالغنیؒ کے نام، طلبِ خیریّت کے متعلّق۔	۱۶۶	۴۰۸	۱۶۰	۷۸۸
ایک عزیز کے نام، "العلم نقطہ وکثر الجاہلون" کا بیان۔	۱۶۷	۴۰۹	۱۶۱	۷۸۹

marfat.com

مضامین	مکتوب فارسی، نمبر	صفحہ	مکتوب اُردو، نمبر	صفحہ
حضرت حافظ محمّد عیسیٰؒ کے نام، "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قالوا بلیٰ" کے بارے میں۔	۱۶۸	۴۱۳	۱۶۲	۷۹۲
ایک عزیز کے نام، ممنُوعہ امور کے متعلّق۔	۱۶۹	۴۱۴	۱۶۳	۷۹۳
حضرت میاں اللہ دینؒ کے نام، "نایافت کی حقیقت"۔	۱۷۰	۴۱۵	۱۶۴	۷۹۴
عزیزوں کے نام، "جَلوَت" اور "خَلوَت"	۱۷۱	۴۱۵	۱۶۵	۷۹۵
حضرت حاجی صُوفی عبدالکریمؒ کے نام، "حضُور در حضُور"۔	۱۷۲	۴۱۷	۱۶۶	۷۹۶
حضرت صوفی عبدالکریمؒ کے نام، "تقدیرِ مُعلّق اور تقدیرِ مُبرَم" کے بارے میں۔	۱۷۳	۴۱۹	۱۶۷	۷۹۷
مرثیے اور تاریخ ہائے وصال	—	۴۲۰	—	۷۹۹
تاریخِ ہائے وصال کی تشریح	—	—	—	۸۰۲
صحت نامۂ اغلاظ	—	—	—	۸۰۵
شجرۂ سلسلۂ نقشبندیہ احسنیہ	—	—	—	۸۱۹
آپؒ کے بارے میں حقیرالشیخ حکیم میاں عبدالغفور عرشی قادری عفی عنہٗ کے تاثرات۔	—	—	—	۸۲۳
اغراض و مقاصد حضرت شیخ عبدالنّبیؒ شامی ٹرسٹ	—	—	—	۸۳۱

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سید نفیس الحسینی

تقریظ

مشائخِ طریقت کے سلسلۂ رُشد و ہدائیت میں اُن کے مکتوُبات کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ تمام ہی سلاسلِ تصوّف میں اس کی روشن مثالیں پائی جاتی ہیں۔ برّصغیر میں حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ مُنیریؒ (م ۷۸۲ھ)، خواجۂ دکن حضرت سیّد محمد گیسُو درازؒ (م ۸۲۵ھ) اور حضرت سیّد اشرف جہانگیر سمنانی (المتوفی بعد ۸۲۵ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ کے مکتوُبات کو تقدّمِ زمانی حاصل ہے۔

نقشبندی مشائخ نے مکتوُبات کے ذریعے سلسلۂ ابلاغ و تبلیغ کو سب سے زیادہ فروغ دیا۔ حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کے مکتوُبات سلوک و تصوّف کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ ان کے بعد اُن کے اخلافِ کرام نے بھی اپنے مکتوُبات میں عرفان و معرفت کے دریا بہائے ہیں۔ تاریخِ تصوّف میں ان مکتوُبات کو سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ بعد کے مجدّدی مشائخ نے بھی مکتوُبات کی روایت کو باقاعدگی سے جاری رکھا۔

زیرِ نظر کتاب "مجمُوعۃُ الاسرار" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ مکاتیب سلسلۂ احسنیہ مجدّدیہ کے جلیل القدر شیخ حضرت شیخ عبدالنّبی شامی قُدّس سِرّہٗ کے بحرِ عرفان و تصوّف کے لُولوئے آبدار ہیں۔ حضرت شامیؒ اپنے وقت کے آفتابِ عالمتاب تھے۔ "نُزہتہ الخواطر" میں لکھا ہے:

"شیخ عبدالنّبی نقشبندیؒ اپنے زمانے کے قوی النسبت بزرگ تھے۔ اُنکی ولایت اور جلالتِ شان پر اُس زمانے کے بزرگوں کا اتفاق ہے۔ سلسلۂ احسنیہ نقشبندیہ

marfat.com

میں سالکانِ طریقت کی تعلیم و تربیت میں انہیں کمال حاصل تھا۔ وہ جلیل القدر رہنمائے طریقت تھے۔ اپنے مریدوں کو راہِ سلوک کی منزلیں طے کرا کے معرفت کے اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیتے تھے۔"

"حضرت شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم دہلویؒ نے "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں اُن کا ایک مکتوب لطیف نقل کیا ہے۔ انہوں نے "فصوص الحکم" کی شرح بھی لکھی تھی۔ اگرچہ انہوں نے علومِ عربیہ حاصل نہیں کئے تھے، لیکن اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اُن پر علم و معرفت کے دروازے کھول دیے تھے۔"

"وجیہ الدین اشرف لکھنویؒ نے "بحرِ ذخّار" میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالنبیؒ ابتداً میں ہندو کھتّری تھے، جو شیخ عبدالوہاب قادریؒ کے دستِ حق پرست پر اسلام لائے۔ مدتوں اُن کی صحبت میں رہے اور فیض حاصل کیا۔ پھر وہ شیخ عبداللہ سلطان پوریؒ کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ وہ شیخ حاجی محمد شریف متّقی شاہ آبادیؒ کے خلیفہ تھے، جو حضرت سیّد آدم بن اسماعیل بنوریؒ کے فیض یافتہ تھے۔ جب شیخ عبداللہ سلطان پوریؒ حجاز تشریف لے گئے تو شیخ عبدالنبیؒ نے اُن کے خلیفہ شیخ طاہر عالمپوریؒ کا دامن تھام لیا، اُن سے فیض یاب ہوئے اور شرح "فصوص الحکم" لکھی۔ شیخ عبدالنبیؒ نے علم سلوک و معرفت پر بہت سی کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔" (نزہتہ الخواطر ج ۶، ص ۱۷۰-۱۷۱)

حضرت شیخ عبدالنبی قدّس سرّہٗ اپنے زمانے میں مرجع خاص و عام تھے۔ حضرت شاہ محمّد غوث لاہوریؒ جیسے بلند پایہ شیخِ طریقت بھی آپ کا شُہرہ سن کر کسبِ فیض کے لئے خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنے "رسالۂ سلوک" میں جس کا ترجمہ اردو میں "اسرار الطریقت" کے نام سے شائع ہو چکا ہے، آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

marfat.com

"لاہور کی طرف دوآبہ میں سیام چوراسی نام ایک گاؤں میں میاں شیخ عبدالنبیؒ طریقۂ نقشبندیہ میں ایک نومسلم بزرگ رہتے تھے۔ کسی تقریب سے لاہور میں تشریف لائے۔ میں بھی دو بار اُن کی زیارت کے لئے گیا۔ ہمیشہ شغل میں رہتے۔ بڑے ہی کم گو اور مُوثّر تھے، چنانچہ اکثروں کو ان کے فیضِ صحبت سے اثر ہوا۔ ان کی مجلس میں بہت کم گفتگو ہوتی تھی۔ مراقبہ کے سوائے اور کچھ کام ہی نہ تھا۔ مجھ کو خلوت میں ان کی خاص صحبتیں میّسر ہوئیں۔ ذاتِ بحت کی نسبت توجّہ کرتے تھے۔ چنانچہ وہ بے خودی اور بے رنگی کی نسبت غلبہ کرتی تھی۔ اس نسبت اور دیگر شغل اور مراتبِ ذکر کی اجازت فقیر کو دی۔ اس کے بعد کچھ مدت تک وہ نسبت غالب رہی اور اس کے بعد کبھی کبھی غلبہ کرتی رہی۔"

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی حضرت شیخ عبدالنبی شامیؒ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے جو حضرت شیخ کے علوِ مرتبہ پر دلالت کرتا ہے۔ شاہ صاحبؒ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں:

"اب تھوڑی روش طریقۂ احسنیہ کی جو شیخ آدم بنوریؒ سے منسوب ہے، ذکر کرتا ہوں۔ اس ضمن میں مکتُوب شیخ عبدالنبیؒ سیام چوراسی کا جو اس زمانے میں طریقۂ احسنیہ کے مقتدا تھے اور سب اس طریقہ والوں کی، کیا خاص اور کیا عام، اُن کی طرف توجّہ تھی اور اس طریقے کے جمہور اس امر پر متفق ہیں کہ سالکوں کی تربیت میں اس طریقہ کی روش میں ان کا قدم راسخ تھا، ایک عزیز صالح نے مکّہ معظّمہ میں ذکر کیا۔ ہم نے اُن کے پاس سے لکھ لیا۔"

(الانتباہ ص ۸۴)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوری عقیدت و عظمت سے حضرت شیخ عبدالنبی

marfat.com

قُدّس سِرّہٗ کا مکمّل مکتُوب نقل کیا ہے:

قیاس کُن ز گلستانِ من بہارِ مرا

الغرض حضرت شیخ عبدالنّبی شامی قُدّس سِرّہٗ کے مکتوُبات علم و حکمت اور سلوک و معرفت کا انمول خزانہ ہیں۔ صدیوں سے یہ "گنج مخفی" نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا آرہا تھا۔ اس دُرِّ مکنُون کو منظرِ عام پر لانے کی سعادت کریم کار ساز نے حضرت شیخ عبدالنّبی قُدّس سِرّہٗ ہی کے ایک صُلبی فرزند جناب مُحمّد سلیم شامی کے نام لکھی تھی۔ چنانچہ ان کی سعیِ مشکور سے "مجمُوعۃُ الاسرار" کا واحد نسخہ بالعکس طبع شدہ اہل قلب و نظر کی خدمت میں پہنچ رہا ہے۔ جناب مُحمّد سلیم شامی صاحب نے افادۂ عام کے لئے "مجمُوعۃُ الاسرار" کا ترجمہ کرا کر عوام النّاس پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ جس کے لئے وہ تبریک و تحسین کے مستحق ہیں۔ یہ ترجمہ فاضل مکرّم جناب پروفیسر مشتاق احمد بھٹّی صاحب کی ذہنی کاوش کا عمدہ نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

۲۹، رجب المرجب ۱۴۰۵ھ
بمطابق
۲۱، اپریل ۱۹۸۵ء

احقر نفیس الحسینی
۱۷۷/۳ کریم پارک، لاہور

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اظہارِ تشکّر

تاج العارفین، قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالنّبی شامی نقشبندی المعروف باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے عقیدت اور محبت میری زندگی کا سرمایہ ہے۔ اُن سے نسبی تعلق بھی ہے اور قلبی بھی۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے۔ آپؒ کے تذکرے میں دِل نے زیست کا مزہ پایا ہے۔ میں نے اپنے بزرگوں سے سُنا تھا کہ حضرتؒ کے مکتُوبات کا قلمی نُسخہ محفوظ ہے۔ اِس کی تلاش میں لگا رہا اور بالآخر میری کوشش کامیاب ہوئی۔ صاحبزادہ منظور الاسلام شامی سے اِن مکتُوباتِ گرامی کی ایک قلمی نقل دستیاب ہوگئی۔ میں نے اِسے بصد مِنّت اُن سے حاصل کیا اور فوٹو سٹیٹ کاپی صاحبزادہ سعید اقبال شامی کے سپرد کر دی تاکہ اس کا ترجمہ کرایا جا سکے اور پھر اُسے کتابی صورت میں شائع کر کے تشنگانِ علم و معرفت کی پیاس بجھانے کا انتظام ہو۔

افسوس بوجہ تبادلہ موصوف یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔ مجھے ایک بار پھر مکتُوبات حاصل کرنے کی کوشش کرنی پڑی۔ قلمی نُسخے کے حامل اُسے ایک آن بھی اپنے سے جُدا کرنے پر تیّار نہ تھے لیکن ہزار جتن کر کے میں نے اُنہیں آمادہ کیا کہ اسے چند دنوں کے لئے میرے سپرد کر دیں۔ ایک بار پھر فوٹو سٹیٹ کاپی تیار کرائی۔ اِس بار صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی سے رابطہ قائم کیا۔ اُن کے تعاون سے اسلامیہ کالج جالندھر کے سابق پروفیسر جناب مشتاق احمد بھٹی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ بھٹی صاحب نے مکتُوبات کو اُردو کا قالب دینے کا بیڑا اُٹھایا۔ ایک سال تین ماہ کی محنتِ شاقّہ سے انہوں نے یہ مہم سر کر دی۔ مکتُوبات نے اُردو کا جامہ پہن لیا۔

marfat.com

اِس کے بعد عالمِ اِسلام کے مایہ ناز خطّاط الحاج سیّد انور حُسین نقشبندی (نفیس رقم) صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے ذاتی دلچسپی لے کر اپنی نگرانی میں کتابت مکمّل کرائی۔ اُن کے دو شاگردوں، ذاکر حُسین صاحب نے خُوشنویسی اور مُحمّد عاشق ندیم صاحب نے ابتدائی صفحات کی خُوشنویسی، اغلاط کی دُرستی اور کاپی جوڑائی کا کام انجام دیا۔ صاحبزادہ محمّد اسلم شامی صاحب سابق ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ ویلج ایڈ نے کتابت شدہ مُسودے کی دُرستی میں میرا ہاتھ بٹایا۔ اللہ تعالیٰ اِن تمام حضرات کو اِس محنت کا اجر عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے کہ اُس نے اپنے خاص فضل و کرم سے مجھے توفیق بخشی کہ پانچ سال کی محنت اور لگن کے بعد اِن مکتُوباتِ گرامی کو منظرِ عام پر لاؤں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ تین صدیوں کے بعد پہلی بار یہ خزانہ منظرِ عام پر آ رہا ہے۔ آج مجھے اتنی خُوشی نصیب ہوئی کہ اس سے پہلے کم ہی ہوئی ہو گی۔

صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی نے اپنے چھاپے خانے سے اِن مکتُوبات کی طباعت کی ہے اور کوئی معاوضہ وصول نہیں کیا۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہ، تعالیٰ اُنہیں اِس کارِ خیر کا اجر عطا فرمائے۔ میں اس ایڈیشن کے ایک ہزار نسخے "حضرت عبدالنبّی شامیؒ ٹرسٹ" کی نذر کر رہا ہوں، تاکہ اِس کی آمدنی اِس ٹرسٹ کے مقاصد کی تکمیل کے کام آئے۔

میری اَب یہی تمنّا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حضرت باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر چلنے اور آپؒ کے مشن کی لگن میں اپنی زندگی گزار دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

صاحبزادہ حاجی مُحمّد سلیم شامی نقشبندی
مکان نمبر ۳۶، گورو سٹریٹ نمبر ۹
رام نگر، لاہور ۱ (پاکستان)

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوانحِ حیات حضرت تاجُ العارفین عبدالنّبی شامیؒ

حضرت شیخ عبدالنّبی شامی رحمۃ اللہ علیہ کو اہلِ نظر اور اہلِ دل قُطب الاقطاب بھی سمجھتے ہیں اور تاجُ العارفینؒ بھی۔ شیخ المشائخ بھی اور سُلطان الاولیاء بھی۔ آج بھی مشرقی پنجاب کے معرُوف قصبے شام چوراسی کی رونقیں انہی کے دم سے ہیں۔ اُنہیں اس دنیا سے رخصت ہوئے صدیاں گزر چکیں، لیکن آج بھی اُن کی روشنی سے دیدہ و دل منوّر ہو جاتے ہیں۔ اُن کی اولاد برصغیر پاک و ہند میں پھیلی ہوئی ہے اور آپؒ کی نسبت سے شامی کہلاتی ہے۔

حضرت شیخؒ نے ایک ہندو گھرانے میں آنکھ کھولی۔ والد کا نام لالہ دیوان بوہڑہ مل (مہل کھتری) تھا۔ شامی خاندان کے بڑے بوڑھوں نے اپنے بڑے بوڑھوں سے اور ان کے بڑے بوڑھوں نے اپنے بڑے بوڑھوں سے سُنا ہے کہ لالہ بوہڑہ مل کے ہاں جس روز یہ برکت نازل ہوئی، رمضان المبارک کی ۲۹ تاریخ تھی اور ۱۰۲۸ھ کا سن۔ اُس دن آپؒ نے دُودھ نہ پیا۔ بتایا جاتا ہے کہ آپؒ مادر زاد ولی تھے۔ اس لئے روزہ رکھا ہوا تھا۔ کوئی یہ مانے یا نہ مانے، کہ اس کی کوئی باقاعدہ مضبوط سند نہیں ہے، اس کو تو بس سنتے چلے آئے ہیں، لیکن اِس حقیقت سے اِنکار نہیں کیا جا سکتا کہ غیر مسلم گھرانے میں آنکھ کھولنے والے اس بچّے کو پروردگار نے اسلام کی دولت سے مالا مال کرنے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔ نہ صرف اس کا سینہ اس نُور سے منوّر ہونا تھا،

marfat.com

بلکہ آس پاس بھی کفر کی ظلمتیں اس کی بدولت پاش پاش ہونی تھیں۔ حضرت کی تبلیغی مساعی اور مبارک زندگی نے بے شمار زندگیوں کو بدل ڈالا۔ بے شمار بستیوں کو اللہ کے پاک نام سے متعارف کرایا اور بے شمار دِلوں کو دولتِ دنیا سے بے نیاز کر دیا۔

دیوان لالہ بوہڑہ مل محکمہ مال میں کار دار تھے اور شام چوراسی سے مالیہ وصول کر کے خزانہ سرہند میں جمع کرانے لے جایا کرتے تھے۔ اولادِ نرینہ نہ تھی، اس لئے اُداس اور مغموم رہتے تھے۔ ایک بار سرہند پہنچے تو ایک فقیرِ باکمال کی شہرت سُنی۔ لالہ جی اُن کے چرن چھونے جا پہنچے کہ فقیروں اور ولیوں کو ہندو تک اپنا سمجھتے اور اُن سے فیض اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لالہ جی پہنچے تو بزرگ نے بڑی عزّت سے بٹھایا اور بشارت دی کہ تمہارے ہاں ایک سال کے بعد ایک لڑکا پیدا ہو گا۔ ایک سال بعد حضرت اس دنیا میں تشریف لے آئے۔ لالہ بوہڑہ مل جس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

حضرتؒ کا نام بھوپت رائے رکھا گیا۔ کچھ ہوش سنبھالا تو والد نے پڑھنے کے لئے مکتب میں ڈالا۔ آپکے استاد ایک مسلمان صالح اور متّقی بزرگ تھے۔ اُن سے گلستاں، بوستاں، پڑھنے لگے۔ آج آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمان بھی اپنے بچوں کو مشنری سکولوں میں تعلیم دلاتے ہیں اور اس پر پھُولے نہیں سماتے۔ چند برس پہلے تک یہ عالم تھا کہ ان سکولوں میں بائیبل کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی اور مسلمان طلبہ بھی بائیبل پڑھتے، اُسکی تلاوت کرتے اور اُسے حفظ کرتے تھے۔ یہ اثرات انگریزی حکومت کے تھے۔ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب مسلمانوں کی حکومت اس برِصغیر پر ہو گی تو اس وقت اس کے اثرات کیا ہوں گے؟ اس وقت غیر مسلم بھی جدید تعلیم حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کے سامنے زانوئے تلمّذ تہ کرتے تھے اور مسلمانوں کی کتابیں پڑھ کر پھولے نہیں سماتے تھے۔

marfat.com

جدید تعلیم حاصل کرنا معزّز اور باوقار ہونے کی علامت تھا ۔اس لئے بھوپت رائے ایک مسلمان مولوی صاحب کے سپرد کئے گئے۔جس طرح آج کل انگریزی کی اہمیت ہے اس وقت فارسی کی تھی۔ ایک روز سبق پڑھتے پڑھتے ان اشعار پر پہنچے ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
محال است سعدی کہ راہِ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفیٰؐ

(جو رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے راستے کے خلاف چلا، وہ ہرگز منزل کو نہ پہنچ سکا۔اے سعدی، مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علاوہ کسی اور کی پیروی میں سلامتی کا راستہ ملنا محال ہے۔)

بھوپت رائے کا دل یہاں اٹک گیا۔ وہ بار بار استاد سے پوچھتے کہ "راہِ صفا" کیا ہے، راہِ مصطفیٰؐ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اصرار شروع ہوا کہ اس راستے کی تعلیم دی جائے۔ مولوی صاحب سخت اُلجھن میں پڑ گئے۔ وہ مضطرب تھے کہ لالہ بوہڑ مل اور ان کے اعزّہ کا ردِ عمل کیا ہوگا۔ اُدھر بھوپت رائے کے دل میں عشقِ مصطفیٰؐ کا چراغ جل چکا تھا۔ چھوٹی عمر ہی میں بھوپت کی شادی موضع سری گوبند پور کے ایک بڑے کھتری گھرانے کے فرد، لالہ رامان مل کے ہاں ہو چکی تھی، لیکن ان کا دل بے قرار تھا۔اس کو کسی اور کی محبت کی لو لگ چکی تھی۔ مُصِرّ تھے کہ اُستاد صاحب باقاعدہ کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیں تاکہ بُتوں کی بندگی سے نجات حاصل کرنے کا اعلان کر دیا جائے۔ استاد گومگو میں تھے، سود و زیاں کا حساب کرنے میں لگے تھے۔اِدھر یہ حالت تھی، اُدھر بھوپت رائے کے دِل کی دنیا بدل چکی تھی۔ وہ جان چکے تھے کہ

ع برتر از اندیشۂ سُود و زیاں ہے زندگی

marfat.com

اِسی عالم میں رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت نصیب ہوئی۔ جناب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کلمہ پڑھایا اور بھوپت رائے کو عبدالنّبیؒ بنا لیا۔

ع محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی

اُن کے استاد کو بھی (خواب میں) حکم دیا گیا کہ اپنے شاگرد کی خواہش کا احترام کریں اور اس کے نام کی تعلیم دیں، جس نے کل جہانوں کو تخلیق کیا ہے۔

عبدالنّبیؒ نے باوآز بلند بتوں سے ناطہ توڑنے کا اعلان کیا، تو ہر طرف آگ سی لگ گئی۔ والدین سراپا غضب، سُسرال والے بے چین و مضطرب، اِعزّہ و اقرباء، برادری والے، سب ہاتھ ملنے لگے۔ پہلے تو سمجھانے کی کوششیں ہوئیں اور قبولِ اسلام کو "بچگانہ غلطی" قرار دے کر اصلاح کے لئے جان لڑائی گئی۔ سُسر نے ایک نصیحت آموز خط لکھا، لیکن سب تدبیریں کسی کام نہ آئیں۔ عبدالنّبیؒ نے پھر بھوپت رائے بننے سے انکار کر دیا۔ اپنے سُسر کے نام پیغام بھجوایا ؎

تھالی بھن رکابی تے چونکا بھن میت
آکھیں سوہرے رامے نوں ساڈی اللہ نال پریت

شام چوراسی ہندو اکثریت کا علاقہ تھا۔ یہاں عبدالنّبیؒ پر زندگی اجیرن کر دی گئی پس ہجرت کا پروگرام بنایا کہ

ع ہے ترکِ وطن سُنّتِ محبوبِ الٰہی

ایک دن اپنے اُستاد کے ساتھ یہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ کپورتھلہ ریاست میں واقع سلطان پور میں حضرت حاجی عبداللہ صاحبؒ کی خدمت میں جا حاضری دی۔ کہتے ہیں، جب آپ سلطان پور کے قریب پہنچے تو اس وقت حاجی عبداللہ صاحبؒ کہیں باہر جانے کے ارادے سے پالکی میں سوار تھے۔ حاجی صاحبؒ نے پالکی ٹھہرانے کا حکم دیا

marfat.com

اور کہا کہ رُک جاؤ! مردِ خدا آرہا ہے۔ خُدّام حیران ہوئے، لیکن کچھ نہ بولے۔ تھوڑی دیر بعد نوجوان عبدالنّبیؒ وہاں پہنچ گئے۔ حاجی صاحبؒ انہیں ساتھ لے کر واپس ہوئے۔ وہ بیعت کر کے سلسلۂ نقشبندیہ سے منسلک ہو گئے۔ حاجی عبداللہؒ حضرت آدم بنوریؒ (خلیفہ امامِ ربّانی مجدّد الف ثانیؒ) سے بیعت تھے اور اُن کے نامور خلفاء میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت آدم بنوریؒ کے خلیفۂ اعظم حضرت محمّد شریف مُتّقیؒ سے تربیت پائی اور حضرت آدم بنوریؒ سے بھی فیض اٹھایا۔ حضرت محمد شریف مُتّقیؒ نے انہیں باقاعدہ خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔

حضرت شیخ العالم سیّد حاجی محمد طاہر عالمپوریؒ، حاجی عبداللہ سلطان پوریؒ کے خلیفۂ کامل تھے۔ حاجی صاحبؒ نے نوجوان عبدالنّبیؒ کو مزید تعلیم اور تربیت کے لئے شیخ العالمؒ کے سپرد فرمایا۔ اس نوجوان نے اس یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہو کر تاجُ العارفینؒ کا لقب پایا۔

آج ہمارے ہاں جُز وقتی تعلیم کا جو نظام رائج ہے، وہ پڑھے لکھے جاہل پیدا کر کے معاشرے میں پھینکتا جا رہا ہے۔ آج کا علم، عمل سے پیوست نہیں ہے۔ کسی مدرسے، کالج اور یونیورسٹی کو طالب علموں کی تربیت سے کوئی سروکار نہیں۔ جو ادارے اقامتی ہیں، وہ بھی کسی درسگاہ کی بجائے ہوٹل سے زیادہ مماثلت رکھتے ہیں۔ لیکن شیخ عبدالنّبیؒ کی تربیت جس یونیورسٹی میں ہوئی، اس کے چانسلر حاجی عبداللہ سلطان پوریؒ تھے۔ اس میں تعلیم کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے زیادہ تربیت پر زور دیا جاتا تھا۔ ہندوستان میں صوفیائے کرام اور علمائے کرام اسی طرزِ تعلیم کے بانی تھے۔ اُن کی خانقاہ میں شریعت کا علم بھی تقسیم ہوتا تھا اور طریقت کی معرفت بھی عطا ہوتی تھی۔

کئی سال گزر گئے۔ اب عبدالنّبیؒ ایسا چراغ تھے، جس کو انگنت چراغ روشن کرنا تھے۔ علم اور عمل کا بیش بہا سرمایہ لے کر انہوں نے واپس شام چوراسی کا رُخ کیا تاکہ

marfat.com

اور کہا کہ رُک جاؤ! مردِ خدا آرہا ہے۔ خُدّام حیران ہوئے، لیکن کچھ نہ بولے۔ تھوڑی دیر بعد نوجوان عبدالنّبیؒ وہاں پہنچ گئے۔ حاجی صاحبؒ انہیں ساتھ لے کر واپس ہوئے۔ وہ بیعت کر کے سلسلۂ نقشبندیہ سے منسلک ہو گئے۔ حاجی عبداللہؒ حضرت آدم بنوریؒ (خلیفہ امامِ ربّانی مجدّد الف ثانیؒ) سے بیعت تھے اور اُن کے نامور خلفاء میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت آدم بنوریؒ کے خلیفۂ اعظم حضرت محمّد شریف مُتّقیؒ سے تربیت پائی اور حضرت آدم بنوریؒ سے بھی فیض اٹھایا۔ حضرت محمد شریف مُتّقیؒ نے انہیں باقاعدہ خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔

حضرت شیخ العالم سیّد حاجی محمد طاہر عالمپوریؒ، حاجی عبداللہ سلطان پوریؒ کے خلیفۂ کامل تھے۔ حاجی صاحبؒ نے نوجوان عبدالنّبیؒ کو مزید تعلیم اور تربیت کے لئے شیخ العالمؒ کے سپرد فرمایا۔ اس نوجوان نے اس یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہو کر تاجُ العارفینؒ کا لقب پایا۔

آج ہمارے ہاں جُز وقتی تعلیم کا جو نظام رائج ہے، وہ پڑھے لکھے جاہل پیدا کر کے معاشرے میں پھینکتا جا رہا ہے۔ آج کا علم، عمل سے پیوست نہیں ہے۔ کسی مدرسے، کالج اور یونیورسٹی کو طالب علموں کی تربیت سے کوئی سروکار نہیں۔ جو ادارے اقامتی ہیں، وہ بھی کسی درسگاہ کی بجائے ہوٹل سے زیادہ مماثلت رکھتے ہیں۔ لیکن شیخ عبدالنّبیؒ کی تربیت جس یونیورسٹی میں ہوئی، اس کے چانسلر حاجی عبداللہ سلطان پوریؒ تھے۔ اس میں تعلیم کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے زیادہ تربیت پر زور دیا جاتا تھا۔ ہندوستان میں صوفیائے کرام اور علمائے کرام اسی طرزِ تعلیم کے بانی تھے۔ اُن کی خانقاہ میں شریعت کا علم بھی تقسیم ہوتا تھا اور طریقت کی معرفت بھی عطا ہوتی تھی۔

کئی سال گزر گئے۔ اب عبدالنّبیؒ ایسا چراغ تھے، جس کو انگنت چراغ روشن کرنا تھے۔ علم اور عمل کا بیش بہا سرمایہ لے کر انہوں نے واپس شام چوراسی کا رُخ کیا تاکہ

marfat.com

وہاں کے بے نواؤں اور تہی دامنوں کو بھی اپنی کمائی میں حصہ دار بنائیں۔ شیوۂ پیغمبری یہ ہے کہ حقیقت کو اپنے تک محدود نہ رکھا جائے، عام کیا جائے، ہر ہر دل کو اس سے متعارف کرایا جائے۔ عبدالنبیؒ نبیؐ کے غلام تھے، اس سُنّت کو کیسے نہ اختیار کرتے۔ ان کی تربیت کرنے والے بھی داعی تھے اور انہوں نے اپنے طالب علموں کو داعیانہ لگن لگا دی تھی۔

عالمِ شباب میں جس بستی، جس علاقے اور جس سرزمین نے عبدالنبیؒ کے لئے خود کو تنگ کر دیا تھا، ان کو اپنے درمیان دیکھنا گوارا نہ کیا تھا، اَب جبکہ وہ تاج العارفینؒ تھے، معرفت کا مے خانہ کھولتے اسی جگہ پہنچے۔ اپنوں کو مستفید کرنا، اپنوں کو تباہی سے بچانا، اپنوں کو آگ سے محفوظ کرنا ضروری تھا۔ وہ اپنوں کے درمیان پہنچے۔ جو غیر بن چکے تھے۔ اپنے علم کی طاقت اور کردار کی برکت سے نہ صرف اُن کو اپنا بنایا بلکہ غیر بھی اُن کے ہو گئے۔ دُور دُور سے لوگ اُن کی شہرت سُن کر آتے اور انہی کے ہو جاتے۔

ہندو جوگی، شعبدے اور کرامات دکھاتے تھے اور سادہ لوح لوگوں پر ہندو مت کی صداقت کا سکّہ بٹھاتے تھے۔ تاجُ العارفینؒ کی دھوم سُن کر بہت سے جوگی آئے، لیکن اُن کے شعبدے تاجُ العارفینؒ کی کرامات کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔

کرامات رُوحانی سائنس کے طالب علموں کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہیں۔ جن لوگوں کو اس سائنس کی ہوا نہیں لگی، وہ کرامات ہی سے اِنکار کرنے کو توحید کا تقاضا قرار دے بیٹھتے ہیں۔ اِن بے چاروں کی علمی بے بسی پر ترس کھانا چاہیئے۔

مشہور ہے ایک بار ہندو جوگیوں کا ایک گروہ تاجُ العارفینؒ کی تبلیغی سرگرمیوں کا زور توڑنے کے لئے آیا۔ حضرتؒ کو خبر ہوئی تو اُن سے ملنے پہنچے۔ کھانے کا وقت تھا۔ اُن جوگیوں کو کھانے کی دعوت دی۔ انہوں نے قبول کر لی، آپؒ نے دائیں طرف

marfat.com

دیکھا۔ فوراً ہر ایک کے سامنے روغنی روٹی میں رکھا ہوا ایک ایک سیر حلوہ آ گیا۔ جتنے آدمی تھے، پانی سے بھرے ہوئے اتنے گلاس بھی ظاہر ہو گئے۔ یہ دیکھ کر جوگیوں کی ہمّت جواب دے گئی اور کسی کمال کا مظاہر کرنے اَور دوسرے ہم مذہبوں کو بچانے کے بجائے خود کلمہ پڑھنے لگے۔ پندرہ افراد نے اُسی وقت حضرتؒ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

کہتے ہیں ایک بار جوگیوں کی ایک اور ٹولی اُدھر آئی۔ بڑا جوگی ایک درخت کے نیچے بیٹھا تھا۔ شیخؒ پہنچے تو وہ اپنے ایک بزرگ کا واقعہ بیان کر رہا تھا، جو اپنے آپ کو کئی اجسام میں پیش کر سکتا تھا۔ ایک وقت میں کئی سو مقامات پر اُسے دیکھا جاتا تھا۔ اس کی تیرہ سو بیویاں تھیں، وہ ایک وقت میں ہر ایک کے پاس پایا جا سکتا تھا۔ تاجُ العارفینؒ نے فرمایا، جوگی میاں اس میں کیا کمال ہے، ذرا اُوپر دیکھو۔ دیکھا تو درخت کے ہر پتّے کے ساتھ ایک عبدالنّبیؒ کو موجود پایا۔ اُس نے گھبرا کر نیچے دیکھا تو آپؒ وہاں بیٹھے ہوئے اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اِس پر جوگیوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ تیرہ نے اُسی وقت کلمہ پڑھ لیا۔

تاجُ العارفینؒ کی سب سے بڑی کرامت اُن کی شخصیت تھی۔ جو اُن کے پاس آتا، اُن کا ہو جاتا۔ ہزاروں افراد اُن کے حلقے میں شامل ہوئے۔ سینکڑوں کو باقاعدہ تربیت دی۔ اُن کی خانقاہ نے اس علاقے کی قسمت کو بدل ڈالا۔ انہوں نے طویل عمر پائی۔ اگست ۱۶۱۹ء میں اِس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ ۱۱۴ سال گزار کر اگست ۱۷۳۳ء میں رخصت ہوئے۔ ہجری حساب سے اِس سرائے فانی میں آپؒ کا قیام ۱۱۷ سال ۵ ماہ اور ۲۳ دن رہا۔

آپؒ کے مکتُوبات کا قلمی نسخہ خاندان کے بعض افراد کے پاس محفوظ چلا آ رہا تھا۔ وہ اب شائع ہو رہا ہے۔ اِن مکتُوبات سے آپؒ کی علمی عظمت اور کمالِ نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔

marfat.com

آج بھی شام چوراسی (مشرقی پنجاب) میں آپؒ کا مرقدِ مبارک 'مرجعِ خلائق ہے۔ لوگ دُور دُور سے آتے اور نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ وصیّت کے مطابق تدفین کے بعد قبر کچی بنائی گئی۔ اس پر کوئی مقبرہ نہ بنوایا گیا۔ برسوں یہی عالم رہا، مگر اَب عالم دوسرا ہے۔ بزرگوں کے نام کی قوّالی کرنے والے اُن کی تعلیمات کو بھول گئے ہیں۔

صاحبزادہ مجیبُ الرحمٰن شامی

---

marfat.com

حضرت شیخ عبدالنبیؒ اور اُن کے مکتوبات پر ایک اجمالی نظر

؎ نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

۱۔ عقلیت پرستی کے اس دَور میں لوگ ایسی باتوں کو رجعت پسندی اور دقیانوسیت کہتے ہیں، جو ان کے عقلی معیار پر پوری نہ اُترتی ہوں اور جن کی عقلی توجیہہ نہ کی جا سکتی ہو لیکن مندرجہ بالا شعر علّامہ اقبال جیسے شخص کا ہے، جس نے علومِ مغرب میں انتہائی دسترس حاصل کی، عقلیت کے فریب کو سمجھا اور پھر عقل کی تنگنائی کے اسیر ہو کر نہ رہ گئے، بلکہ اُنہوں نے عقل اور عشق، دماغ اور دل کی حدود کے درمیان امتیاز برتا۔ یہی امتیاز دین کے دو پہلوؤں، یعنی شریعت اور طریقت میں ہے۔ اہلِ شریعت اور اہلِ طریقت میں وہی فرق ہے، جو ملازم اور عاشق میں ہے۔ ملازم کسی غرض، کسی آرزو میں حکم کی تعمیل کرتا ہے، جبکہ عاشق رضا کارانہ کسی معاوضہ و اجر کی تمنا و توقّع کے بغیر حکم کی تعمیل میں اپنی جان لڑا دیتا ہے۔ اِس عظیم الشان فرق کے پیشِ نظر اللہ تعالےٰ بھی اُن سے حسبِ مراتب سلوک کرتا ہے۔ شریعت اور طریقت میں کوئی تضاد نہیں۔ طریقت شریعت کا اگلا قدم ہے۔ اِس لئے اہلِ طریقت کا تعلق اللہ تعالیٰ سے خاص ہوتا ہے، جسے ہم عقل پرست اور منطقی لوگ نہیں سمجھ پاتے۔ یہی لوگ اولیاء اللہ کہلاتے ہیں۔ اِنہی لوگوں کے بارے میں اقبال مرحوم کا ایک اور شعر ہے۔ ؎

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفریں، کارکُشا، کارساز

marfat.com

۲۔ یہ لوگ اللہ تعالےٰ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں، اور لوگوں کو بھی ویسی ہی زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اللہ کے اِن بندوں کی زندگیاں سراپا تبلیغِ دیں ہوتی ہیں۔ برِصغیر ہند میں اسلام کی روشنی اِنہی نفوسِ قُدسیہ کی بدولت پھیلی۔ اسلام کا یہ صوفیانہ سلسلہ ایسا ہے، جو اپنے قول و فعل سے اکثر و بیشتر دل کی توجّہ کو جذب کرتا ہے اور دل کے ذریعے دماغ پر اثر ڈالتا ہے۔ اِن لوگوں کی باتیں مرُورِ ایّام سے پُر اسرار بن جاتی ہیں اور عام آدمی کی سمجھ سے ماوراء ہونے کی وجہ سے خود وضاحت طلب بن جاتی ہے۔ اُن کے اقوال و افعال کرامتیں بن جاتے ہیں اور پھر جو باتیں سراپا دلیل ہوتی ہیں، دلیل طلب بن جاتی ہیں۔ وہ لوگ جو صرف عقل و خرد کی رہنمائی کے عادی ہوتے ہیں، نہ سمجھتے ہوئے ان کا اِنکار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ کسی شئے کے نہ سمجھنے سے اس کا وُجود کالعدم نہیں ہوتا۔

۳۔ حضرت شیخ عبدالنّبیؒ بھی انہی نفوسِ قُدسیہ میں سے ہیں، جنہوں نے اسلام کے نُور سے روشنی پائی اور اس سے مستفیض ہو کر نہ صرف اپنے زمانے میں خلقِ خدا کو اسلام کے نُور سے فیض یاب کیا۔ بلکہ آج بھی ان کا فیض جاری ہے۔ اُس زمانے میں مادّیت کا اتنا زور نہیں تھا کہ رُوحانیت دب جاتی۔ دنیا کی محبّت نے ابھی عوام کو آخرت سے اتنا غافل نہیں کیا تھا۔ معاشرے کے اندر خوش حالی اور سکھ چین تھا۔ زندگی اتنی تیز نہیں تھی کہ اِنسان کو اپنی ذات کے بارے میں بھی سوچنے کی فرصت نہ ملے۔ فکرِ معاش اُس وقت بھی تھی اور بعض دفعہ معیشت کی تنگی بھی ہوتی تھی، لیکن اسلام کے احکام کی سادگی نظروں سے اوجھل نہیں تھی۔ دنیا کی ہوس نے خلقت کو ابھی اِتنا گرفتار نہیں کیا تھا۔ تسلیم و رضا، قناعت و سادگی، شرافت و نیکی، وفا و ایثار وغیرہ کی صفات کے حامل لوگ بکثرت تھے۔ اس نے آپؒ کی صحبت و تعلیم سے ایک دنیا نے فیض اٹھایا اور زندگی میں سکون و اطمینانِ قلب پایا۔

۴۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت کے کرشموں کا کیا کہنا۔ آذر بت پرست کے گھر میں ابراہیمؑ بُت شکن پیدا ہوتے ہیں، اور حضرت نوحؑ نبی کے ہاں نافرمان بیٹا جنم لیتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالنّبیؒ بھی اپنے

marfat.com

علاقے کے ایک ہندو بُت پرست کاردار کے ہاں تیس اگست ۱۶۱۹ء کو مغل شہنشاہِ جہانگیر کے زمانے میں موضع شام چوراسی ضلع ہوشیار پور بھارت میں پیدا ہوئے، لیکن سلامتی طبع کی بدولت انہوں نے عہدِ طفولیت میں ہی اسلام کی حقانیت کو قبول کر لیا۔ اُس دور میں فارسی سرکاری زبان اور عربی علمی اور دینی زبان تھی۔ چنانچہ آپؒ نے مروّجہ علوم کی تحصیل مسلمان علماء اور صوفیا سے کی اور انہی کی بدولت اسلام کی دولت سے فیض یاب ہوئے۔ آپؒ نے دینی مسائل کو ان کی سادہ و پاکیزہ شکل میں سیکھا اور مدت العمر علمائے عصر اور اولیائے زمانہ کی خدمت میں حاضر رہے اور پھر تبلیغِ دیں میں ہمہ تن مصروف و مشغول ہو گئے۔

۵۔ آپؒ کی کوئی مستقل تصنیف اس وقت ہمارے پیشِ نظر نہیں، لیکن آپؒ کے وہ مکتوبات "مجموعۃ الاسرار" جو آپؒ نے اپنے عقیدت مندوں، خادموں اور عام لوگوں کو لکھے، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے اسلام کے چشمۂ صافی کو کسی حالت میں گدلا نہیں ہونے دیا۔ آپؒ چار واسطوں سے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانیؒ کے مرید تھے، چنانچہ آپؒ نے بھی حضرت مجدّد الف ثانیؒ کی طرح مکتوبات کے ذریعے مختلف مسائل کی تفہیم کی اور ہر قسم کی بدعت و ضلالت کے خلاف جہاد کیا۔ یاد رہے کہ یہ وہ دور تھا، جب اسلام ہندوؤں کی زندگی پر گہرا اثر ڈال رہا تھا اور اسلام کی سادگی اور حقانیت نیز سیاسی غلبہ سے متاثر ہو کر ہندو بہت بڑی تعداد میں اسلام اور اس کی تعلیمات کو قبول کر رہے تھے۔ لیکن مناسب تربیت نہ پانے سے ہندو ذہنیت کے اثرات سے ابھی چھٹکارا نہیں پا سکے تھے۔ چنانچہ آپؒ نے خالص توحید کی تبلیغ کی اور شرک کی ہر صورت کو مذموم ٹھہرایا۔ آپؒ کے انہی فارسی مکتوبات کا اُردو ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔

۶۔ آپؒ کا زمانہ مغل شہنشاہوں کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔ آپؒ نے جہانگیر (۱۶۰۵ ـــــ ۱۶۲۷) سے لیکر محمد شاہ (۱۷۱۶ ـــــ ۱۷۴۸) تک کا زمانہ پایا۔ اس طرح آپؒ نے آٹھ بادشاہوں کا زمانہ اور ـــــ ۳۰ اگست ۱۶۱۹ء سے ۲۲ اگست ۱۷۳۴ء تک طویل عمر پائی۔ آپؒ کے مکتوبات پر سیاسی اثرات کا کوئی سایہ نہیں ملتا، لیکن مریدوں اور عقیدت مندوں کے

marfat.com

سُوالات اور جوابات سے اُس وقت کے معاشرے کی زندگی کی جھلکیاں ضرور ملتی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت کا معاشرہ کن مسائل سے جوزیادہ تر نفسی اور رُوحانی نظر آتے ہیں، دو چار تھا اور آپؒ نے اُن مسائل کو حل کرنے میں کیا کاوش کی۔ مریدوں کا یہ سلسلہ سارے ملک میں، بلکہ بیرونِ ملک بھی پھیلا ہوا نظر آتا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؒ کی شہرت صرف اس وقت کے متحدہ ہندوستان ہی میں نہیں، بلکہ باہر بھی تھی۔ دُور دراز کے لوگ مُراسلت کرتے اور اس طرح تشنگیِ رُوح دُور کرنے کی تدبیر کرتے۔

۷۔ آپؒ کے بیشتر مکتُوبات تصوّف و الٰہیات کے بارے میں ہیں۔ جو مسائل حضرت علی ہجویریؒ کے زمانے میں ابھی سادہ تھے، صدیاں گزر جانے کے بعد پیچیدہ اور مبہم ہو گئے تھے۔ مختلف قسم کی موشگافیوں کا سلسلہ لامتناہی ہو رہا تھا۔ چنانچہ آپؒ نے سلوک کے رہ نوردوں کو عرفانِ حقیقت کی مختلف منزلیں طے کرنا سکھایا۔ آپؒ نے تصوّف کے مختلف مسائل کی تعلیم دی۔ ان مسائل میں زیادہ تر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، جمال و جلال، شاہد و مشہُود، غیب و حضور، نُور و ظلمت، وحدت الوجُود و وحدت الشہُود، جبر و قدر، تقلید و تحقیق، امر بالمعروف و نہی عن المنکر صحتِ جسمانی اور صحتِ روحانی وغیرہ ہیں۔ آپؒ نے ان کے بارے میں سیر حاصل بحث کی ہے، اور کسی قسم کا ابہام پیدا کئے بغیر انہیں صاف کیا ہے، اِن مکتُوبات میں آپؒ نے سالکِ راہ کو مختلف منزلوں کے نشانات و مقامات سے آگاہی بخشی ہے۔ سلوک کے باریک اسرار و رموز سمجھانے کے علاوہ شریعت کے تمام مسائل بھی بیان کئے ہیں اور ان کی حکمت بھی سمجھائی ہے کہ شریعت، طریقت میں داخل ہے اور کسی حالت میں بھی شریعت کی قید سے آزاد نہیں ہوا جا سکتا۔ چنانچہ اس طرح آپؒ نے دینِ حق کی تبلیغ کی ہے۔ آپؒ نے اتّباعِ شریعت اور ترویجِ سُنّت کا کام احسن طریقے سے انجام دیا۔ حتیٰ کہ وہ اوراد و وظائف، جو آپؒ نے مریدوں کی ریاضت و عبادت کے لئے تجویز کئے، کتاب و سُنّت ہی سے اخذ کئے۔

۸۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح جسمانی بیماریوں کے مختلف طریقہ ہائے علاج ہوتے ہیں،

marfat.com

کہیں طبِ اسلامی ہے، کہیں آیور ویدک، کہیں ایلوپیتھی اور کہیں ہومیوپیتھی، اس طرح رُوحانی بیماریوں کے علاج کے بھی کئی طریقے ہیں۔ تصوّف کے مختلف سلسلے بھی روحانی امراض کے مختلف علاج ہیں۔ آپؒ نے اس ضمن میں حضرت مجددِ الف ثانیؒ کے طریقۂ نقش بندیہ کو اپنایا اور اس کے ذریعے لوگوں کو دین و دنیا کی تعلیم دی۔ یہ علم نہ صرف حصولِ آخرت کے لئے، بلکہ کسبِ دنیا کے لئے بھی ہے۔ چنانچہ اِن مکتوبات کی روشنی میں ہمیں ایک ایسے معاشرے کی فضا ملتی ہے، جو سادہ و پاک ہے۔ جس میں تصنّع اور بناوٹ نہیں، جس میں شرک اور بدعت کا زور نہیں، جس میں اسلامی مسائل اجماعِ امت کے مطابق ہیں۔ انہوں نے اپنی کوئی الگ راہ نہیں نکالی۔ انہوں نے حضور رسالت مآبؐ کے نقشِ قدم پر چلنے ہی میں سعادت سمجھی اور اسی کی تلقین کی۔ اُن کی تعلیم کا یہ پہلو آج ہمارے لئے بہت روشن مشعلِ راہ ہے، جب کہ ارضِ خداداد پاکستان کے اسلامی معاشرے کو فرقہ واریت کا زہر مسموم کر رہا ہے اور دو رکعت کے امام اپنی غرض کے تحت سادہ لوح مسلمان معاشرے میں بس گھول کر عوام کو اسلام ہی سے بدظن کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے مکتوبات میں دین کا کوئی ایسا رُخ پیش نہیں کیا، جو کتاب و سُنّت کے خلاف ہو۔ انہوں نے کتاب و سُنّت سے ایک قدم بھی انحراف نہیں کیا۔ یہ ان کا بہت بڑا کمال ہے۔ ان کے عقیدت مندوں کی کثیر تعداد بھی اِسی راہ پر گام زن نظر آتی ہے۔ ان عقیدت مندوں میں صرف عام لوگ ہی نہیں، بلکہ خواص، حتیٰ کہ حاکمانِ وقت اور امرائے عصر بھی شامل ہیں۔ حضرت مجددِ الف ثانیؒ کی طرح آپ کا بھی خیال تھا کہ ایک صاحب اقتدار کے اخلاق کی اصلاح کا مطلب اس کے ماتحتوں اور زیر دستوں کی اصلاح ہے، چنانچہ آپؒ نے اپنے پیر و مرشد کی پیروی میں اسی طریقے کو استعمال کیا، اور اسلام کو کتاب و سُنّت کی روشنی میں پیش کیا اور کسی قسم کی بدعت کو روا نہ رکھا۔

۹۔ ظاہری علوم کے علاوہ آپؒ کو اللہ تعالیٰ نے باطنی علوم سے بھی نوازا اور آپؒ نے تصوّف کے سلسلۂ نقش بندیہ پر عمل پیرا ہو کر خلقِ خدا کی رُوحانی پیاس کو بجھایا۔ اس دَور کے لوگ روحانیت

marfat.com

کی قدر نہیں کرتے۔ وہ رُوحانی پیاس کا مطلب نہیں سمجھتے اور اس لئے پریشان خاطر اور بے اطمینان رہتے ہیں اور زندگی کو صرف مادّی ضروریات پورا کرنے کا نام دیتے ہیں۔ صوفیائے اسلام نے بدن اور رُوح کے تعلقِ باہمی کو آخرت کا تصوّر دے کر نہایت عمدہ طریقے سے واضح کیا ہے۔ بدن سواری ہے اور رُوح اس کا سوار۔ ہم لوگ سواری یعنی بدن کی ہر طرح خاطر مدارات کرتے ہیں، اُسے اچھا کھلاتے، اچھا پلاتے اور اچھا پہناتے، غرض اُسے ہر طرح کی آسائش مہیا کرتے اور ہر طرح خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اس کے سوار یعنی رُوح کی کوئی فکر نہیں کرتے، سواری زور آور اور فربہ ہوتی جاتی ہے اور رُوح کمزور اور دُبلی اور اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ سواری مُنہ زور ہے اور سوار بے چارہ اس کے آگے بے بس و لاچار ہے۔ چنانچہ سواری، سوار پر سوار ہے۔ اس صورت میں اسلام کہاں اور رُوح کا اطمینان کہاں۔ انسان کی رُوح بے چین ہے اور خود انسان ہر طرف ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔

۱۰۔ حضرت شیخ عبدالنبیؒ نے جہاں بدن کی ضروریات سے انکار نہیں کیا، وہاں آپؒ نے رُوح کی پرورش اور تربیت پر بھی زور دیا ہے۔ آپؒ نے اپنے مریدوں کو جہاں عبادات و مراقبہ کی تلقین کی ہے، وہاں کسبِ معاش کی بھی ترغیب دی ہے، رُوح کو بدن کی ضرورت ہے اور پھر حدیثِ مبارکہ بھی ہے کہ ایک طاقت ور مسلمان کمزور مسلمان سے بہتر ہے۔

۱۱۔ تصوّف کا سلسلۂ نقشبندیہ اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ اس میں ہاؤ ہُو اور ہنگامہ آرائی کا وہ عالم نہیں جو بعض دوسرے سلسلوں میں پایا جاتا ہے۔ اس میں نہ ترکِ دنیا ہے نہ حُبِّ دنیا۔ دین و دنیا کا یہ خوشگوار امتزاج انسان کی زندگی میں اطمینان و آسودگی لاتا ہے، اور ایک مسلمان اس راہ پر چلتا ہوا روحانیت کے اعلیٰ مراتب پر پہنچ جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں اسلام کی تعلیمات سے سرِ مو انحراف نہیں کیا جاتا۔ اس طریقے میں نہ چلّہ کشی کی ضرورت ہے نہ ہاؤ ہُو کی۔ نہ گانے بجانے کی اجازت ہے نہ قبر پرستی کی۔ اصول و فروع میں یہ طریقہ شریعت سے قریب ترین ہے۔ یہ خالص توحید کی تعلیم دیتا اور اس پر عمل کی تلقین کرتا ہے۔

marfat.com

۱۲۔ آپؒ نے قابلِ فہم اور سادہ زبان میں تصوّف کے اسرار و رموز بیان کئے ہیں اور انہیں کتاب و سُنّت کی روشنی میں واضح کیا ہے اور کوئی ایسی بات نہیں کی، جس کی سند کتاب و سُنّت میں موجود نہیں۔ آپ کے نزدیک تصوّف عین دین ہے اور کتاب و سُنّت کی عملی صورت منطق و فلسفہ کی وجہ سے جو اُلجھنیں انسانی ذہن میں پیدا ہوئی ہیں، آپ نے انہیں دُور کرنے کی سعی فرمائی۔ اس معاشرے میں ایسی اُلجھنیں عام تھیں، جو تمدنی ترقی کے ظہور اور مختلف مذاہبِ فکر کے میل جول کا نتیجہ تھیں۔ آپ نے اس گرد و غبار میں اٹی ہوئی توحیدِ خالص کو نکھار کر پیش کیا اور متذبذب لوگوں کو اسلام کی حقّانیت سمجھائی۔

۱۳۔ آپؒ چونکہ مجددِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے مسلک کے پیرو تھے، اس لئے آپؒ نے مسائلِ تصوّف کو انہی کے ارشادات کی روشنی میں سمجھا۔ آپؒ نے اپنے دَور میں حضرت مجددؒ کے نظریہ وحدت الشہُود کی بڑھ چڑھ کر تبلیغ کی۔ وحدت الوجُود کے نظریے نے اسلامی تصوّف کو مریضانہ مزاج دے دیا تھا اور اس مریضانہ فکر کی وجہ سے اسلام کی توانائی میں سیاسی اور معاشرتی طور پر کمزوری آگئی تھی۔ یہ نظریہ جو ہمہ اوست کہلاتا ہے اور اکثر صوفیا کے نزدیک بہت مقبُول پایا جاتا ہے، پہلے پہل محی الدین ابن عربی نے پیش کیا تھا۔ اس نظریے نے عالمِ اسلام کے ایک بہت بڑے حصّے کو سخت متاثر کیا تھا۔ اس کی تردید میں حضرت مجددؒ نے "وحدت الشہُود" یا "ہمہ از دست" کا نظریہ پیش کیا۔ اس نظریہ کو ایک عام سادہ مثال میں یوں پیش کیا جا سکتا ہے کہ وحدت الوجُود کے نزدیک مصوّر اور تصویر ایک ہی ہیں۔ جب کہ وحدت الشہُود کے مطابق تصویر مصوّر کی بدولت ہے اور مصوّر الگ وجود رکھتا ہے۔ مصوّر تصویر سے جلوہ گر ہے، لیکن تصویر مصوّر نہیں۔ آپ نے وحدت الشہُود کی نہ صرف اشاعت کی، بلکہ دونوں نظریات کے درمیان تطبیق کی۔ آپ نے وضاحت کرتے ہوئے یہ کہا کہ وحدت الوجُود راہِ سلوک کی آخری منزل نہیں، بلکہ وحدت الشہُود سے نیچے کی منزل ہے۔ آخری منزل وحدت الشہُود ہے۔ اس طرح آپؒ نے وحدت الوجُود کی تغلیط

marfat.com

کی بجائے اُسے بھی راستے کی ایک منزل قرار دیا اور کہا، جو لوگ سلوک کی منزلیں طے کرتے ہوئے وحدت الوجود کی منزل پر اٹک جاتے ہیں، وہ نورِ کامل کے عرفان سے محروم رہتے ہیں۔ وحدت الشہود سلوک کی اعلیٰ ترین منزل ہے اور سالک کو اس تک پہنچنے کی سعی کرتے رہنا چاہیئے۔

۱۴۔ اِسی طرح تصوّف کا ایک اور مسئلہ جبر و قدر ہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں میں خاصا اضطراب پایا جاتا ہے۔ تصوّف کے بعض سلسلے صرف جبر کے قائل ہیں اور بعض قدر کے۔ آپؒ نے اِتباعِ سُنّت میں ان دونوں کے درمیان کی راہ بتائی اور اس بات کی تعلیم دی کہ انسان بعض معاملات میں مجبورِ محض ہے اور بعض میں آزاد اور ان آزاد معاملات ہی کے بارے میں پرسش ہو گی اور سزا و جزا کا اطلاق ہو گا۔ آپؒ نے وضاحت کی کہ بعض معاملات ایسے ہیں، مثلاً موت جن میں تقدیر ٹل نہیں سکتی، لیکن بعض معاملات میں یہ ٹل سکتی ہے۔ انسان کو یہی سمجھ کر دعا اور دوا کرنی چاہیئے کہ معلوم نہیں یہ معاملہ کس طرح ہے، اگر ٹلنے والا ہے تو دعا دوا کارگر ہو گی، اور اگر ایسا نہیں تو پھر صبر و رضا کا شیوہ اختیار کرنا چاہیئے۔ یہ نظریہ اسلامی تعلیمات کے عین مطابق، بے حد صحت مند اور معاشرے کے لئے جاں فزا ہے۔

۱۵۔ آپؒ کے مکتوبات شروع سے آخر تک اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہیں اور چونکہ مختلف افراد کو مختلف حالات و واقعات میں تحریر کئے گئے ہیں، اس لئے ان میں دین کے مختلف پہلوؤں میں رہنمائی کی گئی ہے یہ گویا بکھرے ہوئے دل آویز پھول ہیں جو نہایت حکمت سے ایک لڑی میں پرو دیئے گئے ہیں۔

۱۶۔ آپؒ کے سوانح نگاروں نے آپ سے بہت سی کرامتیں منسوب کی ہیں۔ اولیاء اللہ کی کرامات خود نمائی کے لئے نہیں، بلکہ یقین افروزی کے لئے ہوتی ہیں۔ جیسے پھول میں خوشبو کہ خود بخود پھیلتی ہے۔ آپ ان کرامتوں کو مانیں یا نہ مانیں، لیکن ان لوگوں کی تعلیمات اور خدمتِ خلق سے اِنکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کرامتیں جو کسی وقت فریقِ مخالف کے لئے باطل شکن دلائل ہوتی تھیں، آج خود دلیل

marfat.com

طلب بن گئی ہیں۔ اہل دل اور اہلِ نظر کے لئے ان کی افادیت ہے اور وہ اس سے رُوحانی سُرور اور دِلی اطمینان حاصل کرتے ہیں، لیکن ظاہر ہیں لوگوں کو ان کے امکان سے محض اس لئے انکار نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ ان کے عقلی معیار پر پوری نہیں اترتیں۔ آخر سب انبیاء کو کم و بیش معجزے عطا ہوئے تھے۔ کرامتیں اسی قبیل کی چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ایسے محیرالعقول اعجازات سے نوازتا ہے اور اس وقت کے لوگ ان اثرات کو قبول کرتے ہیں تو اعتراض کی کیا ضرورت ہے۔

۱۷۔ ہمارے لئے اُن کی تعلیمات اور اُن کے اعمال نقوشِ راہ ہیں۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ہم اُن کے نقوشِ پا پر چل کر دین و دنیا کی فلاح حاصل کریں۔ کیا عجب کہ اس سے مستنیر ہو کر ہم بھی دوسروں کے لئے مشعلِ راہ بن سکیں اور اس طرح دیے سے دیا جلتا رہے۔

پروفیسر میاں مشتاق احمد بھٹی
بی اے (آنرز) ایم اے۔ ایم او ایل

○

marfat.com

marfat.com

marfat.com

بطورِ تبرّک

فرمان واالشان جناب رسول مقبول بنام سلطان مقوقس

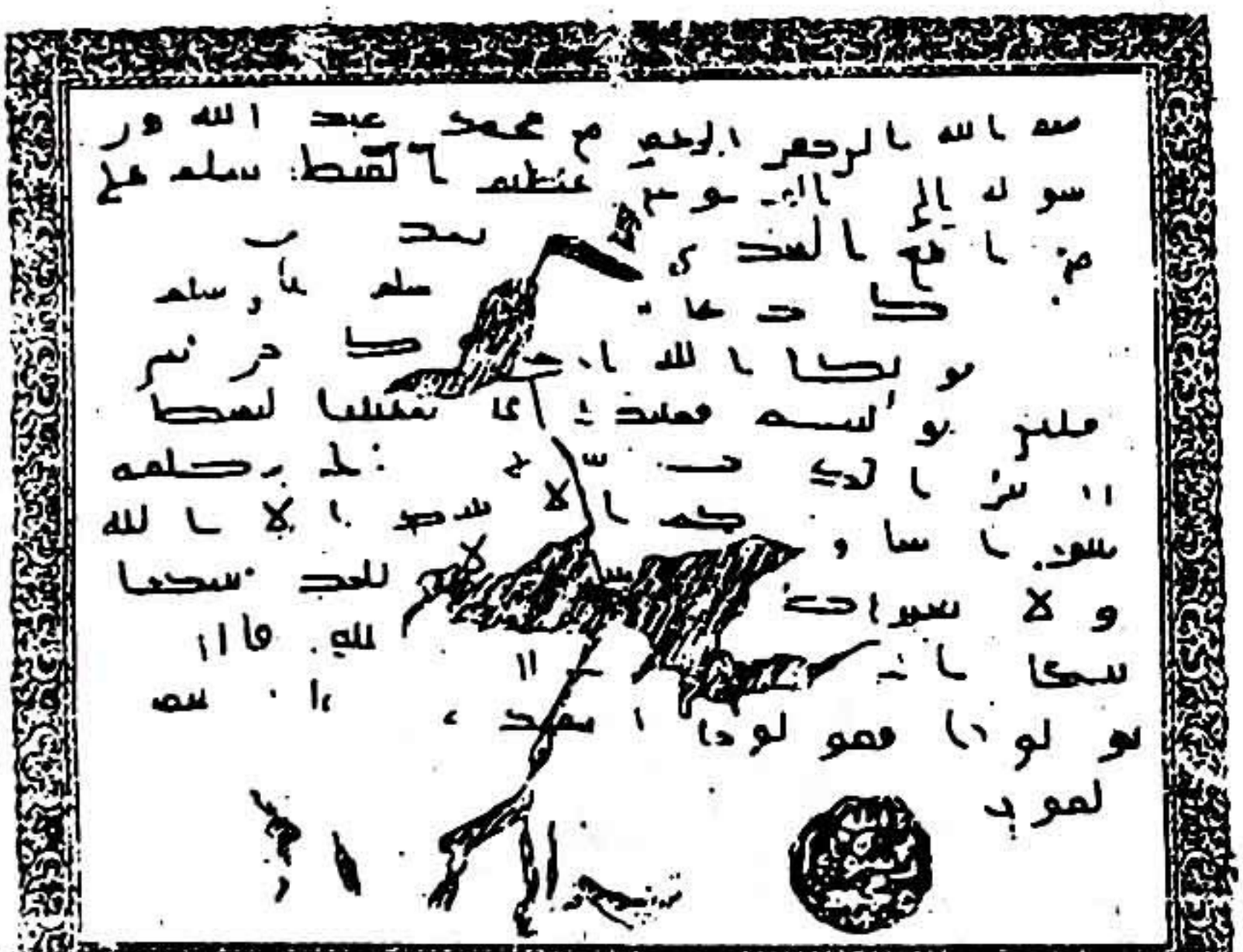

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلَى الْمُقَوْقِسِ عَظِيْمِ الْقِبْطِ سَلَامٌ

عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى. اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ

مَرَّتَيْنِ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ مَا عَلَى الْقِبْطِ. يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا

وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○

نامۂ مبارک کی اصل

یہ اس مبارک خط کا چربہ ہے جسکو جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ۷ھ ہجری میں حاطب بن ابی بلتعہ عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ بھیجا تھا جب یہ سفیر قبط کے بادشاہ مقوقس کے پاس ارسال فرمایا تھا یہ مبارک خط ایک فرنسیسی سیاح نے سفر قبط میں مصر کے شہروں میں سے اسیم کے گرجا میں ایک قبطی راہب کے پاس سے خریدا تھا اور سلطان عبدالمجید خان والی دولت عثمانیہ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوا اور ہدیۃً پیش کیا۔ سلطان نے اسے نہایت عقیدت سے دیگر تبرکات نبویہ کے ساتھ قسطنطنیہ میں رہنے کا حکم صادر فرمایا تھا سے اسکا عکس ہندوستان میں بھی پہونچا اور اسکے ایک عکس سے یہ بھی دولت حاصل ہوئی جسنے برادرانہ عام اور خیر خواہی مسلمانان اسکا چربہ لیکر شائع کیا ہے اور نقل مطابق اصل رکھنے کی یہانتک کوشش کی کہ حاشیہ کے لکیر تک بھی چربہ میں لے گئے اسکے نیچے موجودہ اردو خط میں وہی عبارت مرقوم ہے۔

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکتوب اول در بیان سلسلہ عالیہ حضرات طریقہ نقشبندیہ حسینیہ قدس اللہ السریم تحریر یافت

بعد الحمد و الصلوۃ فقیر عبد النبی ساکن قصبہ سیام سلوک طریقہ
حضرات نقشبندیہ قدس اللہ سبحانہ بریم اولا از خدمت کامل
مکمل حضرت حاجی عبد اللہ سلطانپوری اخذ نمود بعد وفات ایشان
از حضرت حاجی شیخ محمد طاہر عالم پوری قدس سرہ تمرا اخذ نمود
کہ خلیفہ اجل کامل مکمل حضرت حاجی عبد اللہ بودند دیگر از سر صحبت محقق
رفیق میاں محمد جان ساکن قصبہ میانی بہرہ مندی یافت و ایشان نیز
از خلفاء کامل مکمل حضرت حاجی عبد اللہ جیو ہستند و ہر دو عزیز
یعنی حضرت شیخ حاجی محمد طاہر و حضرت محمد جان بیواسطہ از
حضرت قطب دوران حاجی عبد اللہ سلطانپوری کمال طریقت و حقیقت
حاصل نمودہ اند و حضرت حاجی عبد اللہ جیو اخذ علم طریقت از غوث

marfat.com

زمان حضرت حاجی محمد شریف جیو نموده اند والیشان بواسطه از
خلیفة الرحمن حضرت قطب الاقطاب شیخ آدم بنوری والیشان
بعد سیر سلوک در طریق قادریه و چشتیه و غیر ذلک از حضرت مجدد الف ثانی
غوث صمدانی حضرت احمد فاروقی المعروف بسرهندی والیشان از
کامل مکمل حضرت خواجه محمد باقی والیشان از کامل مکمل حضرت مولانا
خواجگی امکنگی والیشان از خدمت کامل مکمل حضرت مولانا درویش محمد
والیشان از کامل مکمل حضرت مولانا محمد زاهد والیشان از کامل مکمل حضرت
خواجه عبد الاحرار والیشان از کامل مکمل حضرت مولانا یعقوب چرخی
والیشان از خدمت اجل مکمل اکمل شیخ المشایخ حضرت خواجه بهاء الدین
نقشبند قدس سرهم والیشان از خدمت کامل مکمل حضرت سید کلال
والیشان از کامل مکمل حضرت خواجه بابا سماسی والیشان از خدمت
کامل مکمل حضرت خواجه شاه علی رامیتنی المشتهر بعزیزان والیشان
از حضرت کامل مکمل حضرت خواجه محمد عارف ریوگری والیشان از حضرت
کامل مکمل حضرت خواجه عبد الخالق غجدوانی والیشان از خدمت کامل مکمل
حضرت خواجه یعقوب یوسف همدانی والیشان از خدمت کامل مکمل حضرت

marfat.com

شیخ ابوعلی فارمدی طوسی و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت
خواجه ابوالقاسم گرگانی و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت ابوالحسن
خرقانی و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت سلطان بایزید بسطامی
قدس سره و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت جعفر صادق رضی الله عنه
و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر و ایشان
از خدمت کامل مکمل حضرت سلمان فارسی رضی الله عنه و ایشان از خدمت
حضرت امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی الله عنه و نیز بواسطه از خدمت حضرت
رسول مقبول صلی الله علیه وآله وسلم مکتوب دوم در سیر سلوک لطایف سته
نقشبندیه احسنیه قدسنا الله بهم بسم الله الرحمن الرحیم بدانکه شروع سلوک در طریقت
اول از ذکر خفی لطیفه قلبی است و لطیفه قلبی زیر پستان چپ دو انگشت است
و درین لطیفه تکرار اسم ذات مفرد باید و هم صورت لفظی را اسم منظور
نظر در مضغه دل میکند اما بنهجی که در تکرار این اسم منظور نظر بتعین ذات
جامع کمالات بکیفی مخصوص باشد در نیمرتبه بحسب استعداد سالک فنا
و بقا روی خواهد داد و آنچه ضروریست لذت و جمعیت در ذکر می باید که پیدا
شود و حسب غلبه کند بعده بنفی و اثبات بحبس دم میفرماید و ثمره

marfat.com

این نفی تعلق و نسبت است و قوت ذکر قلبی نیز دست میدهد بعد این
ذکر لطیفه روحی بطوری که در قلب گفته میشود میفرمایند مقام لطیفه روحی زیر
پستان راست است دوانگشت تجلیات و فنا در این مرتبه بنوعی دگر است
اگر دست دهد والا جمعیت و لذت مطلوب است که ضروریست بعده
ذکر لطیفه سری در سینه و ذکر لطیفه خفی در پیشانی و ذکر لطیفه
اخفی در دماغ میفرمایند تجلیات و فنا در این مراتب بحسب استعداد
سالک رو میدهد و آنچه ضروریست در قلب و روح گفته شد چون لطایف
اسم الله نور بذریشند از امر لطایف میگویند بعده بنظر جامعیت
ذکر اخفی تا قدم در هر قدمه وجود بذکر میفرمایند و چون هر ذره وجود را ذاکر
یافت این را ذکر سلطان می نامند گاهی ذکر سلطان چنان غلبه میکند
که هر چه بنظر او افتد و هر چه بسمع شنیده شود و هر چه حاس و متس ذوق
او تعلق گیرد ذکر اسم الله را از آنجا خواهد یافت بعده اگر سالک مستعد
است او را در هر لطیفه بیاد دهانست اسمی مبدل میشود منجمی که اسم الله را
در هر لطیفه ملک در کلیه خود مخصص بمد صفوت نورانی و صفائی یابد در مرتبه
نیابد دهانست نیز نفی و اثبات کلیه طیبه میفرمایند اما ضرب حبس دم

marfat.com

باشد یا نباشد اما نفی و اثبات بسم الله مثل یاد داشت میکنند
چون این مرتبه بحرف و صوت بعضائی و حضور نوری اسمی دست دهد ذکر حسبی
تمام شد مگر بتضمن ذکر روحی خصوصیت این طریقه اینست که سالک
در این مراتب تعلیمیه جذبه مرتکب امور منطقیه و لا طایل نشود محض بمتابعت شرعیه
عقیده بعبادت مستغرق باشد و اگر در این مرتبه بسبب ظهور عجائبات
مغلوب میباکی شد این تمام را ظل ولایت خاصه گویند بعده شروع
در ذکر لیست که بجوهر روح بتضمن مراتب جسدی تعلق دارد الحضور مسمی است
بی لفظ و حرف و جهة و مکان و فوق و تحت چنانچه لایق جناب اوست
این را حضور مسمی یاد داشت مسمی شهود مسمی خوانند خصوصیت این طریقه
درین مرتبه تنزیه محض بحضور بی کیفی مشهود محض است اگرچه در طرق دیگر
مبتلای توحید وجودی و عینیت میکرد چنانچه کلام شیخ محی الدین
این عربی قدس سره و متاخرین دیگر ازین خبر میدهد در این مرتبه تصرفات
بحسب استعداد سالک رو میدهد قطع از ماسوی الله در عین شهود مطلوب
و استغراق تمام است و تنزیه محض بفنای ذات و صفات خود بود را
حضرت مطلق و اصل این مرتبه را تا زمانی که تنزیه و شهود منظور نظر باطنی

marfat.com

است وحصول باقی بست ولایت خاصه می ماند وهمین ولایت را
در اصطلاح حضرت ایشان قدس سره ولایت صغری میفرمایند
چون بفضل الله سبحانه توجه داشتند که از تصرفات خیال است
مفقود گشت ویا یافت مشرف شدد ولایت اخص میفرمایند
چون در ولایت اخص توجه معدوم نیست بلکه بسبب مجهول الکیفی
خود مفقود است لهذا کیفیات آن غیر معلوم است لهذا این ولایت را
ولایت مجهوله نیخوانند سالک بقدر قوت کار از فضل عام موجود گشته
از سعی کار تا انجا رسانیده فضل خاص میباید تا مظهریت علم واجبی
بمراتب علم او و انکشاف حقیقت انسانی عطا فرمایند تا اطلاع بر توجه
مخفی یافته ازین مرتبه عروج نماید و به توجهی حقیقی که موقوف بظهور علم حضوری
بجناب قدس و حضور علمی است مشرف گردد این زمان توجه معدوم خواهد شد
و توجه خود را حاضر جناب بی کیف حقیقی یقین صرف خواهد یافت بعده
معلوم خواهد شد که این حضور من بی علم عادی من بحضور علم
واجبی است که عالم جمیع اشیاء به بی توجهی است در مرات حقیقت
انسانی اگر بفضل الله سبحانه خود بخود برکت خفی مرشد کامل دست دهد

marfat.com

فضل محض است والا بتعلیم مرشد بنظر باطنی عروج از مرتبہ تحتانیہ نمودہ
اطلاع بر حقیقت انسانی خود خواہد یافت کہ این مرتبہ اول این شخص در من
نور اول بہ بجابی محض در تبع نور اول محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است و اہل
این مرتبہ حضوری و حضور علمی را بہرہ وری از کمالات ولایت انبیا خواہند داد و تمیز
جنابجہ مظہریت صفت العلم لنا لکم نصیب شدہ بہمین نظر بہ جمیع صفات
واجبی اجمالا یا تفصیلا تمامی صفات خود را متر فیاب خواہد یافت و بعین نبی توجہی
بحضور محض خود را و غیر خود را ذاتا و صفاتا مظہر کمالات ذاتیہ واجبی باطلاق
و بہ کیفی صرف بی شایبہ تشبیہ خواہد یافت و بنظر لو بعین حضور ذات بی کیف
بطرف مظہریت غالب خواہد آمد چون در ہیمرتبہ غالب وصول صفات است
پس بفضل خدا کہ معلوم کردند کہ ذات بذات است بقابلیات ذاتیہ
خویش علیم است و بصیر و سمیع الی غیر ذالک و صفات ہمیں و ابلیات
ذاتیہ او نیستہ لذا بہ یقین او بہ بی توجہی محض در عین ملکہ و تحقیق مظہریت
مروج کردد بہ حضور صرف ذات جامع قابلیات ذاتیہ بحقیقتہا یا فت
مشرف گشت بجای علم بالله بایمان بالله حاضر شدند درین وقت از
کمالات خاصہ نبوت محمدی علیہ وآلہ وسلم بہرہ یاب خواہد شد

marfat.com

و واصل ذات جامع صفات خواهد بود عزیزمن سیر ولی کمالات
ولایت انبیا و نبوت انبیا علیهم الصلوات والسلام آسان نیست
که وقت و باریکی این مراتب از نسخه نکات الاسرار واضح میشود اگر
خواهند تفصیل این از انجا طلبند ذلک فضل الله یوتیه من یشاء

مکتوب سیوم موسوم بتحقیق اقسام نسبت مرتبط بطریقه نقشبندیه

اگر چند مراد و مقصد که از قرن زمان این حقیر تا بحال عبدالله بوده اند همستند

تحریر نیست

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفی خصوصاً علی نبیه محمد و آله و اصحابه
اجمعین بدان ارشدک الله تعالی چون طریقه عالیه نقشبندیه
اقرب الی الوصول است و سالکان را تفصیل آن ضروریست
پاره بطریق اجمال در پیچند سطر ترقیم می یابد باید دانست چون طالب
صادق بتوفیق الله سبحانه متوسل بعزیزی از بزرگان این طریقه میشود اولا
او را باستخاره میفرمایند و طریق استخاره اینست که بعد نماز عشا چون
وقت خفتن شود و تکلم معاش نماند وضو تازه کند بعد وضو مقصد دیگر باز
استغفر الله ربی من کل ذنب و اتوب الیه بصدق تمام بخواند و نیت آنکه

marfat.com

از جمیع تقصیرات بدنی و روحی انچه از من از وجود آمده است توبه کردم و
سر بر سلمان نهادم بعده برخواسته دو رکعت نماز استخاره را ادا کند
که در رکعت نماز استخاره میخواهم تا حق تعالی مرا بر متابعت رسول خود بواسطه
حصول رضای خود محکم دارد در رکعت اول با فاتحه و آیة الکرسی یکبار
و بعد از فاتحه تا انعمت الکافرون یکبار بخواند و بخشوع تمام حضور را حاضر
و یکبره و راری پرداز د بعده اتمام نماز بکند و یکبار درود بخواند بعده
یکبار کلمه توحید بخواند بعده بتمام عجز و نیاز دست برداشته دعا
بخواند بعده چون جواب غلبه کند بر زمین بخسبد و اگر مغذور است اختیار
دارد بعده انچه در خواب از بشارت ظاهر شود بشیر مرشد ظاهر کند
و اگر در روز اول بشارت نیاید تا سه روز استخاره میکرده باشد
یا انکه بعد استخاره نظر بر قلب خود کند اگر قلب خود را بعد استخاره در انعقاد
همان محکم می یابد که قبل ازین بوده همین بشارت است پس مرشد را باید که
در خلوت بتسلیم ذکر اسم الله نماید که هم ذاتی است با منطبق که زبان
خود را کام چسپاند و نظر خیال را بر قلب ضروری انداز د و نظر ظاهری بسته دو مقام
قلب ضروری از بر بسیار چیست قدر دو انگشت و نیم بسمت چپ

marfat.com

[illegible] را ودیعت گذارده اند دل [illegible] بسبب خدا را بالکلیه
متوجه نماید و از [illegible] اسم الله را چنان که گویا بنجی
که این اسم را غیر ذات ندانند این حیثیت را بوسع خود در نشست و برخاست
از دست ها بعده مرشد را باید که خود متوجه قلب او شود (معنی) توجه
که همت بندی قلب مرید بگمارد و دهن قلب خود را بر دهن قلب مرید
تصور نماید بنهجی که خطره دیگر را در میان دل خود راه آمدن ندهد بخشوع
تمام بجناب خداوند سبحانه التجا نماید تا نور ذکر در دل سالک تولی پیدا شد
و بجذب قلبی همت باطنی قلب مرید را بسوی خود کشد تا یکساعت کم زیاده
برین حیث متوجه حال مرید باشد و ارواح متبرکه را بر این طریق را
شامل حال خود دانسته این تصرف از وشان ادراد دانند فی الحال
او فی الاستقبال بعده از مرید استفسار نماید اگر خوب فهمیده است
دارام یافته فاتحه خواند و دست او را در دست خود گرفته بیعت نماید و او را
بخدا سپارد و آگاه کند که این طریقه احسنیه در طریق نقشبندیه
از حضرت خلیفه زمان حضرت سیدی شیخ آدم بنوریت قدس الله
تعالی سره العزیز چون مرید ذکر اسم ذات لذت پیدا کرد بدوره

marfat.com

marfat.com

marfat.com

بسم الله مدرک مثل او را و آورنده مثل او را و آورنده مثل او را هر قدر که ممکن
تواند نگاه دارد و قطع شدن ندهد و اگر قطع شود باز از سر گیرد و
فرست بیشتر تسبیح نفی و اثبات را بر ذکر اسم جلاله مقدم دارد زیرا که جلسه
اختیار کند چون این نسبت بهتر قوت گیرد که در قلب خود یک در جمیع
تا بعد از اتمام بدان مواظبت تمام آن اوراد تحفه یک ساعت باید
در اثنا که بواسطه جذبه تمام شد الحال در ذکر لطایف که بواسطه
نفی و اثبات باید گفت و لطیفه باید دانست تسبیح
لطیفه دیگر آن مخصوص قلب را در نظر داشته در اندرون لطیفه
که آن امر ربانی است جانب بالا نگران نظر اندخته با این محض
حق تعالی حاضر پرده یقین نماید اما بی کیفی و بیجهتی و جهات
از میان نظر بر اندازد و داند که او تعالی حاضر است بی کیفیت و بیجهت
پس این دانست را هیچ وقتی از او قات از دیده و دانش نگذارد اگر
غفلت رود باز حاضر ایمعنی آورد حتی که نور نشانده از سر تا پا تمام را
و گیرد و استغراق تمام پیدا کند بنحوی که نور حق خود را و غیر خود را

marfat.com

حق یابد این زاد راصلاح این طایفه توحید وجودی میگویند
واگر اشیارا کم کردد مشاهده جمال ذوالجلال وراز اشیار حاصل نمود
واشیارا از نظر انداخت توحید شهودی میخوانند باید دانست
که این هردو مرتبه در ولایت خاصه که ولایت اولیا رامت است
رو مینماید و پیش ازین که از تجلیات غیره در سیر لطایف تا یادداشت
اسمی پیش می آید در ظل ولایت اولیا بود اگرچه اصل ولایت اولیا نسبت
اصل ظل آن ولایت کمال تمام دارد اما بنور وصول مطلوب
حقیقی که بی تلبس اشیار باشد میسر نیست امید وار آن باش که
را باید که بر این تجلیات مستولی شده [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

marfat.com

برکمارد تا هیچ در باطن او از توجه الی المطلوب و غیر المطلوب میدا نشود
بلکه بی توجهی بقین صرف بمطلوب بنده حتی که معلوم هیچ نماند بجز نور یقین
چون در همه معامله سالک تا زمانی که در دفع توجهات هست سالک مقید ولایت
اخص است و چون حجاب نفی نماند و مرات از آلاء و رفت توجهات و تصورات
صاف شد بی توجهی بی تکلفی دست داد و اصل کمالات ولایت خص،
الا بنور توجه و تصور این و اصل معدوم نشده بلکه مفقود است کلما ذکرنی
المکتوب الی دار ولایت با الاضافت خاصه جهار ملک مقرب است
علیهم السلام و سعا بصبره اولیا رهبت هست اگر منسبت سعادتی پیدا
شود باید دانست که در مرتبه ولایت خاصه دو مرتبه توحید وجودی
و توحید شهودی که بیان کردیم توحید وجودی از نفس لطیفه قلبی
پیدا شود و توحید شهودی از نفس لطیفه روحی، و مینماید و نسبت یافت
خاصه لطیفه سر لیست و الله اعلم تا کرا و هزاران بآن نوازند ذلک فضل الله
توتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم باید دانست که بعد از مرسه نایافت
تجلیات
نسبت یافت و میباشد آن منسبت چون سالک لطیفه سر را از
یا حرمت که بتمامی منکشف و ظاهر شود و مرا تحقق شده

marfat.com

marfat.com

من حیث حقیقتہ نافیت حق دون حق است و در وسط ایں مرتبہ
خلوص است و اطلاع بر حقیقت خلود حقیقت خلق اطلاع است بر حقیقت
مظہریت صفات خود مر صفات واجبی را در ایں مرتبہ اگرچہ میدانند کہ بعلم
او تعالیٰ عالم ہستم و بہ بصر او بصیر و بقدرت او تعالیٰ قادرم الی غیر ذلک
اما ہنوز حقیقت نسبت صفات با ذات او تعالیٰ کما حقہ ایں عارف را
مفصلاً و علماً ظاہر نگشتہ پس چون خواہد دانست کہ صفات او تعالیٰ
را ہیچ بر ذات نیفزاید کہ عالم بعلم و بصیر بہ بصر ہی غیر ذلک کون لفت ذات
بذاتہ علیم است و علم قابلیت ذاتیہ ذات است و ذات بذاتہ
بصیر است بصر قابلیت ذاتیہ اوست کذالک فی جمیع الصفات علی الاطلاق
نسبت و غیریت باطلاق محض پس عالم حق است خود بخود سبحانہ و ما
حق است سبحانہ و این عارف را بجز مظہریت تامہ ذاتیہ و صفاتیہ و کمالاتیہ
امری دیگر نیست و بجز یقین صرف ایشان بہ مساوات ایں مرتبہ ترقیت حوصلہ
اما اجمالاً و بہ تفصیل ایں مرتبہ کرا نوازند ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء
برادر ہر چند نسبت خلوص زیادہ و حظ در دایرہ ایں ولایت بیشتر و از
مماثلت بروز انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام چگویند کہ از گفت و نوشت

marfat.com

[illegible] اگرچه ولایت انبیا
[illegible] هردو در دایره امالست امده از
[illegible] اما انقدر هست که در ولایت وصول بحقیقه صفات
[illegible] وصول بحقیقت ذات است جل برهانه متفاوت
[illegible] کما قال الله تعالی تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض
الحمد لله الذی هدینا لهذا وما کنا لنهتدی لولا ان هدینا الله لقد جاءت
[illegible] مکتوب چهارم بسرادران دینی در تحقیق معنی حدیث قدسی
[illegible] بعد الحمد والصلوة وتبلیغ الدعوات
برادران دینی مطالعه فرمایند که در حدیث وارد است ان لی جلسة
[illegible] لم یسعنی ارضی ولا سمائی ووسعنی قلب عبدی المؤمن التقی النقی الواعی
[illegible] خفی وفی الخفی اخفی والاخفی انا پیش نمیرود باید دانست که اصطلاح
[illegible] این لطایف جمیع لطیفه نفسی نیز در سلوک داخل
[illegible] لطیفه است باوجود اهمیت او عدم
[illegible] جل شانه بسا بود نهایت و خفت آن در ابتدا
[illegible] لطیفه را در انتها خواهد بود یا وجهی دیگر

marfat.com

خواهد بود الغرض هر لطیفه را ظهور است در بدن در محل مخصوص بنظیر
قابل بیانها المحقیه المندرجه فیها و این ظهور را ظهور ظلی
و ظهور است بی تعین مکان در بدن بظهور انفسها و
ظهور را ظهور اصلی نشناسد باید فهمید که محل ظهور لطیفه قلبی
بطرف چپ زیر پستان مقدار دو انگشت و انیم تبه
خاصه است و سالک انیم تبه را شغل ذکر لفظ الله در ابتدا
ذکر بعد خلو مضغه از نقوش غیر از اسم معظم است علی
خود آن لطیفه است در مرآت حبابی بدون سرخ و محل
رویی که در حدیث انی الفواد یاد کرده است زیر پستان
همانقدر که ذکر شد در قلب و محل ظهور لطیفه سری و
و محل ظهور لطیفه خفی در پیشانی و محل ظهور لطیفه اخفی
تحقیق از حضرت شیخ المشایخ حضرت ما و مولانا حضرت
سیدی مبنی آدم نوشته قدس الله سره اگرچه بعضی
دارند و این اختلاف نسبی است و سالک این لطیفه را
اسم الله است در ابتدا و نمود لطیفه

marfat.com

برنگ سبز و نمود نفس برنگ زرد و نمود خفی برنگ سیاه و نمود اخفی
برنگ سیاه تر و این ذکر عالی بحسب استعداد هر یکی را بتجلیات خود
میسوزد که پایان ندارد و درین مرتبه وصول سالک باظهور ظلالی قا
بلیات
مخفیه آن لطایف است که ظهوری ندارند مگر بتجلیات متنوعه و این
وصول را وصل ظل میگویند چون استعداد سالک را از نیمرتبه مستعد
میشوند
دیدی کرداند بی تکلف حرف بنظر باطنی ناظر و متوجه ذات سبحانه
خیلی این طریقه حسنیه نقشبندیه را اینجا باید دید که کرد طرق دیگر این
را همه کوچه بیابان تشبیه سالک را تعلیم میفرمایند حتی که عمرها درین
تشبیه میکنند رسند الا من رحم الله برحمة خاصة بلک وصل تشبیهی
مرتبه وصول می فهمند و میگویند که التجلی من الذات لا یکون الا بصورت
المتجلی له و المتجلی له ما راسوی صورته فی مرات الحق و ما الحق و لا یمکن ان
ا و فنا تطمع و لا تشعب فی آن تترقی من هذا الدرج من التجلی الذاتی کویا
ا حضرت مجدد رض فرموده بخذف ریزه ما قناعت فرموده اند حضرت ایشان
طلب
مولیا

marfat.com

باشیار چون ظلی بود از میان برخیزد و اصل را بیس ظل نمایند و این
نمود نفس لطیفه قلبی را نظر قلبی خواهد بود و چون روح را هم ذره از وجود
هر موجودی و هر روحی که باشد احاطه و معیت اتصالی است و انفکاک
ندارد و در نیولا شهود این شاهد بیحجابی همین انوار روحی خواهد بود
اگرچه این شهود از انوار جمال و جلال بوسائط کثیره بهره وصول میبخشد
و همین وجه در دایره ولایت داخل است اما فصل متلبس است و از نعمت
بیحجابی خالی و مفلس است اگر بیحجاب است از انوار روحیست که آن انوار بسبب
اتصال با جزای جسدی که نه پوشیده اند وجود را بهر جزوی نموده اند اگرچه
وصل اول بوسیله الفاظ و وصل ثانی یعنی وصل بوسیله الفاظ هر دو وصل
متلبس اند اما در نیولا یک پایه ظلمتی ظلمانی را گذاشته بلباس نوری
رسیده روبترقی آورده زیرا که در اول ناظر منطفه بود به بصر خیالی و منظور
او انوار قلبی و در نیولا ناظر قلب و منظور او انوار روحی چون انوار قلبی بالصباغ
ظلمات قالبی منصبغ اند و انوار روحی از این اصباغ دور در هر دو وصل
تفاوت صریح پیداست در اینجا باید فهمید معنی فی المضغة قلب و فی القلب
فؤاد که شعر بر ترقی سالک است الی اما و این حصول کمالات در ولایت

marfat.com

خاصه است اگر بفضل الهی بجز عبی مدد فرمایند و از توحید وجودی
بتوحید شهودی رسانند یعنی بی نظر باشیا ناظر و مشاهد سازند و متوجه
انوار ذاتیه گردانند در اینجا متوجه بطیفه روحی است و متوجه الیه انوار لطیفه
سری خواهد بود و فی الفواد سر باینمعنی تواند بود و تفاوت در نورانیت
روحی و سری با یکدیگر آنست اگرچه روح از انصباغ ظلمات قالبی لیس
بزدخیت انوار قلبی که امانت حمل انصباغ را بخود تجویز نموده اند و این
انصباغ را بطرف روح راه نداده اند فارغ و مصفاست اما بسبب مناسبتی
که برزخ دارد از مرتبه فوقانیه خود و نوعی تقاربی دارد اگرچه مجهول الکیف
باشد اگرچه این وصل نیز داخل دایره وصل متلاشی است اما هر دو مرتبه
که قبل ازین ذکر یافته لباس ظلمانی و جسمانی داشتند و این مرتبه از ان
تلبس گذشته بلباس لطائف خیالی ملبوس گردیده و صاحب این مرتبه دیده انچه
دیده غیر زمن هر دو مرتبه سابق ظل این ولایته بوده اند و این مرتبه را
در اصطلاح حضرت نوری قدس سره الغریز بولایت خاصه نامند
محققین و محقق دیگر بولایت صغرا خوانند و اکثر اکابر صوفیه در نیمرتبه سکونت
داشته اند تا کرا آورده باشند بعد ازین اگر از حجب لباسیه بمجالی برند

صاحب وصل عریان و صاحب اجتبا خواهد بود این هر دو مرتبه است اگر
درعین شهود مابین بود اثبت مطلوب است صاحب اجتبا با مزاج
جذبه است یعنی مربی اینکس السلم الهادی است با مزاج تربیت اسلم
الدلیل اینجا ناظر لطیفه سریست و منظور لطیفه خفی است و فی السر خفی را باین
تحقیق باید فهمید والا از امتزاج رسته است صاحب اجتبا خالص شده
اگرچه هنوز اجتبا ظلی است در نیوقت رائی قابلیت خفی و مری نور
اخفی است و فی الخفی اخفی در نیو لاهوید است و این ولایت را ولایت
اخص نزد حضرت جیو نامند و دیگر اکابر ولایت علیا میفرمایند و نیز
نیز توجه و متوجه در رنگ متوجه الیه بچون مینماید پس صاحب اینمرتبه اگرچه
از محبت فارغ شده زیرا که در میان اخفی و انا واسطه دیگر نیست که حجابی
تواند شد اما با وجود معیت لطیفه اخفی با ذات پاک کبریا از ان مراد
چون منظور این سالک نور اخفی است اگرچه بهره بیحابی از ذات پاک دارد
توجه این سالک باقی است اگرچه توجه مجهول الکیف و معدوم نما باشد
از انجاست که کیفیت معلوم غیر معلوم است بلکه معلوم گران معلوم است
و این حیثیت را حیثیت مجهوله میخوانند لان اهل جاهل عین حقیقت المطلوب

marfat.com

واین جمل هزاران هزار ترقیات از علم سابق دارد بعد ازین اگر نوازند
ناظر اخفی و منظور ذات اله چنانچه فی الاخفا نامتعر ایمعنی است اینجا
بوئی از توجه باقی نیست واین هر دو مرتبه است اگر بجای توجه بعلم بالله
حاضر است صاحب کمالات ولایته انبیا است علی نبینا وعلیهم الصلوة
والسلام واگر بایمان بالله بجای علم بالله ناظر است از اصل کمالات
نبوت انبیا بهره ورست علیهم التسلیمات والصلوة این کار دولت است
کنون تا کرار سد دو مرتبه اخیره را باشارت ذکر کردم رسنده خواهد فهمید والا
برای مقلد اجمال کافی است حرفی بس است السلام علیکم وعلی من لدیکم
مکتوب نجیم در جواب سید عبد الرشید جهانا ابادی بسم الله الذی
لاشریک له ولامنازع ولامخالف فی صفاته ولاضد له ولامثل من صفاته فحمده صفته
اخری الحمد لله الذی جعل عبد الرشید بفضله المجید مشرحا لابواب المکتوبات
بالمعانی والاشارات فنشرح ایضاً فی متابعته العظام فی تفصیل
مهماتهم المهام ونکتب قلیل مودیا فی الکلام مجتنباً من الاطالة تعظیماً
لشان الله العلام سبحانه من لاضد له ولامثل من صفاته + لصفته
الاجزی والکان صفة الجمال والجلال لان التضاد والتخالف فی هذه المرتبة

marfat.com

مقتضی الی النقصان ولا نقصان ثم بعد الحمد والصلوة وتبلیغ الدعوات
والتسلیمات بعرض سیدی مکرمی مشفقی میرساند سنده فقیر حقیر پر تقصیر
عبد النبی بورود نوازشنامه گرامی احقر ذره وار سربلند گشت و از نجا از
معانی و اشارات مرقوم قلم عطوفت رقم بود از مطالعه آن شرح صدر
حاصل گشت الحمد لله والمنت که این حاجز را بلطف کمال نصایح و هدایا
رهنمونی فرمودند شکر آن چه بیان نماید که در بیان قلم نیاید لطیفه
انیقه مرقوم رقم گرامی را جنت فردوس برین از حور و قصور امانی یافت
الله سبحانه استعداد مایان را در نیمرتبه تربیت بخشیده و فرصه ساخته الفت
پیدا آورد که نظر از حور و قصور برداشته توجه الی جنة لیس فیها حور ولا قصور
بتجلی ربنا ضاحکا نماید کما قال النبی صلی الله علیه وسلم ان الله جنة لیس
فیها حور ولا قصور بتجلی ربنا ضاحکا ای راضیا و مراد اینجا لازم ضحک
است نه صورت ضحک که آن خطا است چون مرتبه اول که بحور و قصور را
ازان تعبیر رفت وصل متلبس است و استعداد عالی را بان تسلی نه لاته
وصول الحجاب والحجاب غیر المحبوب و حاذق از مولا جل شانه انکه ازان
قطع کنانیده توجه به بیحابی بخشد لانه تعالی وراء الوراء ثم وراء الوراء

marfat.com

واین وصل را وصل عریان می نامند و درین مرتبه نیز اگرچه بحجت تلبس خارجی
منقطع میشود اما هنوز توجه که اخوالحجب است باقیست و این ترمیت هر دو
مرتبه وصول بظهور اسم الدلیل است و ثمره ان ظهور علم لدنی ظلی است
و هدد کننده اینجا جذبه است پس لازم بر اصفیاء آن پرجوهن اگر سجانه
ان یظهر فی اسرارنا ظهور العلم الدنی الاصلی بظهور الاسم الهادی
لیقطع بسطواته نفس التوجه بل نیعدم فاعلم ان الوصول الذی یسمی
بالوصل المتلبس فهو فی الابتدای و وسط الولایة الخلاصة و یسمی
هذه الولایة عند البعض بالولایة الصغری و ایضا بولایة الاولیاء و الوصل
الذی کتبه باسم العریان فهو فی نهایت هذه المقدمة یحصل فی الاول
توحید الوجودی و فی الثانی توحید الشهودی هذا غایة الوصل الظلی
و تصرف الخیال و لیس الوصل الظلی بعده دخل بل بعد ما تین المرتبتین
ینقطع الوصل و یظهر الفصل منه و یسمی هذه الولایة بالاخص و بولایة
ملاء الاعلی و عند بعض المشایخ رحمهم الله تقررت بولایت العلیا
ثم و ان کان ینقطع فیها التوجه لکن لا ینعدم وجوده بل تستتبین
الوجوده العدم فیلزم علی العبد الترقی ان یطلب من مولاه رفع هذا الاشتباه

marfat.com

وهذا موقوف على العدم التوجه وهذا العدم يوجد بعد ظهور العلم الدني
الاصلي بفيض الله القوي الموصوف بالصفات الكاملة الازلية
القديمة الذي لا يطلع على نفس ذاته وصفاته الا من حضره الله سبحانه
بظهور العلم الاصلي اللدني وليس في هذا الوصل تتمة الحجب ولا بعد ولا مسافة
وفي غيره هذا الاشياء محققة جلية كانت او خفية اعلم ان هذه المرتبة
الاخيرة العالية المسماة بخلو المتخيلة وتخليص السري مع انقطاع الحجب
والبعد والاضافة والاشارة الى المطلوب على ثلث مراتب
في ابتدائها مرتبة علم الحضوري وفي وسطها مرتبة حضور العلم وفي انتهائها
مرتبة حضور في الحضور لا يطلع عليه احد من اهل القبور الذين هم محفوظون
في وصل المتلبس بالحور والقصور وتحقيق هذه الثلثة غاية التحقيقات
واغمض الغوامض لا يسع هذا القرطاس لشرحه فنقصر بالاجمال ونسمي هذه الولاية
بولاية خاتم الخواتن لشد الصادين وايضا بولايت الانبياء العظام
عليهم الصلوة والتسليمات وعند البعض بولايت الكبري وبعد هذا مرتبة
نبوت الانبياء الكرام وليس الفرق بين هاتين المرتبين الا التفصيل
والاجمال لان في الاولي الوصل الاصلي العلمي بالصفات الحقيقة القديمة

marfat.com

بالتفصیل وفی الثانی العروج من العلم الی الایقان الاصلی والایمان
وهذا الاجمال الغیبی بوصول الذات جامع الکمالات بالاجمال بحر عظیم متضمن التفاصیل
ولایقاس هذا الاجمال والتفصیل علی التفصیل والاجمال الذین کانا فی المراتب
التحتانیة لان ثمة تشبیه وحجب وتلبس وغلط وهاتین المرتبتین اعنی مرتبة
ولایة الانبیاء ونبوتهم بانفسهما مختصة بهم ممکن قدر الله تعالی فی التقدیر
ظهور کمالاتهما علی سرایر بعض اولیائه الذین شرفهم الله تعالی بشرف
متابعتهم کمالا واصالة لاظلا وتشبیها بمحض فضل العظیم ذالک
فضل الله یؤتیه من یشاء معهذا این کار دولتست کنون تا کرا رسد
درین هردو مرتبه عالیه اخیره بوی اجمال وجذبه محض انابت واجتبا
واصطفاست کما لایخفی علی اهله مکتوب ششم در تحقیق حدیث قدسی
حدیث قدسی کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف
سبحانه باجمیع صفات وشئونات باعتبار احدیة تنها واحد حقیقی است
ودر عین وحدت صرف جمیع مراتب صفات وشئونات باعتبار
انها باحکام وتفصیل معلوم ومحقق اوست جل شانه واز دیدن انها
در مراتب ظهور تقیدی غنا کامل دارد چنانچه عزیزی سیر باید

marfat.com

هر شان و صفت که هستی حق دارد در خود همه معلوم و محقق دارد در من
مقیدت محتاج بجوشش از دیدن آن غنای مطلق دارد پس در کنت کنزا
مخفیا که ذکر خفا رفته این خفا عرفانیت اما وجود غنای مطلق ذاتیه
و صفاتیه ظهور مقتضیات و لوازمات صفات محبوب انجناب آمد کما قال فا
ان احببت و چون مرتبه وحدت حقیقی جامع جمیع مراتب صفات و لوازمات
در مرتبه غیب حقیقی بجامعیت ظاهر است و مقتضای حبت انجناب ظهور
در مرتبه جامعه لوازمات صفات که غیب الغیب مسمی است و لا اجمالا
در مرتبه شهود اول و ثانیا در مرتبه تفصیل کما قال فخلقت الخلق لاعرف
پس حکمت بالغه آن مرتبه جامعه غیب الغیب را بجامعیت شهود شهود نمود
چون لا وحدت حقیقی با جمیع صفات ذاتیه از لا ظاهر و
شهود است در عین شهودیت تقیدی حدوثی اینها
بظهور اطلاقی ظاهر کما قیل کان الله و لم یکن معه شیء الان کما کان
ای کما کان ظاهرا و لا یلا قید فالان ایضا ظاهر بظهور الغیبی الا طلاقی
بلا تحول و اتصال و تقید و انفصال فصاحب البصیرة ینظر فی عین
نظره علی ظهور الغیبی الاطلاقی الی ظهور الکونی التقیدی و لا یحجب

marfat.com

اینمرتبہ مشہودہ اولیہ را مشہود اول نامند و اینمرتبہ مشہودہ
اولیہ را مشہود اول نامند و اینمرتبہ شہود اول در ضمن ظہور ذات جامعہ
اسماء و صفات حقیقی ظہور جسم و صفت و مظروفات اینہا را
شمولی دارد چہ حقایق انسان و ملائکہ و چہ سموات و ارضین و ما فیہا
و چون انوار صفت انسان در مرتبہ شہود اول و جمیع انوار اضافات دیگر افضل
و انوار حضرات انبیاء در جمیع انوار انسانیان متبوع و علی و نور حضرت سرور
کائنات و خلاصہ موجودات بحکم لولاک لما اظہرت الربوبیت در جمیع
انبیا علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ و السلام افضل و کاملتر و متبوع تر و ہویدا تر است
کہ متبوع در مرتبہ شہود اول کہ نور آنحضرت است منظر جامع متبوع مرتبہ اولی
غیب مطلق و واحدیت حقیقی است و چون در احدیت حقیقی با جمیع صفات
و انتظاہر و موجود خارجیست و ملزومات صفات کہ غیب الغیب اند
در این مرتبہ خفا و اندراج ذاتی دارند پس منظر جامع متبوع اول کہ نور محمدیست
در این مرتبہ شہود اول ظاہر و موجود خارجی آمد و دیگر جمیع مراتب مشہودہ
در این مرتبہ شہود اول مخفی و مندرج پس محقق شد کہ این مرتبہ شہود اول را
جمعا جمعا از نور محمدی میخوانیم زیبا است و چون حقیقت جامعیت مرتبہ شہود

marfat.com

اول کہ نور محمدیست در بیان آمد بفضل اللہ سبحانہ ظہور مراتب مفصلہ او را
در بیان باید آورد و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا من نور اللہ و العالم
من نوری اگرچہ بحکمہ بالغہ در ضمن نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کہ از آنہا بود
اول مبفرمایند انوار مقتضیات حسن اسماء و صفات را اجمالا مخلوق
فرمود و نور ہر فردی را مقتضی ظہور روحانی و جسمانی نمود اما چون مقصود
از تزئین آفرینش ظہور معرفت او تعالی بود کما قال سبحانہ لاعرف و ظہور
معرفت بی ظہور نور معرفت بی ظہور نور ہر فردی در خارج بہ تمیزی از
دیگری روحا و جسدا از مرتبہ اجمال حاصل نمیشد و ظہور تمیزی ہر ہمہ
توابع بی ظہور اولیہ متبوع خود کہ نور حضرت است موقوف لہذا از نور حضرت
کہ جامع دو قابلیت بود یعنی قابلیتی مقتضی ظہور روحانی و قابلیتی دیگر
مقتضی ظہور جسمانی اولا بحسب اقتضای قابلیتی کہ مقتضای ظہور روحانیت
روح اعظم آنہا را صلی اللہ علیہ وسلم بجامعیت ضمنی جمیع ارواح
در مرتبہ خارج پیدا آورد و جمیع ارواح انسانیا را بتفصیل مراتب بقیت
بعض و سبوقیت بعض دیگر بہ تمیز نام ہر یک از دیگر از روح اعظم کہ ام الارواح
است ظاہر نمود و از کتم خفا ہائی دادہ ثانیا بحسب اقتضای قابلیت ثانیہ

marfat.com

نوحضرت که مقتضی ظهور جسمانی ایشان است صلی الله علیه وسلم جسد مبارک
اصلی ایشان را که اصل جمیع مراتب عنصری مجمل است فوق عرش مخلوق فرمود
از انجا مرتبه عنصری مجمل را تحت عرش موجود ساخت و از آنجا بترتیبی که می
بایست عناصر مفصل را تحت آسمان دنیا مهیا نمود و آن مجموع عناصر را
معدن اجسام مفصله گردانید و العالم من بوری باین معنی است اما با وجود
کثرت متمیزه ارواح و عناصر مقصود اصلی که معرفت است هنوز میسر نه
چنانچه قول حضرت خواجه بزرگ است قدس سره که روح در مدار خلقت
خود حذار انسانگی نمیدهد است اما بیگانگی نمی شناخت زیرا که شناخت
از شهود خیزد و شهود منافی وجود است از اینجاست که حالت روح با وجود
لطافت چون پندارد وجود خود دارد و شیانی ما سوا موقوف بر تعلق بگیرد
حجاب است از جهة حصول مقصود اصلی که از خلقت او ست پس برای رضای مولا
جل شانه و خول جسد خاکی را اختیار نمود اما چون خلاصی از ظلمت جسدی
ظهور متبوع صلی الله علیه وسلم میسر نمیشد سبحانه علی نبینا علیهم الصلوة والتسلیمات
که همه مقدمات ظهور حضرت سرور کائنات اند بترتیب مراتب سابقیت و مسبوقیت
در هر نشأت ظاهر نمود و برکت صحبت ایشان بحسب استعداد خود با بعضی از انبیا

marfat.com

علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کمال رسیدہ حصول معرفت
نمود اما چون حصول معرفت بتابعہ مقتبس از نور متبوع خود است بحسب شان
متبوعان خود ہا اہالی ہر مرتبہ نصیبی از معرفت پیدا کردند و معرفت اکمل
کہ موقوف بر ظہور جامعیت حضرت سرور کائنات بود صلی اللہ علیہ وسلم
بعد ظہور اظہر حضرت سرور کائنات باین امت بحسب استعداد ہر یک نصیبی میشود
و تا قیامت ہمین است کہ ختم کمال معرفت کہ محبوب ازلی است بر ختم این امت
ختم کردہ اند از بنجاست کہ حضرت قرآن ناسخ کتب سابقہ آمد و خود محفوظ
از نسخ ماند اللہم یسر لی المعرفۃ بحسب شان نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام واجعل
خاتمنا علی الایمان والاسلام یا ایہا الذین صلوا صلوا کثیرا علی نبینا
کما یلیق بجنابہ مکتوب مفہم در تحقیق بعضی سوال از رشتیح سعید ساکن تہارہ
نحمدہ ونصلی علی النبی الکریم حقایق و معارف پناہ فضیلت و کمالات مرتکاہ
حضرت شاہ عبد النبی جیو سلمہ اللہ تعالیٰ ہمواره بر مسند فقر متمکن بودہ فیض
بخش جہانیان باشند از فقیر محمد سعید بعد سلام مسنون الاسلام مستفید خیر منیر
انکہ اوصاف بندگی و کمالات الحقانی و معارف اگاہ از زبانی بعضی مردمان
استماع یافتہ از بنموجب اشتیاق ملاقات فایض البرکات از حد زیادت

marfat.com

الله تعالی سببی سازد که حجاب مفارقت و پرده مهاجرت از میان رفع شود دیدار دیدار
حضور بر سر در سیر کردد فاما بعد بخدمت شریف مستدعه میشود که جواب چند
سوال از ضمیر فیض تاثیر حاصل نموده عنایت شود که تسلی خاطر این فقیر کردد اول
همه درویشان عالم ناسوت میکویند فاما حقیقتش از کسی مفصل نشده که ابتدایش
چیست و نهایت چه که بر طالب میکشاید دوم کیفیت ذکر روح که فرموده اند ذکر
اللسان تعلقه و ذکر القلب وسوسه و ذکر الروح راحه که مقامش کجاست و چه ذکر
میشود سیوم درویشان میکویند که یکمرتبه الیست که زعاشق ماند و نه معشوق آن
که ام مرتبه الیست و هر دو چکونه محو شوند چهارم حضرت رسول مقبول صلی الله علیه وسلم
فرموده اند رایت ربی فی لیلة المعراج علی صورة الامرد دیکر هم فرموده اند رایت
ربی فی لیلة المعراج علی صورت النساء امرد و زن چه معنی دارد ترصد کرا زاه
مهربانی باحضور معانی در جناب قدسی القاب رجوع نموده جواب باصواب عنایت
نمایند والسلام مکتوب هشتم در جواب سید محمد سعید در تحقیق اسوله مذکوره
بسم الله الرحمن الرحیم العظمة والکبریاء کلما خطر ببالک فهو الله تعالی ورآء ذالک
فاذا علمت هذا فافهم ان کلما یخطر ببالک فهو من عالم الناسوت واذا حصل لک
الخلوص هذا و تحقیق لک التخلیص السری و خلو المتخیلة عما سواه فاذا المرتبا

marfat.com

شانه فظهر من هذا التحقيق ان من ابتلي في الناسوت والكان غلبة عليه
النسيان من حيث انه البني العاشق والمعشوق بعد التعلق بنقطة الوحدة نسي
ربه بمعنى رفع الكثرة حتى العلم الذي كان ممتازا بين الامرين فهو محجوب عن حقيقت
المطلوب فوجب لهذا السالك المتوسط التجاء الترقي فمن هذا المقام الى الله
سبحانه ليكون مؤمنا حقيقيا واصلا بالرب الحقيقي تعالى شانه فليعلم ان
هذا المقام الناسوت الذي وقع تحقيقي في المصدر الكلام كل ذلك من كمال
القلب الذي ذكر تحت مقام الروح وكلما حصل في مقام القلب من هذا المعنى وسوسة
وخواطر فلا يليق للسالك ان يستقر فيه فاذا ترقى من هذا ووصل بكمال الروح
فليس له هذا الالتفات الى هذا المقام الراحة بعد قطع المسافة البعيدة الزمنية
فليعلم ان في مقام الناسوت تكون للسالك المتوسط التجليات الصورية
بعض الاوقات في صورت الانثى ذكرا كان او انثى وفي آخر بصورت
الفرس وغير ذلك من انواع الناسوت والناسوت مشتق من الناس المشتوعية
وشرفه في هذه المرتبة الناسوتية واذا كان شان الانبياء فوق هذه
المرتبة المتخيلة المتصورة فكيف يطلق في شانهم الوصول بجناب ربهم
بلباس هذه الصور فوجب علينا ان نبين اسم الرب الذي وقع في الحد

marfat.com

یلمعلوم باشی جبرائیل علیہ السلام کما قال تعالی فی الکلام المجید حکایت عن
یوسف علی نبینا و علیہ السلام ان ربی احسن مثوای و تحریر بعض المفسرین
بالعزیز و غایتا تحقیق فی مثل ہذا المقام ان یقال ان ہذا الالفاظ من المتشابہات
فنومن بہ و لا نشتغل بتاویلہ فحب بکتسب نہم از جامع کمالات ظاہری و باطنی
و مفسر حضرت علیم الہیہ قدس سرہ در تحقیق خلقت عالم
قل الحمد للہ و السلام علی عبادہ الذین اصطفی من بعد از فقیر علیم الرحمن نماند
کہ در میان اقوال مجتہدین عظام و صوفیہ کرام در حقیقت عالم صورت تعارض
ظاہر مینماید از جہت انکہ مجتہدان عظام بنا بر عالم بر عدم میدانند و صوفیہ کرام از
قول پیشتر از ہر یک از ین غرزان تائید نص و حدیث میکنند آمد و بر رد غرزان
معتقد اند دین بنا بر وجود تعارض قبول ہر رد قول محال مذہب کردن قول
واحد انکار بقول دیگر لا محالہ لازم مگر محققی از جہت تطابق قولین خلقت عالم
از نور خاص صفات سلبی کہ مخلوط بعدم و وجود آمدہ اند معقول از جہت انکہ
چون نبود کن عدم و وجود صفات سلبی قایم اند تطابق ہر یک از ہر دو قول
بہر دو کن مذکور ثابت شد کہ وجود واجب الوجود چنانچہ وجود ذاتی با صفات
حق سبحانہ و تعالی و عدم ممتنع الوجود مثل شریک با یشان و میان ہر دو

marfat.com

برزخ از عدم ممکن الوجود و وجود ممکن العدم دانند و خلقت عالم از عدم
ممکن الوجود محال ندانند چنانچه از وجود ممکن العدم عدمیت آن محال ندارند
و صفات سلبی مثل لیس کمثله شیء ولم یلد ولم یولد الی اخره ولا تدرکه
و غیر ذالک کذالک و وجود صفات مذکور که مخلوط بعدم و وجود است
غیر نورند انند چنانچه حضرت جیو قدس سره فرموده عرضی نور است وجود
عین نور است وجود ظاهر علمی بمقتضیات وجود و وجهی مخفی که بود حیث
العرفان ظاهر شده باظهور عرفان بشهود ایضاً مخفی نماند نزد محققین
از ذات و صفات هیچ مدرک نشود چنانچه قول حضرت ابابکر رضی الله تعالی عنه
بر این دال که العجز عن درک الادراک ادراک و انیمرتبه را علم الیقین و علم
حضوری میدانند و چون از نیمرتبه عروج میکنند علم مذکور را علم حق سبحانه
دانسته خود را باین علم حاضر می یابد این مرتبه را عین الیقین و حضوری علمی میدانند
چون از نیمرتبه نیز عروج میفرماید این علم را غیر ذات حق سبحانه تعالی ندانند
و منفی صفات الله لا غیره و لا عینه در اینجا مکشوف میشود انیمرتبه را حق الیقین
و حضوری در حضور مینشمارند و نیز چون نزد بزرگان صفات الله لا عینه
و لا غیره مقرر صفات با ذات در مرتبه واحد و اجب الوجود غیر ندانند

marfat.com

وچون حق سبحانہ خود بخود قایم وقیام صفات الیہ بآن ذات دایم قایم
باین وجہ عین نداند وہمین نسبت لاغیر ولاغیرہ میان جمیع صفات
متقرر داند پس میان صفات صلبی من لاوجہ ومقرر ثبوتی ہمین نسبت
دانستہ از صفات ثبوتی غریب آن صفات سلبی من وجہ متقرر
پندارند وہر یک صفات ثبوتی وسلبی در مرتبہ تردی من وجہ بغیریت
پیدا وممکن الوجود کہ از نور سلبی کہ مخلوط بالعدم ووجود اند بہر دو وجہ
وبغیریت مخلوق یعنی در مرتبہ واجب الوجود در مرتبہ قیام کہ خود بخود
قیام باشد شریک بخلاف صفات الٰہی سبحانہ اگرچہ خود بخود قایم نیستند اما در مرتبہ
واجب الوجود شریک پس مقدر شد کہ ممکن الوجود بہر دو وجہ غیر ذات وصفات
می باشد وانہا کہ من کل الوجوہ بہ عینیت یا من وجہ بعینیت قایل بخطا
صریح منسوب واللہ اعلم کما ہی الامور فی نفسہا ہو اللہ الہادی چون
نور صفات سلبی مخلوط بالعدم و وجود بسی محققان عظام وصوفیہ کرام
خلقت عالم بہر یک عدم ووجود ضمنا قایل چون ذات واجب با صفات
ثبوتی ہر دو ثبوتی اند از ینجہ صفات ثبوتی با ذات اقرب باین سبب
از ذات بدیم صفات ثبوتی سببی در مرتبہ مفعولیہ ومخلوقیہ ممکنات

marfat.com

فاعل خالق بخلاف صفات سلبی که قرب صفات سلبی با ذات ممکن
که هر دو مخلوط بعدم و وجود امد اظهر لهذا ذات ممکن مفعول و مخلوق
خاص نور صفات سلبی ثابت عطیه نور صفات سلبی که مخلوط بعدم
و وجود است هر یک از ان عدم و وجود بنسبت لاعینه ولا غیره مقرر
عطیه من کل الوجوه غیریت مرتبه ممکن از مرتبه نور صفات سلبی که از ان نور مخلوق
است مقرر مثل غیریت اصوات کلمات متکلم که انا فانا بعدم و وجود اند
از متکلم و کلام بنسبت ان اصوات با جل مسمی قدیم عطیه واضح تر انکه خالق
قبل تخلیق خلایق و قت تخلیق و بعد ان باقی و من کل الوجوه ان خلایق
بلا عینیت با غیریت آن خالق انا فانا حادث و هالک و فانی همچنین
متکلم قبل تکلم کلمات و قت تکلم و بعد ان ثابت و من کل الوجوه ان
کلمات بلا عینیت و با غیرت آن متکلم انا فانا حادث و هالک و فانی
نیز کما دل قوله تعالی کل شیء هالک الا وجهه لکل من علیها فان از جهة انکه
هالک و فانی که هر دو اسم آذر بر استمرار دوام معنی هلاکت و فنا
بلا تقید زمان دال مکتوب دوم منقبی سیدی سید علیم الله که خلیفه حضرت
پیر دستگیر هستند در تحقیق انکه خلقت عالم از عدم است یا از نور و بیان انکه

marfat.com

خلقت عالم منسب بصفات الحمد لعد اولا و آخرا ظاهرا و باطنا کمترین خادمان آستان
سیادت پناه حضرت میر انجبو بعد از تسلیمات خادمانه بیارمندانه
معروض میدارد اگرچه پیش ازین هم اشتیاق ملازمت شریفه بود اما بعد
زیارت اوراق چند که آن حضرت در تحقیق خلقت خلق نوشته اند بسیار
از حضرت رب العزت بتوسط کشش انجناب درخواهم که بخدمت شریف
مستفید گردم لیکن چون موقوف بر وقت است شبهات چند که بعد
مطالعه اوراق شریفه برین فقیر پیدا شده اند بخدمت شریف اظهار مینماید
امید که تفصیل آن مرقوم فرمایند معلوم شریف است که حقایق اشیا نزد
محققین عبارت از متعلقات صفات سبعه است چنانچه متعلق علم
معلومات و متعلق قدرت مقدورات و متعلق ارادت مرادات
علی هذا القیاس بنظور این صفات با متعلقات خود از لا واقع و وجودات
اشیا عبارت از متعلقات صفات افعلیت چنانچه خالقیت و رازقیت
وغیرها و ازان معارفی که انحضرت مرقوم فرموده اند ظاهر است که تخلیق
عالم از صفات سلبی است که مخلوط بوجود و عدم اند و نیز مندرج فرموده اند
که صفات ثبوتی اوسبب مذات اند و صفات سلبی قرینه تمکن در ینجا

marfat.com

سوالی چند وارد مینمودند اول انکه هرگاه اختیار انحضرت موخلاف
طریقه سنت نباشد پس اختیار این اطلاق که صفات سلبی مخلوط بوجود
و عدم انداز برای چیست و از کجاست و لو فرضاً بطریق رخصت مسلم
داشته شود و نیز عجب است که چون مقرر است که صفات او سبحانه در مرتبه
وجوب موجود اند و عدم لاشئی محض پس اختلاط عدم بصفات وجودی
چه صورت بندد و چرا که اینهمه از مرتبه امکان و اعتبارات است دوم انکه
چنانچه معیت ذات با صفات مشاولیت همچنان معیت صفات با جمیع
ممکنات هیچ یکی را از اینها قریب و اقرب نسبت بدیگری چه نوع
باید گفت چرا که مطلق اند و نیز لازم می آید که در مخلوقات جز صفات
سلبی صفات ثبوتی موجود نباشد چنانچه سمع و بصر و علم و قدرت
و غیرها و لو فرضاً این هم مسلم داشته شود باید که صفات مخلوق ام الصفات
صفات سلبی باشند و دیگر همه صفات در تبع ایشان چرا که هرگاه ظهور صفات
سلبی بر ظهور همه صفات مقدم باشد باید که بسبب آن تقدیم بر همه ظهورات
غیر خود متبوعیت داشته باشد حال انکه مقرر اولیاء است که ام الصفات
صفات سبع اند چه در مرتبه وجوب و چه در مرتبه امکان چرا که اطلاق متبوعیت

marfat.com

و تابعیت بر صفات واجبی بجهت نظر کردن بر متعلقات ایشان است
نه نفس ایشان چرا که همه قابلیات ذات واحد اند هیچ یکی را من حیث
انه غالب و مغلوب نمیتوان گفت زیرا که این همه موجب ادراک واحدی را
مایان را دران مرتبه مدخلی نیست سیوم انکه صفات سلبی چنانچه لیس کمثله
شئ و لم یلد و لم یولد مدابرتر را فع نقصان اند از ذات و مانع وجود
شریک و صفات ثبوتی چنانچه علم الغیب و الشهادة و الخالق و البارئ
المصور و المقدر مقتضای مخلوقیت جملگی اگرچه اینها نیز را فع نقصان و مانع
وجود شریک از خفا پس با نمینی اقرب ان مینماید که ثبوت خلقت عالم
از نور صفات ثبوتی گفته شود هم من حیث حقیقت که ارلا یا جمع وجوه
و اعتبارات پیش ازین که موجود شود معلوم علم و مقدر قدرة و مراد ارادت
اطلاقا بوده است مقتضی موجودیت مشهوده در مرتبه اعتبار را وقات
موقوته ازلی و این توقیت وقت نیز از معلومات و مقدورات است
و کنت کنزا مخفیا بحسب اینمرتبه است و هم منحیث صورت کی خلقت عالم
با جمیع حیثیات تقیدی چه منحیث مظهریت و چه من حیث مظهریه
و مظهریت نسبت یکدیگر بحسب مقدور مراد ازلی را وقات مقرره

marfat.com

بظهور خالقیت کامله و مقصوریت شامله موجود و متصور شده و میشود
و خواهد شد الی ابد الابدین فخلقت الخلق الاعرف سخیت این درجات
و نیز مراد انکه تعارض از قولین یعنی قول مجتهدین عظام و قول صوفیه کرام
برخیزد حاصل میشود چراکه برای موجودیت ظاهر شدن عدم ممکن الوجود
نوری درکار است که آن نور ازلی ابدی باشد و آن نور صفات ذاتیست
که از لا کمالات آن انوار منبعث موجودیت مشهوده و مقیده اعتبار
به عالم هستند که بیرون از مراتب تقییدی حدوثی قدمکانی ندارد الا
در مرتبه عدم و تا زمانیکه آن زمان و اوقات مقرره ازلی بوجود نیاید
با هیچ ذره از ذرات عالم صفات خالقیت و مصوریت و غیرها من حیث
ان ظهور تعلق نه پذیرد و هیچ شی از عدم بوجود نیائید پس من حیث حیثیت
تقییدی حدوثی موجودیتی صوری عالم که بسبب این خصوصیات عالم نام یافته
از عدم صرف نباشد و مخیت معلومیت و مقدودیت و مرادیت ازلیه مطلقه
از نور بحسب وی هیچ تعارض باقی نماند و انکه الحضرت فرموده اند و مکشوف
یا فقه معلوم نمیشود که بکدام نوع ازان تعارض برمیخیزد توقع انکه انچه حق سبحانه
بران ذات شریف تحقیق و انموده مفصلاً مرقوم فرمایند که موجب سعادتمندی

marfat.com

این دو ماندگان نامسند چون این فقیر احقر محض اُمّی است از طرف عبادت
اگر جای خطا واقعه شود معذور فرمایند و نظر شریف بر دعا نمایند بتواجرٌ
وا وصلی الله تعالی علی خیر خلقه محمد واله واصحابه اجمعین مکتوب یازدهم از تصنیف
لطیف شیخ علی احمد سهارن پوری در رساله چند لطیف حقایق
بسم الله نحمده و نصلی علی حبیبه عرضداشت فقیر سراپا تقصیر عبد الصمد
علی احمد انکه قبله گاهها مسلمانان درین دیار هر دوار معبد کفار است لبعد
هر سال مردم هنود از اطراف و جوانب جمع می آیند خصوصا بعد از
دوازده سال اجتماع کفره مشابه میشود که ظاهرا عقل تعداد ان نمیتواند
نمود چون درین مقدمه نیک غور نموده شد دیده گردان معبد را حقیقتی است
همچو حقیقت کعبه معظمه که مظهر اسم المعبود است و قلوب خلائق را که بجذب
مناسبت ازلی بان حقیقت مربوط اند بی اختیار بخود منجذب میسازد
بلکه در چشم اهل شهود ظهور آن عبارت ازین هیئت اجتماعیه است
چنانکه حقیقت سلطنت که عبارت از اجتماع شاه و سپاه است
لهذا هنود با وجود طریق مخوف هزاران هزار مرحله طی نموده افتان و خیزان
می آیند و در ساعت معهوده بر کناره دریای گنگ آشنان میباشند

marfat.com

بس میان هر دو معبد فرقی که در نفس الامر موجب حقیقت یکی و بطلان
دیگری باشد معلوم نیست حافظ شیراز علیه الرحمة میفرماید فسرد در عشق
جانفشانه و جزایات فوق نیست هر جاکه هست پرتوه روی حبیب است
اگر یکی را مظهر اسم الهادی دیگری را مظهر اسم المضل گویند نیز نشانی نیست
بجز هدایت و ضلالت از امور اضافیه اند همچنین جلال و جمال و سعادت و شقاوت
نیز از ین قبیله اند مثلا نسبت ره دونده لاهور با ولیت و نسبت دونده
دهلی مضل و بالعکس نیز پس هر مربوط بحسب نسبت بر رب خود در شاهراه
است که بسوی رب دیگر گمراه است و متجلی شدن حقیقت کعبه بر نظر
مقدمه ایست مشترک فیه یعنی چنانچه این حقیقت بر بعض دون بعض
دون بعض متجلی میشود همچنان آن حقیقت نیز بر بعض دون بعض پرتو
می اندازد بلکه چند کس فقرا هستند که از شهود وحدت سرشار اند
با فقیر نیز صحبت می دارند قدمکاها ست عجیب کار و بارست ذات بحت
تعالی از انچه که در حیطه اندیشه است ورا الوراء است و او را با خلق بوجه
من الوجوه نسبتی نیست فضلا عن ان یکون الخلق مظهرا لها معرفه
چه نسبت خاک را با عالم پاک کاوالله در القابل بیت کس ندانست که منزلگه

marfat.com

معشوق کجاست اینقدر هست که بانگ جرسی می آید غایة الامر شیونات
اسمار صفات حق تعالی که عبارت از اعتبارات سبعه در مراتب اعدام
برتوانداخته ظهوری پیدا کرده هست که آن ظهور شمهٔ بعالم هست دارد افراد
عالم اگرچه من حیث الحقیقة متحدانداما من حیث التعین مظهر انا رتضاده
ولاشک ان کل مربوب بالنسبة الی ربه مهتد بعمل بمقتضای علمه
وارادته چنانچه سابق تحریر یافته و نیز هر شئی بمقتضای حدیث مشهور
مجبول بر فطرت اسلامیه هست و ایضاً بموجب حدیث قدسی رحمت را
سبقت هست بر غضب پس هر شئی را بالذات قرب مع الله حاصل است
وضلال و غضب که موجب عذاب اند بنسبت رب آخر عارض و طارئ
و بر صریح است که ما بالعرض را بر ما بالذات استیلا علی الدوام متصور نیست
پس قول حضرت شیخ اکبر قدس سره که در فصوص الحکم میفرماید که آل اهل
شقاوت بعد از مرور هور و احقاب بسوی سعادت خواهد بود راست آید
قبلکاهاست سابقا فقیر را در بن عقده که سراسر مخالف نقر ص قطعیات
با یکی از تو ابعان حضرت شیخ تذاکره و مکالمه بسیار واقع شده چنانچه
که ان شاء الله تعالی تحریر آن بخدمت بندگان عالی در وقت حصول ملاقات

marfat.com

سراپا سعادت و اثمره خواهد شد والحال که فضل خود در بیخا مذکور
نیشود انیعنی برسنه استعمال نموده لهذا روشن در دولیش معه عریضه مدو
کیش بخدمت فیض موهبت میرسد امید که توجه باطن بحال این شکسته بال
نوعی مرعی فرمایند که حل امیعدمه میسر آید اگر نفس الامر نیست فیها و الا
توجه انجنابت فیض مآب از لوح سینه محو شود اللهم ارنا الاشیاء کما هی
مکتوب دوازدهم بفضیلت مآب علی احمد صاحب سهارن پوری صدر مدرسه
بسم الله الرحمن الرحیم الله ولی الذین امنوا یخرجهم من الظلمات الی النور
والذین کفروا اولیاءهم الطاغوت یخرجونهم من النور الی الظلمات محب
صادق طالب العلم فرق درمیان روحقیقت این سلام خوانده مدقق فهم
ازین آیه کریمه در اکثر اسوله حاصل نماید والا در تفصیل ان شاء الله تعالی حاصل
خواهد شد رقیمه کریمه رسید بر مضمون مرقومه اطلاع یافت انچه استفسار رفته
بود که اجتماع کفره یعنهم الله بر دریای کنگ مشابه میشود که عقل در انعقاد
آن عاجز است همچو حقیقته کفر معقول پس فرق میان هر دو معبد که در نفس الامر
موجب حقیقت یکی و بطلان دیگری باشد معلوم نیست در جواب آن بدون
هادی مطلق می پردازم و منه استعین باید دانست که الله سبحانه واحد

marfat.com

حقیقت وجامع کمالات ذاتیه وصفاتیه است وهیچ کمالی را از ان
کمالات وصفتی را از صفات با یکدیگر وبا ذات بوجه من الوجوه دران
تنازع وتخالفت نیست اگر نفس صفت جمال است با کمالات خود عین
محب صفت جلال وکمالات او است وهکذا صفت الجلال وهمچنین اقتضای
صفت جمال برای ظهور قابلیات مخفیه خود بوجود مظاهر مخصوصه خویش
بوی از ظهور واظهار وآثار وجوب وغایب شعور وآشکار را وجوب النفیه
خالق این آیت بخوبی دریافت
بطلی وشنید نسبت
بطلاع بر آن احوال بطالعه
وگفتنا مد معنی آیت
سرآمد مبر آن زاد دیگر
زین صورتی زاد
لب حرف گر اول عمر
ودران وقت هیچ کار
نتوان کرد وسخنی را دران بسته
هیچ مردی نباشد تقریب
آب آینه گریزد در صورت
واکنون
صفت جلال بسنجط ذاتی حلول مظاهر خود در درکات بعد وحرمان
لاجاء اعمالی همچو سراب که مقتضی مدرکات بعد وضلال باشند ومعبدهای
طلمانیه کسیفه که مهجور از مراتب قرب اند بحسب مناسب مزین در دیده بصر وبصیرت
مظاهر جلال گردیده آیه کریمه ثم رددناه اسفل سافلین الایه مشعر ایمعنی است

marfat.com

پس حقیقت عبادت و معبد با مظاهر جمال اقتضای حسب صفت جمال است
اتصال بمراتب قرب بر مظاهر خود در این حقیقت موصل مجتبی است بر صورت
خود را و حقیقت پرستش و حاز پرستش مظاهر جلال اقتضاء منوط صفت جلال سبحانه
مهجوری و دوری از مراتب قرب بر مظاهر خود را و منشا اقتضای این صفتین
کاملتین اقتضای ازلی ذات سبحانه است قرب اولی را و بعد ثانی را لاجل عما
یفعل و هم یسالون فظهر الفرق بین حقیقة معبد الانبیا صلوات الله علیهم و تابعیهم
رحمهم الله بین مرجع الشیاطین و اتباعهم لعنهم الله سبحانه و ثبت ان مقتضی حقیقت
معبد المومنین التقرب و الوصول با الذات الکامل ابد المومنین العابدین فیه و لن
مقتضی حقیقة معبد الشیاطین الحلول فی درکات البعد و الهجران قایمین علیه ابدا
لا یزال و لن تجد لسنة الله تحویلا و چگونه تبدیل یابد که ظهور صفتین کاملتین المذکورتین
تین بکمالهای خصوصیات هما فی مظهر مخصوص لکل واحد مقتضای ذات او سبحانه
است سبحان الله سبقت رحمت بر غضبت چنانچه در حدیث قدسی وارد شده
بحسب اقتضاء یکی قرب معبود بمظهر و دیگری حلول ان در درکات بعد جهة طور
باحسن وجه بکلام بوضوع بوست علم الانسان ما لم یعلم و لا تلبسوا الحق بالباطل
و تکتموا الحق و انتم تعلمون و انچه مرقوم بود که هر شیئی را با الذات قرب مع الله

marfat.com

خاصلت تحقیق تفصیل اینچنین است که الله سبحانه را با الذات و الصفات
قرب و معیت با هر ذره از مخلوقات به یکیفی محض بلا اتصال و انفصال و ورای
جهات ستر با آیات ناطقه متحقق و ثابت است اما این قرب و معیت
او تعالی با شیار عالم است و خاص نشه قرب عام حفظ موجودیت انسان از عود
در ورطه عدم است و الله محیط با الکافرین پس در قرب عام مومن و کافر برابر است
و ثمره قرب خاص اولا توفیق یافتن عبد است برای حصول موافقت و متابعت
انبیاء علیهم الصلوة و ثانیا بواسطه متابعت از حقیقت علم الدنی بهره ور
ساختن است و این قرب که ما در حجب اینیم نصیب معتقدان انبیاء علیهم الصلوة است
ان الله مع المتقین و محرومان از نور متابعت و اعتقاد از این قرب بی نصیب
از لی اند ان الذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن الله لیغفر لهم
ولا لیهدیهم سبیلا عزیز من برگاه ازلا مقتضای ذات مع الصفات بعد
و مهجوری مظاهر قهریه باشد پس کیست که مظاهر مخصوصه قهریه را از دست
برحمت سبابرد و در قبول رحمت بمظهر که مخصوص بمظهریه قهریه است خلاف
اقتضاء ذات حقیقی چگونه موافقت در صفتین کاملتین متحقق تواند ان بطش
ربک لشدید من کان عدوا لله و ملائکته و رسله و جبریل و میکال

marfat.com

فان الله عدو للکافرین پس که پیدا شود که این عدو غالب را بی انتقام
وجود شرط بر صلح آرد ولا تبدیل بکلمات الله آری مظاهر شر که رحمت وغضب
که عصاة مومنین اند بعد مرور دهور از آید غضب بقضیه رحمت خواهد رسید وچون
عصات بکفر طریقت موصوف اند وکافر طریقت با الذات قرب
مع الله از جهة ایمان دارد بسبب عارض که عصیان بهست اگر عذاب بروی طاری
شود در اینجا ما با العرض را بربا با الذات استیلا علی الدوام متصور نیست چنانکه
مذهب اهل سنت وجماعت مقرر است وچون حضرت شیخ اکبر قدس سره
بر اوج طریقت نشسته وکافر شریعت از مرتبه او تحت افتاده ومنظور نظر او کافر
از مرتبه بهست اگر دفع خدشه مخالفین نماید ورای رعایت قول اهل حق
بفرماید که مآل اهل شقاوت یعنی شقاوت نسبی که کفر طریقت است بعد مرور
دهور واحقاب بسوی سعادت خواهد بود پس زیبا است در جناب شیخ
تخالف با مقررات دین ندارد وعجب عاقل است که قول حضرت شیخ اکبر را معنی
می برد که دورتر از مقام او ست وباهزاران انبیا وکتب سماوی مخالفت دارد
ومعنی که مناسب مقام حضرت شیخ اکبر است در عین موافقت با یات واحادیث
دارد از ان غافل است ومع ذلک خود را تابع حضرت شیخ میگوید ولکل وجهة

marfat.com

همو لیما حرف درویشان مزدور بد دولن تا بخوانند بر سلیمی زان فسون و
حافظ شیراز علیه الرحمة - در عشق خانقاه خرابات فرق نیست هر جا که هست
پرتو روی حبیب هست چون نیک معنی بدارد یعنی هر گاه خانقاه و خرابات مظهر
مقتضیات ذلت و صوف بصفت جمال و جلال بافتضای ازلی بحکمت
بالغه هستند پس عاشق را در فرق خانقاه و خرابات چگونه فرق باشد تا انکار
یکی و قبول دیگری نماید زیرا که هر دو مظهر حسن کمالات جمالیه و جلالیه ذات محبوب
اند اما صاحب خرابات و بانی آن مقامات که بر خلاف متابعت انبیا علیهم
الصلوة متوجه استار عشق دور دور است و استعداد ذاتی او بظلمت کفر
و بعد مستور سبحان الله هر گاه محب حقیقی بکلام تحقیق خود قل ان کنتم تحبون الله
فاتبعونی یحببکم الله فرماید پس محرومان از متابعت را چگونه منسوب بحب
و عشق محمود نموده آید زیرا که رد هبوا دارند بئس العبد عبد هوا یضل هر گاه نام
او در ازل بمقتضای حکمت بالغه غیبی حقیقی ضال باشد او را عاشق خواندن
مخالفت با مولی کردن است دقیقه دیگر باید فهمید که عدم فرق در عشق خانقاه
و خرابات بحیثیت نظر بدان حقیقته و مرتبه فناست اما بحسب التفصیل
و مرتبه بقا فرقیت واضح و چون فرق نباشد که هر گاه الله سبحانه مظاهر جمال را

marfat.com

بمحبوبیت یاد نموده و مظاہر جلال را مبغوض نام کرده کدام محب اگاه
و صاحب مرتبہ بقا و انتباہ کہ مخالفت با باقی حقیقی نماید و مبغوض او را بمحبوبیت
ستاید مگر کہ او از دایرہ محبت دور افتد و در مغبوضان داخل شود نعوذ باللہ
من شرور انفسنا و من سیات اعمالنا الغرض مقرر نہیان است کہ چون
متوسطان بوصل متلبس ملبوس اند و در مراۃ مظاہر مظہر را کم ساختہ
بحر مظہر نبینند لاجرم این دیدایشان از نارسیدگی بہ حقیقہ تفصیل
در ہر دو مظہر فرق نمی یابند اما چون مرتبہ بقا یافت و بدید حقیقی دیدہ
در شد محبوب محبوب و مبغوض مبغوض خواہد در آمد ذلک فضل اللہ
یوتیہ من الیشاء آنچہ مرقوم بود کہ ذات بحت را بوجہ من الوجوہ با خلق
نسبتی نیست غایۃ الامر شیونات اسماء صفات حق تعالیٰ کہ عبارت
از اعتبارات است در مراۃ اعدام پرتو انداختہ ظہوری پیدا کردہ الی آخر العبارت
مشعر صفات و شیونات او تعالیٰ تیز در رنگ ذات منزہ و والا ترند از
عدم مناسبت ذات با عالم بایں معنی است کہ در قید احاطہ ادراک ما در نیاید
صفات و شیونات او نیز چون از قید احاطہ ما منزہ اند در نیعدم مناسبت
شرکت دارند اما چون قرب و معیت او تعالیٰ بالکمال استغنا دہیکفی

marfat.com

حقیقی و منزه با هر مرتبه از مراتب در نفس الامر متحقق است و فیض بخشی و فیض
یابی هویدا نور مناسبت پدید است نور این مناسبت با نشان بمرتبه
اعلی رساند و مطلع اسرار گردانیده بر حقیقت بکیفی آگاه ساخته
اگر نور مناسبت نمی بود بوی از حقیقت مطلوب کی می یافت الله سبحانه را
نظر بر عدم مناسبت نموده دور تر نشاید انداخت هر که دورانداز تر
او دور نر انه قریب بحسب آنچه مرقوم بود که چند کس از شهود از شهود وحدت
تر شارند عزیز من شهود وحدت بر سه مرتبه است اول شهود وحدت
ذات الله سبحانه این بی متابعت حضرات انبیا علیهم السلام میسر نیست
چنانچه قبل از نگاشتم تجلون الله الی آخر الله خبر میدهد هر گاه واسطه وجود نبوی
وجود شریف آن اکابران باشد پس وجود شهود مذکور از جواد حقیقی
بی واسطه وجود آن کمال محال و متعذر است ولن تجد لسنت الله تبدیلا
دوم شهود وحدت روح جامع در مراتب مفصله ارواح که تعلق با جسام
دارند این شهود تنزیه مومنین که متوسطان طریقت اند مقرر شده
و از اینجا بفضل الله سبحانه بواسطه نور ایمان برآمده ترقی بسوی اصل مینمایند
و نادر را از اهل هوا نیز از ظاهر این شهود رو مینماید و در خود بند میکند

marfat.com

بی ایمان نظر بباطن شدن نمیدهد سیوم شهود وحدت عنصر مجمل کرکت
عرشی است در مراتب مفصله عناصر که تحت آسمان دنیا است اکثر
غیر تابعان انبیا را ابتلا درین شهود است و بغلبه هوا ایشان در دیده این
کج بین تحقق مینماید و از تیره ظلمت عنصری دیده بالا نمیرود اگر ریاضات
و مجاهدات ترکیه نفس بعد امیکنند درین شهود مینماید از تصفیه قلبی اصل هوا
محروم است اما این هر دو شهود اگر مشاهده اصل هوا از بدو عقاد
حضرات انبیا بظهور صفت جمالی بسبب مظهریت مشترک زیرا
کند از هوا بر آورد سبب ترقی در جانست والا بدرکات ظلمت خواهد رفت
و حجبت عذاب ابدی خواهد گشت و این مشاهد محروم از متابعت شد
در عذاب از غیر مشاهد خواهد بود باین تحقق واضح شد که هر ناظر شهود وحدت را
و اصل ذات واحد حقیقی شاهد فهمید تا زمانیکه بر بان متابعت حضرات
انبیا علیهم السلام در دیده انشود و لاتتبع الهوا فیضلک عن سبیل الله
بلکه قلیل الاستقامت را از مومنین از نزد چنین مشاهد اصل هوا دور
باید بود تا ظلمت او در او سرایت ننماید زیرا که در مذمت انبیا ضلوا فاضلو
اتفاق شده مقرر است بس کنم خود زیرکان را این بس است والسلام علیک یا علی

marfat.com

من لدیک مکتوب سیزدهم در تحقیق حقیقی نسبت صفات بذوات جایز خانه
بسم الله الرحمن الرحیم اُمتقدمین متکلمین تعالی سعیهم در نسبت صفات
باذات او تعالی کلما اجمالیه لاهو ولا غیره واقع است ظاهرا در حق سایل
که از عینیت و غیریت می پرسید زیرا که اطلاق عینیت و غیریت در نسبت
متعالیه مذکوره از شارع واقع نشد و این هر دو کلمه از مراتب مفهومیه
مدرکه محدوده است ذات و صفات او بکمال تقدیس و بیکیفی موجود پس وصف او
بعلم حادث بی تعلیم او و بعلم قدیم از کمال بی ادبی باشد سبحان ربک
رب العزت عما یصفون و به نفی عینیت و غیریت به بیکیفی محض ایمان
هر همه را لازم دایمی بود حتی که نفس مفهوم بیکیفی نیز بعدم باشد و بجای
توجه مفهوم بی کیفی بعلم بالله حاضر باشد ملک بوجهی که چون در موقن
خود غور رسی نماید از حصول خفی ملک اخفی مراتب نفس را مضمحل باید
اگرچه باقی این صفات موقوف است بر کمال خلو محتمل که بی وصول کمالات
ولایت خاص الخاص متصور نیست حضرات مجتهدین از حرارت تعبیرات
اجتهادیه سوای ایمان به بیکیفی محض در بیجا از زبان و حضرات انبیا علیهم
والتسلیمات لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک کویان

marfat.com

زیرا که هرگاه نفس قیاس احتمال خطا و صواب داشته باشد و عزم ما
تجرد ایمان به بیقینی بتعلیم او تعالی حاصل آید و متابعت آیه کریمه
ویحذرکم الله نفسه بر کمال میسر گردد و تحقیق نفس الامری جلوه نماید پس
با چنین امر متحمل خطا و صواب در ثنا و مدح جناب قدس دار الورا از ظهور ما
متحمل خطا و صواب کوشیدن و جرات نمودن از شان مجتهد عالیشان
بعید بلکه ابعد بنظر رسد زیرا که در مرتبه که یقین را مسرد نظن و گمان نباید پرداخت
که آنچه از ظن و قیاس پیدا و متصور شود از قبیل مخلوقات است سوای مسائل
معاملات که غرض ما در مسایل معاملات بمجرد اجمال بی تفصیل حاصل نمیشود
و معاد در شرح در اکثر محل معطل مینماید حال آنکه معامله معاملات در مرتبه
تقیید و تغیر است و باجتهاد مناسب العرض چون این کلمه اجمالیه سلف
بمتاخرین قدس الله تعالی سرهم نرسیده با وجود کمال علم بر تحقیق مذکوره مصدر
و تقدیس او تعالی دروازه تفصیل را واکنوده اند من وجه لا هو و من وجه
لا غیر و بیان فرموده اند و مراد از ان هر دو وجه این مقرر نموده اند که صفات
او تعالی زاید بر ذات است و نی انفکاک و شاید اختیار ایشان این چنین امر
ظنی را با وجود عدم یقین بتحقیق مذکور سلف شکر الله تعالی سعیهم و حصول

marfat.com

استغفار کمال باید بیکی ازین مراتب قدس الله تعالی برای دفع زیغ
باطنی کسانی از امت که در زعم ایشان از کمل احیای ارتفاع تقلیدین
میشده باشد که بسبب این تفصیل تشفی باطن ایشان کردد اما نزد یک
دانش کامل مقرر است که هرچند شفقتا هم بر امت این تحقیق قیاسی را
بجناب مقدس وراء الوراء از قیاسات اختیار کرده باشند اما این تحقیق
ایشان در همین مبحث قیاسی بوجوه معتبره نباشد زیرا که از شان
مجتهد بعید است بس از علماء دین متین که دارثان مجتهدین عظام اند زان
وجوه استفسار مینماید که اختیار ایشان متابعت این امر قیاسی آن
اعزه مجتهدین بی تحقیق مذکور محض تقلید نخواهد بود زیرا که در نظر کامل شان
تقلید اولی متابعت کلمه جامع سلف است که خطار ادر انجا کنجایش نیست
پوشیده نماند که اسوله قویه در اطلاق لفظ زاید در نسبت صفات با ذات
بموجب تحقیق حضرات متاخرین شکر الله تعالی سعیهم وارد میشوند اول انکه
در اطلاق لفظ زاید غیریت خفی مستتر است مد در اختیار غیریت اگرچه
خفی باشد مخالفت با کلمه جامع سلف شکر الله تعالی سعیهم مینماید دوم
انکه لفظ بی انفکاک واقع شده و زاید و مزید علیه دو شئی اند پس هر دو

marfat.com

انفکاک میان دو شئی با یکدیگر دلالت بر اتحاد با انفصال نمیکند
تعالی الله عن ذالک سیوم انکه زاید بر ذات که در خارج قابل انفکاک باشد
لابد در حیّز فهم ذهن که تحقیق علوم منحصر در همین رتبه است قابل انفکاک
است پس مثلاً صفت روح و حیات و علم و قدرت که قابل ذات نیست
او نمیشود که زاید بر ذات گوییم از روی نظر ذهنی بلکه که ذات منحیث هو
هو چه شان باشد یعنی بلحوظ تشویکه بعضی صفات میگویند
یا بلحوظ تعلق بغیر یا بلحاظ دیگر یعنی صفات ذات
مغایر ذات نیست در انفکاک ذات از صفات نقصان اول و عدم سبق تا
مشهود و اگر یکی را تدریجی غالب است غالب از مغلوب و استکمال مغلوب
از غالب متحقق با وجود انکه مقرر این نیز است که استغنا صفات از ذات
و استکمال ذات از صفات غیر معقول و اگر بر عکس گوییم نیز مقرر ایشان
است که ذات او تعالی موجود بصفت وجود و حی بصفت حیات و علیم
بصفت علم است که زاید بر ذات نیست پس یکباره ذات

موجود وحی و علیم چو وجود و حیات و علم نباشند استغنا ذات بجهتی
و استکمال صفات از ذات بجهتی متصور گردد بنجم آنکه مقرران آنند است
که ذات بخود قایم و صفات بوی قایم و موجود زیرا که اگر ذات بصفت قایم
باشد قیام متبوع بتابع لازم آید و این از دو نوع خالی نیست ذات
بخود قایم را صحیح نیست بوجه کامل ازلی دانیم یا نه اگر دانیم پس چنانکه او را قایم بخود
دانیم چنانکه مقرران آنند است نه بصفت زاید که قیام است همچنین موجود بذات دانیم
نه بصفت زاید که وجود است و حی بذات خوانیم نه بصفت زاید که حیات است و الی غیر ذلک
و این نیز خلاف تقرر آنان است زیرا که ذات را قایم بذاته میخوانند نه بصفت بخلاف
موجود و حی علیم و غیر ذلک و اگر این خلاف با تقرر مسلم داریم یعنی ذات را بذاته موجود و حی
و علیم دانیم نه بوجود و حیات و علم چنانچه بخود قایم دانیم نه بصفت نیز بتحقیق و ثبوت صفات
زاید تحصیل حاصل میشود سبحانه و تعالی عما یصفون و اگر بتقرر آنان مسلم داریم یعنی
ذات را قایم بخود دانیم و موجود و حی بوجود و حیات مثلا نیز اشکالین میتوانند اول آنکه
انکه قایم بذات دانیم و موجود و حی بوجود و حیات بچه تفویق حیثیت دوم آنکه اطلاق
قایم اگرچه بذاته گویند بی صفت قیام نزد ما متحقق نشود و اگرچه استلزاما نباشد
زیرا که سهم صفاتی است و ثبوت اسم صفاتی بی صفتی که مصدر او است نباشد

marfat.com

ومعامله برعکس کرد وچه لازم آید که ذات قایم باشد بصفت قیام که زاید
برذات ونفوس جمیع صفات بصفت قیام ونفس صفت قیام در قیام
خود تابع بدیگری نباشد الا بخود قایم بود حال انکه این نیز خلاف ضابطه ایشان
است فافهم یا اهل الفهم اگر ذات بخود قایم را من حیث هو کامل از
بدانیم در جمیع ملل غیر محمود وغیر مقبول است وقیام بخود متحقق شدنی نی
اگر گویند اطلاق زاید من حیث تفهیم است که در مرتبه تفهیم مفهوم ذات
دیگر است ومفهوم صفات دیگر پس منجر بتحقق نفس الامری هیچ نگفتند
حال انکه بحث ما در مرتبه وجوب است که قدیم وازلی ومقدم است بر مفهوم
وتفهیم وایمان را سزاوار است واین هر دو مرتبه مخلوقه اند تعالی والله خلقکم
وما تعملون ولایق نفی وتغیر پذیر مطلق کل من علیها فان ویبقی وجه
ربک ذوالجلال والاکرام وچیزی که لایق نفی وتغیر پذیر مطلق باشد سزاوار
وچوبی را بآن چسبتن از انصراف دور باشد وخبر تصورات نشستی چیزی
بیفزاید پس تحقیق مجتهدین سلف عظام را که قولی جامع سلف را
بلفظ زاید تفصیل میکنند در همین یکمرتبه حصر کردن بحسب معنی مذکور بد ظنی
کمال باشد زیرا که قصد مجتهدین سلف اظهار تحقیق حقیقی مرتبه وجوب

marfat.com

بکلد جامعہ مشعر بکمال میکنی جناب او تعالی از جہت ہا بیت خلق ہا شد
تا از حقیقت ایمان ہر معتقد و محقق تقلیدًا و تحقیقًا بہرہ ور باشد
و ازین تحقیق خیالی و تفہمی ہا مسبح ترقی دست نہد و ازین عبارت تقی
مطلق فہم فہم نکنی زیرا کہ ما فہم نکنم تنزیہ و عبادت کہ ما نکنم ملک نفی فہم محتمل
ادراک مطلوب است ہیچ آگہ تا زمانی کہ مراۃ تعین را نقوش اکوان
پاک نمیشود معلوم المکیف یا مجہول المکیف در خانہ تعین مستقر مخفی
می باشد اگرچہ معلوم من وجہ است نفس معلوم غیر معلوم است بلکہ آن معلوم
و اختیار یافتن برین نقصان بعد وصول بغیب نفسی است چون از مرتبہ
تفہم و مفہوم لو تعالی و ذاتہ النور او باشد و تحقیق این قول مفصل از تحقیق
حقیقی ظاہر نشود آن بہتر کہ با یمان بکیفی مخفی در نسبت صفات با ذات
او تعالی بمتابعہ کلمہ جامعہ شکر اللہ تعالی سعیہم مومن باشم و اطلاق ہر ذاتی را
بحسب مراد آن عزیزان ہمچو مسایل مختلفہ اسلامیہ قول مجتہدین دانیم
و تحقیق او با و سپاریم و کلمہ جامعہ را معمول خود سازیم کہ ہیچ محل شبہ و ابہام
نیست زیرا کہ کمال تقدیس و عظمت او تعالی است کہ با وجود قابلیت
لانبائیہ ذاتیہ کہ مستلزم بصفات اند نسبت او بصفات بکیفی مخفی

marfat.com

کہ نسبت بیکیف بہ بی کیف و بی کیفی است بہ نسبت عینیت و غیریت
بلکہ مفہوم عینیت و غیریت از مخلوقات اوست نہ از صفات علمی
سبحان ربک رب العزت عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ
رب العلمین مکتوب چہاردہم در تحقیق قابلیات صفات با صفات
بعد سلام آنکہ چون در نسبت ذات با صفات تحقیق نمودیم کہ لا ہو ولا غیرہ
یعنی نسبت بیکیف کہ ذات است بہ بیکیف کہ صفات اند نہ بیکیفی است و
نہ غیریت از قبیل کیفیات پس وجود ذات و صفات با یکدیگر اطلاق غیریت
و لیست نسخ او ہم چنین وجود قابلیت صفات را با صفات نسبت بیکیفی
است چہ اگر قابلیت صفات نیز بیکیف اند و آنچہ ظاہر و غیر است
ظہور کمالات ی قابلیات صفات است نہ نفس کمالات کہ کمالات
صفات نفس غیب الغیب محض اند قبل از مرتبہ ظہور در خارج و بعد از
ظہور و این گفتن کہ صفات ملابس کمالات ظہور اند بر فقہ این خلاف
حضرت جیو است مکتوب مانزدہم در بیان صفات سلبیہ الحمد للہ اولا و آخرا
بود و خیر مسعادت نشان شعار نشان حافظ اکمل و فقہ اللہ فرحت افزود و مطالعہ
آن حقیقت بوضوح انجامید آنچہ در تحقیق صفات سلبیہ جناب جل شانہ

marfat.com

مرقوم فرموده بودید که بعضی اعزه صفات سلبیه سلب صفت است
نه ثبوت صفت مثلا در لم یلد نفی صفت تولد است نه ثبوت آن همچنین
در لیس کمثله نفی مثل است نه ثبوت آن پس معلوم شد که در صفت سلبی
سلب صفت ناقصه از ان جناب است نه ثبوت آن مگر انکه بگوییم که در
وصف ذات مقدسه از نقصان شان وصفت ذاتی است که صفات ناقصه را
کنجایش در ذات پاک نیست پس آن شان وصفت صفت ثبوتیه است
نه صفت سلبیه پس در قولین تطبیق باید داد باین طریق که قایل در صفت
سلبیه ثبوت را باعتبار آن شان وصفت است که مانع نقصان است
وقایل در صفت سلبیه سلب را باعتبار آن صفت ناقصه که سلب ان واجب است
اگر اتفاق الاقات افتاد با المشافه توضیح او ضبح خواهد شد مکتوب شما رسید
الحمد لله علی ما انعم حمدا کثیرا اخوی با شرف الاخوان و برخوردار مکمل خوردان
بعد سلام مطالعه نمایید بورود در رقیمه مشفقانه فرخت افزود اردی مدت
بود که غریبی سوال معقولی غامضه نماید از مطالعه آن اردو حاصل شد بعد
شعار افقیر این هر دو اختلاف را در این تحقیق بخدمت حاجی صاحب سلطانپوری
قدس الله سره ظاهر کرده بود از عبارت لطایف بسته تعجب نموده فرمودند که انچه

* در نفی الاوصاف عن ذات الواجب و اثبات اضدادها من صفات النقص

marfat.com

دیگر هم تا حال بسیج تدقیق و تحقیق ظاهر نشد درینولا نجاطر عاجز ریخت دلهم
ختی پیشه خشند که مرتبه ذات و صفات و ملزومات را دو شان اند شان
اول کنت کنزا مخفیا بحسب این شان ظاهر که مرتبه ذات و صفات ظاهرا
بظاهریت خود بغیب مسمی و مرتبه ملزومات درین شان در مرتبه خفا مندراج
مخص و قفا و انتها مقتضی سمیت انها بغیب الغیب و شان دوم فاحببت ان
اعرف فخلقت الخلق لاعرف بحسب این شان دوم ظاهر که مراتب ملزومات
بلباس ظهورات خود درین شان ظاهر و بظاهریت خود مناسب باسم
غیب و مرتبه ذات و صفات بواطلاق محض درین مرتبه بوساطت ملزومات
هویدا لیس بامنعنی ذات و صفات درین شان غیب که بغیب الغیب مسمی باشد
چون ازین تحقیق درشان ظاهر شد که قولین شریفین راجهتین اند یعنی حضرت
پیر دستگیر کلان قدس الله سره بموجب شان اول اطلاق غیب بر ذات و صفات
و اطلاق غیب الغیب بر ملزومات فرموده اند و حضرت محمد شریف جیو قدس سره
چون تابع اند متبوع ان زنا حضرت قدس سره تعاودت اطلاق غیب و غیب
الغیب بر ذات و صفات و ملزومات بحسب مرتبه شان ثانی که مرتبه ظهور ست بیان فرمودند

marfat.com

لاجار تحقق شان ثانی که تابع است مرشان اول را بنظر مراتب ظهور بخصوصیت
خاص هر مرتبه چنان فرمودند و اطلاق غیب ملزومات مناسب اطلاق غیب الغیب بمرتبه ذات و صفات
انتساب نشده دیگر انکه چون تنزلات انسانی بمظهر تنزلات واحد حقیقی است
لاجار متبوعیت تنزلات انسانی بر جمیع لطایف از جهت مظهر خود که متبوع جمیع مراتب
صفات و ملزومات است متحقق فرمودند انچه فرمودند که اما غیب مظهر علم حضوری و غیب الغیب
مظهر حضور علم و نفس حقیقت تنزلات ربانی با وجودان همه در مرتبه حرف بحسب حضور
وجود است با نیمعنی که چون تحقق انسان منحیث عروج از طرف ثانی است لاجار جهت
عروج از مرتبه حصول که نفس ظهور است از مرتبه ملزومات که بغیب در ین شان مسمی است
شروع میشود درین شان و چون عروج از مرتبه علم حصول حاصل شد علم حضوری
و صول ملزومات در انسان مظهر ذات متحقق و چون ازین مرتبه ترقی واقع شد و صول
صفات میسر شد حضور علم ظهور فرمودند پس این حضور علم مرتبه صفات که غیب الغیب
درین شان اند بحسب اطلاع ازین متحقق و چون بفضل او تعالی ازین مرتبه عروج شد
و صول ذات جامع الکمالات بفضل او تعالی میسر گشته حضور حضوری علم حضور و حضور
علم نصیب این عارف گردند فافهم این آن مظهریت است که مملوه شد لا بل چون و صول از مرتبه
غیب و غیب الغیب ظهور خواهد فرمود و اصل را نتیجه خواهد بخشید سبحان الله از عبارت
علم ضرور لاجار علم حضوری در مرتبه غیب و حضور علم در مرتبه غیب الغیب

ظهور و ورود مظهر ان علم حضوری و علم حضوری در مرتبه غیب گردند و ذات و صفات که در علم حضوری

marfat.com

متصل لطایف تصریح ظاهر است که بیان ایشان از شرّ انسانی است دیگر
ان نفس داخل است مرتبه ظهور نانی و ظهور نانی تابع شان نانی است لهذا مذمت را
بغیب و صفات را بغیب الغیب مسمی نمودن مناسب تر مطلب پس کنم خود در کار ازین است
اگر اتفاق صحبت می افتد انچه زیاده مانده بالمشافه گفته خواهد شد ان شاء الله تعالی
بدعا یاد آرند و از یاد حق غافل نباشند مکتوب میفرستیم در تحقیق احاطه ذاتیه
الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله لقد جاءت رسل ربنا بالحق
اعوذ بالله من الشيطان الرجيم الا انه بكل شيء محيط آیه کریمه است حضرات علماء ظواهر
شکر الله تعالی سعیهم احاطه او تعالی را باحاطه علمی ازین آیه تعبیر و تاویل می کنند و آیه ان الله
فد احاط بکل شیء علما را مفسر این آیه کریمه مرقومة الصدر می فهمند و حضرات صوفیه
رحمهم الله سبحانه از آیه اول احاطه ذاتی بیان میکنند و از آیه ثانی احاطه علمی
میفهمند چون نظر دقیق کرده میشود قول باحاطه علمی درست بی شبهه مینماید
و قول باحاطه ذاتی موهم جسمیت و ظرفیت میگردد پس تحقیق این بیان فرمایند
تا حقیقت قولین بر منصه تفصیل جلوه گر گردد جواب عزیز من این عاجز را چه یارا
که در تفصیل اقوال اکابران دین زبان گشاید اما چون سایل را از جواب چاره
نیست بحکم وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ موافق فهم ضعیف خویش انچه از نور افتاب

marfat.com

علم حضرات صوفیہ اقتباس نمودہ منظور نمیدارد در فہم حضرات ظاہر
انچہ فہمیدہ و گفتہ ما مردم را بہ قدرت کہ در ان سخن کنیم اما چون با سایل لا ینطق
قرب تکلیمی است اگر از جانب حضرات صوفیہ بحث بیان واقع گردد
شود درست است پس از ینجہ خبری گفتہ میشود اما اول انچہ بقصان در سوال
سائل است بیان نمایم بعدہ تحقیق عقیدہ یعنی ہرگاہ سائل تحقیق حسجانہ و تعالی را
از جسم و جوہر یا عرض و منزہ میفہمند و تعلیم باحاطہ ذاتی کہ از خصوصیات جسم است
قدسی سبحانہ میدانند از غیر پرسش توہم جسمیت در دل او از کجا پیدا شد آری اگر مردم
ہرگفت قولی نفی جسم میکنند اما بوقت امتحان باطن ایشان ملوث بعقیدہ
مجسمیہ یافتہ میشود تعالی عن ذلک آری مجسمیہ را سزاوار است کہ نفی احاطہ ذاتی
واجب فہمیدہ لاجار رجوع باحاطہ علمی نمایند زیرا کہ در ثبوت احاطہ ذاتی بموجب
عقیدہ ایشان ظرفیت ذات و مظروفیت اشیا ثابت میشود و چون اصل ظرفیت
از احاطہ جسمی بایں حیثیت متصور میشود چون اہل سنت و جماعت نفی
جسم و عرض بل جمیع خصوصیات تقدیری حدوثی از جہات او تعالی میکنند
و ایں ہمہ دلایلہ اول و ثانی را از کلام او تعالی فہمند چگونہ وہم جسمیت و ظرفیت
و مظروفیت کہ خاصہ ممکنات است در مبدا پیدا شود و نیز چون اصل ذات

marfat.com

سبحانہ را لطف و متبوع و صفت را لطیف و تابع اعتقاد دارد پس
چنانچہ قایل بودن باحاطہ نسبتی لطف و متبوع کہ ذات است توہم جسمیت
و ظرفیت و مظروفیت پیدا میشود و ہمین توہم در مرتبہ لطیف و تابع کہ صفات است
یعنی قایل بودن باحاطہ باید کرد غالب تر پیدا میشود پس سبب این توہم احاطہ
ذاتی و چہ احاطہ صفاتی ہر دو را موقوف باید داشت و حال آنکہ چنین نیست بلکہ
لفی اول و ثبوت ثانی می نماید و این ترجیح بلا مرجح است و نیز چون می
فہمند کہ ذات او تعالی قایم بذات است و صفات تمام بذات قایم
و قیام صفات بذات مجرد از احاطہ ذات است صفات را پس چرا
نظر بعقیدہ خود می کنند کہ موجب این عقیدہ احاطہ صفات باشیاء مجرد
از احاطہ ذات میشود زیرا کہ محاط محاط محیط او است البتہ و نیز
چون می فہمند کہ بوجہی من الوجوہ صفات از ذات منفک نمیشوند پس تعلق
صفات را باشیاء کہ نفی تعلق ذات از آن کردن مجرد از عقیدہ انفکاک
صفات است از ذات می نیز چون می فہمند کہ صفات زاید اند بر ذات
عین ذات پس چنانچہ علم ذاتی را زاید فہمیدہ قایل باحاطہ او شدہ
بہ جنبش آمدہ کہ قایل احاطہ ذاتی را نمی شوند زیرا کہ چنانچہ علم صفتی از صفات

marfat.com

ذاتست احاطه بجمیع صفتی از صفات او سبحانه الله هر کاه سائل از دقائق
در حوزه سؤال بیخبر باشد از جناب احاطه او تعالی که در دایره ادراکش ذهنی است
چه در یابد الغرض عبارتی را مختصر کنیم و کوئیم که احاطه بر دو قسم است یکی
وصفی و حقیقی احاطه صوری خاصه و لایق مرتبه مخلوقات است اذ ادنی
تا اعلی و درین احاطه ظرفیت و مظروفیت جلی و یا خفی متحقق اکرچه
جهتی هم از مجهول باشد و احاطه معنوی احاطه صفات حقیقی است تعالی
مر آنرا بصفات ذاتی و چه فعلی که جمیع مراتب ممکنات را از اول
تا ابد بتصرفات تعالی خود تا تعلق کمال دارند چنانچه صفت قدرت که تصرفات
معانی قدرتیه با جمیع اشیاء تعلق بر کمال دارد کذالک صفة العلم والاراده
و غیر ذلک من الصفات و احاطه حقیقی خاصه ذات پاک او تعالی است
و احاطه حقیقی این است که بمراتب وجوب از صفات و کمالات و بمراتب
امکان از جوهر و جسم و عرض از ظاهر و باطن قلیل و کثیر قیام و وجود
از ذات سبحانه دارند و غیر ذات او تعالی با این حقیقت حقیقی احاطه
همه یکی متحقق تو الحمد لله علی ذلک که بفضل خویش از حقیقت حقیقی
احاطه مطلع ساخت و از این تحقیق توهمات حسیه و ظرفیت فرو نشست

marfat.com

وانچه می بائیست بر صفحه اعتقاد جلوه گر شده باید فهمید که توقف علماء ظواهر
شکر الله تعالی بعدم دراحاطه ذاتی منعراز نفی احاطه مفهومه صوریه
عوام است مجراز نفی احاطه حقیقی زیراکه ثبوت این احاطه ایمان محض
است ذلک فضل الله یوتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم مکتوب
تبرهیم در تحقیق بعضی عقاید شرعیه اعتقادیه الحمد لله الذی اخرجنی من
ظلمات الکفر وادخلنی فی دار الایمان با النصر والظفر فسبحان من تحیی
الامرات ویوصلهم فی درجات الولایات فهو المنزه عن الاتحاد والحلول
فی المخلوقات بالذات والصفات وان کان جمیع ما سواه عین ظهور
حسن الکمالات والتنزهات فسبحان من احتجب عن عیون الغافلین وجعل
الحاضرین فی عین حضوره المتحیرین یوزود رقیمه اخلاص مشحون ازان
محبت لی لکین فرحت افزود خاطر تشنه آب اسعاف طالبین سیراب گردید
انچه مرقوم بود که جواب مفصل مرقوم نمایند انشاء الله سبحانه هر مسئله را که واضح
بیان می نمایم بفضله تمام مسموع فرمایند اگر چه باب مسایل توحید و نسبت
معیت واقربیت حق سبحانه با خلق بعد مجاهدات بسیار و صحبتهای
بی شمار است اما بحکم والمأمال السائل فلا تنتهر انچه که عبارت حمل آن میتوان کرد

marfat.com

تحت رقم می آرم شاید که نافع باشد اول انکه انچه مرقوم بود که بعضی مردم میگویند
که اگر عالم را غیر حق تعالی گویم مخلوق را با خالق چه لازم آید منشعا این توهم از عدم
رسیدگی است بحقیقت الله سبحانه که صانع است و حقیقت مخلوقات که مصنوع
او ست اگر اطلاع بر هر دو حقیقت مذکوره میخواهند مثال صورت متخیله خود را دلیل
این مدعا سازند صورت متخیله خود را بعد ترائش در مرتبه متخیله غور نمایند و بدانند
که تمام صورت مجعوله متخیله از سر تا پا با جمیع عرصه و مکان که ظرف محل تحقق
صورت است در مرتبه وهم محض است و صانع این صورت متخیله که شخص است
موجود خارجیست پس با وجود غیریت صریح و احاطه و معیت آن شخص
با صورت از اتحاد و حلول در صورت لازم آید حد با منزه و مبرا است چرا که
حد در مرتبه وهمی را با مرتبه حقیقی خارجی جنسیت نیست قریب باشد یا بعید و این
امور مذکوره بی جنسیت قریب یا بعید متحقق نیشوند کما لا یخفی علی الناظر المتامل
عزیز من چون تحقق حدود در میان دو شی مبنیست مکان بهر دو طرف است
پس عجب نادان که با وجود این بر لامکانی الله سبحانه احتمال حد پیدا
آرد و با وجود این که هر حادث صریح ضد قدیم و جمیع اضداد غیر یکدیگر اند
را از اطلاق غیر قدیم توقف نماید پس محقق شد که در نظر دانا مخلوق

marfat.com

غیر خالق و تحقق حدود باطلاق غیریت درمیان خالق و مخلوق غیر معقول
دانچه نوشته بودند لازم آید اگر گفته شود که همون معلومات الهی جل شانه موجود شده اند
لازم آید که اشیاء حقایق الیشان شئی واحد باشند و آن غیر جایز که حقایق
اشیاء را الخفرت متصوفه قدس اسرارهم معلومات الهی جل شانه فرمودند
سعادت شعار متصوف صاحب تکلف را میگویند که بتکلف حال صوفی
برخود گیرد و اینکس نارسیده بمدعا است پس حضرات صوفیه باید گفت متصوفه
تا کلام ایشان محل اعتماد باشد پس باید دانست که تحقیق قول صوفیه عظام محتمل
در معرفت معلومات بسیار ادق است چه اگر گویم که همان معلومات موجود شد
لازم آید که اشیاء و حقایق الیشان شئی واحد باشند و اگر گویم که موجود غیر معلوم
است این خالی از دو حال نیست یا انکه گویم که معلوم دیگر بود و موجود غیر آن
نشد پس لازم آید که انچه موجود شده معلوم حق نباشد و این نقصان علم است که معلوم
دیگر باشد و موجود در وقت خود غیر معلوم باشد یا انکه گویم که معلوم در علم بود
و انچه موجود شد شده و مثال آنست در هیولا وجود هیئتی در علم او تعالی
لازم آید و این از صفات مخلوقات است پس تحقیق این آنست که هر شئی موجود
مملوقه را بصفات الهی سبحانه دو نوع تعلقی است یا صفات ذاتیه چنانچه قدرت

تعلق ثانی

marfat.com

وعلم وارادت وباین تعلق هر شیئی که متصور و معلوم و مراد حق است ازلا و
این صفات عالیه با هر شئی قبل موجودیت اشیاء و بعد آن مساوی است
بی کمی و زیادتی و بی تقدیم و تاخیر اگر کمی و زیادتی هست یا تقدیم و تاخیر
است نسبت شئی مذکور است نسبت قدرت فعل الله سبحانه تعالی عن
ذلک و لی حصول وجود مثالی هر شئی در علم ملک بعلم حضوری هر شئی را
با جمیع وجوه و اعتبارات او در آنمرتبه که شدنی است با جمیع مراتب زمان
و مکان ازلاً علیم برحق است الی الابد و هر شئی بعینه معلوم است شئی حصول
اینها که صور علمیه بعضی ازین مراد داشته اند خاشاک کلا صور و حصول را در علم
او تعالی کنجائی نه بلکه معلوم او بعینه همون شئی است قبل الموجودیت
و بعدها ذلک من المعارف الغریبة التی افاضها الله سبحانه علی قلب
صاحب الطریقة الاحسنی فی الطریقة النقشبندیة و تعلق است باضافات
فعلیه چنانچه خالقیت و رازقیت و هر شئی بعینه مخلوق و مرزوق و حادث
باین تعلق پیش هر شئی من حیث تعلق صفات فعلیه مخلوق و موجود
و حادث است که معلوم شئی دیگر است موجود شئی دیگر این متنازع صریح
پس محقق شد که همین زید معلوم است و همین زید موجود و غیر زید و الکه

marfat.com

مرقوم بود که لازم آید که حقیقت شی عین شی باشد مشفقا ایرادی نباشد
که بگویم که المعلوم معلوم چنانچه گفته شود الحیوان الناطق حیوان ناطق
بلکه میگویم که هذا الموجود هو هو معلوم لاغیره و کما یقال هذا الانسان هو هو
حیوان ناطق فلیس الانسان الا الحیوان الناطق پس حقیقت الشی شی
درست آمد پس فرق در حمل عبارت است نه در نفس شی و حقیقت بحمد الله
پس کنم خود زیر کانرا این بس است و اما که مرقوم بود که حضرات متصوفه مخلوقات
از مراتب واحدیت فرموده اند در خالق و مخلوق محض تغایر اسمی مقرر نموده
اند چنانچه زاله و باران و الا یک چیز است مشفقا اگر مخلوقات را از مرتبه
واحدیت با بمعنی گویم که مجردی از اجزای مرتبه واحدیت است این
خطا محض است نظر براکه واحدیت مرتبه صفات و مرتبه صفات مرتبه
اسمی تجزی و تبعیض و هیچ کمی از صوفیه قایل تجزی و تبعیض آن مرتبه نیست
اری از متصوف اینچنین گفتن دور نیست چراکه وصول او در مرتبه
طمانینیت است و حسب ظن از خطا محفوظ و اما که مثال زاله و باران میگوید مراد ان
جزئیت نیست تعود باالله مهنا بلکه مثال من بعض الوجوه برای تحقیق و
بخشی از ظهور متعلق صفات فرموده چنانچه زاله صریح ظهور متعلق آب

marfat.com

اما قطع نظر از مرتبه جزئیت والا اگر محض تغایر اسمی بگویند و
حقیقت متحد میخواهند بین یافت نه یاقوت صوفی اهل صفاست
بلکه درک متصوف اهل هواست ربنا اتنا من لدنک رحمة
وهیئ لنا من امرنا رشدا دیگر آنکه یک تخته تخت پوش بلید باشد
باید دید اگر تختها را بایکدیگر بامیخها پیوسته اند گو پاک یک تخته شد
حکم تخته واحد دارد نماز بر تمام جایز نیست خواه جائی بلید نماز کند خواه
پاک و اگر تختها را بایچوبکهای تخت تختها می باشد بامیخهای می پیوندند
و بوسیله آن چوبکها پیوستگی تختهاست بایکدیگر و تختها را
بپوسیله آن چوبکها نماز بر تخته پاک جایز است جوابش سوال
در تخته دراز که یکطرف او بلید باشد نیز درین حاصل شد و جا در نیز حکم
تخته نماز در روی نیز در گوشه پاک نماز درست نیست اگر بغفلت
از رکن امام خبر نیافت بعد جزا گر مانند لاحق آن گمان موقوف را
ادا کرده با مام رسید درست است + و اگر کنی درمیان گذاشته با مام
پوست دست نیست مسواک غیر مسواک خود کردن جایز نیست لقطه نیست
لقطه نیز دارد و تعریف معتاد آن نکند اگر زن حایضه قبل از عادت پاک

باشند رفته و نماز بعد طهارت ادا نمایند اما نزد یک شهر زود الف
در قرآن که در مثل تیلوای نویسند چنان معلوم است که برای فرق
در میان صیغه جمع و مفرد است که بعضی صیغه مفرد بر صورت صیغه جمع
می آیند در جای که لا باشد وقف ناکردن ضرور است و بعضی قرار
که در بعضی موضع که در وقف کردن بهتر است وقف نمی کنند سند از بعض
صحابه رضی الله رسیده که تمام قرآن بیوقف خوانده اند و در سوره فتح در اذا
در حاشیه نویسند که وقف النبی صلی الله علیه وسلم در مانکی وقف کردن
عذر است بزرگان حالت عدم مانکی را منظور داشته اند و گفته اند
اگرچه تمام نگرفته اند الغرض کلیه این است که هر که دانا از معانی در ترکیب
الفاظ است اگر تفاوت الفاظ را منظور داشته باشد بر دو چندان
ضرور است مگر اسکه تعلیم بعوام نشود در رعایت وقف ضرور نیست
و این مسایل وقف و بعضی مسایل دیگر که در فهم نیایند موقوف بر حصول
صحبت دارد نذیر رحم کم الله سبحانه و یغفر لی خطیتی مکتوب نویسم در جواب
در تحقیق حقیقت کلام الله هو المتکلم بلا تعدد و مخاطب
با الکلام الواحد الحقیقی فی الازل و ظهور کلامه علی المخاطبین بالفاظ

marfat.com

متعددة في مرتبه بحدوث بكمال الكرم والفضل لطيفه انيقه شرف افزار
دوستان مهجور از اشرف مجبان پرتو در احسن اوقات شرف صدور يافت
در حقيقت امور مطلوبه مطلع ساخت چون خيد مكتوب آن عزيز غير مشتمل بر توضيح
عقايد نوشته بودم از مدارك آن عقيده كه ميان عزيزان مدين اوقات اشكالي
داشت در حل آن تكلفها مي كشيدند و بفضل الله تعالى مفصلا واضح كشته و در درج
كتابت در آمد بالعزيز نوشته ميشود اميد است كه اين نيز از خدمتكاري
مومنان باشد بامر مولى قديم چون مقرر اهل سنت و جماعت است كه حق تعالى
در ازل الازل بكلام نفسي خفي متكلم است بلي بعدد و تجزي زيرا كه تعدد
از حروف و الفاظ بهم ميشود و اين هر دو در ان مرتبه عالي كجائي ندارند
چگونه كجا بس انميتوانست بود كه او تعالى متكلم بكلام نفسي است خيالي
و تعدد حروف خاصه مرتبه خيال و لسان است عن الابعاض
و الامثال منزه بالكمال و چون بر اكثر افهام تحقيق اين معني دشوار بود بجند
وجه يكي انكه هر گاه او تعالى در ازل متكلم بود هيچ شيئي غير او با او نبود كان الله
و لم يكن معه شيئي بس ظهور كلام او تعالى مخاطب واقعه شود و كلام بيجا
در مرتبه معروفه منزه النعوت و لو وضعا بي مخاطب مفهم اثبات نمايم بس ظاهر است كه تكلم

marfat.com

سخن برای تفهیم و فهم معانی است و چون او تعالی بعلم ازلی خویش مدرک
جمیع مراتب وجوب و امکان است پس کم و کاست آنچه از کلام مدرک خواهد بود
از دو حال خالی نیست زیاده بر معلوم یا عین معلوم در اول بنقصان علم
و در ثانی تحصیل حاصل و دیگر آنکه آنچه در اینجا ظاهر و پیداست و مایان بقرائت
آن مشروط میدانیم متعدد و متکثر است و عقیده شرعی است که کلام
خدای تعالی معروف است بر زبانهای ما و محفوظ است در دلها و ما و مکتوب است
در کتابها و ما مکتوب است در کتابهای ما و آنچه بین الدفتین است قرآن
است و کلام او و حال آنکه در این مراتب مقرره شرعیه بر ما آنچه تحقیق و ثبت است متعدد
و متجزی است پس اگر ما کلام مطلق او را ای این مراتب مذکوره دانیم پس آنچه مقروء و محفوظ
ما است این را چرا نمیدانیم چرا نمیدانیم مخلوق و غیر کلام دانیم پس از کلام او تعالی نخواهد
باشد و این خلاف مقرر فرقه ناجیه است این حقیقت معنی طفل اکابر خود قدس سرهم را بر این
عاجز چنان ظاهر خواهد بود که او تعالی از لا مادح و د صفت و حامد دلست قدیم است
با جمیع محامد و او صاف بوحدت حقیقی با طلاق صرف نفسی بحرف و صوت
با درک مطلق نورانی چنانچه شاید بلک هر صفتی از صفات در هر اسمی از اسماء
از آن جناب قدس مدعی و وصفی است از نفس ذات بر ذات قابلیت

از قابلیات لاغایات بل ذات او تعالی مر خود را امدح مدائح بهتر اعلا
ثنا ها و با وجود بیغایتی و بی پیهائی این مراتب از تعدد مبرا و منزه امدارتے
بی کیف حقیقی بیانست که با وجود کمالات لاغایات تعدد و تجزی در انجا
کنجایش نداشته باشد سبحان الله کلمه لاتهیت که در اوصاف اوست
کافیست برای نفی تعدد و تجزی چه هر چه متعدد و متجزی است بلاشک نهایت
پذیرست بلکه هر عدد در مرتبه خود منتهی است فاذا انتفی النهایات انتفی التعدد
و التجزی و چون مدح و وصف بی متکلم تحقق نپذیرد پس او تعالی مستحق باسم
باسم متکلم و موصوف بصفه کلام باین حقیقت حقیقی و وحدة تحقیقی احتیاج
هیچ مخاطب غیر او نبود پس کلام او تعالی باین تحقیق کامله بلا تعدد و تجزی در ازل الازال
بلاشک و شبه موجود و ثابت باشد چون صفه کلام از صفات ذاتیه است و ظهور
صفات ذاتیه فی المرتبین است قدمائی مرتبه الوجوب و حدوثانی در جته الامکان
پس این ظهور مذکوره فوقانی صفة الکلام در مرتبه اولی قدیمی و ازلی است
و باین ظهور او تعالی مسمی باسم ظاهر باشد و درین ظهور اول احتیاج مخاطب
غیر او نبود و تحقیق ظهور ثانی چنین است که هر صفتی را از صفات و هر مدحی را از
مدحها او قابلیات مخفیه غیب الغیب لانهایه هستند و این قابلیات

marfat.com

مخفیه اقتضاء ظهور ثانی و موجودیت خارجی داشته اند باراده حقیقی و حکمت
بالغه تحقیق براوقات ازلی و این اوقات نیز ظهور مقتضیات همان
قابلیات اند لاغیر تا بنظور قابلیات مخفیه در نیمرتبه ظهور اظهر پیدا کند و مراد
مدح و ثنا با جمیع قابلیات لامتناهیه خویش که کنز مخفی عبارت از اوست
از مرتبه غیب در مرتبه شهادت باطلاق بحث ظهور پذیرند من حیث النفس و از مرتبه
اندماج در مرتبه عرفان تفصیلا جلوه گر شوند تقید اوحدو تا مسحیث نفوس قابلیتها
چون اوقات ظهورشان باشرایط مقدره در رسید بظهور فیض وجود حقیقی بر
تقیدی اعتباری حدودی از کتم عدم در نیمرتبه محسوس شهودی ظهور پیدا کرد
و بود شش بقدر نمودش عطا و مورد همگی بنفسه ظهور نما و در مدح جناب قدس آمد
و معامله خفی و غیبی در مرتبه عرفان شهادتا و تفصیلا ظهور نمود و در عین
شهود ایمرات ظهور ذات و صفات کامله باطلاق بحث و اتمع معنی لیس
لله ما فی السموات اینجا باید فهمید پس در دوره نزول ذات کایات بنفسه ظهور
مدحی و وصفی است جناب قدس حقیقی را و کلمه انیت از ظهور کلام مطلق
او در مرتبه ثانی مدح حضرت عیسی صلوات الله علی نبینا و علیه السلام بلفظ
کلمه از جناب قدس و آیته ما تقدت کلمات الله منبت این دعا و موضح این

marfat.com

ادّعا است مکتوب نیستم در تحقیق قول منظومه حضرت پیرو دستگیر بنوری قدس سرّه
لهذا من تراکیستم همین حدیث ها تو نمی نیستم همین حدیث ها شعر این معنی
است پس این ظهور صفة الکلام در مرتبه ثانی حدوثی و تقیدی بود باین
ظهور او تعالی مسمّی بنام اظهر باشد و بکلام واحد حقیقی در هر دو مرتبه متکلم تحقیقی
و هر ذرّه از ذرّات کائنات ظلّی از کمالات کلام مطلق باشد بحسب تحقق مصدره
و این ظهور ثانی صفة الکلام بر دو نوع است عام و خاص در نوع عام هر ذرّه
از مخلوقات شیئی و از یوم مرتبه جامع اجمع در ظهور عام نور محمدی است در مرتبه
انوار وجود او علیه الصلوة و السلام در مرتبه جماد و عام بودن این درجه
بنا بمعنی است که هر فردی از افراد کائنات اگرچه ظهور کلمات است از امر کن وجود
و تنها بمعنی محمود حقیقی را متحیث ظهور کما لاته لیکن هر چه دارد از افعال و اقوال
و غیر ذلک از جنسیات تقیدی منسوب و مضاف در این مرتبه بسوی تقیدات است
اگر کلام مخلوق است مضاف بسوی مخلوق و اگر سمع و غیر ذلک نیز مطلق باو
زیرا که در تخلیق اینها قلیل و کثیر واسطه مخلوق واقع بلکه در تخلیق اینها تخصیص
امتیاز و دلالت ذاتی الی مخلوقه تعالی شیئه مخلوق کرده اند و حفظ این خصوصیت
بر هر فردی لازم گشته و نوع خاص کتب منزله سماویه متحیث اللفظ و المعنی

لامنحیث اللفظ والفاظ احادیث قدسی کویا برزخی است میان دو نوع
عام وخاص واکمل واجمع در نوع خاص حضرت فرقان است لارطب ولایابس
الافی کتاب مبین برین مدعا دال است وخاطی دران لین مرتبه بامعنی است
که لفظاً وحقیقةً منسوب بجناب قدس است ودال بر کلام مطلق حقیقی در صفتی
دیگر درین دلالت وانتساب ترکتبه باو ندارد ودر اسطر هیچ مخلوق من حیث
تصرف غیر از مظهریت فقط در وی متصور نیست اگرچه منحیث اللفظ نقطه
باشد بلکه در عین تخلیق این الفاظ وحروف متبرکه تخلیق وتخصیص
انتساب ودلالت ذاتی ذی الی الله تعالی نموده اند والتزام حفظ این
خصوصیت بر همه مومنین فی جمیع الازمان مقرر فرموده پس این تحقیق
متحقق شد که در مظهریت ظهور قابلیات اند ناحیه خود کلام مطلق ماجیه
حقیقی با جمیع قابلیات خویش کما هو اطلاقاً ظاهر وپیدا است و
در عین پیدائی مقروء وقاری ومحفوظ حافظ ومکتوب در صحائف ما است
بی احاطه وقدرت قاری بی ادراک حفظ حافظ وبی اتصال حروف
وکاغذ بلکه محیط جمیع ذرات مظهریت بکیفی صرف وانچه مدرک
ومحاط است غیر ظهور قابلیات از ماجیه نیست واین را بر دیت او تعالی

marfat.com

کرمومنان را مدد در آخرت شدنی است و او تعالی مرئی ما خواهد بود بی
احاطه و ادراک قیاسش ما میدرد که هیچ شبهت نیست و اضافت حقیقت
کلام بسوی او تعالی من حیث صفت ذاتی اوست و انتساب الفاظ
و حروف متعالیه بانجناب اقدس من حیث اعلی مرتبه مخلوقه اوست و منظریت
خاصه مر حقیقت کلام مطلق را زیرا که این ارسیانی منظم که بر الواح و کاغذ
و غیر ذلک ثابت است ترکب مسبح مخلوقی هر روی متصوریت غیر از منظر
فقط و تیر تهمین معنی است و نفخت فیه من روحی در اینجا روح مطلق مراد
که مبدا مخلوقات است سبحان الله از اینجا عظمت و علو این حروف و الفاظ
قرانی باید فهمید که انچه از صفت تعظمی روح مطلق را بعین مرتبه جوهریت بسط
نصیب فرموده اند این حروف و الفاظ را در این مرتبه محسوسه مرکبه ذراتیه و نسایب فیما
بینها از زاویه مخلوقیت اینها بواسطه مخلوق است پس از معنی و حقیقت
این حروف کسی چه بیان نماید الغرض اکمل و اجمع و اشمل از جمیع آیات
قرانی ایه تسمیه است از اینجاست که اول هر سوره آمد و افتتاح و ابتدا
هر سوره بلک است لهذا هر امری بالذات امور ذی بال بوی لازم پس کلام او احد و نفسی و جامع
کمالات خویش بحیث جامعیت حقیقت این ایه عظمه است بصورت نقطی این

آیت منبرکه صورتی است مر حقیقت معنوی خود را که کلام مطلق است و کمالات
آن کلام مطلق من حیث مقروئیه معنویه حقایق اند مر دیگر آیات قرانی و کتب
منزله فوقانیه را و مرتبه کلام نفسی بحیثیت جامعیت و مدح مطلق که حقیقت
تسمیه است مشعر بر جمیع کمالات خود را و مرتبه تمامی مقیدات که ظهور
قابلیت اند ماجیه کمالات کلام مطلق اند در اوقات موقوته اقتضائیه
ظهور داشته اند بحسب اقتضای ظهور داشته اند بحسب اقتضای عالی بمجرد امر کن
که قابلیت از کلام مطلق بر منصه شهود جلوه گر شده اند باین تحقیق واضح شد
که تسمیه نقطه ایست جامع مر حقیقت و صورت الف لام میم را حقیقتاً
و صورة و مراد از الف لام میم هر سه مرتبه وجوبست از اینجا تحقیق این آیات
که حضرت بر در حق تسمیه فرموده اند باید دریافت والسلام والاکرام
گرچه دورم ولی قریب ترم طالب روی دوستان خودم باید دانست که تسمیه
کلام حق سبحانه است سوال اگر کنند که مقرر اهل تحقیق است که کلام او تعالی
بحرف و صوت است و تسمیه تمامی حروف است پس چگونه اطلاق کلام بر
جایز باشد کذلک علی جمیع الکتب السماویة المکتوبة فی مصاحفنا
والمقروة بالستنا والمحفوظة فی قلوبنا جواب اطلاق کلام بر تسمیه و جمیع کتب

سعادیه نزد دو اوصاف از جهت اضافت تخلیقی یا از جهت اضافت توصیفی
اگر همین حروف بکنوبت اطلاق بکلام او تعالی کنیم نیز درست است اما این
اضافت سوای اضافه تخلیقی کو میگوید که تمام کمال این حروف هو هو کما هی مخلوق
او تعالی است ابدی مظهریه کلام مطلق حقیقی که منزه از حروف و صوت
است و تصرف هیچ مخلوق در تخلیق آن متصور نیست الا البیان المخصص چون
از تصرف تمامی مخلوقات این الفاظ متبرک عالیه منزه باشند و الفاظ را الی نسبت کردن
بعنوی متکلم چاره نیست پس لاجرم این الفاظ عالیه را ثابت کرده شود که کلام او تعالی
است اما باضافه تخلیقی علوشان قرآن را باید دید که آنچه روح اعظم را در عین مرتبه
علو روحانی و نورانی که از جمیع مخلوقات اول است و بهایت مرتبه تنزه دارد
با اضافت تخلیقی مشرف ساخته از چنانکه قوله تعالی و نفخت فیه من روحی شعر ایمعنی
الفاظ مکتوبه مقید حسنا که این همه الفاظ کثیره مظهر کلام مخلوقی دیگر افغان
نسبت کرده از حقیقت حقیقی آن کلام بیان نماید که از صفات قدیم ازلی و ابدی
گرا بایست که بی پاس این منطه هر لو محل آن متوهم کرد دو ما کان لبشر ان
یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب الآیه و اگر از جروف نظر برداشته آنچه
این حروف متبرکه بر آن دلالت دارد از کلام حقیقی است و از ما تکلم آن محفوظ ان

بمجرد ادای این حروف بی تقدیم و تاخیر بمعیت حقیقی واقع است اگر بران
مرتب حقیقی اطلاق کلام کنیم درست است لیکن باضافت توصیفی زیرا که در عین
تکلم این الفاظ متبرکه که تکلم بکلام مطلق حقیقت است غیر اگر متکلم این الفاظ تکلم
بکلام حقیقی میسر شد پس چگونه کار کرده باشیم ذلک فضل الله یوتیه من یشاء و این
از فضل او تعالی است که با وجود علو شان کلام مطلق که از کرد حروف پاک
و مبرا است بمظهریت این الفاظ متبرکه سبکتر از حقیقت کلام مطلق
بی زیادتی و نقصان مشرف میفرمایند باید دانست که ظهور کلام مطلق
اولا بنفس عالم است که انجا حرف و صوت نیست اگرچه نورانی باشند و این
ظهور اول در نور اول است که نور محمدی است صلی الله علیه وسلم و القای لطیفه
سری مشعر از انست و ثانیا بحرف و صوت نورانی که آن جبرئیل سمع صوتا
و الاعلی کلام الله و علی ما اراد الله ازان مراد است و ثالثا بحرف و صوت جسمانی
که آن تکلم جبرائیل را بنبیست رابعا بحرف و صوت جسمانی که از ان تکلم حضرات
انبیست علیهم الصلوات خامسا بحرف و صوت مکتوبی که آن کتابت مصاحف
پس مومن را باید بهر مرتبه نزول و تنزلات خمسه که مشرف گردد در عین وصول این مرتبه
وصول مرتبه حقیقی کلام مطلق بل وصول متکلم ازلی باطلاق محض

واتحاد تعین نماید تا در حجت نماند مفرعه یاد رخانه من کرد جهان کردیم ؛ ؛
مثل مشهور است مکتوب است بیکم محمد صادق حالند هری در تحقیق عقیده که انسان
فاعل مختار است بسم الله العظیم والحمد لله الکریم معروض خدمت دارد
محب صادق را بهره از صدق حقیقی و معرفتی از عقیده صدیق در مسئله اختیار
چنانچه مقرر اهل سنت و جماعت است بفضل بی نهایت او تعالی حاصل باد
غرض من در مسئله اختیار و معذب شدن بنده عاصی بنظور اسم قبار رسیده
بود بدانکه هر گاه هر ذره از ذرات و هر مخلوقی از مخلوقات من کل الوجوه مراد و مقدور
ارادت و قدرت او تعالی باشند و در هیچ زمانی بلکه آنی از جنبش و آرام هر جاندار
بوجود آید همه بتمامی خلاف ارادت و قدرت و اختیار خداوندی است
پس بنده را مختار گفتن و فعل اختیاری این را موجب عقاب این مقرر نمودن چه معنی
دارد و ثبوت نام مختار با وجود این اضطراری کمال در حق او چگونه متحقق شود و با وجود این
بی اختیاری کمال او را معذب ساختن چگونه از انصاف باشد غرض من دانستن این نیست
او در راه است از راه تقلید و تحقیق تحقیق اما تقلید این است که چون اهل حق
سنت و جماعت را از همه مذاهب اهل حق یافتیم پس در جمیع مسائل مقرره ایشان
بصدق کامل هر خاص و عام را از تابعان ایشان صادق کامل و معتقد شامل بعد استماع

عقاید مذکوره باید بود اگرچه بر تحقیق وجوه آن مطلع نباشم و به یقین قلبی بدانم
که آنچه مقرر این طایفه اهل حق است برحق است چنانچه طالب العلم مبتدی را شبه
در حقیقت علم فوقانی که در آن دست رس ندارد پیدا نیست اگرچه نمی فهمد اما می فهمد
که نمی فهمد لیکن ایمان تقلیدی غیبی بر حقیقت آن علم فوقانی خود دارد بی ترتب
و شک اما تحقیق این تحقیق موقوف بر تحقیق حقایق اشیاء است کما قال
النبی صلی الله علیه و آله و سلم تعلیما لنا الهی خلصنا عن الاشتغال بالملاهی
و ارنا حقایق الاشیاء کما هی و آن تحقیق مرتبه عالیه دارد که نادری از خواص
ملک اخص خاص نصیب است و در تبع نبی خویش بان سرفراز میفرمایند ذلک فضل الله
یؤتیه من یشاء اما چون برکت لسان روشن بیان انجمن عزیزی نادر العصر
بعید نیست که در دماغ عقیده مبتدیان صادق نیز به تفهیم بیان خود بوئی از آنچه
تحقیق دارد معطر سازد بنابران حرفی چند که امانتی است از ان عزیزان
بر طالبان مستعد بیان مینماید باید دانست که قبل موجودیت خود هر مختار و مجبور
مراد و معلوم و مقدور علم و ارادت و قدرت خداوند لیست جل شانه ذاتاً
و صفاتاً و کمالاتاً باختیار رب تعالی تم بر بنده و این همه برای اظهار حسن کمال
اسمائی خود است در مرتبه خارج بی احتیاج او لیسوی این اظهار در عین حکمت

بالفعل است وتحقیق علیحده پس بعضی ازان معلومات ومرادات ومقدورات
در مرتبه خود بمظهریت صفات لطیفه مخصوص وبعضی بمظهریت صفات قهریه
باحسب کمال هر صفتی از صفتین بمظهریت مظاهر مخصوصه خود ما ظهور اظهر پیدا کند
وچون در جمیع مظاهر کامل تر واقوی تر برای مظهریت آن مرتبه عالیه ایشان
است وتحقیق مظهریت کامله بی ظهور جمیع صفات ازلی لم یزلی او تعالی متحقق
نیست پس در همان مرتبه علم وارادت وقدرت ازلی ایشان قبل موجودیت خود
بصفت وجود وحیات وعلم وارادت وقدرت وسمع وبصر الی غیر ذلک قابل
ولایق وموصوف آمد ومعلوم ومراد ومقدور گردید کذلک بصفت الاختیار
وکنتی در همان درجه متعالیه باسم موجود وحی وعالم ومرید وقادر وسمیع
وبصیر الی غیر ذالک بی انکه موجود باشند وخارج وکذلک باسم المختار وجون
بعد موجودیت انچه ازان نسل در ایشان بایشان ظاهر وپیدا است چه از ذوات
وصفات ایشان وچه افعال واثار ایشان تمامی کمالی بی زیادتی ونقصان
ظهور همان مرتبه اولی است پس در هر مرتبه نیز بسمی همان اسامی وموصوف
بهمان صفات مخصوصه خود آمده اند بی زیادتی ونقصان واز جمیع مخلوقات
دیگر مختار در صریح تر پس لازم وواجب بر ذی علم وعقل است که بهر نامی وصفتی

که مولای او تعالی شانه قبل موجودیت او را اسمی و موصوف ساخته و منظر
و متصرف اسماء و صفات خود مقرر کرده و استعداد او در همان مرتبه علم و اراده
و قدرت از قبول آن ابا و انکار نکرده و قابل بقبول آمده چنانچه آیه انا عرضنا
الامانة الی آخر الآیة از مرتبه استعداد به او خبر میدهد بعد موجودیت خود نیز
در همین مرتبه خود را بهمان نامها اسمی و بهمان صفتها موصوف داند و خود را
تابع هوا و خود ساخته بآیتهای طبعی و هوا اسمی نداند و معدوم و جاهل
و مجبور قرار ندهد و داند که تخلیق عالم محض برای اظهار حسن کمالات صفات
لطیفه و قهریه است در هر صفتی با اقتضای ازلی قدیمی خویش مقتضی موجودیت
خارجی منظر مخصوصه خود است و در عین اقتضای او بمنظر هر منظری بنامهای
مخصوصه و صفات ذاتیه و افعالیه خود اسمی موصوف و چون انسان را از همه
مظاهر برای مظهریت کاملتر و لایقتر مقرر و مقدر فرموده از اینجهت ظهور حسن
کمال بر اسمی اکرد در مظهر پیدا میکردد و مظهر را در تمیزی و علمی نباشد مظهریت
کامله در حق او چگونه ثابت و متحقق میشود پس نمره صفات لطیفه در مظاهر است
و صحبت مظاهر است و نمره این صفت در ازل اسمی باسم نواب و نمره صفات قهریه
در رد و ریخ و این اسمی بعذاب و رد و جود این امتیاز علمی در مظهر بظهور صفت تمیز حقیقی

وعلم قدیمی است چون تمیز او تعالی بعلم قدیمی او سبحانه بی صفت اختیار
واجبی نسبت لاجرم اختیار کونی وحدوثی را برای ظهور اختیار وجبی
ازلی بحسب مرتبه معلومه مقدوره موجودیت خارجی عطا فرموده اند تا از مظاهر
دیگر شانی علیحده پیدا کند و از ابنای جنس خود بسبب فعل اختیاری اگرچه
کونیت تمیزی جدا حاصل آرد لمیز الله الخبیث من الطیب برین مدعا دلالت
دارد چون امتیاز یافتن جنبث از طیب بی ظهور امر و نهی متعذر بود بس
در همان مرتبه معلومیت و مقدوریت بهر امری و نهی که مامور و منهی بود
در مرتبه موجودیت خارجی همان مامور و منهی است و بسبب ظهور امر و نهی
امتیازی کمالی و میان خوبها پیدا کرده تا از درکهٔ چهل برآید و مظهریت
کاملهٔ الایق آید عزیزمن شبهه انکار در مردم که در سه اختیار میکنند نیز
در همان مرتبه معلومه مقدوره با اختیار ایشان برای ظهور کمالات اختیار
حقیقی غرشانه معلوم و مقدور است کما و تعالی بحکمت بالغه خود مظهریت کمالات
علمی خود که خاصه مظاهر لطیفه است ایشان را مغرور و مکرم نساخته و این نیز
از ناقابلیت حقیقی استعدادیه ایشان است اگرچه این خوبست در حق بعضی
دایمی و در حق بعضی اوقاتی باشد زیرا که چون ایشان امتیاز کمالی در مرتبه

امکان و مرتبه وجوب دست نداده و در تحقیق مظهر و مُظهر اگاهی میسر نشده
میگویند که چون در هر فعل و قول و اسم و صفت خود مصروف و تابع اختیار
و قدرت واجبی باشیم چگونه اسم مختار و قادر و صفت اختیار و قدرت
در حق خود مسلم داریم زیرا که در هیچ فعلی و قولی اگر بی تابعیت اختیار واجبی
خود را مستقل و فاعل می یافتیم البته در آن فعل و قول تحقق صفت اختیار
در ما می شد و چون چنین نیست پس اختیار هم نیست گوییم که حق سبحانه
تعالی بمحض ظهور فضل بی نهایت خود اگر در حق انسان در اراده ازلی برای
مخصوصه مقدر ساخته در سینه انسان ریزد تا بدانند که ما و هر چه در ما پیدا
و ظاهر است ممکن است چه از ذات تا وجه از صفات و افعال ما و ممکن از آنکه بیند
که من حیث الذات و الصفات و الافعال بودن و نابودن او در تحت اختیار
واجب الوجود بود و واجب نیست غیر حق تعالی پس اگر ذات و وجود ماست که بآن
مسمی بموجودیم و اگر صفات ما چنانچه سمع و بصر و علم و ارادت که بآن مسمی هستیم
بسمیع و بصیر و علم و مرید بتمامی محتاج و منتقر در بودن و نابودن خود الی وجود
و جمع و بصر و علم و ارادت واجب تعالی است که در یک صفت الا اختیار ما که در
اخذ و ترک شئی بحیثیتی درجه که ما در آن وجه ایم و خود را از جمیع مخلوقات

دیگر منم بیابم محتاج و مفتقر الی صفت اختیار حقیقی واجبی است و اختیاری که خاص
جناب قدس اوست واجبی قدیم ازلی لم یزلی است که از شرکت غیری و تغیری
و تبدیلی منزه است و او تعالی مختار حقیقی است و اختیاری که صفت ماست
ممکن و حادث و فانی و مستهلک و در هر آنی بی خود با خود است و هیچ وجهی بلوی
شرکتی با اختیار واجبی ندارد و چگونه طلب این شرکت نمایم که او تعالی در تخلیق عالم
اظهار حسن و کمال خود خواسته بحکمت بالغه خود آئینه تر مظهر اسماء و صفات خود
گردانیده اگر اختیار خود مستقل باختیار خود جویم این کمال با موافقت بجناب
قدس او کردن است و عالکمال در حق خود در اقتضای نقصان و کمال او
و این محض نادانیست و اختیار این عقیده این نادان را بنظهور اسم مختار او تعالی
متجلی قهر بست عزیز من اگر بنظر کسی در یابی که مولا رتو ترا فاعل و مختار خواند
چنانچه در عمده اعمال ما شنیدیم و مخالفت قول او تعالی خود را خیر مجبور و غیر مختار
پنداری با مخالفت مریح بر اختیار تو دال است چه اگر مختار نمی بودی البته
آنچه از قول او تعالی و قوعیست از زبان تو نمیرصادر نمیشد بی زیادتی و نقصان
و دانی که انکار از اختیار نیز باختیار است و این انکار تو باختیار منظهر ظهور
همان اختیار حقیقی است برای جلوه گری حسن کمال صفت قهریه که معلوم مراد

ازلیست نه لغوی جدید و زاید چون بامین بینا شدی از چاه قدرت
و حیرت بلدی و مخصوصیت اهل حق مختص شدی ربنا اتمم لنا نورنا
رحمت انک انت الوهاب مکتوب سیم دوم بفضیلت و کمالات دستگاه
حقایق پناهگاه میان شیخ محمد فاضل چیونی زبان انکه بر علم عادی خود نظر داشته
و خود را از سر علم تحدیثی مغمور دیده و دانسته ستایش و وصف و ثنای
مولا جل و علی باز نباید داشت و در تحریص شوقی از مرتبه بشهود و
بدرجه خلوت و حضور زیبا مناسب ذالک اندراج یافته
الحمد لله الذی علم الانسان الوصف و التوصیف کما یلیق بذاته
و اخرجه لطف الوهم الکثیف فعرفه حق معرفة تعلیمه و وصفه کما هو موصوف
بأوصاف قدیمة و وصف نفسه بنفسه بعلمه القدیم یتحقق بالاحاطة الکاملة
و التعالی فوصفه لسبحانه متعلیم و منظریة علمه بعلمه الذاتی الازلی
القدیمی لیست لانحلوا کانه احاطه بالشیء و قوله تعالی لا یحیطون بشیء من علمه الا
علم العادی المخلوق العاری عن منظریة خاصة فهی عین الاستغناء
و غناء و عن اوصافنا بعلم العادی محبوب و مقتضی لذاته ان وصفناه
نوصف علمنا من لدنه و حمدناه بالحمد الحقیقی کما وصفناه بالوصف

القديمي اذا تحقق هذا فثبت ان العارف العالم قد ترقى من درجة
الوصف الذي كان بعلم العارف الوهمي الخيالي ودخل مدرجة الوصف
التعليمي القديمي فعجب من العارف الذي ترك مرتبة العليا الثانية
التي حصلت له بمحض فضله ونزل في مرتبة الاسفل المتروكة ينظر اليه ويحب
نفسه محروما ومقصرا عن وصف ذريته وهذا عدم تحديث تعليم ربه فيه ومخالفته
صريحة بقوله تعالى واما بنعمت ربك فحدث فاعلم ان في عين ترقيم هذا المكتوب
الهام الي ان هذا العارف كان عارف الرسمي الوهمي والكان نظره تقليد
او وهما الى مرتبة العليا لكن مقامه في المرتبة الاسفل فلا بد له ان يجيب نفسه
مقصرا من وصف الحقيقي واما العارف الكامل المكمل الذي ذكرت وصفه في
صدر الكلام اذا ترقى من حضيض الجهل الى درجة العلم الحقيقي علم ان المنعم
الحقيقي انعمه بنعمة خاصة وعزه بتعليم حقيقة صفاته بمظهرية علمه القديمي المحيط
الهام الي ان هذا العارف كان عارف الرسمي الوهمي والكان نظره تقليد
او وهما الى مرتبة العليا لكن مقامه في المرتبة الاسفل فلا بد له ان يجيب نفسه
مقصرا من وصف الحقيقي واما العارف الكامل المكمل الذي ذكرت وصفه في
صدر الكلام اذا ترقى من حضيض الجهل الى درجة العلم الحقيقي علم ان المنعم
الحقيقي انعمه بنعمة خاصة وعزه بتعليم حقيقة صفاته بمظهرية علمه القديمي المحيط
بالاحاطة الكاملة فوصفه كما هو تعليم علمه وحمده كما يليق بذاته القديمة
هو مقتضى تمكنه الكامل المكمل فهو الله الظاهر الغني وفي عين غنائه محجوبه ومقتضى غناه ان يكون ظهر
مدقق مظهرية علمه الاسمائي من وهو الباطن الحقيقي وفي عين بطونه وتنزيه عن الشهود يحب ويقتضي
من اجل الى المرتبة الاسمائية الجامعة شهود كمالاته في مرآت اجل الشهود لتتلتهم يعلموا انهم انسان
الى وصول الى الذات الجامع ومقتضى
القدير بفضله وهو
الظاهر

باسم الباطن ولو شاء الله لجمعهم على الهدى ولكن يؤخرهم الى اجل مسمّى
واما اطلاق الغايب منه على الغيب الحقيقي مع عدم تردد له على ما تقرر
عند المحققين هيل له اثر ونقل ثم انه قد تبين عند الكاملين المكملين
ان ارتفاع جميع مراتب الظلال من نظر الطالب حتى العرفان
الشهودي الذي وصوله في اللطيفة الروحية الا بالخروج عن المعروف
الشهادي الذي هو النور الاول بحضور السري فالخروج من الحضور دخول
في غاية القصور وهو سبحانه اعلم مكتوب سيوم از حقايق اگاه ميان
عبد الكريم فذير لهادي در تحقيق حقايق ومعارف اگاه ولايت وكمالات دستگاه
زبدة المحققين وعمدة السالكين ميان محمد جان وحاجي الحرمين الشريفين حاجي
شيخ محمد طاهر جو همواره بر مسند ارشاد متمكن بوده فيض بخش خلايق باشند
از جانب كمترين فقرا احقر عبد الكريم بعد از سلام فقر انه وغريبانه من مقام
وزيرآباد بجناب عالي معروض ميدارد كه اشتياق ملاقات گرامي ايشان از حد
زياده ميدارد بر وقت موقوف است كه حق سبحانه وتعالى نصيب گرداند
اميد كه از ياد خود ياد وشاد مسفر موده باشند احوال خريان بقلم عاطفت
مرقوم مسكرده باشند كه در تمعني سربلندي فقر است ديگر انكه بعضي از عزيزان سوال

marfat.com

که صفت تکوین از صفات مشروط و بعضی مسکوت عنه از صفات غیر مشروط اند
ما برین است که از صفات غیر مشروط است پس ظهور آن مذاهب برین نسبت می آید
که اگر صفتی از صفات حقیقیه باری تعالی لو فرضاً سلب نمایند چنانچه اگر صفت قدرت یا
مثلاً سلب نمایند عجز لازم می آید همچنین اگر صفت تکوین را سلب نمایند جهل لازم
می آید دیگر انکه در تجدد امثال حضرت پیر دستگیر حضرت جیوه شاه الله سره العزیز
نوشته اند نفی مطلق و عدم مقید است و نفس محمری ابدی است در جواب سایل سوال
میکند که اگر عالم در یک آن معدوم و موجود میشود در اعراض عالم هیچ سوال نیست
اما در جواهر عالم سوال باقی می ماند اگر مثل او دیگری در همون آن پیدا میکند
جزاء فعل بر غیر فاعل لازم می آید و اگر همون جوهر اول را پیدا میکند تحصیل حاصل
لازم می آید که جواب این سوال هر سه مذکوره را بعبارتی که قریب الفهم عوام باشد
بنویسند انکه قوله تعالی کل یوم هو فی شان حق سبحانه و تعالی همیشه در کار است
و تعطیل در صفات جایز نیست هر گاه عالم نبود حق سبحانه در چکار بود پس
از ظهور کمالات ذاتیه و صفاتیه اگر تعطیل صفات باشد جایز نیست که مستلزم نقص است
تعالی الله عن ذلک سبحانه علوا کبیرا و اگر در کار باشد قدم عالم لازم آید و لا
جواب شافی مرقوم نمایند مکتوب بست و چهارم در جواب این حواله عقایق آگاه عبد الکریم و بیرا بادی سلمه

الحمد لمن له العظمة والكبرياء وعلم آدم الاسماء كلها والصلوٰة على نبيه الكريم
بفضله العليم العظيم وعلى آله واصحابه اجمعين اما بعد سلام فقيرانه غريب نياز مطالعه غائبانه
فرمايند لطيفه شريفه شرف ورود يافت بعضي اسوله كه مندرج بود مطالعه
در آمد مذاكر جواب احقر نادان محض آنست وبيارائي آن ندارد كه درچنين بساط
بلند محسوب شود اما چون از حضرت بي كيف بتوسط حبيب دانا ولي ارزه تعليم نمايد
وبراي اظهار برادران دين امر فرمايد ادا ازامتثال ضرور ليست جواب بتحقيق تمام سوال اول
سميوم انكه معلوم است خلق كه خالق راست سبحانه از عالم حدوث وامكان
هنيست بلك از وجوب وقدم است دران مرتبه چه ذات علم وچه صور وامثال عالم
آن معلوم بچه كيفي اند واين وجود از عدم تفرقه بين المعلوم والموجود است
علم حضوري حق تعالى بر علم حصولي خلق قياس نبايد كرد شتان ما بينهما
جواب سوال دوم انكه تكوين از صفات فعليه حقيقيه است نه حدوث چنانكه شيخ
ابو الحسن اشعري ومعتزله گمان برده اند وان تفرقه كه هر صفتي كه ذات به ضدان
موصوف نباشد حقيقيست وصفتي كه ذات به ضدان موصوف باشد
فعليه است نيز زد شيخ ابو الحسن اشعري است والا لازم آيد كه صفت ارادة
حدوث كلام از صفات حقيقيه نباشد چرا كه ذات بضدانها موصوف است

چنانچه قوله تعالی ان الذین یریدون الیسر ولا یریدون بکم العسر وایضا لا یکلمهم الله
ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم واگر رفع شبهه نشود در عقیده حافظیه معه
جواشیه و غیره کتب کلامیه نظر بر کمارند مخدوما صفات همه حقیقته اند و فرق
درمیان صفات افعالی و صفات ذاتی با وجود انکه همه حقیقته باشند چنانچه حضرت
پیر دستگیر بیان میفرمایند آنست که ظهور صفات ذاتیه قدیم است و ظهور
صفات فعلیه حادث و صفات همه ذاتیه و فعلیه بنفسها قدیم هستند
و حدوث ظهور صفات فعلیه بحیثیت خصوصیت خاصه انها گفته میشود و الا
در ظهور تبعی که با صفات ذاتیه تبعا واقع است قدیم است زیرا که درمیان
خود با نسبت لاهو و لا غیره است این از کم کسی شنیده میشود و قوف
بر وقوف اصطلاح این است جواب سوال ثانی انکه تجدد امثال یعنی سیوم
است که هر مخلوقی را از اعراض و جواهر در هر آنی تغیر مطلق واقع است
هم بحسب ظاهر و هم بحسب باطن یعنی ذاتا و صفاتا و همین دلیل است علما را بر حدوث
عالم اگرچه بتجدد قائل نباشند و قوله تعالی کل شیء هالک الا وجهه مقوی این معنی است
پس این سلاکت بر جمیع مخلوقات چه جواهر و چه اعراض در هر آنی واقع
ملک لازم ذات انسان است پس اگر در همان آن در عین سلاکت بوجود موهوب

معزز و مکرم نشوند بعدم مطلق رود هر زهی اقتدار او سبحانه تعالی باد چنین
هلاکت غیر بعضی را منقطع الظهور ساخته و بعضی را ابدی الظهور ساخته
چنانچه در عقیده شرعیه مقرر است خبر فانی نگردد یا بمعنی است که حضرت جلو
قدس سره تغیر مطلق و عدم مقید گفته اند و نفس مخبری ابدی فرموده اند نه یا بمعنی
که عالم در زمان واحد بعدم مطلق رود و باز در همان ان مثل آن بوجود آید زیرا که
این خلاف واقع است و قابل اعتراض و اگر در کلام بعضی صوفیه لفظ عدم
هم واقع شده است مراد انها همین تغیر مطلق خواهد بود و نیز این قول
مذکور جواب به صوفیه و اشاعره چون صوفیه بعدم مطلق قایل اند در حق
ادشان جواب بعدم مقید است یعنی عدمیت مقید است باعراض
و تغیر مطلق جواب است به اشاعره که قایل بتجدد اعراض اند غیر جواهر یعنی
تجدد صحبت تغیر بجواهر و اعراض شمولی دارد زیرا که جواهر و اعراض همه داخل دایره
امکان اند و هر ممکن حادث است و دلیل حدوث او تغیر اد است فافهم
جواب سوال چهارم آنکه کل یوم هو فی شان یا بمعنی است که صفات ذاتیه او تعالی
بر متعلقات خویش همیشه در کار اند و این تعطیل که در صفات فعلی ملحوظ
می گردد اضطراری نیست بلکه اختیاری است اگر تعمق نظر بر تبعیت صفات

فعلی که مر صفات ذاتی راست که بصد جان ارزان است هر گاه حق سبحانه تعالی را
به تعلیم او تعالی از زمان حال و ماضی و استقبال منزه دانیم پس تعطیل را
که منعزاز زمان استقبال است چرا از میان برنداریم فتامل والسلام علی
تبع الهدی مکتوب میست پنجم بر تحقیق عدم وقوع رویت در دار دنیا مکرر بان سرور صلعم
جواز رویت او سبحانه بچشم سر در دنیا در بیداری از تقررات و اعتقادات اهالی
هر چهار مذاهب اهل سنت و جماعت است شکر الله تعالی سعیهم و معتزله منکر این جواز اند
چه در دنیا و چه در آخرت اما وقوع رویت حق سبحانه تعالی بچشم سر در دنیا حق
هیچکس از انبیا و اولیا و هیچکس از اهل مذاهب اربعه جایز ندانسته اند منکر در حق آن
سرور اشرف المرسلین و افضلهم علیه الصلوة و علیهم اجمعین اختلاف صحابه
است رضی الله تعالی عنهم حضرت عائشه رضی الله عنها و بعضی صحابه قایل عدم
وقوع رویت بصری اند در دنیا مطلقا در شب معراج و غیران و از بعضی
صحابه در حق آن حضرت یکبار یا دو بار وقوع رویت بصری در دنیا در شب
معراج و غیر آن روایت کرده اند و این اختلاف هر دو طایفه نیز بقیاس
نیست بلکه بقول رسول است صلی الله علیه وسلم و علی آله اجمعین چون حضرت
عائشه صدیقه و بعضی رضی الله عنها و عنهم اصحاب بعد تشریف آنحضرت

از معراج پرسیدند هَل رَاَیتَ ربک یعنی در شب معراج دیدی رب خود را
گفت انّ نورانی فکیف اراه یعنی انه نور است چگونه بینم او را و نیز فرموده
رایته بفؤادی یعنی دیدم خدا را بدل بعضی دیگر چو پرسیدند یا رسول الله دیدی تو
خدا را در شب معراج فرمود لا انه نور انی اراه یعنی الله سبحانه و تعالی
نور است دیدم من او را و این اختلاف در قولین در دیدن یکبار یا دو بار
است افزوده ازین اتفاق تمام در منع او هست اما حضرت امام اعظم رضی الله
عنه فرمود ندا الا خوط هو لکونه یعنی در حق آن سرور در وقوع و عدم وقوع
رویت بچشم سر در شب معراج و غیر آن از دنیا احتیاط آنست که ساکت باشیم
و هیچ نگوییم و علم از انجا اسبار یم ازین تحقیق ثابت شد که هیچ یکی از اصحاب کبار
و مجتهدین عظام در حق خود قایل رویت در دنیا نیست و هیچ کسی را در دنیا
میسر نشد با وجود کمال در رعایت کامل قدم ایشان نهایت اولیاست عجب از
بعضی جهال این زمانه است آن رویت که در حق آنحضرت صلی الله علیه وسلم
یکبار نیز با تفاق ثابت نشده باشد در حق خود و توابع خود که استبعاد باشد
کردن نمیدانند هر آنی و در هر زمانی بی توقف همان رویت را قایل اند بلکه مسکوت
که ایمان بی رویت کامل نمیشود بلکه ناقص است و این قول ازین سخت تر از قول

marfat.com

ایشان برؤیت است چه از قول ایشان لازم آید کہ ایمان ایشان عاری
است از ایمان کسی کہ در حق او خطاب لن ترانی قطعاً واقع است و این کفر
محض است ضلوا فاضلوا الولیک کتب الشیطان الا ان حزب الشیطان ہم
الخاسرون و از بعضی اولیا رکہ کلمہ رؤیت سرزدہ رؤیت سری است نہ رؤیت
بصری زیرا کہ این ملعن خلاف مذہب سنت و جماعت است و در حق ایشان
بدظنی کہ ہست در عقیدہ منظور میفرمایند؟ من قال فی الدنیا ارادہ بعینہ
فذالک زندیق ملعون و متمرد لعین و خالف کتب اللہ و الرسل کلہا و نازع عن الشرح
الشریف و البعد الاوفر و ذالک کمن قال فیہ الینا بصری وجہہ یوم القیامۃ
در تفسیر بیضاوی در بیان معنی آیہ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃ الی آخرہ باید
کہ چہ میفرمایند پس ازین تفسیر متحقق شد کہ آنچہ بعضی نادان از عبارت تفسیر
بیضاوی کہ در صورہ فاتحہ در معنی ایاک نعبد و ایاک نستعین فرمودہ اند در
بصری می فہمند نادانی محض است و این از نافہمیدگی عبارت تفسیر
و برای توضیح عقیدہ در توقف رؤیت در دنیا چند فصل از کتب احادیث
باسناد معتبرہ در ذیل این عبارت آوردہ شدہ فصل الاول عن جریر
ابن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکم سترون ربکم

عيانا وفي روايته قال كنا جلوسا عند رسول صلى الله عليه وسلم فنظر الى
القمر ليلة البدر فقال انكم سترون ربكم كما ترون هذا القمر لا تضامون
في رويته فان استطعتم ان لا تغلبوا على صلوة قبل طلوع الشمس وقبل
غروبها فافعلوا ثم قرا وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها
متفق عليه وعن صهيب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا دخل اهل
الجنة الجنة يقول الله تعالى تريدون شيئا ازيدكم فيقولون الم تبيض وجوهنا
الم تدخلنا الجنة وتنجنا من النار قال فيرفع الحجاب فينظرون الى وجه الله فما
اعطوا شيئا احب اليهم من النظر الى ربهم ثم تلا للذين احسنوا الحسنى وزيادة
رواه مسلم عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ادنى اهل

الفصل الثاني

الجنة منزلة لمن ينظر الى جناته وازواجه ونعمه وخدمه وسريره مسيرة الف
سنة واكرمهم على الله من ينظر الى وجهه غدوة وعشية ثم قرا وجوه يومئذ ناضرة
الى ربها ناظرة رواه احمد والترمذي وعن ابي رزين العقيلي قال قلت
يا رسول الله اكلنا يرى ربه مخليا به يوم القيمة قال بلى قال وما اية ذلك
في خلقه قال يا اباورزين اليس كلكم يرى القمر ليلة البدر مخليا به قال بلى
قال فانما هو خلق من خلق الله والله اجل واعظم رواه ابوداود

الفصل الثالث

عن ابي ذر قال سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم هل رأيت ربك
قال نورانى اراه رواه مسلم وعن ابن عباس ما كذب الفؤاد ما رأى
اقتمارونه على ما يرى ولقد راه نزلة اخرى قال رأه بفؤاده مرتين رواه
مسلم وفي رواية الترمذي قال رأى محمد ربه قال عكرمة قلت لابن الله
يقول لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار قال ويحك ذاك اذا تجلى بنوره الذي
هو نوره وقد رأى ربه مرتين وعن الشعبي قال لقي ابن عباس كعبا بعرفة
فسأله عن شيء فكبر حتى جاوبه الجبال فقال ابن عباس انا بنو هاشم فقال
كعب ان الله قسم رؤيته وكلامه بين محمد وموسى تكلم موسى مرتين ورأه
محمد مرتين فقال مسروق فدخلت على عائشة فقلت هل رأى محمد ربه فقالت
لقد تكلمت شيئا قفت له شعري قلت رويدا ثم قرأت لقد رأى من آيات
ربه الكبرى فقالت اين ذهب انما هو جبرئيل وما اخبرك ان محمدا
رأى ربه او كتم شيئا مما أمر به او يعلم الخمس التي قال الله تعالى ان الله
عنده علم الساعة وينزل الغيث الآية فقد اعظم الفرية ولكنه رأى جبرئيل
في صورته الامرتين عند سدرة المنتهى واجياد له ستمائة جناح قد سد
الافق رواه للترمذي وروى الشيخان معه زيادة واختلاف في رواية

قال قلت العين فاين قوله ثم دنى فتدلى فكان قاب قوسين او ادنى
قالت ذاك جبرئيل عليه السلام كان يأتيه في صورة الرجل وانه اتاه
هذه المرة في صورته التي هي صورته فسد الافق وعن ابن مسعود في قوله
فكان قاب قوسين او ادنى وفي قوله تعالى ما كذب الفؤاد ما راى وفي قوله
تعالى ولقد راى من آيات ربه الكبرى قال رأى جبرئيل عليه السلام
له ستمائة جناح متفق عليه وفي رواية الترمذي قال ما كذب الفؤاد ما راى
قال راى رسول الله صلى الله عليه وسلم جبرئيل في حلة من رفرف قد ملاء
ما بين السماء والارض وللبخاري في قوله تعالى لقد راى من ايات ربه الكبرى
قال راى رفرفا اخضر سد افق السماء وسئل مالك ابن انس عن قوله تعالى
الى ربها ناظرة فقيل قوم يقولون الى ثوابه فقال مالك كذبوا فاين هم عن قوله
تعالى كلا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون قال مالك ان من ينظرون الى الله يوم
القيمة باعينهم وقال لو لم ير المؤمنون ربهم يوم القيمة لم يعير الله الكفار بالحجاب
فقال كلا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون رواه في شرح السنة وعن جابر عن النبي صلى الله
عليه وسلم بينا اهل الجنة في نعيمهم اذ سطع لهم نور فرفعوا فاذا الرب قد
اشرف عليهم من فوقهم فقال السلام عليكم يا اهل الجنة وذلك قوله تعالى

سلام قولا من رب الرحیم فالی فنظر علیهم منیظرون الیه فلا یلتفتون الی شی
من النعیم بادامو انیظرون الیه حتی یحجب عنهم و یبقی نوره رواه ابن ماجه
مکتوب سیت ششم در تحقیق بعضی اقوال مشایخ که از بعضی اعزه صادر شده
چنانچه قدمی هذی علی رقبة کل ولی الله تحریر سبحان الله و بحمده در حق
مقبولان خود چه فضل فرموده که ایشان را متخلق باخلاق خود نموده حتی که چنانچه
در کلام خود عبارات محکمه و متشابهه وارد فرموده در کلام مقبولان خود نیز
از انبیاء علیهم الصلوة والسلام و اولیاء قدس سرهم نیز بکلمات محکمه و
متشابهه ملهم نموده تا اهل صفا اهل زیغ خفی محکمات آیات متشابهات
نمیکرده کما قال سبحانه تعالی فاما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابه
منه الایة سوال از بعضی اولیاء کلمه عیست و همه اوست و از بعضی دیگر لوائی
فوق لوای محمد و کلمه از کلمات حضرت ایشان که مقام خود فوق مقام حضرت
صدیق رض و رنگین تر از و یافتم و کلمه حضرت غوث الثقلین قدمی هذه
علی رقبة کل ولی الله و امثال هذا از متشابهات میدانی یا از محکمات جواب
این همه اقوال متشابهات اند که بی تاویل یا تسلیم رسیدن مقصود نمیشوند سوال
اگر کسی بمظاهر این اقوال اعتقاد کند بی تاویل چه قبح لازم می آید در دو قول

اول کفر لازم زیرا که در ظاهر قول اول غیر حق را حق گفتن است و در قول
ثانی خود را از نبی خود خاتم الانبیاء علیهم الصلوة والسلام فوق پنداشتن
و این هر دو کفر است و در دو ثانی قائل این عقیده بحسب ظاهر ابتدا مبتلا
ببدعت است زیرا که در ظاهر قول اول که از حضرت ایشان غنیمت فضل بر صدیق اکبر
رضی الله عنه در سیره و در قول ثانی که از حضرت غوث الثقلین است فضل بر مطلق صحابه و فضل
بر امام مهدی است حال انکه فضل امام مهدی رضی الله عنه بمقتضی حدیث اجماع
جمهور بعد صحابه بر جمیع اولیاء تا قیامت ثابت و مقرر و قول بر خلاف تقرر است
و این در غیبت و ضلالت عزیزین حضرت غوث از فضل امام مهدی بر خود
هرگز استنکاف ندارند و چون استنکاف ندارند و چون استنکاف کنند که به
تعلیم علم لدنی عالم بفضل او هست و هم عالم بورود احادیث بر فضل او
رضی الله عنه و غیر واجد فضل خود سوال اگر تابعی از توابع بزرگان که قایلان
این هر چهار قول اند مثلا بر ظاهر این عبارت عقیده شد و این را از فرط
محبت نامیدند حق آن است چه حکم سوء ادب این از فرط محبت است فرط سوال
و مخالفت با سر صحبت دیدی است و نادر ضمای ایشان در دین هویدا مستدل
را نیست که مثل عیسی علیه السلام بسبب این عقاید توابع متبوعان ایشان

کما قال سبحانہ بعیسیٰ علیہ السلام ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِی وَاُمِّیَ
الٰہَیْنِ مِنْ دُونِ اللّٰہِ الی اخر الایۃ و متبوعان سر سجدہ نجات خود خواہند
و کو ید سُبْحَانَکَ مَا قُلْتُ لَہُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِی بِہٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ
رَبِّی وَرَبَّکُمْ فیلزم علی کل تابعہم ان یسلموا فیہما
بالتسلیم المحض و یومنوا فی ھذا بما عند متبوعیہم
لان متبوعیہم علی الحق لا تدخل فیہ الباطل او یاولوا
بتاویل یھدی بھم الی الصراط المستقیم سوال چون تخلیص تسلیم
فی شبہ نالص نباشد نصیب نادرست پس تا و یلا کہ درین ہر جا رقول موصل بمقصود است
بیان فرمایند جواب ما قلیل البضاعتیم چہ یارا کہ از خود در تاویل این اقوال
متشابہ دم زند اما عمران ما انچہ درین اقوال فرموده الذی یحکم و اما بنعمت
ربک فحدث معروض میدارد یکوشش باید شنید کہ چون قایل قول عینیت
او انیت کہ وجود غیر بین العدمین کالسطر المتخلل بین الدمین است و قایل نفی
است از جمیع تعلقات داخلیہ و خارجیہ بحقیقت یعنی کلمہ طیب خلاص یافتہ
میخواہد کہ بحقیقت توحید متکلم شود می بیند کہ وجود علم کہ در نفی غیر تمیز دارد
با قیست التی بحقیقہ کلمہ طیبہ می آرد تا با ثبیت علمی نیز رخت بر بندد بعد وجود

حقیقی علم ہم باعالم دیگر ہستی رود فلم یبق الا شاہد من الواحق الشہود
من العلم والتمیز الا المشہود الحقیقی وصفاتہ فاذا تحقق ہذا وتعدم
کل ماسواہ ینفخ الصور الحقیقی معنی کلمہ لا کما سیتعدم ما بقی ینفخ صور اسرافیل دا سرافیل
ایضاً فیتکلم اللہ سبحانہ فی مظہر الشاہد النبی بجمیع لواحق الشہود بکلمہ بمرادات
یعنی تمام بالنبی اوست کما یقول سبحانہ تعالی یوم ینفخ فی الصور فیتعدم الصور
مع صاحب الصور فلم یبق الا اللہ فیتکلم بکلامہ الحقیقی بلا واسطہ وبلا مظہر ومخاطب
لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار فاذا تحقق ہذا ثبت فی المرتبتین انہ
قول الحق وکلامہ بلا شرکۃ غیر الا المظہریۃ فی الاول ودر قول لوائی فوق لوای
محمد نوا ایمنی پیش دمراد داشتہ اند پیش روحضرت در معراج جبرائیل
ومیش رو قابیل حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا شک فی فوقیۃ
ناکر گفتہ شود کہ در پیش روی حضرت ہر عالم شریک اند وجہ تخصیص این قابیل
جواب چون عوام بوسایط ضلال کثیر انحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نسبت
پیش روی دارند قابیل قول بقطع ظلمیت پیش روی اصل متصف است
فظہر الفرق وقول حضرت ایشان کہ مقام خود فوق مقام حضرت ابا بکر صدیق
اکبری یا بم بہ ایمنی کہ چون در مرتبہ عروج از زیر قدمی اولیاء طریقت بگذ

استعداد خود بهره یافته زیر قدمی صحابه کرام متصف شدند و ختم این زیر قدمی
تا زیر قدمی حضرت صدیق اکبر است و چون ازین زیر قدمی بحسب استعداد خود
نصیبه حاصل نموده اند و درین زیر قدمی از کمالات صدیق اکبر بمقامی خاص ممتاز شدند
همین صاحب قدم مستعد ترقی را زیر قدمی هبی حضرت علیه السلام سپرند و چون
در هر زیر قدمی بحسب استعداد به صاحب قدم برای ایشان در زیر قدمی خود
بفضل حق سبحانه مقامی خاص عطا کرده اند حضرت صدیق نیز بقوت ارشاد
بحسب منظر به استرشاد به ایشان ثانی و مقامی خاص در زیر قدمی خود عطا
فرموده اند همچنین در زیر قدمی حضرت رسول الله صلی الله علیه وسلم بحسب استعداد
خویش مقامی خاص یافته اند لیکن این همه مقامات و عروج که در هر زیر قدمی یابند
عطا فرموده بودند بنام ایشان بحال اند و بملکیت ایشان متصف و فوقیت و تحتیت
مقامات بالا ترتیب عروج مثلاً که بنام حضرت ایشان بحال اند و بملکیت ایشان
متصف و فوقیت و تحتیت مقامات بالا ترتیب عروج مثلاً که بنام حضرت ایشان
بحال اند بلا شک یکی دابر دیگری ثابت و نیز فوقیت و تحتیت اصحاب اقدام بایکدگر
فیما بین هم متحقق پس واضح شد که در قول حضرت ایشان با بلا تردد حذف
بعضی مضاف است یعنی مقامی که در زیر قدمی ابا بکر صدیق اکبر را عطا فرموده اند

تحت تعلیمیت که در زیر قدمی حضرت سرور کائنات ما را مرحمت شده
و این ظاهر است لا یخفی علی لعبد عزیز من قول حضرت لسان ما که من لسان
صدیق اکبرم رضی الله عنه شعر معنی صدر است بلا توهم خلافه و معنی قول حضرت
غوث الثقلین بیان میکنم و بالله التوفیق تا در غلط نیفتم باید فهمید که حضرت
حماد دباس قدس سره که هم عصر غوث الثقلین بودند و حضرت غوث
در آن وقت صغیر بودند و فرموده اند که این طفل بر همه اولیا در وقت خود
فضل خواهد یافت و نیز بعد وفات حضرت غوث بعد مدتی او شیخ فرید
از معنی این قول سوال کردند فرمودند که اگر من در آن وقت می بودم بر جبین خود
می نهادم متزجم دو قول اکابر معلوم شد که قدم انسان بر گردن اولیا در وقت خود
انوقت بوده و بعد آن نزد حضرت پیر دستگیر نوری قدس سره درین
قول ایهام یا حصر نیست یعنی شده اند که قبل انسان و بعد انسان هیچ ولی بجمع منصب
هر دو قطبیت و غوثیت منصوب نشده لیکن جمع این جمع در تمکن فی وقت
واحد خاص انسان شده جایز است که گوییم که اقطاب و غوث که بعد وفات
انسان با این منصب قطبیت یا غوثیت فرادی فرادی نواخته میشوند
زیر قدم انسان اند و جایز است که واسطه عطای این مناصب پیش از جانب حق

سبحانه تعالی بروج حضرت غوث کرده باشند و این زیر قدمی یا ایشان
بدیگران تا منصب غوثیت است و هر که از مرتبه غوثیت گذشته مرتبه امامت
پوست این زیر قدمی بیرون است و جایز است که در مرتبه که فوق غوثیت
بر ایشان باشد تا ملک فوق ایشان سبحان الله چه گونه اند یعنی است که حضرت
عروج تا مرتبه غوثیت میکند دارد مرتبه امامت که فوق غوثیت و مرتبه خلافت
که فوق مرتبه امامت است جا حاصل اند غیر زمن ایشان مخاطب حضرت غوث
نه با مام و خلیفه و حضرت امام مهدی رحمت الله علیه جامع امامت اند
و خلافت که فوق غوثیت اند و مرتبه خلافت و امامت هر دو مرتبه است
جلی و خفی و هر ولی که غیر اصحاب کرام و غیر حضرت امام مهدی است دارد مرتبه
غوثیت گذشته بکمالات امامت یا خلافت رسیده امامت یا خلافت
خفی دارد و خلافت جلی خاصه حضرات اصحاب کرام و بعد ایشان نصیب
حضرت امام مهدی است پس باید فهمید که هر گاه آن ولی که بخلافت خفی
که بهره مند است از تمکن که بغوثیت منصوب آمده اگرچه جامع دو منصب باشد
یعنی قطبیت و غوثیت اعلی و افوق نشد از شان آن خلیفه جلی کرامت
نخلفای راشدین دارد و فضل ان در احادیث مذکور و مرقوم است چه بیان

وکیست که در غوران کوشد لا تفکروا فیه اصلا غرز من قول حضرت غوث
اقلت شموسنا الاولین وشمسنا ابدا علی افق العلی لاتغرب از کسانیک
اول انسان بوده اند خبر میدهد نه از کسانیکه بعد ایشان آمده اند وخواهند
آمد جایز است بلکه واقع که شموس بعضی آیندگان نیز غروب نپذیرد وشمس
آخر از شموس ما قبل برسنت خاتم الانبیا خاتم الولایت باشد وچون خاتم
الانبیا بر ما قبل خود فضل دارد خاتم الولایت بر جمیع توابع فضل دارد شبه ما
وظاهر است که خاتم در جمیع اولیا را مام مهدیست من تفضل علی غیره سوی
الصحابه هم فقد خطا بخطا صریح فوجب علیه التوبه والعود الی عقیده السلف
قدس الله سرهم مکتوب بست وهفتم در تحقیق اقسام مومن مومن چهار قسم است منحرف
مقید متوجه سالک رسنده محجوب واصل حاضر منحرف مقید کسی است که بحجاب
غفلت مبتلا بمعصیت شده در قید افتاده علاج او به ندامت واستغفار است
تا انکه انوار قبول توبه ظهور نماید از دیگر کلمات نافع بحال او استغفار است
بعد قبول توبه چون فضل خاص رهبری کند متوجه بکار قطع منازل خواهد شد
در بعضی اینگونه را متوجه سالک خوانند نامید چون حجاب راه اقسام شهوات
وهواست مشتمل تعلق بالله باطله وتعلق بآن هر دو مانع ظهور انوار وحدت

الا حقیقی است علاج او تکرار کلمه طیبه است تا انکه انوار ارتفاع موانع که هویات
وانیات است متحقق نشود تکرار کلمه طیبه خصوص خیر اول که لا الٰه الا الله است
در حق او شفای کافی است بفضل اخص بعد از ارتفاع موانع مذکوره رسنده
محجوب خواهد بود بعضی اگرچه قطع منازل کرده اما در بادی مجلس خاص دارد و از
صاحب خانه هنوز آشنائی پیدا نکرده در نیولا بصورت کلمه این کس احتیاج کم دارد
نافع و سبب رفع حجاب در حق او لفظ الله خواهد بود زیرا که این اسم معظم
جامع جمیع الما و صفات محبوب حقیقی است جل شانه چون جذب جاذب
حقیقی دستگیری خواهد کرد بعد تکرار این لفظ معظم بیاد ذات آلهی این اسم
ترقی داده از سمی این اسم آشنا خواهد کرد مرآت شهود حضور اتما فاتا بر
صاحب ولایت ظهور خواهد فرمود در نیولا این واصل حاضر را تکلم بکلامی و تلفظ
بالفظی اگرچه لفظ الله باشد در عین حضور مسمی سوء ادب مینماید مگر که مامور گردد در نیو
بمطالعه شهود این خاص را بجای خواهد رسانید که در عین نظر باشیا متعدد خاتم
در دهنیه منظور و مشهود او بجز وجود واحد حقیقی نخواهد ماند زیرا که موجودات متعدده
ظلیه اشیا چون ثبوتی و قیامی در اصل بجز وجود حقیقی ندارد در هر وجودی که در بود
خود محتاج بسوی غیر است فی الحقیقه اطلاق وجود بروی صورت حقیقی

پس در جمیع مراتب متکثره ظلال اگر وجود است ظهور همان موجود حقیقی است
اگر ثبوت نفسی است ظهور همان ثابت نفس الامری است لهذا این عارف
کور نیمرتبه رسید و بجز وجود واحد در این مظاهر نمی یابد و از این رو بباطنی لفظ
همه اوست بر باطن او میگشاید و در بعضی اوقات غلبه ظهور این نسبت
بر باطن بهمین کلمه لبز بانش می آید و چون ظاهرین از حقیقت ظل واقف نیست
نفی وجود از ظل کفر می انگارد و نمیداند که ظل خود شاهد و گویا در نفی نسبت وجود
حقیقی از خود است و اگرچه از ظلیت ظل هیچ عاقلی انکار ندارد اما آنچه حقیقت
اصل است نسبت آن بسوی ظل تشریک ظل با اصل می پندارد و قال الله تبارک
الله تعالی و لا یشرک فی حکمه احدا غیر من ظل منیت مگر آنکه خود تعالی بظهور کمالات
ذاتیه خود بنظلیه ظاهر است بی حلول و اتحاد و چون وجود حقیقی را که اصل است
ظهور بنظلیه بر دو مرتبه است بظهور افاضه کمالاتی از کمالات علم حقیقی یا بی
آفاضه آن لهذا ظلی که افاضه ظهور علمی تواند و از حقیقت هستی وجود ظل اکاهی
ندارد و نیز وجود صوری را وجود حقیقی انگاشته طاعین نام یافته و نانی را چون
بظهور علمی نواخته آمد مشاهده وجود حقیقی در ظل نصیب او ساخته این است وحدت
وجود در کثرت ارباب شهود و او وحدت وجود بر دو مرتبه است اول مشاهده

marfat.com

marfat.com

marfat.com

marfat.com

marfat.com

marfat.com

تعینات از نظر عارف کرده چه تعین عارف و چه تعین غیر عارف و در تعینی
اصوله چند دارد مشهود اول آنکه از اسیر شدن بیرنگی انعکاس اکینهای بیشتر
از نور افتاب در آنها ایجاد نشده است یعنی آنکه آنچه در اکینه منعکس است
حقیقتش بیان کرده اما حقیقت اکینه هیچ نگفت که مستقل بنفسه یا بتوی
نور آفتاب دوم آنکه معنی اسیر شدن بیرنگی را باضمحلال سالک من کل الوجوه بیان
کرده و در اینجا آنستی که سیدنا علیه السلام با وجود متقرر نموده حال آنکه در اینجا نام
و نشان این هر دو ذاتاً متصور نیست زیرا که ثبوت نام و ان مرتبه سبانی اضمحلال
است پس آنستی که صفت ایشان تا بی ثابت داشتن ذات اینها تحقق نیابد
سوال دوم آنکه در جنگ سیدنا موسی بیرنگی بسبب شریعتی دیگر امر داشته و چون جنگ
مقتضا مخالفت است و هیچ بنی را بعنی دیگر ظهور تا نسخ و نسوخ بهیچوجه نخاهد
بیست بلکه مستحسن در وقت خود محبوب نسخ است و کذالک شرع المنسوخ
پس در تحقیق جنگ شبانی چه بود الغرض آنچه معنی این ابیات مصدوره
مناسب شان نمود باقی است از ما تا ان گاه احیان تحریر نماید که الله سبحانه
و تعالی ولی التوفیق و الهدایة

دیگر است و هرگز در وقت ظهور از لی او با وی مخالفت نیست چنانچه لامحاله میز

شعر اینمعنی است حضرت مولوی روم قدس سره در مثنوی فرموده اند

چون کسی در یکی اسیر شدند موتی با موسی در خفتند چون بسی ابلیس آدم روی هست

بسی در خون دارند آشتی بعضی عزیزان شرح این ابیات کرده اند و از بیرون

مرتبه اطلاق واز رشحه تقیدو از اسیر شدن ظهور انعکاس در مراتب مختلفه

را اشتباه دو در تقید آشتی را محال پنداشته اما در مقاصد نقیر نگاشته اند که مراد

از اسیر شدن عدم انضباط ایشان بتکالیف شرعیه و عدم اتصاف بمرغوبات

طبیعیه است و آن هردو در زمره عالم ارواح اند قبل از تعلق جسدی زیرا که در عالم

ارواح همه را یکدگر لحم خویش دانسته اند چنانکه تکالیف شرعیه و اتصاف

بمرغوبات طبیعیه در آنجا متصور و متحقق و چون روح هریک در قید جسد

اسیر گشت و متصف بمرغوبات ابدی گردید تکالیف شرعیه شد منافی

لطیفه در خیر قبول آن آمدند و مظاهر قهریه از قبول آن رد تا افتند

پس هر مظهر برای ادای حق مظهر خود

فرعون را با حضرت موسی علیه السلام مثلاً و کافی خود

ارتکاب خضر بر خلاف رضای حق صورت جنگ نمودند اما چون فی الحقیقت

نبود در عین مجلس جنگ بصلح بدل گشت و موجب علوم کثیره گردید کما
الله سبحانه ببدل سیآتهم حسنات الغرض چون صاحب صفار اکه
صفات لطیفه است عروج روحی و علمی از مراتب جسدی میسر آمد و در
مرتبه روحی رسید و تکالیف شرعیه که بسبب تعلق جسدی بودند در انجا
دریافت ولی موقع رو بجنگ تکلیف بالایطاق دید پس رو باشتی آورده
از جنگ فضای محض متوجه مطلوب حقیقی گشت و ثمره آن جنگ که در تعلق
جسدی لوجه الله بوقوع آمده بود حاصل نمود و صاحب ظلمت فرعون سُلا
صفات قهریه است و جنگ او بوجه امکنی بود بمطلوب حقیقی پی نبرد
اور آخر کار در دکات عذاب جای یافت کما قال الله سبحانه و ماویهم النار
از جنگ او چون بسبب عدم اطلاع بر حقیقت احکام شرعیه بود بعد اطلاع بر حقیقت
بر تکالیف بر جنگ سابق ندامت کشیده باشتی پیوست اما چون جنگ او
بوجه ابلیسی بود در عین اختیار صلح در وقت باس بر ثمرات ظهور قهریه که
عذاب و دخول نار است ممتاز گردید و جنگ از طیب در عین تمیزی پیدا آورد
سبحان الله ذهی کمال هر دو مربی است که چنانچه در عین جنگ مظهر مخصوص هر یک
از مظهر ثانی میسر بود در عین صلح هر دو مظهر که بمقتضای صلح هر دو مربی بینهما

بوقوع آمده نیز بظهور نتیجه آن هر دو کمال تمیز پیدا آورد ندلیم الله الخبیث من الطیب
عجب کاروبار است بعضی عزیزان مرتبه تقید را برنگ تعیین کرده آنچه از ادران
محال پنداشته درین تحقیق که بالا ذکر یافت بعین حیثیت تقیدی بعد جنگ
آشتی ظاهر شد مکتوب در بیان معنی ایه یسبح لله ما فی السموات وما فی الارض
اخوی معنوی حافظ عیسی سلام نقیرانه خوانند و سوای تسبیح اصناف مسبحین
که جماد و نبات و حیوان اند و انسان نیز درین تسبیح لازم با نها شریک است
از جهت آنکه هر ذی روح هر مرتبه و این تسبیح لازم ذات هر فردی از نهاد
ان است به تسبیح انسانی که خاصه انسان کامل است بهمت کامله صبح و
باشد و در ایشان او امر و اجتناب از نواهی این تسبیح را که خاصه انسان کامل
است منحصر دانند و این تسبیح مخصوص را خاصه مومنین بلکه خاصه انسان کامل
فهمند و این تسبیح را مقتضی درجات عالیه و منشا اعمال حسنه پندارند
تسبیح این طایفه اهالی خیر را مظهر انوار صفات لطیفه الله جانه جل شانه
نشناسند و کفار که کالانعام بل هم اضل سبیل اند از این تسبیح مجرد
و بسبب تشبیه بانعام با وجود اسم در رسم انسانیت از دایره قواعد انسانیت
کامله جدا و چون تسبیح انبیا بظهور کمالات صفات قهریه عدم انحراف از

آن صفات است اسم تسبیح بر هر فردی از ایشان مطابق و مناسبت مظهریت
صفات لطیفه من کل الوجوه در ایشان معدوم لهذا اعمال حسنه و لو صوراً
بظهور صفات لطیفه کالامانة در ایشان ظهوری صوری داشت در ایشان
که مناسبت حقیقی خفی بظهور صفات قهریه پیدا آمد صاحب امانت خود را
در ایشان میدید همین سلب امانت بحیط اعمال مسمی میگردد و این طایفه
از نظر صوری برزخ است میان انسان حقیقی و سه صفت دیگر یعنی جماد
و حیوان غیر انسان زانجهت که این انقیاد صفات قهریه در وی
اختیاریست در صفت انسان معروف و از انجهت که با وجود انقیاد
خود که صفت قهریه است از درجات اخروی خالی و بی بهره در
داخل کمال قال تبارک و تعالی اولیک کالانعام اما چون اضاف ثلثه
از درجات برادت از عذاب بسم دارند و این طایفه برزخیه بعذاب
اضاف ثلثه نیز سببی دارد و بعید المقام کما قال جل شانه سبحانه
سبیلا باید دانست که چون کمالات صفات قهریه در عین
تسبیح خاص از مظاهر مخصوصه خود مقتضی سلب اعمال حسنه از ایشان
استعداد ایشان باین سلب و توجه این مظاهر خود بدرکات میخواهند

پس قبول استعدادی این طایفه احکام مربی خود را محض تسبیح و متابعت
امر داند و فهم کنی که تسبیح هر مسبحی اقتضای اجر جزیل دارد لاجرم تخلیق افراد
مخلوقات محض برای اطاعت نیست بعضی برای اطاعت صفات لطیفه
بعضی دیگر را برای انقیاد صفات قهریه آفریده اند درجات از متضرعات
اطاعت صفات لطیفه اند و درکات از متربصات صفات قهریه اینها
که همه عوض تسبیح خود طالب اجر جزیل باشند آگاه باش اگر مظاهر قهریه در اطاعت
خود اقتضای درجات پیدا آرند حال انکه محبوب بری اینها اقتضائی
درکات این جماعت است از دایره تسبیح بیرون آمده و مخالفت
کرده اند العاقل تکفیه الاشاره بیت من ترا گفتم تمن حمد است ها تو نی نیستم همین
حمد است والسلام ها مکتوب سی یکم در تحقیق معنی مناجات نماز گذار با رب خود در
بسم الله الرحمن الرحیم هو التکلم با الکلام احقیق فی الصلوة
کلام المصلی بعد سلام نیازمندانه مکرر معروض میدارد که فقیر بود
که المصلی مناجی ربه واقع است چون در قرائت مصلی نظر کردم مناجات
و فاتحه را بمعنی مناجات یافتم اما در ضم سوره دیدم که آیاتی که معانی
مناجات دارند مثل برسانا آتنا و غیر ذلک صریح مناجات نیستند

قل هو الله احد و قل یا ایها الکافرون شنیدن از طرف مصلی در عین حالت
مناجات چه مناسبت بمناجات دارد و سور و آیات که از قصص فرعون
و ابلیس خبر میدهد مناجی را در مناجات چگونه لایق و کثرت قصص تفرقه
آور است پس حضور چگونه متحقق شود بفضل الله سبحانه در دفع حدیث مذکوره
و تحقیق معنی قرائت بکلام او ارتی بتمامها آنچه بعقیر ظاهر گردید معروض میدارد
و ان استفلاح از ان خطاب است المصلی اذا قصد ان یشرع فی اداء
ما امر به من المناجات نظرا الی قوة علم الحصول العادی فوجدها فی غایة
النقصان فعلم ان لا ملجا من الله الا الیه فکبر و قال الله اکبر ای انت اکبر
من المناجات التی هی بضعتی فسمع الله تعالی حمده بالتکبیر فعلمه المناجات
بکلامه الحقیقی القدیمی بفاتحة الکتاب دام بالالهام الخفی ان یحضر المصلی
بحضور القلب الی المناجات التعلیمی فوجب علی المصلی ان یتوجه الی حفظها
بعد السماع من الله سبحانه و اذا تمت الفاتحة و حفظ المصلی معناها و قصد
المناجات بالفاتحة و جد فیه تکرار الفاتحة و هو ممتنع فتوجه الی المولی الحقیق
ان یعلمه ما یلیق للمصلی فی هذا المقام فیلهمه بلفظ امین و معناه المتضمن کما هو
فی الفاتحة التی هی الکلام الحقیقی ثم قال المصلی امین بتعلیمه الالهامی الذی

marfat.com

خود مرقوم فرموده اند که نماز جمعه فرض قطعی است و علماء بر این آن
فرموده الی یومنا هذا اتفاق دارند که بطرفی از طرفین که بشنوند
صحبت نشنیده اند که بصل بی بهانه محقق و ملهم فرد بی ایران تمام ما
این اتفاق بر تقلید طرفی از دو طرفین کار میکردم تا گاه بمحض فضل بی نهایت
او تعالی ظاهر آن مرد بما مکرر شده که بی شک و ریب واقع گشته
تفقت نحال فرمود که شک کردن در نماز جمعه از وسوسه شیطان است
و همان آن اجابت از حضرت او واقع گشت بعد از آن در خاطر گذشت
که اجماع گشته و علماء امت ظنی است پس این را به ترازوی شرع
ترازیم بسیار بسیار در مسایل دقیقه غور بسیار نموده شد چندین آیتی
از قرآن مجید بدین موافق ملهم خواستن یافته شد چنانچه بر علماء ظاهر این
امر مخفی نیست اگرچه اینها طرف اقلین را مرجوع نمیدانند
زیرا که پیشوای ایشان ابو حنیفه رحمه الله میفرماید که
ما مردمان بشکم بیاریم و بیشک فرض خداوند سبحانه را ادا نمیدانیم
لا اقل تقلید بر این بنده این فقیر باین طریق واضح شده که نیست
این مرکز اتحاد ای محمدیه علیهم السلام برای اطاعت امر خدا و رسول

marfat.com

محبوب و بسبب ضعف نور بصیرت انسان نمایدلایق بلکه واجب تر چون
نزند که ستار حقیقی هرگاه بحسب عار مصدوره در حین حیات آن قاصداً
حق مجتهدین برحق ستر قول ایشان کرده باشد بعد وقار ایشان کسانیکه
مناسب تعدادی باز نشأ از تابعان مفقدان درخته باشند اگر متابعت
انسان دین سهل اختیار نکنند سبیل برهان سعادت لایح از کسی است
که متابعت قول محقق کند انچه نادر العصری تردد برکرده و قول طرف
ثانی را از اقوال مختلفه نمیدهد برای ادای صلوتی با یقین شک و شبهه در نماز جمعه
چهارگانی به میشود و بطور تطوع نی زنج با نی ادا نمودن این چهار
کانی به مثل چهارگانی عوام است بلکه عامی و شان نزدیک بوسته است
که ایشان با یقین تلبس برای است قرار آن با ادب در لست این
ادب بی که گفتم برای ذات عوام است والا متابعت قول متحقق کشفی
عین و نیز متابعت نعزیان اصل حق است و محض ادب حقیقی از ایشان

ان اشرف الملائکة و الفضل الانسان بعد سلام فقیرانه معروض میدارد
که سعادتمند مان غلام رواحا مل لطیفه امنیه آن ملا در ازای انکه آثار
نمایدو اخلاص حریص حسنیه نموده شد از اسم ذات الکاد ساخته و از دل سالی
تسمیه نیز حق تعالی سعادتمندش گرداند باید که در تربیت خودش ترقیت کنند
تالذت این را یابد ان شاء الله تعالی بعد تمام این ماه منیع و اسباب مطالع
مساوند در جمیع یاران احوال پرسان باشند و ان یاد دلگرام مکتوب سیم چهارم
بتشریف اقدس مکرم شانین ادم و حملناهم فی البر و البحر
و رزقناهم من الطیبات و فضلناهم علی کثیر ممن
خلقنا تفضیلا مکرم و مشرف باشند نیازمند عبد النبی اسعد دارد دعای
میباشد و توجه میباشد بعد سلام فقیرانه معروض میدارد چون مدت چند ماه است
که ملاقات انعزیز نشده اگر فرصت دقت در سطور این عاجز را دلی
و تسکین بخشد و از حالت و سلامتی خود و اولاد امجاد و سایر متعلقان
مستمند کرده اسباب طمانیت خاطر حلوا کرانه
[illegible]
[illegible]

لی تردد محکم شده اما کار بسیار پیشتر است تا زمانه کحیات باقی است امیدوار
ترقی باشند و این ترقی منوط بتشبیه بسوی تنزیه است لایل ترقی در تنزیه است
مردم باشند دیگر افانی پیشه نکوی نخرند و چون سعادت شعار میان علی محمد
در نیجا هستند و از اسم دارنده شده بودند باید که از تقی و اثبات تعلیم فرمایند
دارند خط و لغت و از هر فنی تواند زیادتی بهره مند می نموده باشند و کم کوشا
و کم کوی یاران خود را تعلیم نموده باشند و این عاجز را گاهی یاد نموده تا
وقه را از مرادات خود فهمند و از طلب فقر قوابع را تحریر نموده باشند تا بر
شان معلوم این حیرت نیز در رساله معلوم گردد و السلام علی من
اتبع الهدی مکتوب سی و ششم محمد اشرف مهوس الله تعالی از سلام ما از مندرا دالله
و ما سد نرس بحقیق مراتب اصلی طلی در لات مرتومه شمال خوب است
اما غایت این مراتب مرقومه متوقف داخل دایره اخص است و حقیقه مرتبه ولایت
و نبوت انبیا علیهم التسلیمات بیشتر اب و موقوف بر دقایق اسما و عبر
که معلومات بشارات این مرتبه منتشر آمد بر همین نسق خود را اهتمام احتیاط دارند

۱۱ ح دهم دوم دغزنه ۳ دهم بر دوم مرتبه یکی دهم تعلیم
که منتهی الحجابات است دوم دهم حاصل امر تراکم الحجاب است چون در سالک سیر
مبادی

متابعت آنحضرت علیه السلام نور تعلیم جسمانی و روحانی اولیا و انبیا
استعداد را فی او قوت و وسعت پیدا میکند قابلیت به تعلیم علم لدنی
او تعالی او دی یابد بعابارت که ارالله تعالی بواسطه تعلیم جسمانی روحانی
اندنا دوم نمیدا ما بدون شرط یکی از جمیع اوقات از تعلیم روحانی فارغ نمیشود
و نمیباید کرد بر بیان از انتساب دوم بواسطه نبی هیچ وقت از او نباید
قطع شد چه هست دسرکه بقطع آن دلیل شود علامت عدم قرب نزد حق
است بحار العدیه ی گردم در رفع واسطه مطلق کمال نهمیده زوال
معامله بالعکس است قابل شدن ... ی لایق ... هدایت را در
واسطه لیست السلام علیکم و علی من علیکم احیانا بفصلا ایضاً
مکتوب سی ششم محمد اشرف صبیو صدور یافت بسم الله الرحمن الرحیم
رلدی ... سالک طابعی و من لم یسلک طریقی فهو لیس لوادی السلام
علیکم عن الاشراد ... وات ... او از نفیم عبارات که مرقوم بود اگرچه
دسیده راوحت بخش است اما داخل اسراف است معانی این را اجمالا مفصلا
در صفحه بار نگارد بود لوقت عمل شبیه در ورزیده نگار آزرنتاخ پیدا آرد
مشتاق خدمت دایندا ایضاً مکتوب سی ششم بیان محمد اشرف صبیو السلام علیکم و رحمة الله

وبرکاته سعادت تشرف اند در نصیب اشرف با. واز یاد عزیز
محفوظ و مسرور اگرچه مسافت درمیان است اما حسب همان
وبهانست بتبدیهورت حضور ندارد در محبت نسیان نیارد در کوشند
تا جام محبت میوسند طعمه توانی دلی اگر جهد کنی اما بی کرد
توئی برجیزد الجندان بروایین بر که دوئی برجیزد او رهست دوئی بره ردی
حق سبحانه محبت بنیادی را از حقیقت صدق که جامع فنا و بقا حقیقی است
بهره مند رساند و بغلبه شهود مطلوب دیده اورا منعم ابد سعد دم گرداند
از ننگ اموس دنیوی خلعت بی ننگی و نامی بپوشاند سایه نرسی فرود
بیت از ننگ چه پرسی که مرا نام ز ننگ است؟ از نام چه پرسی که مرا ننگ ز نام است
متعلقان ظاهری و باطنی ایشان را بایشان متعلق گرداند
که چون دو دل متفق شوند کوه را شکست دهند غزالی نامی را نام د
دلبنگی را اندک دم از شما جدا اند در حالی الحال ریح بنگی ا شما
نداشته ذات او تعالی حتی که از خودی خود هم بگذرند بیگانه نرسی فرمی
مرادی را در میان ندارند در محبت او تا محبت ذاتی متحقق شود و زنده
خود واقعه او قوم فرموده بود نه خوب است امید نگرند کیا آنرا

marfat.com

marfat.com

انیان او امر و اجتناب از نواهی است بلکه ارتکاب امور مباحه هم ذمیمی است
نزد ایشان حسنات الابرار سیئات المقربین مشهور است بارکت با
تا بیست روز از جا نجنبند بعد از آن اختیار دانند مکتوب جهل و دوم بیان محمد اشرف
صدور یافت بمثابه اشرف العرب افضل العجم نوشته باشند
تمام نفیسه مطالعه نمایند چون مدت مدید از ملاقات صوری در گذشته
راه یابند حقوق دینیه بخدمت متعلقان بانجا اگر قوت اخلاص را
رهبر نباشد قلیل و کثیر بصحبت شریف مشرف سازند زهی سعادت اگر خبری از
هست بارشاد هم ایشان مکتوب چهل و سیوم بیان محمد اشرف صدور یافت
دارا گردیم تا وفات او وقات را در صحبت ایشان بسر آید اگر چه دشمنود
بر باد دهند بهتر از ذکر معبود نفهمند اگرچه ذکر مستلزم با جمیع اوقات
این عدم نمایند در آگاه باشند تا فرصت از دست ندهند هیچ فعلی بر مرکز سر راه نیابد
اگرچه اهل عرفان باعث [illegible] مکرر شده اگرچه اظهار نعمت حمد للمعطیه
نمود و غرند در [illegible] از شهود ما فرحت دیگر است بلا تفرح
بنی الله الی الله ما سادات فرموده و حمد دگر است زیرا که قل الحمد لله
فرموده باید دید این ارتکاب امری از امور باطن از حقیقت خشوع که از خشیت

marfat.com

ی باید محتاج بعلم اند معلم دران مرتبه متبوع این نست که روح حضرت
اسد بن نبی خبر نبوده و معلم نیز خبر دهنده است پس چون اینمعنی
در عالم ارواح درست آمد در عالم اجسام هر نبی که ظهور فرموده مقدمه
ظهور او آن است و منشاء تعلیم کل حقیقه ایشان است صرف
در ظهور بلیه سکاکه در این فصل بلیات می آیند پس جمهور در
دریکه وفی در سنه آمد والسلام مرتبه پنجاه و ششم سوال میان و مشکل
مذکور بایکدیگر فیض مآب میرساند تعلیم آن تقاضت افعال
خرمه و مترازل افعال رحمه میمانکن تعلیم ایفاء عهود کریمه
پیمان الصدیقه بعض امور عادیه که از عاجز بوقوع آمده تعلیم لغزش ملامت
لایمین بر لوح دل منقوش نگردد و از ملامت ملالت افزاید تعلیم حفظ
اوقات از شمس انعم حفظ الحال قول اکابر مشایخ است مع ذلک ادای
حقوق واجبه جنگه حضرت و الدین سلمها الله تعلیم قلت طعام و کلام
و نوم بحیثیکه نوع میسر آید و ترغیب بر نتایج تالیه انها در فارج و ترهیب
بر افزونی آنها تعلیم اوقات را میعنت چگونه صرف کند و اگر تفرقه
و ان واقع شود علاجش چگونه تعلیم مبتدی و متوسط را بهتر عزلت است

marfat.com

اندازند اگر از ازل محروم است چاره ندارد و هر چه رضا جزا کم الله فی
الدارین خیر اجواب محروم میستند معمور آید اما چون کل شیئ عنده بمقدار
عالم الغیب والشهادت الکبیر المتعال قول سبحانه است بر قدر او او سبحانه
تعالی در هر زمانی ظهوری دارد شاکر و صابر باید بود یعنی در وقت آنچه
مقدار رسیده بران شاکر و در آنچه بر اوقات آینده موقوف ظهورات
صابر باید بود و شک از خواطر بیرون است عفاکم الله سبحانه و تعالی
یافته بخاطر جمع بکار کمال و تکمیل مشغول باشند و جنت را نظیر کنند
والسلام مکتوب چهل و هشتم در استغفار طالب بمیان آمدن
آنان که خاک را بنظر کیمیا میکنند نظره ایا بود که بگوشه چشمی بما کنند یکبار
دامن که مرا تشنه ترک میکنند منظور نظر الطاف کامل حق باد بیرایان
اگر در خرابی بر خرابی افزایند بوی وفایی از صورت بمانده است
بقدر شاید عزیزان خاکسار و در خاکسار است
است بنا بیک نسخه حقیقت شدن باید) با مقام خلیفت
و از فنای خاکساری نشناسی بلکه قائمیه

marfat.com

marfat.com

marfat.com

است بلکه مست عنانی باید یکساعت و تمام عمر را یکساعت در جنب مقصود
... ای الکاشفه در مراقبه و مجاهده باید کوشید اگر بعد از عمر هزار سال مثل جمعیت
... در ساعت مرغوب است از عبادهٔ که در ساعت بجهت مقصود کسب شده
... احوال کمالات اولیاء را ملاحظه کند که جمیع کمالات بارزه بعد قرنها
... مرتاضه و جهد و اجتهاد بعضی زیاده و مجاهده نمایند مرحمت باری و بایدو باید
... و ترس نباید کرد که بفضل خدا در حق سالکی ضرر ندارد بلکه سود مند است و توجه تفرس
... معظم اسم ذاتی به یکمال مست باید یکساعت ... اکرار و ذکر
... باید کوشید تا نفس خاشاک خواطر سوخته کرد و اولیاء را طاقت داده اند ذکر را
... از بعبه مقصود مطلع سازند و به مقصود اصلی رسانند اما چون نسبت او تعالی
... در حق هیچ نفس مخلوقات که انبیاء اند علیهم السلام نیز بتدریج واقع است
... از بعضی طایفه که تو ابع اند نیز مشقت و محنت زیاده میخواهند در این مشقت که در دفع
... دشمن روی نماید فی الحقیقه تعالی شان را حسنت و لذت است علیکم بالامر و السلام
... علی من لدیکم و در ورد حضرت جیسو اگر جمعیت دست دهد بهتر است که بعد نماز تهجد
... بخوانند بالحاح و مداری اگر گاهی این وقت میسر نیامد بعد اشراق و غیر ذلک میخوانده باشند
... مکتوب بیست و یکم بسبب محمد صادق صدور یافت

اللهم اعطنی ایمانا صادقا ویقینا لیس بعده الکفر حتی تسبق ایمانی یقینی
فسرف کرد امد که بعد او کفر نباشد پس یقین بدکه متیقن در قید اوست که بان رسیده
و بعد آن تمر کفر ست باید زان طالب ترقی بود و عروج نمود یقینی که بان تلقین
نموده ایم یقین نهایت ست که رسول خدا در حدیث از ان خبر میدهد صلی الله علیه وسلم
الغرض که هر مرتبه را که مقید به یقین می بیند در قید یقین است در نفی آن دریغ
نفرماید و از قطع آن در غم نباشند حتی که یقین ماند بر متیقن غیر مقید و غیر
مدرک الغرض چون حسین اقتبس زراه شما عطا فرموده اند حمد و تعالی ادا
و امید وار ترقیات باشند و حقیقت حمد این که انچه لایق نیست
آن محامد و بلیغ فرمایند که هر تبه حا
مکتوب نجاه و دوم بیان محمد قایم ساکن سیام صدور یافته
فقیر بمکث و بیت ران ن دیده است انجمکاری
که سلا بر ایم هم قدس سره چکدای دست
چه مصطفا بود و موسی در جا و منماید
خواهند بلکه در عین گرفتاری ها سوای حق وصول در جائی که موقوف
ماسوا است می جوید آن مجتبی که از سر و هم ست قوت دیمی دارد و قوت
غالب

غالبست بر تعلقات نشستی میسر نیست غرز من این بچاره همچندان ظاهر
جاهل قابل مدحی کرده رقیم السطان مرقوم بست نیست بل واسطه هیچ نسبت
هیچ نیست با وجود هیچ مدانی خویش متوصلی و متصرفی نمیخواهد مگر صادق الطلب
حق داشته باشد و خود را انانا فانا در راه حق یابد قبض را از ما قابلیت آموزد
خود داند و بسط را از نور توجه مرشد تجلی آموزد مرشد تجلی در ریاضت و مجاهده که محکم
بسته باشد که اگر نصیب من در حین حیات مرشد میسر گردد فبها والا خرجون
مراتی است در زمره طالبان و مجاهدان محشور گردم و اگر طالبی باین همت بالغه
یافته شود این چه بهتر که زمین باطن او بآب شفقت و مرحمت تازه و سیراب داشته شود
و امانتی که از عزیزان بخود رسیده با و رسانیده آید عزیز من بتکلیف این امر بسیار کن داده
اما چون استعداد اکثر ناقصین یافته را تا فته السلام علیکم و علی کل من لدیکم مکتوب
پنجاه سیوم باخوی حافظ عیسی خوی میان حافظ عیسی از عرفان حقیقی بهره دریا
مرقوم بود که در حدیث قدسی واقع است کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف
فخلقت الخلق لاعرف ازین حدیث معلوم میشود که خصوص از خلقت عالم معرفت
حق سبحانه است پس ایمنی در حق کسی که معرفت نصیب او نشده است در حق خود چه گونه
باشد سعادت سلطان معرفت بر دو مرتبه است معرفت اختیاری و معرفت اضطراری

بهر فردی از مخلوقات در عین بدو خلقت او حاصل است چنانچه آیه کریمه
یسبح لله ما فی السموات وما فی الارض مشعر بر همین است و معرفت اختیاری
بر دو مرتبه است معرفت عام و معرفت خاص و معرفت عام جمیع انسانها
ذو عقل مشترک اند در این معرفت عام کفره نیز داخل اند اگرچه بسبب انکار به انبیا
علیهم السلام مکذبه اند بهره از قبول ندارند چنانچه در آیه کریمه واقع است
قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ اما مقصود
از خلقت چون معرفت الله سبحانه است قبول باشد یا نباشد سوال
وارد نشد در معرفت خاص هر دو مرتبه است خاص و اخص معرفت خاص انکه
بعد معرفت توحید ذات و صفات قبول جمیع احکام شرعیه بلا تفاوت
و بلا ریب با شد اتیان و امر و اجتناب نواهی باشد یا نباشد این معرفت
نصیب مومنین عام است و معرفت اخص نصیب کسی است که با وجود تقید جمیع احکام
شرعیه اتیان و اجتناب با وعطا فرموده اند این جماعه مختص اند با سایر
انبیا علیهم السلام و اولیا قدس اسرارهم ذلک فضل الله یوتیه من یشاء
والله ذو الفضل العظیم مکتوب نجابه تبارم بعزیزی صدارت سعادت شعار انچه رقم
نموده بود که هر گاه روح بهر جسد محیط باشد این نسبت افعال که بسوی جسد مینمایند

وجه آن چیست جواب هر فعلی که در صورت بوقوع می آید خواه حرکت
و سکون خواه منشی خواه قیام چون در ظاهر صریح نجسد تعلق دارد معامله
روح اگرچه عالیست اما مخفی است لهذا صورت حال را از نسبت افعال
بسوی جسد جازه منسبت بدون نسبت قیام جمیع افعال جسدی بسوی روح
است پس بعد سلوک چون در جسم مبنی گشوده میشود این نسبت را بسوی
روح می یابد ملک چون از روح می آید این نسبت افعال از روح برجوع
بطرف فاعل حقیقی الله سبحانه متحقق میشود در روح چون نسبت ملک
بچون نماست مجهول الکیف است پس فی الحقیقه کیفیت چون دارد
لهذا درمیان چون حقیقی که معدوم الکیف است درمیان بچون نما که مجهول
الکیف است فرق بوده است که هرگه چون دارد اگرچه مجهول است در رتبه
تقیدیت و هر مرتبه تقید حادث و محتاج است بالذات الکارب الارباب
و در آیه کریمه والذین کفروا اولیاءهم الطاغوت یخرجونهم من النور الی الظلمات
نسبت اخراج کفار بسوی ظلمات بطاغوت بسبب فعل بسوی سبب
چون طاغوت سبب ظلمات کفار شده اند لهذا نسبت فعل بطرف طاغوت
فرموده اند فی الحقیقه نسبت اخراج کفار از نور بصفت قهریه الله سبحانه است

کہ طاغوت سبب آن شدہ اند و چون معرفت عام کہ نکفار نصیب است از ظہور
صفت قہر است پس لاجرم نکفار را ز ولایت حق محروم اند زیرا کہ ولایت
حق نصیب اہل معرفت خاص است کہ مظہر صفات لطیفہ است مظاہر قہریہ
با ولایت حق چہ کار ظہور صفات قہریہ اقتضاء ظہور متخطار مظہر دارد نہ اقتضار
ولایت حق ولایت حق از ظہور صفات لطیفہ است فلا نصیب الکفار
من الولایت الحقیقۃ نوی ولایت الطاغوت کما وردی الآیۃ الکریمۃ
والسلام مکتوب نجاہ پنجم بعزیز رسعد و فہمت ناصد و فہمت بسم اللہ الرحمن الرحیم
بعد سلام فقیر از مطالعہ فرمایند ہدایت کار سالک از لذت یافتن از ذکر
اللہ سبحانہ است از نہایت کار او شاہد مذکور و این عزیز در نہایت مصطلح
صوفیہ وجودیہ است اما بدایت کار در ولایت اخص کہ ولایت ملا علی است
طلب نایافت مطلوب و مذکور است و نہایت ان حصول نایافت دار کہ ایں
ہم سالک زقی کند بدایت بعلم حضوریست و نہایت ان حضور در حضور و حضور
علمی وسط این مرتبہ است و این ہر سہ مرتبہ خرہ در ولایت خاص الخواص
دست مسلمند مسعین مرتبہ در وسط و نہایت ذالک فضل اللہ یوتیہ من
این تحقیق مرتبہ سوم ولایت در بحث مذکور شد بہ ہشتاد و مرتبہ تحقیق

و اصطلاح حضرت پیر دستگیر نوری است قدس الله سره و این مجمل را تفصیلی
است که شرح طویل می طلبد و فرق در ولایت خاصه و احص و خاص الخواص
و نیست که در خاصه نیافت مذکور مطلوب موجود و در احص یافت مفقود
و غیر معدوم و در خاص الخواص حقیقت نایافت موجود و نفس یافت
معدوم و حق نهایت این مرتبه متحقق و ظاهر است پس نیافت مرتبه ولایت
خاصه که معبر بعلم است حجاب اکبر است که در وطه لذات شهود سالک
محتجب از حقیقت مطلوب است و بعد از ترقی ازین مرتبه حجاب مسلوب
اما اگر نظر کنی نایافت مطلوب که در مرتبه احص مطلوب است نیز علمی است
که حجاب است مرتبه حقیقت یافت را که سالک بلذت نایافت محتجب
از رقیت چون درین هر دو مرتبه علم حصولیست لاجرم حجاب است مرتبه علم
حضوری را و بعد ازین دو مرتبه مرتبه خاص الخواص چونکه اهل آن بهره مند
از علم حضوری است لاجرم از حجاب منزه و دور است پس درین مرتبه
اخیر چون حقیقت ایمان بالغیب رسیده و هر مومن علم مومن بایمان بالغیب
دارد است پس گوئی در عین انتهای این نسبت رجوع به بدایت نموده
مانند تخم گردن شکم ظاهر شده و نیز رجوع الی البدایت نمود

اگر جا نجه در ابتدا متعلق تعلقات نشتی بود و در وسط تعلق را قطع نموده
بنیان سوزانیده برداخته بعد انتهایت نیز متعلقات مذکوره تعلق پیدا
کرده که بیان این تعلق در مرتبه غالبیت ولی اگر مراد از معرفت و توحید
توحید و معرفت منصوصه است که خاصه ولایت خاصه است دامن معرفت
انبیا علیهم الصلوات والسلام از غبار این معرفت دور و بعید است
زیرا که آنجا معرفت و توحید صوفیه خیال و وهم است در مرتبه ولایت
این جماعه عالیشان علیهم الصلوات والتسلیمات این اکمالیش
وهم و خیال است که ناظر مغلوب الحال اشیا را بآن معدوم می پندارد.
و نیز موجودیت [illegible] با قدرت الهیه [illegible] معدوم شدن
آن هر موجود [illegible] بسن وجود کمالیه حضرت انبیا را در مرتبه حضور
در حضرت عزت جل شانه [illegible] نهایت امر و مراد در ترقی
طلب ابتدا و صعود ترقیات [illegible] طلب مراد جایکه مرادیت
که حضرت رسول حق صلی الله علیه وسلم [illegible] لرزان و ترسان
و این ترقی از شهود حضور و از شهده [illegible]
سان [illegible] نسبت این ترقی

marfat.com

چه خواند بس ظلوماً جهولا که از ولایت خاصه است دیگر است و در مرتبهٔ اخص
و خاص الخواص دیگر هریکی بنسبت ما تحت خود مدح و بنسبت فوق خود
مذمت این تیر اشارت است بسبب تنگی کاغذ پس ای سالک راه
آن مراتب که بیان کردم خواه حصول تعلیم ذکر تربیت رحمانی باشد یا حسبانی
اگر برای تمام شدن مراتب تعلیم مرشد کامل درکار است بعد ذات او
رحمانی باشد یا در حال حیات او و تعلیم حسبانی و سع ذلک الله سبحانه هادر
اگرچه بالعکس ظاهر کند اما سنت غالب چنین ظاهر است که ذکر رفت پیش باید فهمید
که طلب در ابتدا دست نهد و در وسط عشق در انتها این را امتداد حقیقی
حیات نگفتیم زیرا که از انتهاء حقیقی است عشق قاصر معامله انجا ورای عشق غیاث
و فاخر لیس چنانچه از کنایش عشق آن مرتبه حقیقی برتر است نیز از این اصطلاح
کرطالب فانی کردد یا مطلوب پس این رفیع الشان آن است مرتبه حقیقی مرتبه
نیست که در بیچا حقیقة نفس الامری جلوه کرشده ناظر را در نیمرتبه
اختیاری نماند که در نفی ثبوت آن مخل باشد آری اختیار تا بانتهاء
کمتر نسبت دهم و خیال باشد و این مرتبه متعالیست که حقیقة جلوه
که خنده زاد را انجا قدمکاهی نمانده است سید هذا لک فضل ارید و نیه من شار

هرکه را خواهد بما بین نوازد فایده هر نوری که در حیطه خیال آید محلوقست دلیل
نفی ست یعنی نفی هر نور موجود و متخیلات در دایره تخلیل ما یتمرد بس نور
هر لطیفه خواه در عالم خیال متمثل شده هر رنگ و رنگ سفید نماید خواه سفید بیرنگ
محسوس مشهود گردد علامت صفا و تزکیه لطیفه ست و اگر سالک بین
بآن رنگ نماند و آن را سبب خود داند خود را باسد من دلیل نفس سالک طریقه
احمدیه شمرد و حواله منوط آن بآنکه کنجکاوی کیف حقیقی در
شود غیر را جای نباشد و هرچه محسوس شود قابل نفی باید قضیه حواله محسوس
جز خیالی نباشد حواله محسوس ظاهر چنانکه بصر و سمع و ذائقه
بمضمون یقین مفاد است بکیف باشد و مضمون لا تظر ادرکه و هو یدرک
بکیف ما یدفهید همچنین اگر نور لطایف منمثل شود دلیل نفی باید
نه که عین منصوص باید دانست و نفی اثبات سبب نکته بنجا نباشد
سوال کرده اید عبارت شما نوشته آمد و اما عبارت
ما نوشته ایم بعد جواب نویسیم شما اگر بحیه لطایف ممثله
اعتقاد دارید باید که در ابتدای کار غالب بر ظلمات جسدی باشند حال آنکه
مغلوب و مختفی اند ظلمات عنصری غالب می باشند بعد سلوک و مشقت غلبه انجنا
بیرا سکنند

پیدا میکند و به این جهت تخریب هر مرتبه علیحده روا و وجه لقاب
جون بعد عدد تبدیل شود با لفو حکم حبت میکردد و رخصت نزدانی
خفا پیدا میکند و درین حکمت الهی است که [illegible] مراتب سلوک را
بنوان بشر خود انعیه فرموده ... ترتیب سلوک بنظور جذبه غیبی مرکب را
ازین لطیفه منتبه و از قید ظلمت برآورده بخصوصیت اصلی که نورانیت و صفاست
رسانیده بهره وصول بخشد ذلک فضل الله یوتیه من یشاء والله ذو الفضل
قبل از تعلیم اسم ... [illegible] میشود تمام وجود او باخطره است و درین خطره مخطوط
باخطره بدون تعلیم اسم ذات بقصد آن است که غیر این خطره دیگر در دل پیدا نشود
سابقا خطرات دل را خطره ها گرفته اند در سلوک چون بصحبت اسم ذات داخل خانه
دل شد که در حقیقت دل خانه هم ذات است خطره ها که بیکاره و از هر طرف
گرفته بودند در جنبش می آیند اگر جذبه از فرحمت خطره ها را فارغ میسازد و خانه
بیکبارگی خطرات از خانه دل بدر میشود و سالک بقوت جذبه از زحمت خطره
فارغ میشود و اگر جذبه غلبه نکرد کار سالک بدین طور افتاده و خطره ها از آمد
در خانه دل حسب خانه را منع میکنند سالک را در سلوک مجاهده باشکر خواطر افتاده
باید که بقوت وحدت اسم ذات از کثرت شکر خواطر مضطرب نشود و قصد

باشد که در جنبه ادراکی ام ذات صورت اجاکرد و مزاحمت خواطر تا زمانی
که در لذت در مجاهده و محنت کوشد معنی سلوک همین است پس غم مبا کرد
بلکه در دفع خواطر مردانه طور باید کوشت فایده رنگ تلبس در عالم مثال کاهی
اگر نمایند شرح میشود اما در اول مرتبه بعد از ان طور رنگ شرح غالبا منظور نظر
داشته میشود و اگر ذکر غالب کرد و از پیدا کردن رنگ خسته از این جهت و
موقوف دارد فایده این سهم ذات اگرچه از بحر ذات شمرده است و حروف
محل ذات است اما ذات حقیقی مبتدی را بی ترکیب لفظی انحروف دشوار است
لهذا در عین تکلم این لفظ حادث مناسب لفظی مدلول این اسم دارد
لا اله الا الله محمد الرسول الله مدلول را از یاد نباید نسلی ماند که بعد از انجا
که آله را از یاد نسیت باید آورد و از انجا کلمه الا الله را کشیده بر قلب ضرب
باید کرد باید آورد و اگر در کرم باید رسید است هر چه از این زیاده
شود در جاست فایده در عالم مثال آنچه رنگ نارنج یا سرخ یا غیر ازین متصور است
خیال نباشد در آنکه از رنگ نارنج بیرون است از انور قرار باید داد خیال
اگر ذکر را از زبان را هم عادت است داگر زره خیال نباشد از قبله حالات
سالک بسیار دشوار است خیال حالات نوری که بجناب الله سبحانه مخصوص و قدم
است

در سبب دم زدن
در شروع این کار
در سبب دم زدن

marfat.com

عین می گوید گویم که نسبت عینیت بی ملاحظه طرفین متحقق میشود پس فرق
که طرف ثانی بر تبه عدم نسبت با فنت عینیت او با مر موجود منفی گشت پس این
واحد حقیقی که غیر متکثر است با دو رعینیت ندارد مصرعه چه نسبت خاکرا با عالم پاک
و خالی نیست غیر حق را می باید یا نه اگر می باید پس عینیت ما لک بما لم یزل
کذب محض و اگر نمی باید نسبت عینیت این وقت خلاف قواعد عقل است
فافهم والسلام والاکرام سوال در حدیث قدسی مضغه را اول ذکر کرده اند
و قلب را که لطیفه نورانیست بعد آن وجه چیست جواب اگر از مرتبه ادنی با علی
نیز و ند اول ذکر مرتبه ادنی ضرور نیست و اگر چنان از مرتبه اعلی با دنی ایذکر
اعلی مقدم الوقوع است سوال هر گاه کیفیت اصل لطیفه معلوم نباشد
و بهره یابی از ظهور معانی قالبیات آن لطیفه باشد ناظر مضغه و منظور
انوار قلبی که در بعضی مکاتبت نوشته چه طور بود جواب ناظر بود و مرتبه است
گردیدا بحجاب ظاهر است چون حجاب در میان نیست وصول این ناظر را منظور
الی می گویند و اگر بدو اسطه باشش ملحوظ است این وصول را وصل الی
میفرمایند سوال حضرت میر دستگیر فرموده اند النفس یتولد من الروح و الجسد
تحقیق این و صل میفرمایند جواب الله سبحانه خلق را از اربع عباده

مخلوق فرموده، روح را از روی خصوص بی سایر حیوانات [illegible]
بحکمت بالغه و بعد نفخ روح در جسد جسد را بحکمت بالغه عالم و بینا
و شنوا گردانیده اما مرتبه جسد از روح ممیز [illegible] بنابراین لابد [illegible] مقتضا
عنصر خاص ظلمت و کدورت که منشاء کفر و معاصی و مناسب مرتبه
روح نور و صفا که باعث ایمان و طاعت است یکی از این دو مرتبه محبوب [illegible]
خاصه خویش و غرض از تخلیق این هر دو نه ترکیب وجود فعل اختیاری [illegible]
و آن موقوف بر هیئت مجموعی از اتحاد دو ظلمت و نور لهذا [illegible] کاملا ارجمند
جسد ظلمات عنصری را علو داده از اوصاف روح [illegible] نورانی را [illegible]
بخشید و در مرتبه برزخیت آن هر دو جمع ساخته هیئت مجموعی [illegible] را
آورده و جامع متقابلات ایمان را لباعث و کفر معاصی گردانیده و از
جمیله مجبوریه برآورده بصفت اختیار موصوف ساخت لهذا نام او را [illegible] نهاد از اینجا
است که حمل امانت را که در آیه کریمه واقع است قبول [illegible] داده اما به او [illegible]
و مظهر کمالات صفات جماله و جلاله گردیده لنعم الله الرشا و بئس [illegible]
چون این تحقیق تفصیل زیاده منجو بهست بر ضروری اکتفا نموده آمد
جاردیگر ان شاء الله تعالی تتمه آن بحسب فهم رکیک بیان نموده خواهد شد

marfat.com

چون به بیرنگی رنگهای دیگر ... مراد از بیرنگی ...
اطلاق تغییر ... بر آن راه نیست و از آنرو ... بعضی مظاهر و آثار ... بعضات
و از ... شدن انعکاس ایکنهای مختلفه از نور افتاب و حرارت آن
بوسیله حسی بصری ... بیرنگی مراجعه می دهد و از آن ...
به بیرنگی رجوع نهایت سوی و ... اشتباه می شود و نمی ...
تقابل صوری و تضمن بخصوص ... چیدن سطوح تکلیف از میان برداشتن
اکسهای مختلف الالوان که موجب ... اکثر اغلاط را شرح میرزا محمد رضا عفی
غفر فقیر میگوید که آنچه ممدوحی میرزا محمد رضا در شرح ابیات مصدوره السدر
بسیار پاکیزه و زیباست اما اینمعنی مناسب شخص فانی نمیاید زیرا که
صاحب ... را اضمحلال ظاهر و مرتب تقلید است حتی که علم تناهی اگر در شخص
فانی باقی بالله ... و ثابت مگردد از لهذا از دیدن به بیرنگی را
میرحومی در شرح ابیات مفید با ... اضمحلال تغییرات از نظر عارف کرده
چه تعین عارف چه تعین غیر عارف در ... معنی سواد خط دارد شوند اول
انکه از ... بیرنگی انعکاس ایکنهای مذکوره از نور افتاب مراد در
ایجاد شبهه است یعنی انچه در ایکنیه منعکس است حقیقتش بیان کرده
اما حقیقت

marfat.com

marfat.com

خود را صفات حق می) یابد و چون تجلی ذاتی بهره در خود نمود صورت خود را
در مرات خلق یافته عین ذات حق می یابد و این به صیقل تجلیات بطور تو
نمرتبه است در تحقیق منتهیان درین تجلیات بطوری دیگر است کمالا تخفی
علی اهله فایده سر تجلی که هست تجلی کمالی از کمالات اسم
اما اگر تجلی ای خود را صفاست آن تجلی طهور کمالی از کمالات اسم
نافع و قابض و معطی است و اگر تجلی بری و ... قبض است آن تجلی طهور
کمالی از کمالات اسم قابض و نافع باشد بعد لحظه اول از لوازم آن عجز
و حمد و ثنا است و از لوازم ظهور آن استغفار و تضرع و ابراز فقر
دلها در بسط نشر است و بسط دلها در قبض بقوت است پس اگر در عین
جلوه استغفار و تضرع رد نموده مقدم بسط و صدا ... دلا دخل الله
بوسه من بیشاء و نموده الا و ... سیر ... واجب الوجود نگر
الوجود واجب الوجود انکه او ذاته ... شود محتاج دیگری نباشد و کل الوجود
انکه وجود و عدم او بذاته نباشد بلکه بغیره باشد و این مقرر خواهد شد
باید دانست که اطلاق وجود بر واجب تعالی بمعنی ثابت بذاته الواجد
از وجود واجب تعالی حقیقتی است احتمالی و اعتباری که بنسبت و اعتبار
او دیگر باشد

ا. د. کہ باتحد و اطلاق جود بر ممکن معنی ثبوت کہ مشترک بالوجود است
دمعنی مصدریہ است و در فیض جودی از وجود حقیقی موجود کشیدہ و باعتبار
نسبت فیض وجودی) از وجود حقیقی نسبت وجود باو میکند پس وجود
ممکن حقیقی نسبت یعنی وجود بداتہ نسبت پس اعتباری اضافی است الغرض
اطلاق حقیقت وجود و اصطلاح صوفیہ بر کسی است کہ مشتمل بر اثبات
اطلاق وجود اضافی و اعتباری بر کسی کہ نفض و یکزبان انکار وجود با
ما سوی اللہ و لا یکمن من الاقاصرین اگر شبہ باقی ماند در زدودن خواہد
یشافیہ و رسالک کہ در نفی مقاصد غیر مقصود حقیقی میکوشند تا بمرتبہ
این نفی رفع عناد و حسد و غیر ذلک من الصفات الذمیمہ از سالک
ازالہ از سالک صفات و سمہ مشتمل گشتند عناد و حسد عوام باذات
سالک نادان در نفی سالک پیدا می کند و چہ عناد عوام باذات سالک
حجاب شریف سالک است کہ عوام خوردن و خفتن و نوشیدن سالک
شاق بودن و خفتن خود قیاس کردہ مخالفت پیدا میکند کما قال
مالہ الرجال باکل الطعام و یمشی فی الاسواق باید کہ تمام صفات ذمیمہ را
بسل رحمت نفی از حاحت تفصیل دہیت کہ در مراقبہ کا نفی اثبات

marfat.com

از جزاء تمام ساقط است چون غیر از اسم حقیقی که در کتاب اند
مرتبه است تمام و احتیاج مستوفی اند و لی مدد اصل از جزی
لا یا این احتیاج ذاتی این نشان نشاید و عدم تعبیر کرده ایشان را عدم تما
گفته شود. زیرا که هر یک از خود هیچ ندارد فی الحقیقت معدوم دنیا است
هو الاول والآخر والظاهر والباطن و هو بکل شیء علیم تحقیق معنی این آیه
کریمه در حدیث نبوی صلی الله علیه وسلم قال النبی صلی الله علیه وسلم اللهم
انت الاول فلیس قبلک شیء و انت الآخر فلیس بعدک شیء و انت الظاهر فلیس
فوقک شیء و انت الباطن فلیس دونک شیء فاید هو الله سبحانه تعالی
در عالم از نوح تا آن جهان شستم مرتبه که شد بر تخته زین رنگ خط و خط پیدا
فایده در اصطلاح اهل تصوف در مرتبه تنزل حدیث چهار ده را بسقط تعبیر کنند
در اصطلاح ایشان چهار مرتبه وجوب و وجوب و امکان و امکان بکار برند
بدین تفصیل که مرتبه وجوب را بخط اول و مرتبه امکان را بخط ثانی بیان
میفرمایند چون این مقرر شد پس سالک مراتب متخیله را یقینی که از تعدد

ذکنتر خالی کودید دیدما سوا از دیده بصیرت او نبیند دیده ه در مرتبه حق
وجیه در مرتبه امکان بجز ظهور احدیت مجرده در دیدا و نمیاند
که خود را با بنمراتب جلوه کر فرموده از ان فی مرتبة الوجوب و صدرو تا
مرتبة الامکان ان اریں تا اکثرت بود و غافل از حقیقت در بنولات مطلع
بر حقیقت با وجود کثرت و کثرت را سیر مراتب مخفیه و ظهور اسرار غیبیه
آدمی باید فایده این تحقیق انسانیست که از مرتبه ذات حفظ امانات
مینماید چه اضافت جمای که انرا بوحدت بیان میفرمایند یقین
اول میکوینند و چه اضافت تفصیلی که از ایشین ثانی و بواحدیت تقریر
میکنند و ظهور این مراتب را در مرتبه علم میدانند محققین کمالات دلالت
حضرات انبیا علا نبینا و علیهم الصلوات والتسلیمات ذات
جامع الصفات را وحدت صرف حقیقی میفرمایند نه هر دو مرتبه را
معًا فی تعدد و نکثر و بلی تقدم و تاخر بوحدت صرف در خارج ظاهر میشنهند
بتعلیم الاولی الاصلح و کمالات صفات ذاتیه را که مقتضیات صفات
مرتبه غیب العیب و حمای محض است در مرتبه علم ظهور میدانند و این ظهور را
در مرتبه علم ذات و قدرت باسم معلوم و مراد و متعلق ذاتی
فی ذاته

اصل

متوسطان علوم شود چون بشنوی عین ترقی از مرتبهٔ دگر یابد

معلوماتست که مقدمهٔ علم حضوریست مرتبهٔ علم منیما که حضوری علمی دارای منحقق
علم فوقانی مرتبهٔ علوم است بین مبارکه در مرتبهٔ علم حضوری علمی است دخصوص
علم دارای علوم هیچ نبود چون علم زاید بر عالم نیست پس ذات جامع کمالات
بدایت حاضر این است بیان حضور نه حضور که حضرت پیر دستگیر حضرت
بنوری نور الله مرقده در مقامات خود ازان خبر داده ربنا لا تواخذنا ان نسینا
او اخطانا بموجب فهم ناقص خود چیزی گفته شد فایده مایمه سجانه
هرچه از ذات و صفات شیء متصور مدرک میشود منسوب بصفا
لطیفهٔ خیالست و خیال مرتبهٔ لطیفه نفس است اگر شیء متصور بطور
قالب شرع تعریف نیست و اگر قالب شرع تعریف است در مرتبهٔ
خیال از صفای لطیفه قلبی بهره یابد است اهل مرتبهٔ عقل تا
تمرهٔ اسلام و سنت حسنه بدرالهیه فایده برد
وجود گرده سبب ایدال دانی بیان که تحصص خیر است ایدا حاصل
شد این بیت آنست که هر موجودی از موجودات که موافقت یابد علی
دارد چون موافقت امر موجود است و چون آن موجود خیر محض نیست و

هر موجودی

چون شر در عدم بود عدم خیر وجود
پس شر همه موافقت با خیر است ابدا

www.marfat.com

marfat.com

مدح و ذم و غیر آنست فایده طریق اثبات وجود صانع
منحصر بر دو قسم است یکی بطریق دوم بر صفات و اثبات او اول نزد و طایفه
است و آنکه اثبات بدلایل عقلیه میکنند باصطلاح نقل دو قسم
انبیا علیهم السلام اخبار صادقین میکنند و آنکه بدلایل عقلیه
دلیل بر صدق آنها را حکماء و مشائین میخوانند و آنکه باریاضت
میکنند باصطلاح انبیا اخبار را صوفیه میگویند و آنکه بخلوص
ریاضت دارند بدلیل صدق انبیا را متکلمین چنانچه ترجمه
خاتمیه بآنکه بر شرح مواقف است فایده گمان بر چهار قسم است
قسم اول یا موریه و آن حسن ظن است بخدا میجانه ریاضت و در حدیث
آمده حسن الظن من العبادة و دیگران حرام است و آن گمان
بر صدق خود یا بر صدق دیگران بدون دلیل و آن گمان یا
مانند قضا و بنیاد دلیل بر علیه ظن بر صدور جهاد به چهارم مباح
و آن ظن است در امور دنیا و معاملات سوای آن در صورتی که
سبب سلامتی باشد و الا ظن حرام است و از فضیلت حرام شمرده
باشد و بعضی آنست که از عدم آن خوف باشد مانند آواز تن

مردمان عذاب حسنات ها و انکس لعبه خلق بر خود است

که عیب خویش نشناخته سیئات ها بدیده (مراسین) بدیگران دارد

مکر درمان باش فایده امر بردو مرتبه است امر ایجابی . امر ایجابی امر

انکه واجب کرده شود بندگان که فلان کار شما کنید پس گوید امر ایجابی

اگر از مامور حاصل نشود نکوهش است امر ایجابی اما شنیدن الفاظ دیر

شدن دیر حاصل ممکن و دانش حاکم نیز گوید فایده بدانکه سزاوار

رضا و محبت . امر دارادت و قضا حکم خدا تعالی است دیدنی از حکم

و ارادت و قضا است سزاوار رضا و ... او و این نفی رضا و

و ستودنی است و ادعی فایده بدانکه اسم الله جهار حرف یا اصل است

الف و صواد محمد رسول الله است . دو تا سین . لام اول از آل (خلیل الرحمن)

است و از لام ثانی وصول بحضرت موسی است و از اسم چشمه وصول

بحضرت دارد است و از چشمه دوم بحضرت عیسی علیه السلام

تحقیق مرسیح ادم بود نیست قدس سره

الصلوات و از پله نهم فایده حیرت بردو مرتبه است حیرت عقول

و حیرت نرد و حیرت مقال آنست اجوهر ناطقه خود را از ماهیت

محمله ادراک مطلوب حدی ثبت و جمع خود را فاقد . تصوری حاصل

باقی

[illegible] هر چند تو نیکو کنی و بکوشی و بیابی اما بی یاری ایزد [illegible]

حقیقت [illegible] در عین نیافت حقیقت قرب و معیت حاصل

آید و حیرت مرد از آنست که بخلوت خاص باطن مع الحق [illegible]

از قرب محبوب بعید افتد از معیت او خود در آید و فایده در شرح

اما لی گفته است یعنی گمان میکنید که خدا تعالی در عالم همچو شما در کیاه آمده

باشد یقین کاذبست زیرا که خدا تعالی را اندرون عالم توان گفت نه بیرون

از عالم مرد و غلط کفر است زیرا که جای را بخدای تعالی نسبت کردن کفر است

و کلمه ما را باید گفت که چون هیچ نبود از عرش و کرسی و آسمانها و زمینها و آدمی

و پری خدای عز و جل بود و هست و خواهد بود و بر خیزد و بر خیزد لیس الخبر نیز همچنان

بی گمانی بی جا بست و در خبر است انتهی کلامه سوال آنکه اندرون عالم

توان گفت نه بیرون عالم از وحال عالی نه یا آنکه اندر هم هست و بیرون هم

[illegible] تعالی اعلم در لک [illegible] مرتبه ثالث بیان کنیم در [illegible]

اندر و [illegible] باشد این نیز سخن اول است یعنی وقتی که در او گفتیم این

نیز قسمی از اقسام بیرون است دیگر آنکه وقتی که مصنف خود شرح این

منه نماید احدیت است از جمیع صفات و الحال که نیز و نوار آفریده

همچنان است که بود این قول مشعر از بیرونی او تعالی از عالم است فوق التناقض
بین القولین جواب این عقیده صفت جماعتست برق که او تعالی اندرون
عالم است نه بیرون او تحقیق این برد وجهست اول انکه هرچه را اندرون
بیرون گویم دباین نام خوانیم از جمله عالم است پس اگر او تعالی را در عالم گویم مقید
بعالم میشود و محاط او و اگر بیرون عالم گویم اگرچه این بیرون را بیرون عالم
فهم چون بیرون از عالم نیست کماذکرنا بنابراین قول نیز گفته باشیم که او تعالی
در عالم است تعالی الله عن ذلک پس درست افتاد که آن سبحانه را موجود دنا
گویم و اعتقاد کنیم اما بیرون و اندرون نگویم زیرا که این برد دلوازم محدثات
است دوم انکه درونی مطلق لایق جناب اوست دبیرونی برد و مرتبه است
یکی انکه نجارز از حدی بحدی دیگر دوم انکه غیریت و اثنیت مرتبه از مرتبه دیگر اگر
بمعنی اول او تعالی را اطلاق بیرون کنیم کفر است زیرا که حد در جناب او کجای
و اگر بمعنی ثانی گویم درست چرا که مرتبه وجوب مر او را مرتبه امکانست و این خود ایمان
محض است و ضد این کفر پس او را بصنف یعنی بیرونی اول است نه ثانی زیرا که
ثانی را خود قایل است جائی که گفته خدا بود و عالم نبود فایده ولیس الاسم
غیر المسمی لدی اهل البصیرة خبرال باید فهمید که اسم داشته مرتبه است
مرتبه لفظ

مرتبه لفظی و مرتبه وصفی و مرتبه ذاتی و از امر تبه علمی نیز گویند پس اسم من
حیث مرتبه لفظی غیر مسمی است و من حیث مرتبه وصفی نه عین مسمی نه غیر او
چنانکه در تحقیق نسبت صفات با ذات در مکتوب ما قبل گذشته و من حیث مرتبه
ذاتی و علمی اسم عین مسمی است و ما مقتولنا مقطوع اجل فایده سوی
عند اصحاب الضلال یعنی هر که کشته شود از دست کسی اجل او بریده نشود
یعنی از مهلتی که الله تعالی مقدر کرده است کم نخواهد آمد بلکه اجل او همان ساعت
باشد و چون اجل شخصی برسد مقدار آنکه مور چه قدم بردارد و نهد از ان
پیش و پس نیست بلکه در ان غیبت الیته خواهد مرد اما کرامان میگویند
که اگر کشته از دست کسی نشدی چند وقت دیگر زیستی این سخن ان ان
کفر است سوال چون اجل بریده نشود پس کشنده چرا لایق عذاب میگردد جواب
چون اجل یکی بنهایت برسد حق تعالی او را البته خواهد میراند لیکن بر بنده واجب
است که چون اجل او رسید او را نکشد زیرا که ملک خداست و تصرف نیز خدا را
است در ملک خویش چون بنده فاعل مختار است باختیار خویش چون ناحق
کرده که ناکردن بر دو واجب بود پس لایق عذاب میگردد والله اعلم انتهی
کلام الشراح سوال هر گاه آجال تمامی مخلوقات بارادت الله تعالی

تقدیر بلاشک و شبهه از دقت خود تجاوز نمیکند همچنین حرکات و سکنات فاعل
اختیاری و غیر اختیاری نیز مراد و مقدور اند و از حد تجاوز نمی توانند کرد پس
منع فاعل اختیاری و غیر اختیاری نیز مراد و مقدور اند و از حد از حرکات
و سکنات مقدوره و مراد ازلی گویا رضا بر توقف ظهور ارادت در تقدیر
خداوند است و این ممتنع است پس چون چنین نباید عذاب چگونه بر قاتل
مترتب گردد که حرکت او اگر اختیاریست اما بارادت و قضا است چنانچه اجل
مقتول جواب این بر دو وجه است وجه اول بحسب مرتبه افعال و وجهی دیگر
بموجب حقیقت اینها بحسب صورت اینکه هر چه هست بارادت و در قضا خداوندی
است اما فاعل بر دو مرتبه است یا وقت فعل منتظر زود امر و نهی دارد و موافق
ان فعل بجا می آرد یا انکه منتظر او نیست اگر هست در ارادت و تقدیر در حق او
مع تقدیر فعلی تقدیر ثواب برده مقرر فرموده اند و اگر نیست تقدیر عذاب و ظهور
امر و نهی برای جواز توقف در ظهور قضا و قدر نیست بلکه برای غیر خبیث از
طیب است تا خبیث از طیب جدا شود و در مرتبه تفصیل و بموجب حقیقت انکه
تعلیق عالم با بطهور صفات جمالیه است با بطهور صفات جلالیه هر که تعلیق
او بظهور صفات جمالیه است چنانچه افعال او بحسب امر و رضا مقدور فرموده اند

بی المجاز

بی نجا در همچنین انچه از ثواب و درجات باشد نیز از ظهور صفات جمالیه در حق
او عطا فرموده اند و هر که تخلیق او بظهور صفات جلالیه است چنانچه ظهور
افعال او برای ظهور صفت نار رضا در اول خاص نموده اند همچنین انچه از عذاب
و درکات باشد نیز از ظهور صفات جلالیه است در نصب او قطع نموده
پس چون سایل دانست که انچه از حرکت و غیر ذلک از تقدیر خداوند است
باید که عذاب و ثواب را نیز از مقدرات ازلی فهمد و استنار بعض دون
بعض ننماید فایده روزی فلک هرا نیه بر ما جفا کند ها وزرد دستان
همدم ما را جدا کند آسان کنی از مرگ خدایا هر انکسی کین نسخه من بخواند
ما را دعا کند نسبت آثار بسوی افلاک و نجوم بردو مرتبه است اگر در عین نسبت
اعتقاد بندد که اینها موثر حقیقی اند کفر است و اگر اعتقاد کند که موثر حقیقی الله تعالی
است و اینها وسایط بروز ظهور احکام اسماء او تعالی هیچ از اقتضای اسماء
و صفات تجاوز نمی دانند کرد این محض ایمان است پس مراد مصنف رباعی در نسبت
افعال بسوی فلک مرتبه ثانی است تامل و چون در اینجین اطلاقات
توهم معانی غیر مشروعه نیز پیدا میشود از اینجاست که اولیاء اهالی احتیاط
اطلاقات را که خوف توهم مذکوره دارند ترک کرده و منع فرموده اند فایده

قال الله تعالی ان یشا یذهبکم ایها الناس و یات بآخرین مسوال ازین
آیه مفهوم میشود که اگر این مخلوقات را بردارند بجای ایشان مخلوقات
دیگر آورند جایز است و حال انکه مقدور قدرت و مراد ارادت و معلوم
خداوند یست که همین اصناف که موجود اند بر بعضی ازینها ثواب و عذاب ابدی
مرتب است و لزوال مرتبه ابدیت که در حق ایشان ثابت است محفوظ
و مصون پس اگر بموجب آیه کریمه فوقانی ایشان را بردارند و بجای ایشان
مخلوقات دیگر موجود کنند و معامله ثواب و عذاب ابدی را ایشان مرتب
نسازند نقصان در مقدور و مراد و معلوم قدرت و ارادت و علم پیدا
میشود و این لایق عقیده منیت جواب مرتبه قدرس خداوندی موصوف بصفت
قدرت و ارادت است و ظاهر است که قدرت مصحح تعلقین و ارادت مخصص
فعل واحد پس اگر با وجود تصحیح تعلقین که قدرت را ثابت است تخصیص فعل
واحد باتفاق قدرت کامله کرده نشود و بظهورات صفات افعالیه که خاصیت
وغیر ماهیت همین فعل مخصص را بوجود آورده نشود و معامله ابدی بر
مرتب نباشد در تصحیح تعلقین که قدرت را ثابت است چه نقصان لازم
آید و بعد این تخصیص مصدوره که بصفت ارادت خاصه گشته اگر بدین قدرت
کامله

کامله که از تصحیح فعلین بهت نمائیم چه حد رسیده شود بلکه کمال حذاوندیست
که باوجود تخصص طرف واحد زوال در معامله قدرت او نفتد و چنانچه
ترتب معامله ابدی برین اشخاص مراد ارادت و معلوم علم حق سبحانه است
نیز ثبوت خصوصیت قدرت کامله در شان خود که تصحیح فعلین بهت مراد
ارادت و معلوم علم اوست سبحانه بی نقصان کز زوال آن کجا فاهم بهت
تا که دالیش ماند ذرات وئیم) اور دو عالم افتابی فی ئیم را در بعضی ابیات
که حق تعالی را بافتاب تشبیه داده اند و مخلوقات را بذرات و حال آنکه
افتاب در مرتبه تقید و احتجاج و تمامی ذرات بخود مستقل محل سوال هست
اول آنکه مقید چگونه میشه به مطلق شود دویم آنکه ذرات که مستقل بذاته اند
بمخلوقات که معدوم الاستقلال اند چه نسبت دارند که مشبه بانها شوند
فایده در مثال جهة تقید و استقلال منظور نیست بلکه جهة نورانیت آفتاب
بذات خود و اختفای ذرات بی ظهور آن نور منظور پس فیض وجودی
نور مطلق که هر ظلمت اعدام بپرتو او ذاز کتم عدم بانها برآورد رو نشان
نور آفتاب هست که ذرات را از مرتبه خفا که حکم عدم دارد از عدم ظهور بظهور
آورد و این مسئله برای کوته بینان هست که معامله آفتاب در نظر انها ظاهر

وظهور پذیری ذرات نور آفتاب متیقن و معاما ظاهر حقیقی از نظران ایشان
مختفی و احتیاج قیض ما بی وجود بخشی بمخلوقات از بصیرت اینها دورتر
همذا بشی مخلوقات اظهر عندهم شی مخفی منهم را تحقیق میکنند و بآن
تشفی میخواهند فایده سوال در حدیث که لبیک از الله سبحانه بعید می آید چه معنی
دارد جواب معنی لبیک ستاده ام بخدمت تو ولازم این معنی رضا متکلم
از متکلم به و طلب رضا از متکلم پس معنی این لفظ فیما بین مخلوقات متصور
ولازم این معنی بنسبت الله سبحانه معقول فایده آیه تسمیه جامع است مرتبه
ذات و صفات و کمالات را سوال تسمیه مرکب است از حروف تهجی و محدود
بحدود و حادث است و ذات او تعالی با جمیع مراتب قدیم و منزه از حدود
پس آیه تسمیه این مرتبه عالیه و قدیمه را چگونه جامع شد جواب بدانکه تسمیه را دو مرتبه
است مرتبه تلفظ و مرتبه حقیقت و ذات و صفات و کمالات که ما میگوییم
نیز مرتبه تلفظ حقیقت دارند پس چون چنین دانسته شد بدانکه مرتبه تلفظ که تسمیه را
ثابت است جامع چیست تلفظی مرتبه ذات و صفات و کمالات را است
و مرتبه حقیقت که مر تسمیه را متحقق است همچنین شامل است حقیقت ذات
و صفات و کمالات را فایده هر جا که وجود است ظهور لطیف خداوندیست
در اجمالی

وہر جا کہ سلب است ظہور قہر خداوندیت فایدہ عقیدہ شرعی است
کہ خدا یتعالی را شئی و ذات گویم اما منزہ از جہۃ ششگانہ سوال
این عقیدہ و قبول این عقیدہ ہر مومن را بی تردد لازم و واجب
است تحقیق تفصیلی داند یا ندانند اما خواص را از تفصیل چارہ نیست
پس باید بیان کردم کہ ہر گاہ او تعالی شئی وجودیست پس نفی جہات
از امر وجودی لزوم خالی نیست یا انکہ آن وجود بخشی دست
دارد کہ سلسلہ عرض و طول او منتہی میشود یا انکہ منتہی میشود بہ بود
اعتراض باقیست بر اول انکہ اگرچہ منتہی نشود اما تحقق جہات در عین
مرتبہ وجودی او منحقق است زیرا کہ جہت وسعت در عین مرتبہ خود
مقتضی این جہات است ولا کذلک نی اللہ تعالی جواب تحقیق مرتبہ
وجوب بوجہ تعقل است یا بوجہ معقول و معنی طریق تعقل انکہ تحقیق طریق
بعور کردن و تفکر در زبدن در عین مرتبہ وجوب پس چون تعقل
مقتضی تصور شئی و ادراک است و مرتبہ ذات اللہ و صفاتہ منزہ
ازین ہر دو چنانچہ لا تفکروا فی ذات اللہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
است محقق باین تحقیق محروم از حقیقت مرتبہ وجوب بل بعید البعد

چنانکه حکما فلسفی پس چون سوال سائل از مرتبه تعقل است تحقیق مرتبه
تنزل از تعالی از جهات شش گانه باین تحقیق و تفصیل غیر موجود و نظر
معقول آنکه تحقیق مرتبه وجوب بغور کردن در عین مراتب جهات
چون تصور و ادراک در نفوس جهات جایز است چنانکه تفکر دانی الا
قول رسول است صلی الله علیه وسلم باید فهمید که مقرر اهل ایمان و عقل
سلیم آنست که الله تعالی ذات و صفات حق قدیم و از لیست و موجود است
ماحوای خود را و ماسوای او تعالی مخلوق و حادث است و هر مخلوق
بشک و شبهه مسبوق بالعدم پس جهات سته را عین حق گویم
یا غیر او عین حق گفتن صریح ممتنع است پس لاجار غیر حق گویم و چون
در صدد تحقیق کردیم که آنچه غیر حق است مخلوق و حادث است و هر مخلوق
مسبوق بالعدم پس البته بی شبهه جهات سته نیز مسبوق بالعدم باشند
پس هر چه مسبوق بالعدم است او را در مرتبه قدیم ثابت کردن غیر
معقول باین تحقیق واضح شد که او تعالی قدیم و از لیست و بجز او جهة
و مکان و غیر ذلک همه مسبوق بالعدم پس الان کما کان متحقق شد
الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله لقد

جاءت رسل ربنا بالحق مکتوب نجابهم اندرترغیب فنافی الشیخ صدورنیافت
له العظمة الکبریاء مولاجل شانه حضرت مولوی را بعبدیت خاص
بل اخص بنوازد تا شرکت در مولائی با مولا غراسر میدانشود چون لفظ
مولا رد معنی دارد کما لایخفی از روی مولائی بمعنی عبدیت است در
مثنوی رد م قدس سره بیت مثنوی هرکرا شد مولای روم لاابالی
شمش تبریزی انشد یعنی بندگی خاص بل اخص رب حقیقی مر عبد را
موقوف بر فنافی الشیخ است مستعد نادر است که در استعداد
او این جوهر نهاده الذ والا اگر این را مذکور استعدادی در اطاعت
شیخ که مستلزم بفنا است حصول امامت دینی است عوام است و هذا
شرک خفی الطریق عافانا الله سبحانه من هذا بورود نوار نشانه عالی
خاطر فقیر بجمعیت بدل گشت و یاد آوری از جناب این عاصی را
موجب حمد گردید غیر تمن نیستی مطلوب دانند در اطاعت شیخ خود
مقصود همین نیدانند که بالا مذکور شد نیستی زعمی دگر است وفنا
حقیقی دیگر شتان بینهما از من دعا و از حق قبول مداومات مخصوصه
بدعا یاد آرند و از یاد ظاهری که رابطه فیمابین است نیز یاد آور باشند

والسلام والاکرام مکتوب شصتم بفضیلت مآب نشیخت پناه شیخ محمد الکریم حیو
یفعل مایشاء بقوته لانه قوی عزیز ویدبر مایلیق بحکمته لانه حکیم خبیر فلا یسئل
عما یفعل لانه یحکم فی ملکه ویصنع کما ینبغی لانه فلا سئوال علی المالک الحقیقی
وحکیم القدیمی مع ذلک قلوب محبان در مهاجرت محبوبان در زلزله
فواق متزلزل وحیران مع التسلیم فی جمیع ما خلق الله سبحانه من الرسل
والهجران محب صادق خلوص طویت عادت متقایی العاقد المقتبه
من علوم صاحب طریقة الاحسنیه والفاضل بعلوم البدیعیت من
صاحب الشریعة المصطفویة علی صاحبها الصلوة والتحیة اخوی
مکرمی المتحلی بحلیه معالی الکرمیه ان اکرمکم عند الله اتقیکم اللهم اجعله
متحلیا بکمال التقوی الذی یتجلی به صاحب الطریقة الاحسنیه المقتبس
من نور المصطفویة صلوات الصمد وسلامه علیه ما فضل صلوة واحسن سلام
بعد سلام فقرانه مطالعه فرمایند بورود در رقیمه مملو در معانی اخلاص ولوه
اختصاص معه خبریت حال خاطر مهجوران فرحت یافت گویا بنیه ملاقات را
دریافت اما عجب که چندین مسال حصول فواید متعالیه فصله زیارت حرمین
تشریفین نمودند اما شمه بیان حقایق اصلیه که دران مقام شریف در وده

بساط

هیچ در قلم نیاورده ام اگرچه قلم از تصویر حقایق عاجز اما با وجود علو شان
خود اطلاقاً درین عبارت بیانی ظهوری دارد و بر اهل آن حقایق
مبطالعه تصویر قلمی بلا قید تصویر کنونی پیدا می کند هر گاه کلام مطلق
حقیقی حق سبحانه با وجود اطلاق حقیقی بعین اطلاق محفوظ حافظ
ما و مقرّر و استاد ما و مکتوب کتابت مالی جلول و تقید بافته و محقق
بعین اطلاق محض بهره از ان کبیر دقایق معلومه محققه از کلام بیانی او چون
معلوم و متحقق مکتوب الیه نگردد بالضرور در حقایق غامضه مکنونه رامی مکتوب
میفرموده باشند بالحکم المؤمن مرآت المؤمن بتحقیق طرفین در مرات هر طرفی
وضوع پیدا آرد و تحقیق هر طرفی قابل شکر و اصلاح گردد عزیزا بتمیز فضیلت
و کمالات دستگاه سیادت مرتبت شیخ نعمت الله الملقب سلیمان
از چند ماه بعد حصول فضیلت کتب حضوریه در طریقه احمدیه خصوصیتی پیدا
آورده بارادهٔ زیارت حرمین شریفین مشرف شده بمجرد ملاقات العزیز
و مطالعهٔ فریضه حق اخلاص بجا آورده بجلوه کریمانه پیش آیند و بعد صحبت هر چه
از سرزدیات طریقه حاصبت در میان آورد از توضیح آن در دریغ ندارند و بطریق
لطف از انقدر زبانی انجذاب نمایند تا شکر صحبت ادا نماید مکتوب مختصر میکنم

www.sirat-e-mustaqeem.net

عرضداشت بجناب حضرت سرور کائنات بسم الله الرحمن الرحيم حامدا لمن ظهر
سر بحقيقة الانسان ومصليا علي من نور الله ومن نوره خلق الاكوان
يا ايها الناس صلوا عليه وسلموا تسليما اللهم صل وسلم دررد وانعم وبارك
علي اسعد العرب والعجم امام طيبة والحرم منبع العلم والحكم معدن الحلم والجود
والاحسان والكرم مظهر العرش واللوح والقلم ترجمان كلام القدم
سيدنا ومولانا وهادينا وشفيعنا محمد وعلى اله وصحبه وبارك وسلم الصلوة
والسلام عليك يا حبيب الله الصلوة والسلام عليك يا حميد دليل الله
الصلوة والسلام عليك يا حامد صفي الله الصلوة والسلام عليك يا محمود
خليل الله الصلوة والسلام عليك يا محمد الرسول الله يا اكرام الخلق يا ملي
من الوري لا سواك عند حلول الحادث العمم والحوادث الواقعة علي اطهو عليك
يا علام سبحانه بذا علامك العاصي عبد النبي المستغرق في لجة المعاصي الآثر
الي الان من حصول زيارة القدوم الشريف والروضة اللطيف وهو احيث الخاطبين
واعصى العاصين ليلتمس احواله في عين العصيان لان حلمك اوسع وخلقك ارط
ثم اخي ديننا نعمت الله الملقب بسليمان بالحسب الكمال قصد زيارت الحرمين
الشريفين فاذا يحصل شرف زيارت الحرم الشريف برجوعن كمال كرمك

ونظر اطفك حتى بوسيلتهما يكون مقيمانى جوار الحرم الكريم ويحصل
بعده ثمرات الاستقامة فالزيادة على هذا من سوء الادب مكتوب
شصت دوم بخيابان محاذى روضة سرور كائنات عليه السلام بسم الله الرحمن الرحيم الفقير الحقير
العاصى عبد النبى بعد ارسال تحية السلام الزاكيات الى جناب افضل
الفضلاء المباهين ببركات الحرم الشريف والفيض من هذا البركات على الشريف
والضعيف النحيف الحاضر بحضور القلب وآداب الحرم والمنظر بنظور الالطاف
والكرم سيدنا اشرف الشرفاء يلتمس احوال بان هذا الفقير ليس كن فى بلدة
الهند وبسبب عوارض المتعلقات الكثيرة مقصر عن حصول اشرف الزيارات
العالية بظاهر الجسد بالكد والجد الى الآن دير جوان يحصل له هذا الشرف
بالجسد الظاهر فيلتمس الى جنابك الشريف الدعاء فى حقى ان اصل الى
المقصود المعروض ثم اخى نعمت الله الملقب بسليمان بحسب الكمال قصد
زيارت الحرمين الشريفين فاذا يصل بالمقصود حصل له شرف الزيارة
بفضل الله سبحانه يرجو من جنابك الحلم والكرم ليقيم فى جوار الكريم و
ببركتهما كما قال الحمد من اهل الكمال نشعر ولا التمست غنى الدارين من يديها
الا استملت الهذا من خير ستلم فاذا سبب الكيل تطويل الكلام فتختم

١٢ كيلا

بالصلوة والسلام علي حبيب العلام مكتوب مشصت مؤيم بجناب حضرت سير
دستگير عليهم بطريقه سبحانك الله الرحمن الرحيم بجناب عالي متعالي اللهم بطريقه
الاحسنيه الواصل الي درجات المحبوبيه اللهم كيف اداء ثناء رسالت
خاطبه بخطاب قطب الاقطاب في الدهر قطع القطاع في هم بعد عرض
تحيه سلام فقير حقير عاصي بعصيان الكاملة عبد النبي معروض ميدارد كه بسبب
معاصي جليه وخفيه از حصول شرف ملازمت حضرت پير دستگير الي الان محروم
اميد آن دارم كه متوجه كريمانه در حق اين عاصي متوجه شوند تا تمدد دو روحانيه
توجه بصوب باطن اين عاصي ميسر آيد و از ظاهر و باطن آن بيمار الي ختم الهوا
از توجه آنجناب خلاصي دست دهد تا متوجه مستقيم بجانب قبله مستعد اوراد و اذكار
دوشنبه شرف ياب زيارت گردد اخوي ديني نعمت الله الملقب سليمان
بعفايد صحيحه شرعيه خود لوا به است بقصد زيارت حرمين شريفين رخصت شده
اميد كه بمجرد مورد جهت رد قدمبوسي بولايت حقيقي شرف لاكرد و حسب
زعمي از ميان رخت برسيد و چون بركت اذن مسلسل ازين عاصي در طريقه
احسنيه داخل و متوجه نسبت تعليمي است اميد كه در خواص خدام شريف جا
يابد و خصوصيتي خاص حاصل آرد مكتوب لوصيت ياب شيخ موسي سكنه هوشيار پور

فقيره

احسنيه نوشي

فضیلت مآب شیخ موسی جیوا زفقیر عبد النبی بعد سلام مطالعه فرمایند
تفاوت در مرتبه قرائت الفاظ حضرت قران وحدیث قدسی انچه در کتب
فقیه نوشته اند از انجا ظاهر نمایند اما انچه فقیر از اعزه خود قدسی اسرار هم تحقیق
یافته است اول انکه حدیث قدسی بطور کمالات کلام مطلق است معنا و لفظا
اما معنا بر سر جبرائیل یا حضرات انبیا علی نبینا وعلیهم الصلوات والتسلیمات
القاء ولفظا از نجا آن معانی را بلباس الفاظ تصوری مطابقا بهذا
المعنی بر قلوب این جماعه اکابر الهاماً واز نجا بلباس الفاظ لسانی بر غیر
ایشان از ایشان ظهور پذیرفته یعنی از ملک بر انبیا واز انبیا علیهم السلام
بر امت در بیان آمده پس ظاهر شد که حدیث قدسی بواسطه غیری القاء
بر سر او اخص الخواص معنا ظاهر و بر قلوب و السنه شریفه ایشان علی نبینا علیهم
الصلوة والسلام بلباس صنعتی قلباً ولساناً از ایشان هویدا و
قران مجید که جامع کتب سماویه و احادیث قدسیه بحکم لا رطب ولا یابس
الا فی کتاب مبین است بجامعیت کلام نفسی ذاتاً وصفاتاً وکمالاتاً
معنا ولفظا خارج از سرایر السنه بحکمت بالغه وبصنعت صانع حقیقی
بلا شرکت صنعتنا وبلا تصرف خیالاتنا بر منصه بیان بلباس الفاظ نور

آیہ خبود فرمودہ و بخماد بخما از بخا حسب المطلوب بجرائیل مسموع گردد بخما
یعنی آن جرائیل سمع صوتاً دالا علی کلام اللہ و علی ما اراد اللہ الی آخرہ بہما
الفاظ نور آیہ بمظہریت بیانیہ جرئیل علیہ السلام بلباس الفاظ حرفیہ
بر نبی ما صلی اللہ علیہ وسلم منزل شدہ بی تصرف جرائیل بوجہ ما الا المظہریۃ
قط و نبینا علیہ الصلوۃ والسلام ہمانرا بعینہ بلا تصرف و صنعے بہ بیان
لسانے جسمانی بر امت قرائت نمودہ فوضح الفرق بین کلتی مرتبتی بصاحب البصر
المنورۃ بنور اللہ سبحانہ وچون استعداد نبینا علیہ الصلوۃ والسلام در مرتبہ
حقیقہ قابل باستماع کلام مطلق نفسی جامع جمع مراتبہ بلا لباس کل لباس
لباس نفس المدعا و غیرہا متحقق و در اینجا لباس حسد نبوی بحسب شان
ہذا المرتبہ استماع آن بی لباس متعذر کما دل علیہ القرآن و ما کان لبشر ان
یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب الی آخر الآیۃ لہذا در جوابش استماع
ہمہ بخاہیز خلاصہ بر آں حضرت متوجہ جناب جل شانہ بودند بفضل او سبحانہ
بمرتبہ حسد یعنی اصلی خود کہ فوق عرش ست عروج فرمایند و از بخا بحقیقۃ
الحقایق خود کہ امر تہ نور محمد یست عروج فرمودہ بمرتبہ رسند کہ لامکان بمثل
کل مکان و جہۃ ظہورات بخا لابتہ فی المرتبۃ الثانیۃ و بعد آن استعداد حقیقی
اولی

اولی به فضل مخصص طهور فرماید و از کلام مطلق جامع نفسی ذاتی خود
لباس فیض یابد، کرد مدلس غفار البرکات رب الارباب بنده قابل سماع
کلام خود را بدین لباس عنصری عروج بخشید و آن مربیه عالمه که مدار حیات
عالمیان عوالم است رسانید و حوالی این مربیه کلام مطلق غیر ذات منفک
از ذات نیست غار اما محمد اصلی الله علیه وسلم ذاته بلا کیفیه زخمه و کلم الله
سبحانه بلا لفظ و صوت ندا بیان من ربه التی لا بیان لها است
سوال الهدین عضدا نعت قطعه ای فخر بشر که در بلاها مددی ها
داد حلق تو ز تیغ بر نک و بدی ها در چاه صلا لنم پریشان حالم ها و فما در سا
حد میدی سیدی ها اگرچه این احقر قابلیت ذره ندارد اما بکریمانه کارها
دشوار نیست در جواب چون در همت فقرا رسیده ایدحو در ا تسلیم کنید
ذکر تسبیح تغول با تسبیح دوانچه نصیب سعت رد قت جلوه خواهد یافت
و کار من بهت که حو در ا از میان بردارد الا ها مکتوب ۶۶ الهدین صدر قت
والله الحمد الواحد الصمد اخوی میان الهدین در استکمال دین کمر محکم
بندد و از کدر تلخی که در قبض ست در است بسبب توقف ظهور بسط که موجب
جمعیت و ارام محجوب بنا شد محب بارام و لذت کار دارد دا کرارام و لذت

هم می آید برای صحاب مراد [illegible] سالک را آن [illegible] می دهد
بعض محمود حلوه جلال است که آن سرایرده هاست و واصل را از جمیع آرام
و جمعیت که از بهر تسلی سالک ظهور جمال است آخر الامر از حلو محض می آرد
و در حیرت و بیجمعیتی می اندازد چنانچه بزرگی فرموده بیت ندارد یقین بردا
خیال ها نماند سرایرده الا جلال ها ردشن نکنیم قبض محمود ظهور حقیقت
نایافت منتهی و بسط مبدی از مقدمه نهایت موسط عجب بیرنگ تفاوت
ره از کجاست تا بکجا ها النهایت الرجوع الی البدایت یا بیمعنی است
تا زمانیکه لذت و جمعیت سالک است بفنا کار ندارد اگر فناست فنا
رعنی است زیرا که تتمه بشریت که در بغل دارد و: رفنا حقیقی اضمحلال بشریت
موجود که بسطوات جلال بنعدم نشئه سبحان الله از ین تحقیق ظاهر شد
که جمعیت حقیقی محب را در بیجمعینی است و آن حیرت در سرگردانی است من لم
یذق لم یدر فایده سعادت شعار را آنچه برای تحقیق طریق یعنی
و انبات نوشته بود از ین عبارت فهمیده بعمل آرند بیت تا بجاروب
لا رویی راه ها نرسی در سرای الا الله ها بلفظ لا از مقام نفس گذر یافت است
کرد و غبار خواطر که الله باطله اند کشیده از جیب و راست خمتا انچه لا تثیر
خیانت

جبانت نفس دخل یافته و دل ارواح را محکوم خود شناخته تبع همرد
همه را برا مقام سر که سینه است بحضور سر که منبوع مراتب است
حاضر آورده از انجا تا هر دو مقام خفی و اخفی که پیشانی و دماغ است
مجموعه را که در تحت جاروب لا از الّه باطله جمع شده برده بطرف راستی
روادر ده پس پشت انداخته دست همت بالف توحید محکم زده سر
الف اثنانیت را بر قلب بضم شدت به لام پیوند داده ضرب حاصل باید
نمود چون بجاروب یکسارگی بی تکرار کردن شد کار بخته در راه صاف
نمشود حبس دم را که هنا بط ذات آله متعدده در میطن جاروب لا است
ضبط نموده مکرر بتکرار این ذکر شریف همت باید بست تا انکه کار انجام گیرد یا جان
برآید و شهادت رسیماند عزیز من جاروب چوبی محض گرد و غبار عارضی را
برمی دارد اما غبار اصلی را که ذات زمین بهت اگر برداشتن خواهد عمر ازی
باید و این جاروب چوبی در اندک مدت بکهنگی و شکست می انجامد پس از ین
معلوم شد تا زمانیکه وجود موهوب بسالک عطا نمی فرمایند از الم غبار
بشریت اصلی رو نمی نماید از اینجا است که زوال بشریت اصلی بعد اعطاء وجود
موهوب بست و آن در مرتبه ولایت ابنیا است علی نبینا علیهم الصلوٰة

والتسلیمات فضل باید ما در دروازه کمال گشاید عجب زمانه آمده سلوک نفی
واثبات که متقدمین تا بانزده سال ملکه بیست سال کرده درین زمانه در یک ماه
دماغ بعضی در خلال بعضی دیگر را همت دردغل می افتد و نفی واثبات را
از اید فهمیده تعلق بآن دشوار میدانند حال انکه ایمان مبتدی و متوسط
و منتهی به نفی واثبات حاصل است لایکلف الله نفسا الا وسعها و امید وار
فضل بی بهانه باید بود و بحسب طاقت باید کوشید فضیلت پناه شیخ مدرالدین
و مکمل یقین بجماعه فقرا و فقیرزادها ازین ناکس سلام خوانند و دعا کنند
تا از ناکسی آیدی مکتوب شخصت هفتم بحقایق و معارف اگاه حاجی محمد امین
بعد الحمد و الصلوات و تبلیغ التسلیمات بعرض جامع علوم مهربان حاجی
صاحب برساند مکتوب شریف بورود خود شرف بخشید و بر مطالب غامضه مطلع
گردانید در تحقیق بعضی معانی مکتوب حضرت مجدد قدس سره هم استفسار رفته بود
از وصول نظری و قدمی فرق مسئول بود ما قاصر فهمانرا چه قدرت که فرق
درمیان اینها کرده چیزی بگنیم و مقصدی بیان آن شویم اما بالضرورت
بحسب فهم رکیک خود مینویسم و الله که مراد از سلوک صوفیه حرکت علمیه است
نه قطع مسافت ارضیه یا سماویه لان الله معنا اینما کنا و مراد از حرکه علمیه

خروج علم از بعض مراتب ظلال است که در علم باصالت حضور دارمی نمودند و صول
باصل اگر در توسط آن اصل زعمی باشد اما این قاطع مراتب ظلال را بنور
علمی دو مرتبه است یکی آنکه این کس اهل این مرتبه است که در انجا اقامت دارد
دوم انکه صاحب استعداد عالی را بی انکه بنور قوت خروج از این مرتبه عطا
فرمایند جلوه از مرتبه فوق بر اینکس می نماید و باز بعد چندان یا بعد چند زمان
با دل مرتبه دوی این می کردانند و از ان محجوب میسازند یا باگاهی قدری یا از ان
میدارند تا همین اگاهی او را کشیده بفوق میرساند پس وصول مقامی که اینکس اهل
آن است و در ان اقامت دارد وصول قدمی است و وصول مقامی که بجلوه آن
ناظر شده وصول نظری است پس باید دانست که در مراتب عروج چون
قطع ظلال بالکلیه میسر آید و باصل الاصول بلا شایبه ظلیه بوساطت در نیولا
از وصول نظری که در وقت عروج میسر می آمد فارغ شد مستعد وصول
نظری که در مراتب نزول رو مینماید میگردد نظری اول در سیر الی الله فی الله
است و نظری ثانی از سیر من الله بالله بالله فی الاشیا ظهوری فرماید لهذا
اصحاب عروج چنانچه در میان خود ها تفاوت تها دارند همچنین با صحاب نزول
نیز تفاوت تها پیدا میکنند کما لایخفی علی اهلها پس نظری اول را شهود نامند

صاحب خود را از دور جلوه میدهد پس صاحب در ... سراج الدین ... است اگر به
نسبی باشد و صاحب نظر اهل عین الیقین یا اهل علم الیقین و حصول الیقین
حقیقی صاحب عروج ما بعد قاب قوسین او ادنی و وصول حق الیقین صاحب
نزول را بعد عروج جبل کل که در تفصیل حقایق اشیاء و معرفت بسیط اول در کمال
اکمل و الایت انبیاء و ثانی در کمال اکمل نبوت انبیاء ذلک فضل الله یؤتیه
من یشاء مکتوب شصت و هشتم در تحقیق ملهمه حضرت پیر دستگیر در تحقیق ملهمه حضرت
پیر دستگیر رضی الله عنه که مصبه بنوار نور حمالات الرحمان با نور ربوبیت و از انجا اطراف
عالم الی الله تعالی تا قیام قیامت منور و پرتو دار است و این بر سر دری به
... اسماء و ربوبیت ... که کنتی ... و قوسین ... النفس مولد من الروح الجسد
یعنی روح انسانی در عالم امر با کمال لطافت موزون بود و آنچه تعشقای
نورانیه او بود بسبب کمال لطافت مستوره عناصر اربعه مجمله غیر مفصله تحت العرق
پیدا متضمن جمیع ... ظلمانیه مفصله ظهور کمالات مخفیه خویش در تخلیق این
هر دو مرتبه یعنی روح و عنصر مجمل بحکمت بالغه برای ظهور و جلوه گری تفصیل
مراتب خود سبحانه و تعالی است بحکم کامله عنصر مجمل را اولا تحت سماء بنا
مفصل گردانید و چون حسب خاصه هر روح را از ان عناصر اربعه مرتب گردانیدند

مرتبه مذکور را اظهار تمام بود فلهذا نفخ او منفوخ در بدن نر مود بعد اجتماع
این هر دو مرتبه جسد در رحمی قابلیات اذا حیه نورانیه روح و حیات
صمدیه جسد را دفعه بزرخیت ظهور بخشید چون بمحض تمنای روح
این هر مرتبه بخصوصیت خاصه خویش ظهوری داشت و یکی را با دیگری کار نبود
ظهور مقتضیات حکمت بالغه در تخلیق این دو مرتبه که برای مظهریت و مظهریت
کامله بود بی ترکیب امتزاجی این هر دو ظهور موقوف پس ازین هر دو ظهور
مذکوره یعنی ظهور قابلیات روحانیه و جسدیه بحیثیت قمریه بهیت وحدانیه
دفعه بزرخیت مرتبین یعنی مرتبه روح و مرتبه جسد امری ثالث موجود
کرد و نفس ناطقه انسانیه یعنی مظهر کامل نفس ذات مقدس جامع قابلیات
جمالیه که مقتضی موجودیت مخلوقات نورانیه اند جلالیه که مظهر حیثیات
ظلمانیه بودند چون روح را در حجره جسم لحمی خفاست درین مرتبه
نیز ظهورات قابلیات او را استتار و حیثیات جسمانیه بر لحمی
غلبه استکبار تا زمانیکه رفع استکبار موقوف است این مرتبه نفس
بکفر و انکار که موصوف و چون بفضل عام او تعالی نوری از انوار تجلی
یعنی جذبات لطیفه ظهور میفرماید سیوم حصه متذا از انانیت و استکبار

در معرض زوال می آید و نور را با [illegible] این سبک شاید این رتبه
نفس به گواهی می ستایند و بعد از ظهور عام چون کرم او بجاز ظهور
خاص بحقیقت انسانی خلعت ی پوشاند و این است معنی آیت ذی دانائی
و ذو ثلثة الامنیت او وحی زد بدایت آن را ملهم گویند و این مرتبه
تا ولایت للاولیا است می تواند بود چون اولیاء امت را در تبع نبی خویش
بهره مندی از کمالات ولایت معصوره نبی او واقع است اگرچه بعد
بهره کالمعصوم خواهد بود نه معصوم فضل اخص او تعالی بطفیل کمال
مغالبت سنت ذره ذره او را بنور نور منور و مملو میسازد این زمان
این سعید از پی راه بطمینه می نامند چنانچه میفرماید یا ایتها النفس المطمئنة
ارجعی الی ربک راضیة مرضیة عزیز من این وقت این ندا در زمانه بتبول
النفس لطیفه موصله موصوف و ممدوح خواهد بود زیرا که چنانچه در وقت
جاهلیت جمیع اوصاف رذیله را در قلب جهت عنصریه موصل ذات
بمظهریت اسماء قهریه بود در عین این وصول بعد و بعدی کشوده
همچنان این وقت بعد اطمینان کمال موصل ذات بمقدس مظهریت اسماء
اسماء لطفیه که مقصود از خلقت اوست خواهد بود و دروازه قرب

ولایت

خواهد کرد این بامعنی حدیث باید فهمید حیاء کم فی الجاهلیة حیاء
کم فی الاسلام اذا فقهوا المکتوب دست نهم بحاجی احسن حاجی محمد امین
بعرض عالی حاجی الحرمین الشریفین حاجی محمد امین بعد تحیه سلام مسترضی باد
در مکتوب مرسوله سابق کلمه صاحب نظر حق الیقین نیست بلکه صاحب قدم اهل
حق الیقین و صاحب نظر اهل عین الیقین یا اهل علم الیقین نوشته ام
وچون صاحب نظر را تتمه سلوک باقیست و عین الیقین و علم الیقین هردو در
راه اند لاجرم یکی ازین هردو خواهد بود فلا حاجة الی بیان غیر هذا والتحیه مکتوب
حضرت محدد قدس سره الله بسر هم سیر از حق بحق نوشته اند کلیه اهل
تحقیق است که مرچه سالک را الی الفاضل در عروج پیش می آید و از ظلال گذشته
باصل میرسد در اینجا حق بحق ترقی میفرماید اگرچه در ابتداء شروع از سلوک
باجذبه می باشد اما چون بعد قطع سلوک و جذبه بحق میرسد و تتمه ترقی
هم باقی است اگرچه از اصل در اصل باشد سلوک و جذبه را موقوف داشته
ابتدای از حق میفرماید حالانکه سلوک و جذبه را قطع کرده تا اینجا رسیده اند
قبشت ان الجذبة والسلوک متحقق دارد مرسوله مع هدیه موسومه بشرف
وورود نخواهد نفرماید، انچه بیاورم توقع که همین طور از تحقیق معالی

وعبارات بزرگان بهره بخش بوده باشند از فقیرزاده ها و نیز موسی جیو
عرض سلام مطالعه نمایند مکنونات ننهادم در تخصیص کلام الله سبحانه
قوله علیه الصلوة والسلام انزل القرآن علی سبعة احرف یعنی نازل
گردانیده شد قرآن بر هفت قراءة چنانچه ایمنی بحسب قرا متحقق است
و هفت معنی چنانچه این تحقیق بحسب علماء ظواهر راسخ است و نیز موافق
یک تحقیق از دو تحقیق اهل باطن ظاهر و هفت بطن و این تحقیق دومی از آن
و تحقیق اعالی باطن واقع و تفصیل این تحقیق دومین نزد حضرت
پسر نوری قدس سره بدین منهج است که کلام او تعالی مرتبه در درجه
حرف و صوت چه نورانی و چه ظلمانی مظهریت نور اول او مظهریت اول آن
هر سه مرتبه مسمی بوجود و نور ظهور کلام است
و این سه مرتبه مر متکلم را جمیع قابلیات ظاهر داند ما جیه بوجود غیری و آن هر سه مرتبه مظاهر
حرف و صوت حروفانی چنانچه جبرائیل علیه السلام چهار مرتبه دیگر مخلوقه محدثه ظاهر انه در عالم اصل الاصول و انوار و اجرام
که دو از آن مخلوق اند بواسطه مخلوق و اسباب یکی بنفس مدعا است کی لباس
حرف و صوت چه نورانی و چه ظلمانی مظهریت نور اول او مظهریت اول آن
هر سه مرتبه وجوب را قابل آمده به بیحجابی محض چنانچه اخبار سری اهل صفا
بران شاهد است دوم حرف و صوت نورانی که در عالم امر مظهر ثانی است

جامعیت

جامعیت انمز اتب وجوب را کہ مسموع جبرئیل علیہ السلام گشتہ چنانچہ عقیدہ است
آن جبرئیل سمع صوتا والا علی کلام اللہ وعلی ما اراد اللہ مثل الہام قلبی اہل
صیارد و دیگر ازان ہر چہار مظاہر کلام مطلق بواسطہ مخلوق یکی
ازان حرف و صوت جبرانی جبرئیل علیہ السلام کہ کلام نفسی حق سبحانہ بمظہریت
آن بر ظاہر حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ظہور فرمودہ اگرچہ بر سر آن
حضرت ظہور کلام مطلق بواسطہ غیری بنقش دعا است چنانچہ بالا نوشتہ شدہ
و حدیث کتب بیدہ آدم بین المار والطین شاہد اینمعنی است و دوم
مرتبہ حرف و صوت جسمانی آن حضرت با جمیع مراتب فوقانی آن کلام کمالی
اہی بر جمیع مخلوقات تا قیام قیامت ظہوری دارد پس آنچہ مقرر و محفوظ
نا است بمظہریت مظاہر مفصلہ مذکورہ ہمان کلام مطلق است غیری و در عین
مقرر و محفوظ بودن منزہ از احاطہ قاریہ است چنانچہ او تعالیٰ معلوم
ما است بی احاطہ ما ہمچنان صفات او تعالیٰ را بی کم و کاست باید فہمید فافہم
مکتوب و فصاد کم در مقدمہ تحریفی ندارد سبحان من تحیر فی ذاتہ سواہ یعنی پاک است
کسی کہ متحیر است در ذات او غیر او یعنی در عین حضور ایمانی بجناب سبحانہ
نایافت مشرف است تحیر بمعنی نایافت است پس قبل از نایافت کہ تعلیم

مقصود شما بود آن حضور طلبی بود و به یافت منضم نبود چون (نهایت بعضی)
ادراک است و ادراک را بجناب قدس راه نیست اگرچه ادراک حقی باشد تعلیم
نایافت بعد آن برای نفی یافت متحمل ادراک است نه برای نفی حضور چون
سالک بعد تعلیم نفی یافت هر دو مشترغول بنایافت شد حتی که حضور را
نیز کم کرده لهذا در بینولا مابازاء حضور تعلیم رفته که در عین نایافت حضور نیز
که خلاصه وصول بشری است و داخل دایره اصالت ست یا نایافت
منضم شود چنانچه بعد وصول رویت بصری در آخرت نایافت ثابت آری
انجا که یافت است تعلق به تجلی هست نه بذات پاک چون تعلق بذات
پاک عطا نمودند نایافت را ظاهر فرمودند پس باید که در عین نایافت شهود
بنور ایمان ار حضور مولی که منزه از یافت حصولی است بهره در بوده
از غفلت محو دانستند تتمه شبهه را بالمشافه بعد ملاقات دفع نموده
خواهد شد انشاء الله سبحانه الغرض بی توجه بحضور محض بنایافت
صرف اوقات نمایند بحدی که توجه بغیر مطلوب گردد و حضور بحق غالب
مکتوب تضاد دوم بسمان عبد الهادی صدر یافت بود در قیمه محبت افزا از محب بی ریا
که در جواب اوقات رسید مضمونش معلوم گردید بواسطه ظهور دبامر قوم بود.

وحفظ فرزندان مطلوب شفقا از قدر هیچ چیزی غنی نمیکرداند و موت
هریکی را یکبار بهر طریق که مقدرت شدنی بهت رفع آن طریق
ممکن میت آری اگر برای تسلی کودکان تعویز یا علاج میکنند
نه علاج موت بهت بلکه تسلی نامه فی الحال حال او بهت که تا ظهور امر
خفی در غم پریشان نشود نه و اما چون دانست پس برای رفت پاره
دارد و تعویز طلب آری و دفع بغض و رنجا را مطلق به دارد کرده اند
و موت مطلق به هیچ چیزی مزیت یکباره بهت تکرار ندارد شما را و فرزندان
شما را بخالق موت سپردیم شما را عمر و شکر عطا نماید برای چند مسایل
مرقوم بود مشفقانه فرایض که فرض عین اند از کسی عوض فرض اند یکیه
نمیرسد اما نوافل بهر که خواهد چه خویش و چه بیگانه تمام بلهف یا ثلث
بموجب میت بخشند برسد و ثواب آن مترتب میکرد د نکاح موقت
در مذهب ما باطل است و در بعضی روایات بعد دفن از راه گشته باز
رفتن چیزی میت مرد کردن جایز داشته اند اما معمول اکثر نیست
چراغ بر سر گورها افروختن بدعت است مکروه ردی لاحق شود چون
زنی را عادت یکبار یا دو بار نه پنج روز یا هفت روز شد و در آینده

تجاوز از عادت کند باید دید اگر در اکثر مدت حیض یا کمتر پاک شد در این
صورت عادت اول برگشته و او را اعتبار نماید و اگر از اکثر مدت حیض
تجاوز کرد عادت اول معتبر است بموجب عادت ایام حیض گذشته و نمازی را
نماز قضا باید کرد مثلا عادت پنج روز بود و در آینده تجاوز کرده تا هفت
یا هشت یا ده روز پاک شد در این صورت عادت پنج است این همه ایام حیض اند و اگر
از ده گذشت تا بعد یازده روز یا زیاده پاک شد همین پنج روز عادت سابق
وضع حیض باید کرد باقی ایام استحاضه نامرده کاغذ نوشته دادن
منع است مگر که با نکث خشک بر پیشانی یا سینه مرده تسمیه باید نوشت
تبرک است جنازه و ادرماد بیت هیت ۰ ماده جنازه الناس من التهنیة
لیلة الهلال او یوم العید و غیرها المصاب بعد المکتوبة او صلوة الجمعة
فهنا کلها ممنوعة بمنع عنه ان سر فی شرح کافی فی باب المکروهات
ایکا مکتوب نضاد سوم بسیان عبد الهادی احوی میان عبد الهادی سلام
خوانند رقیمه رسید تفاریش نوشته داده شد انچه از مسئله عینین استفسار
رفته بود عینین آنست که قادر بر لمس زنها باشد با بر نیه قادر نباشد و بدیگر قادر
پس اگر عینین بعد خلوت صحیحه زن طلاق داد مهر تمام لازم آید و حدت
داجب شد

واجب نشود اگر بعد خلوت صحیحه زن منکر از وطی است اگر بکر است
نیز نان دیگر باید نمود اگر بکارت زایل شده وطی ثابت نشد والا نه اگر زن
بکر نباشد قول شوهر با سوگند معتبر بود خلوت صحیحه آنست که زن صحیحه از امراض
و از حیض در غیر رمضان با شوهر در خانه خالی از دخول بیگانه داخل شود این
خلوت حکم وطی دارد لیس علت لازم نشود مکتوب بیضا و چهارم در تحقیق مرتبه
ذات و صفات تعالی و تقدس سبحانه
ذات و صفات تعالی مرتبه ذات و صفات الله سبحانه و تعالی با کمالات ذاتیه و صفاتیه
ازلی و ابدی است و اسرار کمالات شیونات ذاتیه و صفاتیه در عین خفا
و غیب معلوم ذات عالیست و هیچ از انها مخفی بر ذات نه و در معلومیت
این مراتب اجمالا و تفصیلا ذات سبحانی را هیچ احتیاج بظهور خارجی نیست
و مقتضای حسن هر صفتی از صفات و هر شانی از شیونات را عالم و بصیر است
اما چون حسن هر صفتی با وجود ظاهریت انها مقتضی بظهور خارجی معلوم
ذات الله سبحانه بود و این اقتضا حسن هر صفتی را مقتضی بظهور (ظهوری) است
پس با وجود کمال استغنای خود مرتبه خارجی حدوثی را بموجب اقتضای شیونات
ذاتیه و صفاتیه در منصه شهود موجود کرد امید باید داشت که صفات الله
سبحانه هر دو مرتبه بهت لطیفه و قهریه بموجب اقتضای حسن صفات لطیفه

مظهور او در منصه شهود موجود نمود پس هر که در دنیا از ایمان و طاعت
بموافقت او امر و اجتناب از نواهی موجود میشود همه ظهور حسن صفات لطیفه
او است و جزای این ظهور در آخرت خلود جنت با جمیع نعمای آن
و افضل و اعلی از همه نعمای آن مرتبه رویت الله سبحانه و همچنین بحسب
اقتضای حسن صفات قهریه مظهر او را در عرصه اظهار پیدا فرمود پس هر چه
از کفر و معاصی و ناموافقت معنوی در دنیا مخلوق میشود تمامی ظهور حسن صفات
قهریه او است و جزای این ظهور در آخرت بر هر مظهر خلود جهنم با نوع
عذاب در آن مرتبه هست و بعد از جمیع انواع عذاب که در دست
الله سبحانه است ای عاقل هوشیار اگر ظهر حسن کمالات صفات لطیفه
هستی این معرفت را نظر عرفان خواهی دید و قدم خود را مستقیم تر
خواهی یافت والا در عین معرفت لی استقامت بر صراط مستقیم بظهور
قهریه در الحاد خواهی ماند الغرض ملحد ظهور صفات قهریه و عارف ظهور
صفات لطیفه هیچ یکی را از تربیت ربی خود چاره نیست و از تربیت مفرات
مانیاسیه خلاصی نه و ذات و صفات او تعالی با وجود این فیض بخشی
و عدم فیض بر مظاهر بکمال قرب و معیت از اتحاد و حلول و ظهر منزه

و مبراست فافهم نابده قال علیه السلام و علی ال الصلوة و السلام
من عرف الله الخفی علیه ای ما یحتاج الیه من المعرفه الخ
مقدر ما که [illegible] تا لدی لسانک قلمها در لطائف بیانش
آنست که اجسامی نشنیده و نرسیده بسمع سر ما تمامی در دو عالم بالای
است و زمان تو در ظلم آید هر دو فرشته بهشت و آتش هم تو سیاه
هر دو پس بحکمت بالغه باز ماند تو آید بسر تو اعمال حسنه
می تو بسه هیچ پیر تو است هیچ. با وجود ظلمات جهالت جود کرو
و قامت تو شکار شنیده باشی بقدرت الله سبحانه در این چین مقام
تنگ که دو دندان تو اند ساکن نیست دارند و هرگز هیچ محسوس نیست پس عجب
از آن کسانی که از مفهوم معانی حتی یلج الجمل فی سم الخیاط و رسم خیاط
ابلاج جمل نزار قدرت حق سبحانه محال دانند و محال عقلی را محال الهی پندارند
دانا و آگاه باش ای مومن سنی که معامله قبر و عذاب و حساب با بنده با این
تاریکی و خفا که بسیج اطوار حساب و عذاب در نظر بندگان محسوس نیست
و زندگی هر دو در معامله حساب قبر همچو زندگی و بیداری حیات دنیوی است
مجاری که اگر بگور مرده جانوری می نشیند میدانند که زیست با ماده وی

برکسانی که معامله بر را چون معامله محسوس می بیند لاچار از جدا
وطرفی خود سمحو معامله خواهد در خیال اعدا میکند و باین اعتقاد در
سبی و می افتد و میدانند که میدانند نعوذ بالله من الجهل الملک
من یضلل الله فلا هادی له مسئله حل کنیک شاید یا اصل تا زمانی که حاد
نیفتاده و در کردن جایز است و چون جان رسید حل را ذل کردند
و در کردن منع است اما در این زمانه بعضی علماء گفته اند که این زمانه فساد را
اگر اولاد بکار نشود اگر بعد داخل شدن روح سیر حمل را دور کنند جایز است
اما اعل بر روایت اول باید کرد یعنی داخل شدن روح دور نباید کرد اگر کنیک
دیگر بر انکاح کرده است قطع حمل هر کجا بریت است اگرچه بی جان است
مسئله دوازدهم ما اعلی که در دون برابر باشند در سه هیت دست اند
اما وعده کردن که بعد ماه عوض این هر سه را علی خواهم داد منع است در بیوا
العرض در یک جنس ربا نی و وعده از یک طرفی سر دو منع است اینجا اگرچه
در دون برابر اند اما یکی الحال گرفته دوم عوض را وعده کرده و این در یک
جنس منع است و در غیر جنس ربا نی از یک طرف جایز است الا سنه جایز
مد و قتی که هر دو وزنی یا کیلی باشند و اگر هر دو غیر جنس یکی کیلی است

marfat.com

دوم در نبی زیادتی ولسنیه هر دو جائز است مسئله اگر حضرت قرآن
مجید بطرف پای خفته باشند اگر بلندیست مقدار قد خفته جایز است
واگر کم ازان بی مسئله اگر مومی حفته است و وقت نماز در آید س را جائز است
بیدار کردن او اگر مرضی او ران داند والا جائز نیست اگر مرضی او نا رضی
بر دو غیر معلوم بود تا آنکه وقت باقی کند در بیدار کردن تعدادان بیدار
مسئله اگر غسل خانه ها سقف باشد و بهم شدن دران غسل کردن جائز است
واگر بی سقف باشد جائز نیست مگر در وقت باران مسئله اگر در وقت سجده انگشتان پای را متوجه قبله نکرده
نکرده اند نماز فاسد نمیگردد بر روایتی مسئله اگر شخصی بسبب عروسی دارد خفا
دیگویند چه فلان جولاهه و موچی است کافر گردد قال النبی صلی الله تعالی علیه
وعلی اله وسلم اما سن من مات الا وقد تمنی ان یموت قبل ذالک فان کان
برا فلیکون الی بره اعجل وان کان فاجرا فلیقل مخوره مکتوب منقاد یحم بنویسد صبر در دنیا
در حوار این بیت سه چشم چشمانه تواند دیده بیت ها بود خیال اردعم
خندیده بیت ها من چه باشم لائق این وصف پاکیزه ها صیم حیران دالملحا
سوا کسیکه ها کرا بر داشتی از زیر پای ها خود نهادی بر سر کشک علا بعد سلام

marfat.com

marfat.com

علیه السلام اللهم ارنا حقایق الاشیاء کماهی بسیار مذاهب بسبب عدم
اطلاع از حقایق اشیاء در تحقیق ارادت و قضا از راه رفته اند و از ایمان
گسسته بکفر پیوسته اند این عقل ناقص شما که بر ترجیح رم ایجاد کار می کند
در نیولا از ایمان گسسته بکفر پیوسته ازین لوبه کنند در تحد بدایمان آرند و اعتقاد
دارند که تحقیق این بر دو نوع جمل و مفصل بجمل انکه بداند که او تعالی حکیم مطلق
است در کار حکیم مطلق بحکمت بالغه سخن راز مرجوحیت منزه است
ترجیح راجی از دو اقف تابع اختیار حکمت اوست نه اختیار او تابع
طرف رجح یعنی طرفی از دو طرف ترجیح باختیار او و ارادت او
یا فته نه انکه قبل از اختیار او تعالی طرفی مرجح بود و اختیار تابع او میشود
ذا کفر محض و جهل ظاهر و این که بعضی دقایق عقل ناقص می یابد از
ناقصی عقل اوست نه نقصان در ایجاد و حکمت او تعالی و آن عدم
اطلاع ما علی الحکمت لا موجب العتب بی عقل است که خود
قایل بنقصان عقل خود شد و از عدم دریافت او بسبب نقصان
که دارد بجویز نقصان در ایجاد نشده از نقصان نمایید پس هر یومن برا
شد که هر چه او تعالی کرده همچنین می نایت

دخواه نصرف را از سهام شیاطین بفهمد در دفع آن کوشد تا از
راه تردد و مفصل انکه خدا تعالی با ذات و صفات و شیونات خود
ازلی و قدیم است و نیز اراده او تعالی برای ظهور حسن کمالات صفات
جمالیه و جلالیه شهادت در مرتبه ثانی با وجود ظهور او غیب در مرتبه
اول یعنی در مرتبه صفات و با وجود استغناء او تعالی از ظهور ثانی
ازلی بود چنانچه فرمود کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق
لاعرف پس اراده حق تعالی از الا تخصص و ترجح وجود ظهور حسن کمالات صفات
لطیفه تهریه آند و طرف عدم را مرجوح و معدوم گردید در چنان حسن صفات
جلال مقتضی سلب حسن از مظهر است و حسن صفات جمال مقتضی حسن
مظهر لاجرم بحسب اقتضاء صفتین کاملین که تخالف آن ممکن نیست کافر
مظهر صفت جلال است و چون وجود برای ظهور حسن اقتضا میکند
ذکور مراد از ان له احسن ایمان ساکر و بجمال کفر مغلوب و معیوب آید
و اگر چنین نباشد حسن غیب الا ظهور نپذیرد و این غیر معقول است
وجود او برای ما از حسن الا ظهور حد اقصای ازلی مراد ازلی باشد
که الهام ظهور را خویش ما نکند مختصرات و اگر اوقات

marfat.com

marfat.com

توکل بحکم بسته فقره ۱۰ و ۱۱ اصحاب اهل طریق دانسته ظاهری و باطنی
من کل الوجوه از اهل دنیا پاک خالی کنند حیث یرث صدق ایشان
اهل دواه (اصل) چون بر مظهریت و وصول صفاتی در درجه تفصیلی
اوراجاب باشد و بغیر او تعالی بازیب و از جمله جنایات است عزیزی
کمال نسبت اهل دنیا اقتضاء ادعاستکی اعمال ظاهره و تهذیب اخلاق
دارد و ادعاستکی ظاهر شعاران اگرچه بسیار ادعاستکی ظاهر که بی کمال
باطن باشند تا به آن می نمایند آن ارجای دکر است و ان ارجای
دکر و بخدمت والا بزرگوار خود سلام این عاجز رسانند و بخرمت
اغره ما اگر اتفاق افتد سلام رسانند میان میر محمد را از یاد دا
اسمی واقف کرده ام اگر بسبب قلت صحبت سبب ماند تا بیداری تمام
واقعه کرد انشاء الله صحیح وارد در ربع بذا رند و قات را زیاده
بسکوت و خلوت و مراقبه دهند و قلیل بل اقل قلیل بعض تکلم ضرور
از مسائل و غیره و اگر با طهارت باشند چون طاهرست ظاهری با طهارت
باطنی متفق میشود بود علی زرعی ادراید والسلام والاکرام مکتوب بنشتادیم محمد
فاروق صدیقا حوی محمد فاروق فارق حق از باطل باشند مضمون کلمات

marfat.com

الله سبحانه اینچنین تابعه مستعد را خود تربیت میفرماید و این نسبت
در اداره این تابع بواسطه متبوعیت متبوع اوست و اظهار معجزه نبی او
که بظاهر بیت این تابع ظهور پذیرفته و اگرچه در صورت واسطه نیست اما فی الحقیقه
واسطه حقیقی است که واسطه متبوعیت متبوع اوست پس چون در
شریعت حضرت ایشان مالسبب کمال متابعت که بفضل الله سبحانه بهم
میرسد آن استعداد که در صدر مذکور شد پیدا کرده و حضرت سرور کائنات
علیه علی آله الصلوة والسلام او را بالحکمت بالغه برای تعلیم حضرت ربانی
تفویض نموده عنایت خداوندی ظهور پذیرفت و بتعلیم علوم لدنی اصالتی تعلیم
فرموده تا این تابع کاملا محبوب محبوب او معطل نماند و فضل متبوع اظهار
کرده شود پس این تابع مظهر متبوع عظیم الشان و محبوب عظیم البرهان است
و بدین جهت تابع را قابل حریم کبریا نموده و تعلیم او را بحضرت خود
نموده و عنایت خداوندی برای تفویض محبوب او تابع او را نیز همکذا
این فضل در حقیقت در حق متبوع است تابع مدوم البضاعه را چه یارا
که قابل این بار گردد بلکه در حقیقت فیض متبوع است که او را این
دارد و الحمد لله سبحان الله این خادم تابع به نیض بخشی متبوع و تفویض

marfat.com

marfat.com

الفس و شند بلکه اصدقات و التفاتیها بمناسبت زیادتی ایشان
نسبت باین دایره و صول پیدا کردند و حضرت بروز کمالات لدنیه علی الله
اصحابه و اسلام بطور مرتبه که واصل مرکز اند و هم بتفاصیل ازدیاد یافته و در کمال
در ندلهذا در تحصیل تفاصیل دایره متوجه نیستند پس وصول حضرت
ایشان بحیثیت تفصیلی که عبارت از دایره است بحکم من سن سنة
حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها با وجود حکمان اجمالی مرکز که حضرت خاتم
الانبیاء ثابت است بجناب حضرت عاید گشت و امانت ضمنی بصاحب
امانت رسید و نیز تحقیق قول حضرت ایشان قدس الله سره العزیز که حضرت
صلی الله تعالی علیه و علی آله وسلم مرتبه محبوبیت تفصیلی بواسطه من که کمترین
امت اند حاصل شده از تحقیق مرتبه خلت بوضوح انجامید فلا اشکال
و ایراد در بیت ظلی شیخین رضی الله تعالی عنهما (؟) که
وصول متابعان ... حقیقی بوصل یار سن سره لهذا ارباب شهود را واسطه ... ا
دانسته اند و چون حضرت ایشان ما ازد بیت شهود گذشته بمرتبه غیب
و ظلیت حقیقی بتعلیم علم لدنی صلی که بالا مذکور شد شرف وصول

marfat.com

marfat.com

باید دانست که اهالی وسایط کثیره را ابتداء از سلوک و نهایت
از ما جریه است و فیما بینهم الصفات تختلف فی ابتدایها
و تختلف فی الوسط و بعضهم نهایتها و امّا الذین فی ابتداء
التربیة فهم فی ظل ولایة الخاصة المسمی بولایة
سر ولیاء و عند البعض بولایة الصغری عند البعض
بحقیقتین و احوالی ابتدایها لا مثال له یکون مقرون
بالقباوة المذمومة و یرتکبون البدعات فی حین
مبارزة یبالون و هذه المرتبة استثنا قد من این
الفیوضات و ادرک ازین مرتبه اخلاص یافته بفراوان
نفس و لایت خاصه بهره و میکرد در ینا اگرچه از
ذکر الصلوة خالی نبود اما بر حسب ذوق معلوم و ایدات
و غلبهٔ کرکای از فرایض پنج گانه مقرر نبود بنا بر آنکه محفوظ صورت
و حسن بفضل خاص بهانه ازین حلای ست اد در جریه منهیانه نبود
فرود بحسب توحید شهودی حواید و باهلیه هر ایدات
حواید فیبت و وصول مالک دریں مرد و مرتبه ظاهر ایدات طلق یعنی

بظهور معلومات ازلیه شفاوت درجات ظهور خواهد نمود در مراتب عرفانیه
و تفاوت درجات معلوم مجهول الکیفیه در وسط و مجهول الکیفیه در نهایت
درائمیت این ولایت خواهد بود در نیوا علم ادنی طلبی که معتبر نزد
است سنت خواهد بود علم حضوری و علم ادنی را اصلی در مراتب عرفانی او ظهور
نبوده و چون فنا اخص ظهور خواهد نمود در سیر سفر اول بوسائط عبور الی
بظهور سلم حضوری اصلی وصول پیدا خواهد کرد اگر چه در مرتبه از مراتب عوالم صولی
و نهول الکیفی ترقی نموده و بمعارم معدوم الاثر که نفس عالم است
وصول نیافته و مرتبه از مراتب اصالت نرسیده اما هنوز معلوم بالذات است
پس در نیوا ابتدا علم حضوری مشروط شده و این ابتدا ولایت انبیا
در سیر سفر دوم وصول بلمانات علم و چه بسا آینده اما هنوز حقیقت این حضور
بسبب سبب و چون وصل این حضور بمثابه دستگیری خواهد کرد و صول نسبت
علم پیدا خواهد کرد و این حضور را حضور ذات بعلم ذاتی خواهد نامید در نیوا
علم منسوب است و معارم بسبب سیر شهود را که بور علم حضوری نامند و این نسبت
نیوا ولایت انبیا را دارد چون ظاهر کردن کمالات ذاتیه علیم
و علم تا اخر دایره است که دارای ذات و نیوا و هاز کمالات
بیون

93

www.maktabah.org

marfat.com

والسلام علی حبیبه الذی لا یعلم شئی قدره الا الله وعلی آله واصحابه
الذین خیر الامم الذین وجد الحق بکشف العطاء اخوی مشفقی شیخ عبد الحق
بعد تحیه سلام مطالعه فرمایند در تحقیق حدیث سرور کاینات علی الله
علیه وسلم مسالت نموده بودند که آن حضرت فرموده انا احمد بلا میم و در
شرح آن بعضی تحریرات فرموده اند که چون از لفظ احمد میم را حذف نموده
شود احد میماند و حذف میم مشعر بر حقیقه عبدیت است و میت انانیت و چون
ذات شریف حضرت بر دوام اول با صفات و نعوت فارغ شده است
نازیبا اند که احد کمال از برای الوهیت گردد حضرت ایشان فضل بر اهالی
عشق که اولیاء صالحین اند نمیتوانند که نزد بزرگان طریقه علیه رضی الله
عنهم بهمین معنی این حدیث تحریر شده مرقوم فرمایند عزیز من با دلیل ایضاحات را
چنان که در اینجا عبارت تضمن رمز و اشارات حل باید نمود آنچه از اکابر شنیده
استماع افتاده گردیده بیان نمایند و باید دانست که شان حضرات انبیاء علیهم
الصلوة والسلام از رتبه خلت و محبت و رویت و مکالمه و امثال اینها فوق تشخص
و عبدیت و انانیت است ما را و ا. که معنی این عبارت ترجمه ابوحامد
آنست که ما را و شما را و ... ما را سلیم اره را نفاد ست

کتابچه

کو بفضل خود بیتی بخانه علم لدنی اعنی را سزاوار میکند بتعلیم محمد علم
لدنی احرم بلا بیم و بیم زوال است یعنی حمد کند ترم الاثل و ما ترک
فی حمده بلک برکه حمد میکند بظهور کمالی از کمالات ... است ... سزاوار
آدم فی الحمد مکتوب تهنا دیم بفضیلت باب شیخ عبد الغنی در جواب بعضی اسئوله
الحمد لله اولا و آخرا و السلام علی من اتبع الهدی بورود در قسطنطنیه متواتر
من گشایش بعضی امور در حصول جمعیت از ان عقیدت منش سعادت
پیوندد بهجت افتخار که با افتقار است گردد الله سبحانه روز بروز در ترقی افزاید
انشاء الله اول در عروج ثانی زدوده گردد و انچه از جمله ظل ما علیت منظور بود
حقیقت ان گشاده گردانند و از ان ترقی دهند در واقعه اول که طومار موده
اند و معاصی را از ان محو کرده دیده اند بهره از آیه کریمه لیغفرلک الله ما تقدم
من ذنبک داده اند از تتمه آیه که و ما تاخر است امیدوار باشند واقعه حسب
و انچه میش را بحضور شما شکم پاره کرده اند مناسبت شما بحضرت آل علی
بنینا و علیه الصلوة و السلام مینماید شنیده اید و محن که بر وجود شما امر شد بود
کو بالقدیه ذبح الکفا مزدبند چوشش بست ... ارتی است الا ... آن انعام
جهد و محنت را لازم میدارد ... ما ... شما ... عقده
خاتمه معقده

برای ترقی خود ہا ... احوال علم ... ا ... ا ... ا ...
آدمی دلی تعلیم ... بیان آن ... ا ... ا ... ا ...
حیوانات ضد احلاق ... چنانکہ ... ا ...

تعلیم باسم معلم ... دور ... ات ... ا ...
کہ خلاصہ دارد ... ا ... ا ... ا ...
چون خلاصہ دارد ... ا ... ا ... ا ...
کہ خلاصہ تمام حضرت قرآن سورہ ... ا ... ا ... ا ...
وجہ در حدیث یا آیتہ ... ا ... ا ... ا ...

وجہ آن بحیال عوز نکنیم دیگر ... ا ... ا ... ا ...
کمالات آن کلام مطلق ... ا ... ا ... ا ...
دانیم باوجود آن کمالات را تابع کلام مطلق ... ا ... ا ...
کمالات پاک کردن حضرت ... ا ... ا ... ا ...

بطور حصر کمالات در ... ا ... ا ... ا ...
و خیریت دانیم کما قال سبحانہ فانسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا ... ا ...
این نفاوت در ظہور آیات ... ا ... ا ...

marfat.com

marfat.com

بجای علم اندا ماں باللہ باد ا ـــ دمنصب خلا ـــ ذب ار علم
تعلیم سالۃ رسید، وساحت حود در حضور اردند اسک عبای مغرب
مامد نے کلیت نہ بہرہ یاب کردند و بحردات جامع صفا کما
رہ ـــ ا ہ کاندہ در بنجا در بیت آرجت ـــ وا الفقرا م شوالد
اگرچہ در ولایت خاصہ داخر خواص الحوائج ـــ آں مرسہ کما
فقر دارد اما نیت ملیت در سراحر ا ـــ خ رح ایچہ در کا
اسرار رودہ مسیح معلوم ـــ ت سنا ـــ لعالی یعنی در ولوسید سراد
رحم ـــ لقصوری ـــ تعالی ست ـــ محن رحل نفرف جلال است
وا بجا علوم کھوز ـــ لم است ا ـــ و ـــ ہ را در ـــ در ا ـــ علوم
است
اشتیاق عزیمت نا ـــ ا ـــ د شہوری ـــ ا ـــ د در ریسہ ـــ ش لافت
لہ رسہ ـــ ردت سیر ـــ ا ـــ ر ـــ) لوم ـــ م ـــ وا ـــ ان حصر است
کا عذنہ کہ آید معنی دراز مصرعہ کسر ہم خود زیر ا ـــ) را ایں ـــ ا ـــ مکتوب
ہنمار نہم اخلاص آثار حافظ عبی ـــ بعد حمد و صلوۃ، اخوی شفقی حافظ حوز ـــ
الاسلام الہی سدمو ـــ رحم قلم ـــ ء حو ـــ رقم ا ـــ ا ـــ ار حط ـــ بی
داد ـــ ا ـــ دا ـــ و ـــ ار ا ـــ ء حار ـــ) والحال ـــ اف ـــ اصحب ـــ یات اللہ ـــ ان

marfat.com

marfat.com

بعضی وجه فساد کرده باشد حلال جمع شده حیار دست
زکوة ادا نماید وهبت آدمی واجبی بعد ادای حاجات بعضی
اوقات که بخشش مستحب است ادا ست اما اینجا
درمحنت بخیلی مبتلا کرده وقتی که بخیلی پیدا کند امید قوی هست خود
محکم باید بود اگر متکوحه شخصی ارتکاب بعضی معاصی میکند بهتر آنست که در
تعلیم او گوشند همین بهتر است مگر انکه مرتکب کلمات کفر باشد دمار نباید از
ترک بهتر جواب سوال شتابی نوشته شد خوب نه مطالعه نمایند مکتوب
اولا دوم در مقدمه قبض وبسط سبحان الذی جعل السالکین قبضا بعد البسط
وبسطا بعد القبض الاول اما ان یکون بسبب التقصیر او سببا للترقی واذا لم
یعلم السالک اولا سببیه لهذا بعد کل منهما وجب الاستغفار احتمال
وقوع التقصیر بغتی یظهر البسط الی ما شاء الله والثانی اما ان یکون بین
بعده القبض اولا والذی یمکن بعده فهو فی قید الظلال والبسط الذی
لا یمکن بعده القبض فهو خرج من قیدنا والذی فی قید الظلال یسمی
حق وقت لیس لما سوا لله العدم نیمکن عوده الی البشریت لان له بقی البقیة
والذی ترقی من قید الظلال یسمی فی حق وقت ارتفاع آنست من نفسه

وانتسابها الی الاصل الصفا فلا یمکن عوده الی المبتدیت کما قالوا تفانی
لایرد وما رجع من رجع الامن الطریق والمراد هنا من البدیت البدیت
الاصلیه مکتوب زرد یکم بحایق الکاه میر محمد بعد الحمد والصلوة وتبلیغ التسلیمات
بعد عرض محبت صادق دانا واکاه میر صاحب میر محمد میرساند مکتوب شریف
درجواب عریضه برتوه ورود افکند واز مطالعه شریف آن بر مرقومات مفصله
اطلاع یافت خلاصه آن یافته شد که فقیر از سبب آنکه در مکتوب سابق منع
از غیبت کرده بودم که منهی عنه است مانع امر بالمعروف نظن برند وآیته
که در صفت مومنان یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر است دلیل
آورده بودند که منع از منکر نوشته ام که ان غیبت وسوء الظن بجماعه
مومنین وتجسس احوال ایشان است که خود نوشته وینهون عن المنکر ودر خاطر
نه آورده که نهی از منکر در معنی امر بالمعروف است وآن عبارت آن مهربان که در
مکتوب شریف بود بعینه درج میکنم تا فرق در معروف ومنکر پیدا کنید وان این
الخلایق الذی یحبون عندکم اکثرهم طالب الدنیا واکثرهم یعبد الله لمرادات الدنیا
ولا یزارونکم الا لبغیة المطلب حال اکثرهم بضعف الاسلام بمثال المنافقین
الذین قال الله تعالی فی خصمهم قل الا لو متنوا ولکن تولوا سلمنا الی آخر العبارت
الدالة

الدالة علی ان یتقبل علی نفسه او یدل علیه بما یکره سمی ذلک
مومن یا فاسق او در غیبت او ذکر معاصی او ذکر او بمعاصی او
این عبارت بسیار در حال خالی نیست یا آنکه کان نزد فقرا عصیان
دارند یا ذکر او ذکر او در غیبت یا او بمعاصی داخل غیبت است
این بیت اگر ابن یعقوب تسمیه بمنافقان کردند بسوء الظن استدل من الغیبة
فاعتبروا یا اولی الابصار و اگر آنکه کان عصیان نزد کذب صریح مالک
شبهه ها و فتاح خوف کفر انظر الی ما قلت لا انظر الی من قال و گاه باشد
که حضرت بی بی عایشه رضی الله عنها نزد حضرت صلی الله علیه وسلم در ان ایام
که ابد تبات نازل نشده بود گفت یوم شخصی براه میرفت چون از نظر غایب شد
حضرت بی بی گفتند یا رسول الله چه دراز قد بود حضرت فرمود یا عایشه غیبت
مسلمان کردی گویا گوشت مردار خوردی حضرت بی بی عرض کرد که یا رسول الله
صلی الله علیه وسلم من راست گفته ام که دراز دراز گفتم حضرت فرمود که یا عایشه
غیبت همین است که غیبت شنیده غایبانه او بیان کردن بطریق حقارت
و اگر در وی عیبت نیست تهمت ذکر او بغیبت کذب است دیگر انکه حضرت ابوهریره را
وقتی در غیبت او بعضی صحابه شوم قدم گفته بودند چون بعد آن نزد حضرت صلی الله علیه وسلم

آمد از حضرت فرمود که از دهن شما بوی آید از
گفتند که با حضرت ما دار بخورده ایم فرمود که غیبت مومن
آعوذ با
انّ بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم
اخیه میتا فکرهتموه، ترسن انکه
داخل بهشت نمیشود
فی حق الحمد لله یکبار عمدی فارد الخلق العباد الکذب وکن من
الشاکرین الا الملاعسل حطاک بعمدا علی العمد واحد ولا تکن
من القانطین
باسمه سبحانه بعد الاستعاذه من الشیطان الرجیم فی جواب سلامهم منی اول
انا کل عبد انا کل مستعین بالله ثم اقول اعلم ان العباده علی نوعین
الاول عباده من جهه الروح والثانی من جهه الجسد فالعباده التی من جهه
الروح وجب عالیا فی هرتبه الولایه التی کانت وعباده الجسد الروح
جوادوجب علی الامداد الی یبنا وعلیهم الصلوه والتسلیمات فقول المنتوی
الله ربانیت ایها تا ورد دست کیست همچنان تا بان سمات
جفت

جفت ... بیان اصل الولایۃ لانہم اکثر الاوقات فی غایۃ السکر متوقفون
منہا الاتری الانبیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اقام ستۃ اشہر فی الغار المسمی
بغار الحرا قبل ظہور النبوۃ وما وجب علیہ عبادۃ الجسد بعدم بلوغ الاحکام
علیہ ویستغرق فی الجنۃ الوحدت باطنا فاذا علمت ہذا استحکم فی القلب
ثم اعلم وان کان الاستسرار الانبیا متحققا فی القلب الحقیقی لکن توقفہا
موجب العتاب وہذا التوقف من جملۃ المزایا لم یکن الکبیر لانہم معصومون
منہا وسر التوقف اربعین یوما بنوعین الاول منہا علی جہۃ سنۃ وکرامۃ یقصر
من الاداب بعدہ والثانی ان لم یکن فی التقدیر الزم ظہور الدعوۃ ایاما معدودۃ
کما علمت فی عدم ظہور النبی بعد النبی ستین فی ایام الجاہلیۃ لتقرہ فی القدر
وہذا مقتضا ظہور سر الجلال خاصا علی المدعوین بقدر ہذا ولیس العجب فی حزنہ
وعلیہ السلام لان الحزن والالم بعدم اطلاعہ علیہ السلام علی سبب تعطیل فی الاولی
والحزن علی التعطیل یحتمل الوجہین الاول مضی الاوقات خالیا عن دعوۃ الخلق
وہو مقتضی الحزن لانہ ثبت ان الحزن علی ما فات فی الماضی والثانی
لاستغفار حضرت الذات ان لا ینعکس معاملۃ النبوۃ کما قال اللہ تعالی
ان اللہ لغنی عن العالمین وامکان الانبیا قطعا مختومین علی النبوۃ وایضا

قال سبحانه في السورة الاسرا ويسئلونك عن الروح قل الروح من امر
ربي وما اوتيتم من العلم الا قليلا ولئن شئنا لنذهبن بالذي اوحينا
اليك ثم لا تجد لك به علينا وكيلا الا رحمة من ربك ان فضله كان عليك
كبيرا واذا جرت في السؤل الذين كتبتم في تحقيق سر الاستثناء بحسب باطهر
على استعداد الضعيف فكتبت في بيان ما لا تتبينهم حال الخلائق وقصر
فيه ونستعين بالله سبحانه من الخطا في بيانه اعلم يا ايها الفهم ان الخلائق كلها
جملة واحدة مظاهر لصفتين ذي الجلال اعني صفت الجمال صفت الجلال
وخصوصية ظهور كل صفت خاصة بها فظهور صفت الجلال بحكم سبقت رحمتي
غضبي ابتدائي وسبب الوجود وثبوت كل مظهر يظهر في المظاهر الخاصة اطلاقا
وتقييد اطلاقا ابتدائيا كما كان قبل وجود المظاهر وتقيدا من حيث المقتضيات الحقيقيات
في حضرة فظهور صفت الجمال اطلاق وتقيد اخير محض فيفيد الناظر اي ناظر
كان اهل ولاية العامة والخاصة او الاخص والخاص لان في مظاهر الجمال في
عين احاطة المظهر للمظهر اطلاقا يحصل بعد ظهور التقييد العاما واكراما يجب
ثناء وارادة لا يخلو عنه العوام ايضا كما لا يخفى وظهور صفت الجلال خير محض
حيث الظهور الاطلاقي في المظهر كما قبل ما ضع الندفهو خير من حيث الظهور الا

طلاق المنسوب الی تعالی الحسن غیر محض فی خلقه کما له من حیث الظهور التقیدی
اذ ای شخص المقید المخلوق له سبحانه شر محض لانهم معذبون وفی دیمومن
من جهنم وانعام بل یزید علیهم فی کل ان سبب النعمار کما قال سبحانه یذیقهم
حلوداً غیرها یزیدهم والعذاب فکما مقتضی حسن الجلال فی حقه الخلود فی النعمار
وترتب العذاب علیه انما فانما کذالک تسمیة وجود اثار الشر لاقتضا کمالات
حسنه فاذا فسطرت فی الظهورین المذکورین المتصلین وتفکرت فیه وجدت
ان لا مانع اقرب واجب ان ینظروا الی الظهور الاطلاقی فی کل وقت
والا ینظروا الی حیثه التقیدی التی تسمی بالشر لانه شترک شدیم من حقایق
تحقق المقید فی مرتبه الا اذا وقع ضرورة الشرعی وامر وبه دالوقوع الحدود
وغیر ذلک فی حق الشریر فی هذا الوقت ایضا وجب علی العرفا الاعتبار فی
حقه فی عین الحدود والحوف علی نفوسهم الابتلاء به فاذا علمت هذا
وجب علی السکوت قلبا ولسانا من ان یخطر معاصیه فی قلبی او تکلم
بها له قبل الضرورة الاکرة فی القدر فاذا علمتم ما ذکرت فرجب علیکم الرکوت
قبل الحدود وما لا العنف فی سلککم من ذکر الجاسین عن الفقرا الاکرم
فانا نول حدها الا ضرورة فانه زلة فی اصطلاح الاولیا من رتبة القرب والاصل

marfat.com

marfat.com

ويتخلقوا باخلاق الله تعالى بظهور الفيض الخاص الذي هو ظهور الجمال الخاص
فاذا علمت هذا فانظر الى الانبياء والاولياء واهالي الجنة لانهم متولدون
مرة ثانية كما قيل لن يلج ملكوت السموات حتى يولد مرتين ويكونوا خاليا
من كل الوجود عن وجود البشرية وكمالاته حتى لا يبقى فيهم شعاعين ولا اثر
ويتخلقوا باخلاق الله سبحانه فانهم الان ليسوا محل ارجاع الضمير الذي في كلمة
اليه وقعت في الحديث الى كلمة ما الذي شعر الانثيين لانهم يخلقوا الآن باخلاق
الله ولي الشيء واخلاق الشيء الانثيين كي متحرق بصفات الشيء فاذا تحقق هذا
يتحقق ان العالم كله موجود بفيض انوار الجمال ومحفوظ عن الاحراق لان الاحراق
من خصوصية انوار الجلال وظهورها بعد رفع الحجب ولا يرتفع الحجب عن الذين هم في
مرتبة العام مظاهر الانوار الجمال والجلال مشتركا لتفويض تربيتهم في هذه المرتبة
بصفة الجمال فلا ينقطع تربية الجمال عنهم حتى لا يكونون قابلين لتحمل انوار
الجلال ولا يكونون متولدين بالوجود الموهوب ولا يتخلقون باخلاق سبحان لئلا
يدخلن الاجنبي في حضرة القرب والاتصال بصفات جلاله سقفه عليه وتاد
بالجناب الالهي جل شانه كما قال سبحان الله لغني عن العالمين اي عن الذين
لا يخرجون من وجود البشرية ولا يرتفع عنهم هذا الوجود وقال بما

فی حقهم کنت سمعه و بصره و یده و رجله فبی یسمع و بی یبصر و بی یبطش
یعنی مجید لهذا الرجل الکامل مرتبتان مرتبه المظهریه من جهه الوجود البشریه
و مرتبه المظهریه من جهه تخلقه باخلاقه فمن حیث مرتبه البشریه قال علیه السلام انا
بشر مثلکم انسی کما تنسون فاذا نسیت شیئا فذکرونی و من حیث مرتبه الفاقه
بصفاته تعالی قال علیه السلام انا احمد بلا میم و لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملک مقرب
و لا نبی مرسل سبحان من لا شریک له و لا یصل احد من الانبیاء و الاولیاء بجناب
قدسه الا بوجوده المنسوب و اتصافه بصفاته تعالی فلیس للغیر و جل حتی تحرق
بسبحات وجهه الغزیز فافهم مدعیه بس کنم خود زیرکان را این بس است الا بعد سلام
مطالعه فرمایند نقیر درماند ره چه یارا که در تحقیق حقیقه الاحادیث ثمره تمام اما سوال
را از جواب چاره نبود لهذا باب چند معانی گشود اگر سهو ماند مقرر مرقوم فرمایند
تا نشر فیاب شود و مکتوب بتوده جهارم در تحقیق قول حضرت خواجه بزرگ قدس سره روح الله سجده
بیگانگی دانست یا بیگانگی نشناخت زیرا که شناخت از شهود خبر در خود نمانی
شهود است مراد حضرت خواجه قدس سره از وجود بشریت اصلی ست اما بشریت عارضی
لازم بشریت است از حضرات انبیا علیهم الصلوة و السلام هم بر بحر العرض علم یعنی
دانش است بر طریق اجمال در روح ابتدا خلقت قبل از تعلق جسد جس را

جانه میدانست

سبحانه بیانست که نافی ماست ما حقیقت ذات و صفات خود را بطریق
مظهریت اسماء و صفات واجبی جل سلطانها بر طریق تفصیل نمیدانست
و تفصیل را اطلاع بر حقیقت مظهریت در مظهریت بشریت اعلی که وجود ما
متحقق است این را دانستن نمی میگویند بر طریق اجمال و چون اطلاع بر حقیقت
مظهریت خود در مظهریت اسماء و صفات واجبی بخشیدند و در هر مرتبه خود چه اسم
و چه صفت مشاهده اسماء و صفات واجبی نموده و انانرا که از راه بشریت
منسوب با وجود مظهر انانر مطلق جل شانه بیانست وجود بشریت منفی گشت این را
شناختن میگویند پس روح را نسبت بشهود بعد تعلق جسدی عطا میفرمایند
اگر زمانیکه قبل از تعلق دانستن است و شناختن نیست زیرا که این موقوف
بر شهود است مکتوب تو در پیش بخواجه فیض الهیه تحریر یافت سعادت شعار انشکر بجا آرند
که در بدایت جمعیت دست داده و ترکیب دنیا منظور نظر کرده نصل تق در هند صحبت
اهل دنیا و دنیا مبتدی و متوسط را از هر قاتل است و صاحب کمال منتهی در عین
صحبت از اهل دنیا و در عین جمع مال از اهل دنیا و مال جدا است منتهی نایب
حوالت برای تربیت عافلان و تربیت بی صحبت میسر آید حق تعالی
جبر داده که بندگان با بعضی چنان هستند که خرید و فروخت با مردم از ذکر مانع

بازنداردنظر در رفع تعلق دل خود از دنیا باید بست درصورت با اهل دنیا
اگر نباشد دل قطع از محبت ایشان کویا جد است بدیگری نظر نباید
کرد مگر بحسن ظن و در خود هر چند کوشید سعادت است دافعه دوم آنکه خود را
بصورت یافتید برهان کمال عقیده است و در شیخ کمتر از ابن سینا و الشیخ
تعبیر میکنند ثمره ذکر است که مرید در سیر قالبی شود و خود را لم یزل بدین آفتاب
برهان نور انیست قلب است چون کار او در ترقی لهذا قدری کمی یابد
مبارک است و هر چه بیشتر توسعه آید همه علامت ترقی است می یابد خود را
کم کنید بحر هستی حق در رضای حق مرشد منظور نماید والسلام مکتوب نود و ششم
در جواب عزیزی که در ضمن ذکر فهمت
سیوم آنکه دل چون بذکر مشغول و در جوش می آید و وسعتی
پیدا میکند بعد از ان کویا تختکی پیدا میکند جوش فردی نشیند دیکی که تا رسانکه
که خام است در جوش است چون تخته شد جوش فردی نشیند الغرض خود را
بحضور سپارند بهیچ که رو بطرف این مقامات نباشد هر چند مقام عالی باشد تر
مرتبه حضور مقامات مفیده را امثال نظره بحضور دریا و السلام لقمیر واقعه اول
انکه طایفه است این سنخ من چنانچه قلب در روح تجلیات در واقعه می
بینی بصورت ستاره و کاهی بصورت ماه و کاهی بصورت آفتاب و امثال علامت لطیفه قلب

است خوشش نموده است در واقعه دوم نشاره از ثمره آن تصفیه و بمردم دادن،
کلمات نزدیک از نقطه از آنچه از حق ثمره حاصل شده و تعبیر واقعه سیوم آنکه هر دو لطائف
روح و قلب بصورت دیده و شمع می باشد و دیدن صورت مبارک از حضور یا
از برای محافظت حال شما است تا شیطان دخل نکنند هر بشارات را سعادت
دانسته بکار مراقبه کرمحکم بندند تا انوار سفلیه به انوار لطیفه چون نما ظاهر شوند
حتی که کیفیت بر خرد مکتوب نود و ششم در تعبیر واقعات بخواجه فیض الله تحریر رفت
ست که خدا بجا آرند و آنکه بردار میکشند مراد ازین مجاهده و ریاضت طریق
و شما که نمی ترسید بلندی استعداد است که مجاهده را بمحبت اختیار میکنند
و آنکه در انوار با کم میشوید و با خدا جل شانه سخن میگویند تجلیات کلام حق است
که بصورت نور ظاهر میشود و آنکه مراد خود را کم میکنند فنا را تم سالک از آنست
که همه را کم میکنند این بقدر سکر و مستی است و آمدن تا نها موهب حق است
که بر شما می آید و بمردم قسمت کردن نسبت آنست که ما بنعمه ربک فحدث انچه آمد
بدیگری ازان ارشاد باید کرد و اینهمه میسر است آنانکه بر سالکان می آیند حمد
بجا آورده متوجه حضور دلی باشند مکتوب نود و هشتم در جواب سائل مطور
مستفاد سلام خواهند یک ایشان است نورانی که نسبت کند و همه معامله مرقومه

با و تعلق دارد از و اطلاع نیافتد آوندی که طالبی ذهم نورانی است از و
بیان طلب استمداد از تشنگست و بست او بر سیدند بیان ظرف ثانی ظاهر است
باید که از طرف اول نورانی محض مطلع شوید اگر میدانستید بتفصیل بنویسید تا از طرف
ثانی از یطرف بیان آورده مرسوله داشته شود مکتوب نورانی هم سائل در ارسند عالی
جواب شبهات شفقا چون جواب موافق سوال بنوشتید و از ان
آوندکه هرگز نیست کنند بیان نکردید همون بیان سابق کردید معذور داشته باشد
ضرور جواب مینویسم عزیزمن اولا از شهود اول و ثانی و ثالث و غیر ذلک مطلع شوید
باید دانست که شهود مقابل غیب است مرتبه غیب مرتبه ذات و صفات قدیمی ازلی ابدی
کیف حقیقی الله سبحانه است و شهود اول آن مرتبه نور اول که نور محمدی است صلی الله علیه وسلم
و اینمرتبه اگرچه حادث است اما مخفی البدیهیت است و مخفی الکیف لهذا اینمرتبه
شهود اول را غیب نسبی و قدیم نسبی و ازلی نسبی و مجهول الکیف گویند و شهود
ثانی از ان شهود اول روح اعظم حضرت است علیه السلام شهود ثالث جسد
مبارک حضرت علیه السلام که فوق عرش است که عنصر اصل جمیع اصول مفصل
و عنصر محمل است و از ان جسد مبارک که نور محض است تمام مراتب کرهای مجمل
و عناصر مفصل شهود پذیرفته پس سالک کرده بفنای آرد احاطه عناصر که مهدر

از مراتب احسام محلوظات احاط دارد به لطافت محض سالک طالب حق را
بحد مسجد میسازد و سالک تمام مراتب داخلی و خارجی خود را از دمی یابد واز
جمیع آن [illegible] و میتواند کرد چنان این تعلق بظرف شهودی برای یکن
[illegible] سالک ازین شهود ترقی می یابد و آنچه از دمی نیست از دلش
سابق در هم شکست می یابد و ظرف شهود فوق را جامع و مرجع حسبقی آنچه آنجا
می [illegible] این می یابد کذا الی مراتب الرحمانیات جا بجا یافته از اول
الی [illegible] دستمائی ایجاد [illegible] ده ترقی می نماید الی آخر جمیع مراتب
الشهود هو الشهود الاول ز، مرتبة الشهود الاول الی لیس فوقه شهود یبقی
علی اصحاب الشهود و نادری هست که ازین شهود ترقی نماید زیرا که عقبی
انسل و رجوع بکار [illegible] ان اکتفا نمود قدری مانده باید دانست
که [illegible] محور دائره [illegible] نسبت که ان ولایت را
بعضی از ایشان بعضی دیگری همه فرموده اند این شهود لوی از اصالت
دارد الی ولایت باید دانست تا ازین برابر مدرا ل مستقا آنچه
نوشته آمد سلوک الکاد حدیث مزبور [illegible] نوشته آید و مطلب کل از
که از طرف از کثرت و بلوی [illegible] و بدایت [illegible] آن و فنا

غیر اطراف است و در دیوشاکان و سینه‌ها ن باعتبار استحقاق همه کس را
می پوشانند و انطرف می شکنند ایراغود فرموده در جواب سایل مردم
نمایند مکتوب صدم در جواب سائل مشفقا بیج مرتبه جذب ده سلوک انچه نوشته بودم
از دخارج نیست چنانچه در تحقیق خود نوشته هر کس را می پوشانند و انطر
می شکنند کشیدن جذب است عجب انکه تحقیق مرا پیش انداخته سخن بر لباس
اشکال نزد خود فهمیده می نویسید و این خلاف حدیث است کما قیل کان
رسول الله صلی الله علیه وسلم سید الامعرا و نیز معلوم شد که سخن انرا
که در لباس تعلق میگویند این امتحان است و نیز گفته اند المتحن محروم نصه
همه کس نزد سه کس که نزد نزرگی رفته بودند دو کس نیست امتحان داشت
بی نصیب آمدند یک عزیزیست که او در نزد بزرگان مقبول شده گاه گاه جامه
مراتب سلوک و جذب و انابت و اجتهاد اصطفا نوشتم و نه در یافتند حکیم
اولا نفهمند که سلوک چیست و جذبه چه و در کدام مقام می شود و انابت چه
و احابت چه اهالی آن کدام اند و اصطفا چه و حامد کدام مقام اگر نویسید بهتر والا
بنویسید می دانم ایشان فصیل این هیچ مراتب نزد شما ندارم، مگر انچه می فرمایند
یکطرف چیست در راه سلوک و مراتب قرب انچه من سمانده مسئلات مرا باید

که از جهت قلت فهم سالک مرتبه لطیف را بصورت تقیل چنانچه طرف و غیره میباشد
مکتوب صدو یکم بیان محمد کاظم در جواب استفسار صدای هو بهم سبحانه ما کان لبشر ان یکلمه
الا وحیا او من وراء حجاب الی آخره ازین سه کریمه متحقق شد که هر چه بلباس
صوت ظاهر است صوت نوعانی باشد یا جرمانی و جسمانی همه لباس حادث اند بلک
در اول مرتبه صوت و حرف که نفس مدعا است و اول لباس کلام مطلق نیز داخل مرتبه
تقید و حدوث اما متکلم قدیم است یا حادث اگر قدیم است ذاتا و صفاتا بجمیع
ذاته و صفاته بلا تعدد و تکثر و بلا زمان و بلا مکان بلباسها خود را ظاهر کرده
و این ظهور نیز دو مرتبه دارد ظهور اطلاقی است یا تقیدی اگر اطلاقی است
ظهور حقیقت ذات جامع حقیقی است اطلاقا بمظهریه ظهور کمالات مخفیه صفات
خود کما قال کنت کنزا مخفیا الی آخره الحدیث و اگر ظهور تقیدی است ظهور
کمالات مخفیه است لمظهریته المظهور الاول الاطلاقی هذا بیان المتکلم الذی
علی مرتبتین و اگر متکلم حادث است لا حاجته الی قسمته لانه حادث من کل الوجوه
المتقدم
و داخل فی ظهور کمالات المخفیه و لیسمی المرتبه الاول المتکلم بقسمین بظهور
نفس الکلام الواجبی و لا غلط فی هذا المسامع لانه من تعلیم العلم اللدنی
الاصلی و رای الطلاق و الحجاب و هذا مرتبه الوحی علی جبرئیل و مرتبه الالقاء

على اجتماعهم السلام وفي تجهم بعضهم ... ين من الالباس وهم
الذين يتوقون من الولايات الثلاثة التحمانية ويصلون الى مرتبة ولائية
... الى مرتبة النبائية الخاتمية بكلام النفسي الذي ... درج في شؤ الاول
الذي ... سمي بنور المحمدي عليه الصلوة والسلام عزيزين درين بيان من يفرق
الاصل وبداية هم، سيم كه سابق توشتم مصرعه لسم كنم خود زير كاررا از بهر است
مكتوب صد دوم بعزيز ... صد وقت اسمه سبحانه الحمد لعبد الذي رزق الباه مرتبة الذاتية
والنهاية بالخاتمية والدين برتبون ترتيب الصفات اكثر معانيهم
اسم الصفات الصفانية ولو سرين نادرا بالتجلي الذاتي بسبب الميل التحلي
الرسمي في حم ولو سرا بالعروج بين التجلي الذاتي والصفاتي اولا
اوا الى رتبة التجلي بلباس صفتين الصفات يظهر بصورت العيني
الذي هو ... لعبد الله سوى ... صبه المعيني مخروطي وقف
مازن بالمعنى تعالى بكد الى سماء العبودية ... بيرمال سير في الصفات
فاذا ... ل هذا السر بحسب استعداده فهو على نوعين الاول ان يقيم السائر
... هذا المقام دهر كرد، به الا الى ... الماضية عند الى الموت والثاني
واحصل له السر بحسب استعداده غلب عليه الرد الى دار التحلي وسير باطنه
من الكرة

من الكثرة الى الوحدة هذا على نوعين بعض منهم من يتمكن في هذا المقام
الدنيا بين الى ما شاء الله بعضهم يترقى في الان بلا توقف
من مرتبة الفضل وهي مراتب تجليات الصفات الى مرتبة الاجمال وهي
مرتبة تجلي الذات وفي هذا المقام الاجمال يتجلى الحقيقة الجامعة الواحدة
بلا كثرت المعاني كما يبيان تجليات الصفات فاذا فهمت هذا فافهم
ان اصل الاول المقيد هو في مرتبة كمالات ولايته خاصة التي تسمى بولاية
الاولياء وعند البعض ولاية الصغرى عند البعض الاخر والثاني اصل نفس
ولاية المذكورة باسماء الله تسمى اسماء هذه الولاية على شرط الصراط المستقيم
كل من هو في هذا المقام فهو اصل تجليات الصفاتية وسبب تقيده في هذا المقام
عدم خلوه عن الاغراض والمحبة وهو اهل الفناء المقيد ولا دخل له في فناء
الفنا افكل ما ذكرت في المرتبتين هم اهالي مراتب الظلال بفرق كثرة
الظلال وقلتها لان كلهم معلوب بالتجليات ومبتلا فيها الا تعلم
ان التجلي ظهور التي صفة او ذاتا في الحجاب قلته او كثرة لاهالي التجليات
فاذا فهمت هذا فافهم مكتوب صدر يوم الجزيري باسمه سبحانه الحمد لمن هو الحامد والمحمود
في المرتبتين مرتبة الاطلاق القديمي الازلي والحدوثي التقيدي الشهودي

فی الاول بلا توسط الغیر و فی الثانی بواسطة المظاهر الحدوثی سبحان من احتجب
عن الخلق بنوره وخفی علیهم لشدة ظهوره هو الظاهر الذی لا اظهر منه وهو الباطن
الذی لا ابطن منه هو الواحد الذی ظهر فی بطونه وبطن فی ظهوره الحمد لله
که لطیفه شعرا نه را مملو بمعانی فیاضه و سینه را منشرح گردانید جزاک الله یا
مکتوب صد و چهارم در بیان تغییر عزیزی فرموده نظر خاکستو خاک تا بر دیده ها ها که نجز خاک
نیست منظرها ها شدن خاکست زمادی بسد اشتن کلها است
خوب است مراد از طفل نفس است چون موانعت پیدا میکند در اد کشتی
باز می آید امیدواری کثرت علوم و معانی میکرد د مراد از تیر کثرت علوم است
برکه زخوابی بند که شهری نوشتم در ره زیست نوشته که بسیار - اگر زیست
عالم سد بسیار ابر بسیار است را که مقدمه فنا است بر منصه ظهور آرد حدیث
آیت اللهم اجعل فی قلبی نورا و فی بصری نورا و فی لسانی نورا و عن یمینی نورا و عن شمالی نورا
سمه نثارات نور علی نور اشد رحق سالکان طریقت مراد از دریا اینجا دریا
وحدت و معانی است ظاهر است که دریا معانی اسرار حق لا نهایت است
لهذا رسول علیه السلام در قرآن تربیت فرموده قل رب زدنی علما و کشتی
وسیله حضرت سید المرسلین است که سلسله این وسیله به وسیله نبی خود میرسانند
والحمد

و علامت تصفیه روایه ... ارزنگ عبارت ... ها ...

ترتب از مراتب قرب و علم علامتشان بر مرتبت که پیش رود در رهبر

مرد است تا بغلطی سوی دیگر نرود و مرد غرق شونده دو نوع معنی دارد یکی که

اگر شخصی تابع شریعت شود تابع سنت را ایچنین ... ترقی کلی است و اما

گاه گاه نمودار شده معامله وسط اوست دوم اما اگر شخص شروع و حالات

شرع را ایچنین غرق شونده دیده شود علامت بر کمی و مجروحی کل او ست اریور

متابعت خلاصه اگر قبل و بعد این واقعات تفرع و جمعیت و نفی خواطر

غیر خوب این طور ... رحمانی هستند و هر گاه قبل و بعد این بی باکی و تفرقه

اکثر خواطر ... از این قبیل خود را نماید ... دیده ... شده ماند خواندکه خیر از ظهور

غیر رحمانی ... رسند و اهل لهم ان کیدهن ... من خوف تعالی در حق این طایفه تا نه فرموده

بس ازین تحقیق معلوم شد که هر چه بر ظلمت ... رسد آنرا به تر ازدی تا بعد

شرع ماند ... نخند فلا تکن من الغافلین اینها واقعات نورانی و غیر آن

خواهد اما قبل از ظهور واقعه ... شود را صورتیا ... مثلا واقعه

... دادکه ... ظهور ... ماند از تحت ... مکتوب مبدا نیم جواب واقعات خواست واقعه

اول کار این آب برحمت الهی است که بر دل و حسد آدمی ذاکر حق سبحانه تعالی

آب رحمت این که از طرف راست می آید این آب بر زمین نمی افتد
تمام در بدن میرود جواب واقعه دوم آنکه این خلعت نور هدایت که بوسیله
مرشد بشما عطا میشود در سر می بندد و آن نور لطیفه روحی است
که بظهور آن در حضور شهود محو میشوند و اراده و تحقیق بر بدن مثل جوارح تابعان
در تمام بدن آشکار دارند جواب واقعه سیوم آنکه آبی که بر نفس راست که بصورت
کبوتر متجلی شده میخواهد تا او نفیه کند چون مرد در آبی شما لمحال شما
حقیقت بصورت ظاهر شده تعلیم از جهاد با نفس شما میدهد تا
نفس را فربه نشوید جواب واقعه چهارم آنکه بالا شدن بر کوه تا بمرتبه عروج
و ترقی بمدارج آن (؟) مثال از عروج سالک در ذکر و مراقبه خدا
طریق دیگر کشف که در ظاهر و بوسیله مرشد دفع نفس و ظهور نفس در کسر
و مراد از سنگ بر سر او دفع موانع عزیمت است والله یعلم وانتم لا تعلمون)
جواب واقعه پنجم هر چند بار بود از جهت رعایت نماز تا زمانیکه احضار
والا کار باختیار نیست حقیقی سهل است اگر از رکوع و سجود در بیخودی مرا
آن) تا در رود هست بگرد نه سا یا بمود واما دوم آنکه در داود فرمود
که عاشق را می کشم ظاهر تا کارد و فضول آن وقت بصدق بر مرتبه عشق شما

جلبه او خفیه جواب دادو سیوم بسیار خوب مخبر صادق شما بعد شرع دجا نفشا
شما در راه ارشاد و رسول سعی مشکور و حفظ از ظلم تقسم شیطان در جوع
بجناب حضرت رسالت پناه و یاد دشت عقیده پیر و پیر در درون سنگ
نمونه از تصرف اولیاء است جواب واقع دیگر حقیقت تضرع و نیاز بصورت آب
سبد دل بجوشیده از چشم می ریزد و چون آب بر زمین می افتد ضایع میشود
و همین میکرد دلهذا این آب چشم عشاق در جسم غرق شده بهر عضو می
نورانی می فرماید و کسل و غفلت با قیه را بدر می اندازد و دلگ
سن بسیار جواب واقعه دیگر در علی نور از لطیفه قلبی ظهور می فرماید و کشتی
مدد غیبی است که طی مسافت دریا را نتواند کرد از هر طرف را بحضور ولی
جل شانه از هر چیز حق تعالی راه ابدال بر دریا راع البصر و ما لغیر
شاملحال باشد جواب از کثرت انوار واردات غیبی این واقعه حیرت میدهد
امیدوار ترقی باشند نوع بشر اصلا کمال انسیت و بسر کم شدن کم کن
سال بیت دلبستن همچنین می باید خلاف شرع خدا نشود رشد حق
همین بیت که انچه بنفس و کیفیت باید خدای را در ای آن باید در است نفی
آن باید کوشید انچه سابق کوشیده اند الحال هم بر طریقه اخلاص (بقیه) و حق است

وعشق است جواب چون معاملهٔ سابق برطبق متابعت این هم بسیار
عروج دنیوی است الحال اینجا باید فهمید که هر واقعه که تا دیر ان نتوانند همه
بتمکل باشد حاصل نشود لوشت عروجی زیاده اوقات بر مراقبه صرف نمایند
واقع که در نهم سیاحت نوشتن بدت جواب واقع تمام آن
طلب دیدار کرده داد للهای که در تلمیذ نوشته بود آن رحمت که داد
همه ایداخته دل را یاد یار از نیجا آرزو که در اطراف سیاحت
تمام آرزو دیدار یار کرده جواب واقعه خوب است حاصل جمع داشته
بکاحود دل را جواب واقعه دلکشا الهدیه در نهایت دانسته
ذوالفضل العظیم صحبت این تمنای تمام تعداد شمالست حضور
ا رکابا الافه بدیگران دیر شما راول رخ ایجا آرد حضور
من کل الوجوه تحضور سیارند که عالم تمام در حضور پرتو چنان محفی گردد چنانچه
ستارها در حضور آفتاب در حضور خود را محو سازند که حضور هستی خود از میان
برخیزد جواب دوم انکه دل عاشقان در عین جواب بیدار است اب راد
از سمندخانه قرب او بدت در نهایت و سالک با خودی پر د
مراد از امانت پدر ا ل خود پیوسته و بهربانی بدر ادا ثمره آن وصل

ا ... وچون برا مل کشتی بود ... انوقت بیجا ... نمود عابت
محب اسکس در اینجا حضور محضر است بلی بار دیگر محو شدن مراد از مصنع بر
ا ... شدن است کلمه دو دفعه که در دا ... دیده در ا ... ا ... اند که سد راه
... بهایکان سیوند چون کاروان را ... عبور کردن کاغی ... آ ... دوکر
از یا بطور یکه دانند چیزا که بخیال ... نمیرسد آن دو کس را ... وصیت خود
بیان کردند که گفتند ... کای ... نکنی وگفتند که بهر یکی ... در انی هایم دا ... دیده
کردند تا بدلیری قطع آن راه نماید ذلک فضل الله یوتیه من یشاء و
جواب واقع ما بدد اشتر ... که ستمگر را بر قطع قطاع الطریق وکفار پیدا کرده
اند چون قطاع الطریق در راه سلوک طریقت شیطان وهوا نفس است
که ستمگری برای قطع این راهها ... لسد الاکاست که به هیچ قریب نفس
و شیطان از ترقی سبد نبود نه تمشیر همت همه قریبها نفس و شیطان قواطع
میماند چنانچه عزیزی گفته در مدح مجاهدا ... طریق قطع القطاع فی هم دایر
بشارت بدین است که حساب این دو فوج اهمیت در استعداد او نهاده
ای ... ح هوا و ... لاکر شه لود مراد ... همت اضطراری ... ت چون در رشته
... می نمود همت ... اری عطا و مودد ... د از علاف علاف اختیار

marfat.com

سالک درین مرتبه تا باتمیز سمت راجاری کند و بجا خرج نکند والسلام بست

رونق عهد شباب است دگر لسان را ها میرسد مژده گل بلبل خوشنوا الحان را ها

مشتوای بلبل ایمن لب و دار باد خزان ها که رسید فرح از روضه رضوان را ها

کما قال سبحانه لنبیه صلی الله علیه وسلم لا تفرح ان الله لا یحب الفرحین بمکتوب

صدم ششم از طرف فیض الهیک لدهوی و تقریر السنا بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله بعنایات واجب الوجود و بمین برکات حضرت از هر طرف و لجمعی

جمع آمد، امیدواری از فضل و کرم حضرت جیو این است که توجه ظاهر

و باطنی در تمر حیات اصحاب فرمایند بعده مخفی نماند که اکثر در مراقبه واقعات

دیده میشود یکی آنکه در مراقبه بودم گربه سر آوردند فقیر را گربه دختند جواب این

نویسید دیگر آنکه در مراقبه قبیله خود گم کرده ام تعبیر این چه باشد یکی دیگر در مراقبه چند

اسپ در پیش فقیر آورده اند بسیار خوب صورت چند بچه ها دارد یک

جانور یکی از بچه های او برد طاوس پریده بر هوا رفت بچه خود از پای جانور گرفته

آمد، را نوشت برد فقیر آمد طاوس باین جلدی پریده از پای جانور بچه خود را

گرفته آمد در واقعه بان طاوس تعجب کرد اکنون که می بینم شش هفت ماشد

و چند بچه ها دارد جواب این نویسید دیگر آنکه بجنبات رسالت پناهی صلعم دیده آمد

marfat.com

در تجلیات زیرا که تجلیات بعضی بر صفات جماد که تو در آن صوری
و منحصر بهمین رتبه و بعضی بر صفت نبات که مقتضی مزید ترقی بر آن است
و مقتضی بسیر و فصل و بردن بچه که مشعر بر مزید ترقی است کار ابلیس است اما چون
در استعداد اهل این تجلی اقتضاء ترقی است فعلی که سبب سعادت است ازین جهت
واذ زینها و رنی آید لهذا فعل ابلیس کجا این صفات تعبیر واقع چهارم که مقدمات
ظهور حضرت سرور کائنات مشعر بر کمال صدق بر الحضرت است صلی الله علیه وسلم
لها رحمة ربک یا شیک علی حسب التصدیق و یکون موصلا الی الغایة
شفع الدین ایضا مشعر بر ترقی از رتبه ظلمت که محلی است و مبنی وصول
بمرتبه اله الدنیا و شفاعتها از طرف سیام با وجود ما قابلی این فقرا از سلسله
نقشبندیه [illegible] اسرار هم [illegible] مشعر بر مزید علم ولایت محمدی است
صلی الله علیه وسلم الواح اراهم مسلمین و اراجه سامت علم
نور الی والاست حضرت است این جوهر نفس آن هدف ریزه حسین العرض
ربیع ابن هم [illegible] ا چو در اعالی سمت علو منحدله [illegible] حوسجا
ربیلیقی نشاند هر ردی آورد حمد بجا اورده ایمان مشغول نباید
شفاعت و فرحت و لذت را که از عدم در دنیا از دیس ردی شفاعت نماند در [illegible]

امد خست و تضرع را باید پیش داشت ذلک بفضل الله اسهل و اتیسر من شاء بلطفه

بنام فیض اهر یک در تعلیم و تقریب مبتدی و منتهی و دور کردن وسوسی از خواله همین مقامات

رقیمه معما متضمن چند واقعات عجیبه حل تا دیل از تعبیر خواجه نشیند

ترف در رد جشید قابلیت استعداد شما در این واقعات که متضمن کمالات اند

معلوم کردید حق شما را در واقعه معاینه آرد بر سبیل کاغذ سپید بهر یک از واقعه

تا دیل و تحقیق نوشته رسانیده شد بمطالعه خواهد آمد بر محض واقعات اکتفا

نباید کرد جهد بسیار باید کرد تا در دنیای محبوب مثلا بوسیله مراقبت عام

در مرتبه عین وصول بحضرت عزیزان دیگر را خصوص برادر خود را که در اطراف

سلام رسانند و از یاران بمحبت نیز سلام خواهند مراقبه است پیوسته

بند دیده باز مراقبه باشند مراقبه دو مرتبه دارد مراقبه سالک و مراقبه منتهی

مراقبه سالک برای دفع زحمت دخل اغیار است و مراقبه منتهی که از زحمت

دخل و ظلمت دخل اغیار زدوده شده بهر احمت اغیار برای حضور مطلب

حقیقی است تا جمیع حواس ظاهری و باطنی بر حضور متفق شوند مصدقه

مدهوش اردوی اله جلال الی چنانچه بزرگی فرموده است چندان بروی بر دوی نه دوی بر خیز

در بست دوی بر هر دوی بر خیز دا تو دانشوی دلی اگر چه کنی هر جای بر سی گر تو توئی بر خیز

marfat.com

خیر الکلام ما قل و دل که توجیه در بیان خطرات نفسانی و شیطانی و غیره موجب تحقیق حضرت
از تحریر بسر دستگیر قدس سره معلوم شد که خطره کار ابلیس است یا کار نفس امّارهٔ
که قلب غالب نیست نور قلب بعد ورود خطره بر دلی تاثیر نمیکند که این خطره از خارج
آمده یا از نفس نشئی شده از انکه وه می پندارد و بیرون می اندازد تا زمانی که
غالب نشده نفس و ابلیس در کار خود نجاهده در میان است اگرچه نسبت کثرت
خطرات جمعیت کم است اما چون نور دلی تمیز نیست که از ابلیس یا نفس است
و نکرده پندارند همه دنبال آن بسوی آن هروله است و باین شخص منسوب است
و نیز معلوم شد که بسبب عدم تعدیل اربعه عناصر آن هر دو عدد دخل میکنند و چون
تعدیل هر چهار عناصر موقوف بر کمال است اما نور قلب بعد ورود مطلع بر حقیقت
آن میشود نکروه باید دانست و نور قلب خود را بان تعلق مزید کاره و بیزار
باید بود از تحریر حضرت معلوم شد که قبل کمال و بعد ان نیز خطره می آید اما بعد
کمال و چون تعدیل اربعه عناصر است قدم پیش بردن نمیتواند و ناقص مقبول چون
نور دل نمیرد منظره عدد دارد و نکرده پندارند و اگرچه پندکردن نمی تواند
اما تابعه او نخواهد شد چون دانسته شد پس از غلبه این رهزن کامل متوهم
که خطره دخل بر کرسی مدجوره ایرانیان نباید کرد و مجاهده در دا و بایای

ماشاء الله الامور مرهونة باوقاتها باین تسلی باید کرد اگر مردم بخطرات
مغلوب اند که خود خطره شده اند و محبوب می بینند زیرا که نور دل که تمیز کرده
کرده اند ظهور نکرده و شکر باید کرد که نور دل تمیزی پیدا است خطرات را خطره
میدانند مقصود مکتوب الله ولی الذین امنوا یخرجهم من الظلمات بکمال
قدرته الی النور فاخواتی من کمال قدرته ان یعطی العروج من النور الی النور حصول
هذا العلی یتوقف علی التوجه الکامل الی شیخ المشایخ عبد القادر النقشبندی
وجزاه الله سبحانه علی هذا المدد والتقویة والسلام علی من لدیه یتضمن لبیداء
استدعا مکتوب عزیزی تحریر یافت باسمه سبحانه تحیه سلام ازین قلیل
البضاعت بعرض جامع علوم مولائی و مقتدائی اماده بحکمت الدینیه
بنشه الله علی قواعد الحکمه معروض باد استدعا را که بضاعت قلیل این
غلیل از مرتبه تقلید و دلیل بمرتبه تحقیق و وصول بتوجه آن مظهر عجایب راه یابد و از انجا
از قلت بی علت خروج فرماید و ماذلک علی الله العزیز والسلام علی من
لدیهم متضمن باشد عار مذکور از جمله الصالحین الذین عندهم دعا الجز فایده
هو الله الذی لا الله الا هو بر ضمایر اولی الابصار پوشیده نیست که در اصطلاح
اهل ظواهر که ولایت عامه شریف است در آیه نفی الباطل فاقی است
که کفار

که سمار مظاهر شریعت مثل اصنام و شمس و قمر و نجوم را مستحق عبادت دانسته
باداب لویه اختیار نموده اند و قطع تعلق ازینها بادلی مایل در عدم استعانت
ایمه بنصوص قضاء م دست میدهد چندان مجاهده و ریاضت در ازاله
ولایه خاصه توجه بوجود کثرت بلکه ثبوت کثرت داخل اله باصل است پس
درین ولایت آنه کریمه بنحوی تعلق از کثرت میفرماید که نسیان ذات و صفات
صاحب این ولایه مع نسیان علم ذاتی نیز ضروریست بلکه در مراتب کثرت
عین وحدت را می بیند بلکه کثرت را عین وحدت می بیند بغلبه ظهور تعین
خاص و در نیمرتبه چون کثرت در نظر این کس بغلبه حب بر نگ وحدت نمودار شده
واز دایره رقیه برآمده در حکم اله باطل شده و چون کثرت در نظر او
حکم وحدت بغلبه حب اینکس پیدا کرده و نور وحدت بهر فرد کثرت احاطه نموده
قطع تعلق ازین باستکمال مجاهدات اصلیه بلکه بفضل اخص تعلق دارد
تا حب این عارف را فرط در مرتبه اعتدال آرد و داغ رقیه کسب قلت بصار
مجوب بود طوری پیدا کند و غبار غلبه حبی که بر بصر دل نشسته بود بفضل اخص
گردد الا ان هذا العبد کان عبدا خالصا لله سبحانه و کان ممیزا بین العبد
والمعبود و یکون اتصاله بولایته الاخص کما کان الثانی اسرا بولایته

الخاص ویکون مومنا بالغیب ویترقی عن مرتبه الشهاده والشهود لکثرت
لایکون حجابا بهذا المتحقق اما چون هنوز وصول از بسته توجه است اگرچه توجه
مجهول الکیف باشد تعلق اینکس با توجه در حکم تعلق به الی باطلاست چون
توجه اینکس مثلا برنگ بینی مینماید قطع این توجه که تعلق وبعضی خاص
الخواص دارد میخواهد اصل الاصول برای قطع این توجه درکار است وقتی
که توجه معدوم باشد وازی از دنماند کان ذالعبد واصلا بولایت خاص الخواص
وهی ولایته از مبنیا علی نبینا علیهم الصلوه والسلام در زیر وقت اینکس
از جمیع مراتب تنگ الحقیقی والنبی خلاصی یافت وکان مومنا بالایمان
الغیبی الحقیقی کما کان ان ثالث مومنا بالایمان الغیبی النبی وکان من الحمیه
الذین یقال فی حقهم العلماء ورثه الانبیاء فتامل فی الفرق الذی من نور
الاربعه وچون اصل مرتبه اخیره اکرده از جمیع مراتب ظلیه برآمده وواصل
صفات حقیقی که مرتبه اصل است گشته اما هنوز بس صفات وصول ذات
جامع بالاصالت موقوف است پس در زیر لا تعلق او بالاصالت با صفا
است وچون صفات که قایم بذاتند دو جهه دارند جهت وجوب من حیث
وجهت امکان من حیث انفسها پس تعلق این عارف غالبا به بعض امیا

واقع وسبب غلبه تعلق بصفات نشئه بقیه هواست وهوا اگرچه قلیل است
آنرا در اله باطله ثمر دهد کما قال سبحانه افرایت من اتخذ الهه هواه پس قطع
تعلق ازین هوا وترقی الی جناب الذات الجامع والبسته افضل اخص
الخواص است مجاهده دارین دخل ندارد واذا حصل اند انحض فضل کان واصلا
بکمالات النبوت نور متابعتهم وابن هذه المرتبه الخامسه اگرچه بهره از کمالات
نبوت یافته اما اینکس را نبی نمیتوان گفت او تحقق بیان هذه المرتبه الاخیره
المفیضه من انوار النبوت العامه النبین بفضل الله سبحانه ابین التفرق بین نبوت
نبینا ونبوت الانبیا علی نبینا وعلیهم الصلوات والتسلیمات فاعلم ان
جمیع الانبیاء وان کانوا واصلین للذات الجامع بالنسبه الی جمیع غیرهم
وهم الاولیاء ولکن بالنسبه الی نبینا علیه الصلوٰة والسلام مع وصول
الذات تمته المیلان الی الصفات متحقق فیهم فشمه المیلان الیها شیء
عن نشئه الهوا وان کان هذا الهوا فیهم فی مرتبه الاباحه والعزیمه تقتضی قطعه
وشان هذه العزیمه مختصه لنبینا محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم کما هو محقق
بحدیث اسلم شیطانی اللهم یسر نا ببرکت متابعه نبینا صلی الله علیه وسلم
ثم من خصوصیته علیه السلام مکتوب مجوب سوال میان الهدین

ظهور فیض صفات حق سبحانه عام است و خاص در ظهور عام اضافت آن بسوی
مظهر است همانچه صفات بشر مثل سمع و بصر و کلام و غیر ذلک را فیض صفات
حق گوییم اما صفات حق نگوییم صفت بشر گوییم و در ظهور خاص اضافت آن
بسوی حق میبایم صفت بشری توان گفت همانچه صفت کلام حق که در
مظاهر کتب متعدده ظهور فرموده و بلباس حرف و صوت ظاهر شده این همه را
کلام حق گوییم حقیقت اینچنین است که از فیض صفات دیگر انچه بشر رسیده
این ظهور فیض صفت بشر گردیده مثل کلام بشر و بصر و علم بشر و غیر ذلک و ظهور
این صفات دیگر را همین نکته حیث است بخلاف صفت کلام که این صفت را
بدو مرتبه ظهور است یکی عام و دیگر خاص از ظهور عام صفت کلام در بشر موجود
میگردد و به آن تکلم می نماید درین ظهور این صفت و این تکلم بسوی بشر منسوب است
کلام بشر را که ظهور کلام حق است کلام حق نگوییم زیرا که تکلم بصفت بشری بشر
تعلق دارد زیرا که حرف و صوت در اینجا بکسبی بشر پیدا می آید و از ظهور
خاص که کتب سماویه را بانبیا علیهم السلام نازل شده حق متکلم است بکلام نفسی
بلباس حرف و صوت و درین لباس کلام هرگه بلباس معانی حرف و صوت
نورانی است که بخلق را دخل نیست بلکه حق سبحانه کلام مطلق را بسوا
غیر نا بلباس

غیری بلیس حرف و صوت ظاهر ساخته و بخود منسوب نموده چنانچه میفرماید
نحن نقص علیک احسن القصص در سورهٔ یوسف و شبهه اول هم: گرچه
بواسطه مخلوق است اما این مرتبه جامعه مشهودیه را هرگز ذات و صفات
خود ننموده بلکه مخلوق فرموده که مخلوق بیست و هرچه درین مخلوق اول
از ذات و صفات موجود است از ذات و صفات حق نگویم بلکه از
فیض ذات و صفات گویم کما قال النبی علیه السلام العالم من نوری و انا
من نور الله گفته که خود را ذات الله یا نور الله گفته و همچنین قلم را از نور خود
گفته پس هر فردی را از افراد عالم ذات حضرت یا نور حضرت نگویم بلکه از
فیض نور میگویم سوای کلام مطلق که آن را صفت بطور خاص که بالا ذکر رفت
با وجود لباس حرف و صوت مخلوقه کلام ذات حق گویم و این نسبت محض
خاصه صفت کلام است که هم بفیض عام مشارکت فیض صفات دیگر نایض و هم
بفیض خاص ممتاز از فیض صفات دیگر که محض بحکم نفس ظاهر در هیچ صفتی را در این
خصوصیت شرکت نداده ترگویم که از فیض عام هر صفتی ایجاد صفتی است و صفات
بشر در آن صفته خود بشر بنیاد عالم و متکلم است این صفت بشر بسبب تکلم گشته
و بسوی کلام این تکلم مضاف است و در فیض خاص حق بمادهٔ خود بخود متکلم بلباس

نسبت مدنظر بشریت ترخاص حضرت علیہم الصلوٰۃ والسلام و بلیاس
حرف صوت نورانی، بنظر بشریت جبرئیل درین تکلم صفت کلام غیر است
نیز تکلم است خود متکلم بکلام نفسی است و مظہر الفرق در تشہود اول و حدت
جامعہ صفات کاملہ خداوندی حقیقی خلاصہ آن حقایق از سایہ بشریت انسان
کامل جامع امر تبعاً حقیقت انسانیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع
حقایق انسانیان در تشہود اول مندرج در حقیقت انسانیہ حضرت رسول اللہ
علیہ وسلم است در تشہود ثانی جمیع حقایق انسانیان کہ ہر یک جامع حقیقت
روحی و جسدی ہر فرد انسان است و خارج بفصل ظہور نمودہ بخصوصیتہ
خاصہ ہر یک و لاہمان ہر یک روحی و جسدی در اوقات موقوتہ در عالم
با مناسبت روح جسد ہمان حقیقت ہر یک انسان موجود و منشور باسرار
مندرجہ امر بجامع اول روحی و جسدی در ہیکل بخصوصیت خاص در اوقات
موقوتہ ظہور می آید الا ما شاء اللہ اینہا بلحاظ اسرار مندرجہ این حقیقت
انبیاء واقع لاہالی الجنۃ فی الجنۃ و لاہالی النار فی النار در تشہود ثانی تا
مندرج شوند خاصہ ہا در ظہور بروز خواہند شد. اینہا بلحاظ اسرار
باعتبار و ابی لمور متغیر نمی شوند با وجود انتساب مرحقیقت حقی را

marfat.com

ابواسطه فیضی که خاصه جامعیت حضرت است علیه الصلوة والسلام
بحکمت بالغه فیضیات اند هیچ یکی را ازان واسطه چاره نیست مکتوب نوزدهم
صدر رقیمت بود در رقیمه مشفقانه متضمن معانی واسرار دسورد دیگر متضمن
اسوله چند مفتخر گردید بمطالعه آن شرح صدر حاصل شد اما چون بعضی
عبارت در مکتوب باصطلاح حضرت پیر دستگیر صاحب طریقه احسنیه
مطابقت نداشت در تحقیق آن معروض میرود که در تحقیق حقیقت ان ن
قدس سره ایم عالم را وجود موهوم گفتن منع است زیرا که موجودیت عالم
برای اظهار صفت نفس الامری است نه صفت نفس موهومی و انکه عدم
استقلال عالم را مشاهده نموده موهوم میگویند و در هر آنی موجود و معدوم
بسرعت اتصالیه دیده این اطلاق نمیفرمایند نمی بینند که درین هر دو جهت
موجود شدن و بعدم رفتن هیچ جهتی ازین هر دو موهوم نیست بلکه جهت
وجود در وقت خود وجود نفس الامری است همچنین جهت عدم در وقت
خود عدم نفس الامری است و مراد از وجود عالم جهت وجود است نه جهت
عدم شان ما بینهما پس جهت وجود را که عالم است نفس الامری دانیم
اما غیر مستقل و در هر آنی متبدل و متغیر و دانیم این تغیر و تبدیل نفس الامری

است و همی بینی که هیچ تغیر و تبدل و همی نباشد فا الذی هما و قعا
علیه کیف یکون و همیا عجب ازین تحقیق که میدهند که این شهود عیب مطلق است
در مرتبه ثانی تا ظهور نفس حقیقی نفس الامری) ازین شهود شهود گردد پس
شهود که مظهر حقیقت نفس الامری است چون و همی نباشد برای اینکه استدلال
لازم پیدا کرد همی گویند ضرور نیست چرا که تغیر و تبدیل او تبریح مستمر بر عدم
استدلال اوست پس عالم را نفس الامری گویم در عین تغیر و تبدیل تا مترتبات
بر وی سیر و همی نباشد در کتب نگاشت، خلاصه غور نمایند تا بر اصطلاح ایشان
مطلع شوند دیگر آنچه در آیه کریمه واتبع ملة ابراهیم حنیفا سهو دارند عزیز من
اگرچه حضرت افضل مخلوقات و متبوع جمیع انبیا اند و در اصل خلقت شهود
او ادراکی علوم و معانی نصیب ایشان مندرج ساخته اند اما اطلاع بران
موقوف بر اوقات دانسته اند چون حضرت ابراهیم علی نبینا علیهم الصلوة
والسلام بر طریق خلافت به طلیت جامعه ذاته المعانی و علوم مندرجه که نصیب
سرور کائنات علیه الصلوة والسلام از ورد شهود اول ایشان در مرتبه
خصوصه خود ظهور داده اند و مقدمه حاصیت مذکوره را به بیت ابراهیمی مسمی فرموده اند
و ایشان دیگر احاله طلیت بر حضرت بصر حمالات و عالی داشتند

بملتی منعقد ہوا جو پیدا آمدند و اطلاع بر اینمعنی جامعیت و انفراد موقوف بر تعلیم
علیم حقیقی بود و نحما قال سبحانہ و علمک ما لم تکن تعلم و نیز فرموده اند وحده
عابد الناعبی چون وقت ظهور حضرت مسیح در پیدا آمدند بمقتضای این سنت
اقتضا کرد آن بود که ملت حضرت عیسی را اختیار کنند در ذیل مقدمه
[illegible] ابراهیمی بود و ما پیش از [illegible] آن ما بران مقدمه تا بر
جامعیت را وضع کنند و در مسئله اصیل جعلی و مبنی و لنظط و اتبع رای صورت
تقدیم مقدمه است بر مرتبه فصل جامعیه و الا فی الحقیقه مقدمه تابع تفصیل
جامعیت بیت و المقصود من المقدمه هو الفصل اذ ابهت را وافهم ان
الله لوه الی ابراهیم علی نبینا علیهم الصلوات و التسلیمات و رثنا الخیر
و علی سنا لحسنات ان الله فضیل الجامعیه الی هی اصل المقدمه المقدسه الطهور
الا بالی نهادا و اکان نبوت ابراهیمی را انتهاء و نبوت تا الی یوم
القیمة آمنه و کذا اک السیده علیه الی یوم القیامة و قدم علی
الامته رعایتها می حق تنبیه علیه الصلوة الی یوم القیامه لعظم شانه
و بها مقدمه علیه الصلوة و السلام مکتوب عزیزی صدور یافت
دان الله و لم یکن معه شیء الله ذات مستجمع الصفات الکمال الظاهرة

marfat.com

صاحب طریق الاحسنیہ قدس اللہ اسرارہم لان عند سید باصفات
اللہ ظاہرہ کا اندارت الواجبی فظاہریۃ الظاہر مکررا تحصیل حاصل بل مقتضیا
المخفیہ فی غیب الغیب تقتضی ظہورہا فی الخارج الکونی لتعلق بہما الثواب
والعقاب بلا تشبیہ وتاویل وعند الصوفیہ العلیہ التی ایاتی نفس ولایۃ
الخاصۃ الصفات عین الذات والذات مجرد عن الاضافات لا تمیز
للصفات من الذات الا فی مرتبۃ العلم الواجبی والتمیز عندہم علی نوعین اجمالی
وتفصیلی ویسمی الاول الوحدۃ ویسمی الثانی الواحدیۃ ویقولون الاول العکاس
اجمالی والثانی انعکاس تفصیلی ویسمون الثانی بالاعیان الثابتۃ وبعضہم
بصور العلمیۃ ویسمی بہذہ المرتبۃ الثانیۃ حقیقۃ العالم والعالم انعکاس
مرتبۃ الثانیۃ فی مراۃ ظاہر الوجود وبہذا التحقیق الثواب والعذاب
تکل الابرار یلات بعیدہ کما ہو شان اہل السکر ویقولون فی الخارج
ا العالم فی العلم وما دفع علیہم من الشبہات مذکور فی تقاتل الصفات
ہ نکار الا ار وعند مجدد الالف الثانی قدس سرہ العزیز حقیقۃ عالم
ال ر ست کہ در ان عدم والعالم اعطا فیض وجودی) ال
ظلال واعدام وجود او صنا در مرتبہ دہم در نیمرتبہ وہمہ سُرعی لفیف ابع

اند اما نیافته که برفع دهم مرتفع نشود در بنجا هم ترتب عذاب و ثواب
بتاویلات کفته میشود فالفرق بین هذه النکات والتحقیقات لکل
واحد عند اهل البصیرة ظاهر یکتوب بصوفی بلند
بسم الله الرحمن الرحیم بعد الحمد والصلوة وبلیغ
التسلیمات بعرض محب صادق طالب حق بلند همت رفقه الله سبحانه میرساند
رقیمه شفقانه متضمن استفسار عبارت حضرت نکات مفتخر کرداند رما قلیل
البضاعت را چه یارا که در کلامی که از مرتبه خلافت باشد در بیان آن دم زنیم
واز حقیقت خلو متخیله نبولیم چنانچه فرموده اند که رسیدن ولایت و سیر
انبیا علیهم الصلوة والسلام آسان ندانند اما انچه از بزرگان شنیده ام
وازان در فهم ضعیف آمده بیان باید نمود بدانند که در ولایت خاصه وصول
بعلم حصولی و حاصل ازان معلوم الکیف است و در ولایت اخص وصول
بعلم حضوری است اما شمه از علم حصولی بایست و حاصل دران مجهول الکیف
است لهذا در اول توجه معلوم و در ثانی توجه مقصود در کمالات ولایت
علیهم الصلوة والتسلیمات وصول بعلم حضوری بوئی از حصول مافی بست
لهذا در نیمرتبه فنا مطلوب نمی یافت محتملا ادراک است بخلاف مرتبه
اخص که بسبب توجه خفی تر معلوم در نیمرتبه فنا محتملا ادراک مطلوب است

ولایت انبیا علیهم السلام و علیهم الصلوات والتسلیمات بعلم حاضرات
و بعلم حاضر بودن بصفت علم وی ملائمتی آید و سر زاید نیست سر لغت
معلوم است که ذات بذاته حاضر بودن علم قابلیه ذاتیه متحقق و بوی زائد
نه و چون بذات حاضر و بعلق معلوم به حاضر بودن بعلم است پس معلوم
هیچ نسبت چنانچه بصور علمی بود در مرتبه ولایت که بعلم حاضر است و معلوم
بیکیفی موجود و در مرتبه نبوت که ذات بذاته حاضر است معلومیت غیر
متحقق هر معلومی که از اقسام ثلثه باشد در مرتبه خراف این اصل
متحقق و کمال خلوص موجود جز از حق و چه از غیر حق خلو از غیر حق ظاهر است
یعنی در مرتبه خاصه واحص الخاصه وصول بحق فهمیده بود ندحال انکه حق نبود
باید گذشت و به حق حقیقی باید پیوست و گذشتن از مرتبه عرفان اریا
محمدا ادراک مطلوب در ولایت انبیاست می دهد بفضل الله سبحانه در در
خلافت بطریق اولی میسر و الحمد حضرت میان محمد شریف قدس الله سره
فرموده اند که بدانند که این نفی معلومیه در وصول حضرت ذات از راه
ظهور علم است نه از راه وجود علم یعنی انچه در حضور و ظهور علمی معلوم بود
در حضور ذات بذاته اطلاق نتوان کرد اما صفت وجود علم را قابل باشد

عزیزمن تمامی اسوده را جواب درین عبارت درج شده بدقت فهم در یابند
و بهمین طور یاد میفرموده باشند به اندک اکتفا نموده مکتوب در جواب فضایل پناه
نشد غیره تحریر رفت. الحمدلله اولاً و آخراً ذات بابرکات اکابر همواره
بر صراط مستقیم باشند از مطالعه استفتا در روایات و نیز از مطالعه
نسخه تصنیف در بیان کمال قدرت واجب تعالی و مع ذلک استثنا بعض
آن تحت قدرت حقیقت بوضوح انجامید و نیز زبانی یارانی که استفتا
آورده بودند طلب شده معلوم شد تا خود را رساند حقیقت امر است که در فهم
فقیر این مناسب مینماید که در آنچه که تحت قدرت دادن آن نقصان در کمال
قادر مطلق شود از تحت قدرت دادن خطاست چنانچه ذات و صفات
باریتعالی و عدم ممتنع الوجود که شریک باری است تعالی شانه و در غیر آن
آنچه ذات و صفات ازان نقصان نیاید و بعضی قبول محض چنانچه ممکنات
و در بعضی سکوت چنانچه محال عقلی و علم آن بعلام الغیوب باید زیاده
نمیتوانم گفت اگر باین دانش قایل مجلس باشم بر سعادت الاشما خود دانا
حاجت دیگری نیست الغا مکتوب در تفصیلی مذکوره صدور یافت
الحمدلله و سلام علی عباده الذین اصطفی بورود نوار شما منکشف

ظلی نیز نبود و اعلی است هر یک بسند) و تو طاری کمال آن دیگر
انقدر دوامیماند که نهایت ولایت عالیه بعالم کبری یا بایه اجهاد است
جمعیت باطن برای کمال این ولایه شرط نیست اگر جمعیت هم هست
مناسب همین مرتبه است و نهایت ظل ولایه خاصه تا نزل انوار روحانی
و ظهور کمالات روحانی او در تجلیات صوری و معنوی و نورست وصول
او درین منحصر اگر از ظهور تجلیات توقف واقع شود همانوقت بی آرام است
و خود را بعیدی فهمد و نهایت وصول اصل ولایه خاصه تا کشف نفس
انوار است و وصول مراتب ارواح چنانچه حضرت شیخ شیوخ فرموده
که سالک روح را بخدای برسانیم اگر صدیق سجانه دستگیری نمیکرد
خلاص ازین مهلکه محال بود و کثار بار ایشان بشهود مطلوب است
و اکثر بلکه جمیع معارف ایشان تجلیات حسنه معروف بی شهود
بی آرام اند و بی حصول و درد بعید اکثر قول ایشان این است بیت
و می هیچ زدن محض این گناه است ها بخود مشغول بودن کفر راه است ها
ثبوت غیریت در مرتبه شهود نزد ایشان کفر و زندقه است و نهایت
ایشان در همین مرتبه بیافت مطلوب و وصل ایشان بوصل منبلس موصوف

یعنی ابلیس

که ا... ... ...

باسس موجود و حقیقت تا نهایت در وصل این سعید سیر بیت و صف
ترا چنانچه تو یئی چون کنم بیان ها کز هر چه در خیال من ناید زیاده ها
واز اهلیت اهل کمالات نبوت چه بیان نماید و انچه بیان نماید کم
کیست که بفهمد والله ولی الرشاد بسم الله الرحمن الرحیم
لا یلیق بالمتقین ان یستجروا او یستغفروا للذین یکسبون کبائر الاثم
مثل المیسر والمسکرات حتی یاکلون اموال الناس عمدا او ظلما حتی
یتوبوا ویصلحوا فان الله من بعد سهل الشدائد الامور ایضا کیف
یظلمون وانت فیهم

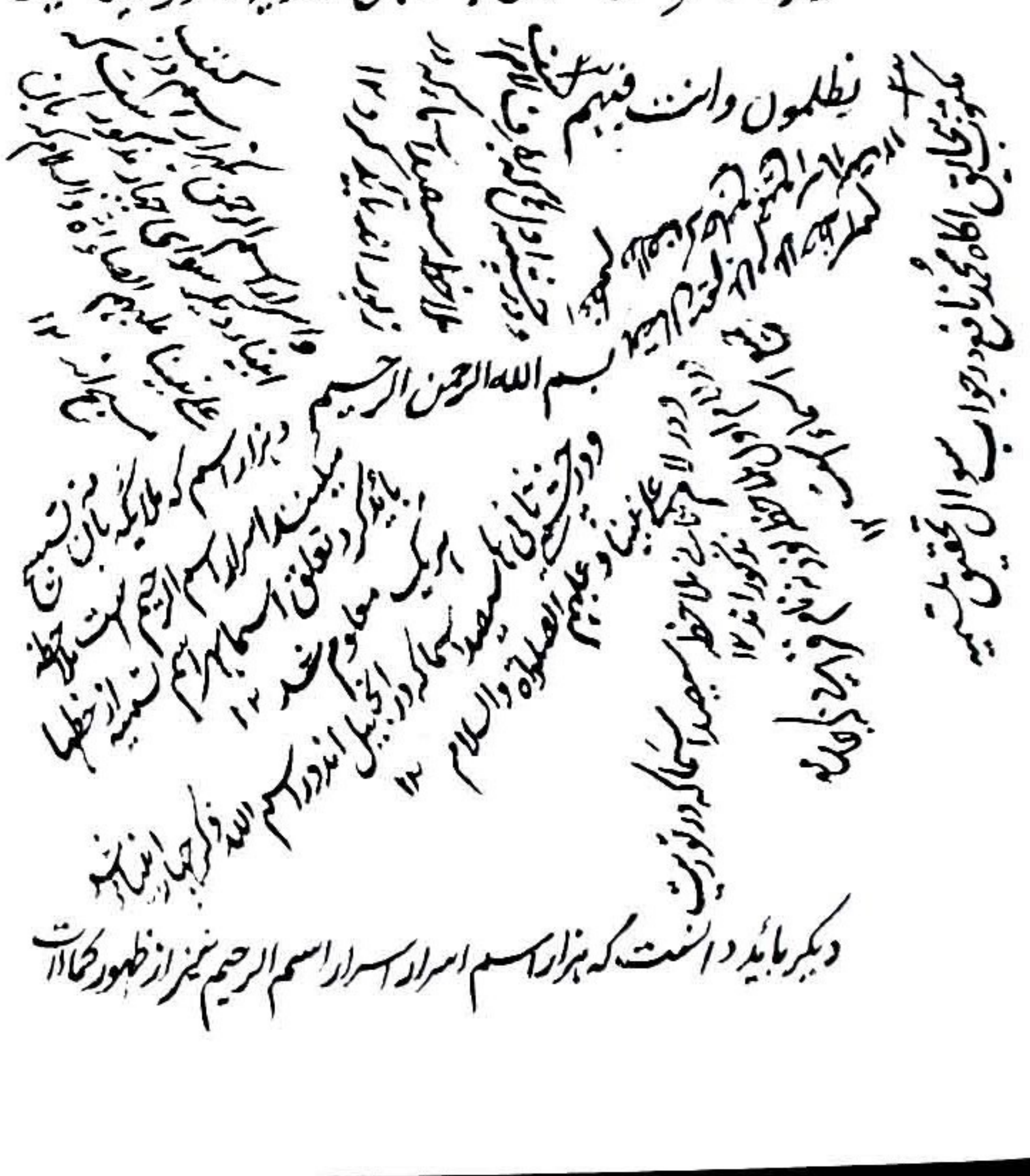

دیگر باید دانست که هزار اسم اسرار اسرار اسم الرحیم نیز از ظهور کمالات

marfat.com

... روحه الف وام او ، اندر زیدا کر راسد آ ... ، ظاهر
حقایق ام و الف اند و مراتب اسم الرحیم ظهور حقایق ام و با
و رجوع تمام اسماء بحقیقت الف است غالبا که مظهر ام اعظم
ات این مجمل را بجا بجا لاحظ نماید کرد اگر طالب لاحظ ا ... ، خلو
لعلم حضور لیست ا اهر قدر که میراید در بلاحظ او ان نمیه
مختتم است دیگر انکه در ابیات ... ما ... ر ... ادار الف
لام میم هر سه مرتبه ذات و صفات و کمالات اند از الف لام
مرتبه ذات و از لام مرتبه صفات و میم مرتبه کمالات مع ذاکر
که در بیت اول بسم الله الرحمن الرحیم نقطه تدویر الف ام میم
ا ... ، دائر است و خط و دایره ... و محیط دائر ، ا ... شه است
مثال است بر ... موعیت ذات ... راکه با ... یعنی لشم دا ... ط تدویر
الف لام میم فرموده دد که ... مع محیط است رمزا یعنی
مرتبه ذات جمیع برائت صفات و کمالات را متبوع آن
و م د مرتبه ... میه بیکی محیض اند ... اکه لوط مسوع است
و مقدم آن ... ن حدث حقیقت بر وجود دایره و خط آن و

marfat.com

marfat.com

اندراج اسمار سته هزار نوشته اند و بهر یک حرف و اسم خطوط مخصوصه کشیده
ام بملاحظه آنکه شاید در فهم نه اید مفصلاً در عبارت می آرم یعنی در بسمله اسم الله
جامع هزار اسم تسبیحی چهار انبیا است علی نبینا علیهم الصلوة والسلام حضرت
سرور کائنات و حضرت موسی و حضرت داود و حضرت عیسی علی نبینا
وعلیهم الصلوة والسلام نود و نه نام که جامع تمام اسمار قرآنی است در الف و لام
مندرج اما غالبًا در لام اول و سیصد اسمار تسبیحی که بحضرت موسی تعلیم شده
و در توریت مذکور اند کمالات حقیقت لام ثانی اند و سیصد اسمار که حضرت
داود به تسبیح ان مامور اند و در زبور بیان فرموده اند کمالات حقیقه چشمه
اول ها در اسم الهه که بطرف لام است هستند و سیصد نام که حضرت عیسی
بان مسبح اند در انجیل مذکور اند در چشمه ثانی حرف ها که بطرف الرحمن است
مندرج اند و کمالات حقیقت چشمه ثانی حرف ها هستند در اسم اعظم در الف
و لام اول مندرج است اما غالبًا در الف اسم الهه اند راج هزار اسم که در
اسم الهه که مندرج اند در بیان آمد هزار اسم که بدیگر انبیا سوای چهار
مذکوره برای تسبیح امر شده اسرار اسم الرحمن اند و در کتب ایشان
مکتوب اند و هزار اسم که بلکه بان مسبح اند کمالات اسم الرحیم اند

در مراتب اسم الرحمن مظاهر حقایق لام و الف اند در مراتب اسم الرحیم ظهور حقایق
لام ها و در جوع تمام اسماء که لاتعد و لاتحصی اند مالف الیه که غالبا مظهر اسم
اعظم است پس از این تحقیق معلوم شد که هر که لسته را میخواند مظاهر تمام اسماء را
میخواند و از اینجا این سر دو نوع است اضطرار و جهلا مثل ناس علیم و مثل جاهل
بفرق المراتب و احد منهما آخر طریقا الی الکمال للثقلین جهلا و اما اختیارا
علی سر دو مرتبه است تعلیم المربی بملاحظه الی علما بعلم العادی الی الکمالی
و هذا ایضا تقلیدا و الکان الفرق بین هذا و الفرق الاول و الاخیر
و حضوری و علمی و سری و بالاشراق و حضوری و هذا العارف تکلم الامت
بحضور المعلم و بحضوری السمیه الی الله و بالتعدد
فقیر را در همه سر مایه زندگانی داد آنچه نفهم خاص اقتباس
از کلام حضرت سید قدس سره نموده معروض داشته از دور و نزدیک باین نعمت
تحقیق یاد آور شنداید ک الله بصیره مکتوب بغرینی صدور یافت سالک جوان
سیر لطایف هر همه اگر جمعا کرده شاید و به یکیفی رسیده راه سالا و جوان
خواهد که بر طور این طریقه بازرگان خود تقه اکند تا رحضور خصوصیت این طریقه
در اصل سود و بهره کاهیجر و زر این طریقه سر کند زمانی شرطی که مبتلا بلفظ نشود علیه

مکرار اسم ذات زبان دل منوجه نسبت بر کیفی که حا
ل نموده بعض صاف
بوده باشد بعد ازان چون بر ادراکات اسمی سد جریان یافته عروض کند
که نظر بر آن نماند منظور او بحس یا فیض ها روز مکرار نظر بر اسم داشته یعنی را
ظهور دارد در ربط ادراکات اسمی نظر از اسم نمیرود و در شب ها دو ا
که اهل کشف و جون نظر بر کیفی حکم نظر از لطایف بر داشته اولی نظا
ا. از آن نماند مطلوب او بحس یا فیض ها روز مکرار نظر بر اسم داشته یعنی را
ظهور دارد در ربط ادراکات اسمی نظر از اسم نمیرود و در شب ها دو ا
که اهل کشف و جون نظر بر کیفی حکم نظر از لطایف بر داشته اولی نظا
را جدا است و جون نظر او جب متوجه شد این نظر در می است و این مرا
اگر حالی کیف ابد داخل وصل تلبس است و این مرتبه را منسوب باصل نفس
والد به خاصه مدکر و این فضل خاص است که ابا بین میکذارند
اکر مرشد جاهل است. ازین مرتبه (تشبهی نادری) را توجه و اکثری را
بتعلیم می اورد از تعلیم اسالک اکاه میتوده خ می یا که وصل این در مرتبه
تلبس است و مرحله شهود معلوم است اکرچه نه، است ظل است بغیر
مطلوب مبتلا ستم از فیض حق بواسطه خفی مرشد یا تعلیم علی مرشد در نفی
تشهود معلوم که ظل است کوشد چه در به ود آن است بحقیقت لا
در تحت نفی می اورد اکرچه نفی مشهد میشود اما اخه منهجی لباس تکلیفی

marfat.com

وهذا البیان موقوف علی البیان الثانی وچون مسئلهٔ تجدد امثال مشکل است
وناز ک در دست صاحب حصول بان نمیرسد اگرچه مشاهده تجدد باشد پس
با وجود مشاهده تجدد وعلم کیفیت انتزاع لحق وبه اهالی علم حضوری حقیقی
باید سپرد الغرض اعتقاد تجدد باید ولیکن عذاب وثواب اخروی قائل
باید شد وعلم کیفیت ان را که مثمر عذاب وثواب اخروی باشد
بحق سبحانه باید سپرد تا قول صوفیه قدس اسرارهم وقول علماء ظواهر مردود
نیست افتد والسلام مکتوب عزیزی صدور یافت حامد گله
مضمایا علی الصباح سوله بعد السلام معروض انکه رقیمه مشفقانه شرف ورود
بخشید واز عنایات حق سبحانه درحق خود ویاران صحبت چنین داد عزیز
را به صحیح کاری این فقیر ناقص کزنام فقر اراز ننگ دعا راست
اول باید دانست که همه انبیاء واصل ذات جامع صفات اند اما بتبع
حضرت الهیه علیه وسلم همچنین در رسم الف متبوع است
ودر رسم حروف دیگر تابع پس متبوع را وصول از حرف الف آمد و
توابع را از حروف دیگر پس باید دانست که الله اسم ذاتی است
والرحمن والرحیم اسم صفاتی است پس با وجود وصول جمیع انبیاء،

علی نبینا وعلیهم الصلوة وتابع بودن همه رصول حضرت را از بعضی که
وصول ذاتی غالب است انها را غالباً بهره از حروف اسم ذات است
اگرچه بهره از اسم صفاتی هم داشته اند و این نسبت در حضرت ابراهیم
و حضرت موسی و حضرت عیسی و حضرت داود غالب است لهذا از اسرار
هر حروف اسم ذات بهره مند شده و چون دیگران را به نسبت ایشان
وصول صفاتی غالب است لاجرم بهره از اسم الرحمن و اسم الرحیم غالب
دارند و اسماء کتب ایشان از اسماء منزلین آمده مجتبین چون
متبوع از اسم الله حقیقت است و حروف دیگر تابع و ذات متبوع
و صفات تابع لاجرم بهره وصول از نفس ذات جامع صفات نصیب
حضرت آمد و به نسبت ایشان چون دیگران را بهره از صفات
مر ذات را غالب لاجرم به نسبت حضرت صلی الله علیه وسلم بصفات
منسوب شدند اگرچه وصول ذاتی هم دارند و تفصیل اسماء سه هزار
معلوم حق سبحانه است یا حضرت پیر هم بوده باشد بتعلیم علام الغیوب مکتوب
بمیر محمد صدر رفت یافته و بود و نوازشنامه مسرا بالطف عام مستفید
گردید و مرا لعه ان در تعجب اورد که ایچنین متقی بیموقع به عیوب مردم اغنیا

مطلق میخواهد

مردانِ حق و واردات را حمایت کند که خواهرِ مراکم حوصله
ام میان عشیت امیر بسیار شتاب است اما چون مثل شما صاحب و عاره
بود تا دیار خدا بیان نماید گفت ضروری بر دو گونه است تقدم شتی و عدد
دوقسم است وعده الهامی بخصوص و وعده لوحی که عام است به یک
وعده الهامی مانند طایر است انارف بخصوص است ما وحامی
اردو وعده لوحی که عام است بهر یک خانچه فرمودند جانان والا لغیب
بعضی کلمه دیا وسر کانی محمد نامه رات محکم باید بود نیز رکان فرموده
اند بر بیان چه اگر در دام هم خطره اید عشیت سلمی نکرد در بحر ستان خود
داخل عشیت است فکیف ز ام وریان نیس کیم نود در سیر کان را این
نسبت مکتوب میر محمد حسین رابدانست که در مکتوبی از مکتوبات حضرت
ایشان کلان قدس سره انچه در تحقیق قلب نوشته اند مجمل ان بیان
کرده اند بعون الله سبحانه در تعبیر ان واضح میکنیم اینچنین فرموده اند که قلب
ایشان بر تر سد که در سیر دایره فوانیه بهار قلب دیگر اند دایره بعد
دایره دیگر، دلک اوان تر ن سر ستر لطیفه اخفی یعنی لطیفه نفس
واقع قلب خود است و روح و سر و خفی و اخفی همچنان هر قلب مذکور

متضمن لطایف مذکوره است اما در فلای که بعد قلب اول است بسبب تنگی
واتساع قلب دو لطیفه واقعی ظاهر است در قالب جسمی
نیز ظاهر نه در قالب چهارم لطیفه سری نیز ظاهر نه و در قالب پنجم لطیفه روح
نیز عیر پیدا و اما قلب اخر که پنجم در میان آمد بخبر قلب که کانون جمیع
قلوب بیت نمی ماند و این در جمع قلوب از بسیار روایات پیدا تر و بیشتر
قلب پنجم بر عارف ظاهر میشود و این مرتبه را نهایت نیست مراتب میگیرد
و لایق مظهریت تمام و مناسبت کمال اضافیه بیچ امری دیگر یافته نشود
و لغایت کمال بیان فرموده اند هر چه فرموده اند اما بموجب تحقیق قدوت
پیر دستگیر بنوری غایت امن بیان که بالطبع قلب پنجم فرموده اند ما ولایت
ملاء اعلی که تحت نبوت است و خصوصیت بنوری قدس الله سره که در اصطلاح
بولایت اخص مسمی است خبر میدهند از بیان دلالت کمالات انبیاء
نبوت ایشان علی نبینا علیهم الصلوة والسلام تمام که اند و الله
اعلم بنوری در علم بیان ان خواهد بود بموجب اصلاح حضرت بنوری
قدس سره بنشته قلب پنجم قلب اول حقیقت انسانی ست که اصل
جمیع قلوب تحتانی و پنج قلوب دیگر ظلال قلب اول اند لس ولایت

عالم تعلق ظاهر

عامه تعلق بظاهر دارد قلب اول تحتانی دارد که طرف ان قلب اول تحتانی
مختص بست و ظل ولایت خاصه ظاهر ان قلب اول متعلق است باهل
اهالی کمالات نفس ولایت خاصه قلب ثانی که قلب اول طرف اوست
وصول دارند و اهالی نفس ولایت خاصه قلب ثالث که قلب دوم طرف اوست
میرسند و اهالی کمالات ظاهر ولایت اخص قلب رابعه که طرف او قلب
ثالث است میرسند و دران سیر میکنند و اهالی نفس ولایه اخص که بولایت
ملا اعلی مشهور است اصحاب قلب پنجم اند که قلب سوم طرف اوست
و صاحب قلب پنجم جمیع مراتب ظلال تحتانیه را طی کرده صاحب مرتبه کاملال
شده و در مراتب تحتانیه قلوب تحتانیه اربعه فیما و اصل ظلی بود و این
کامل کمل از ظلال تحتانیه خلاص نافته از وصل بوصل رسیده و از بافت
نبا یافت و صاحب کمال عالیه شده گویا که صد مرتبه از مراتب تحتانیه خود بالا
دار یافت حصول وردی بوی نمانده امّا با وجود نا یافت بوی از توجه
باقی است زیرا که قطع مطلق توجه بعد ظهور علم حضوری واجبی است و این
عالی ولایت اهل نفس ولایت اخص و ان خاصه ولایت اخیار است
علیهم الصلوة و السلام کما النزع است در مرتبه علم حصولی و علم حضوری لهذا

حضرت پیر دستگیر نوری قدس سره در حق این مرتبه فرموده که این بیچاره توجه
متوجه در رنگ متوجه الیه انگیس عزیز عالی همت را بچون بمالید پس مرتبه اول
ششم اصلی که حقیقت انسانی است و اصل جمیع قلوب نیکخانه تحتانیه است حاضر
کمالی کمالات ولایت انبیا و کمالات نبوت انبیا است علی نبینا و علیهم الصلوة
والتسلیمات چون این سر در مرتبه ولایت تحتانیه اصالت صرف دارند لاجرم
وصول اهل سر در مرتبه قلب اصلی نباشد و به این اصالت بحقیقت بالغت
رسیده از علم حصولی تا مرتبه علم حضوری و وجود علم و حضور در حضور
میرسند و مالک تمام قلوب تحتانیه شده جمیع قلوب را بر یک قلب احاطه
می سازند و دران قلوب بوی از علم حصولی نگذارند الا مظهریت علم الهی
فقط و مالک حقایق دعالی هر شش لطیفه گردیدند لیکن دران قلوب نیکخانه الماع
بر حقایق این مراتب علم حصولی بود و توفی استرحم ذلیل ارباب بر رخ دل
این صاحب قلب اخیره را اطلاع بر جمیع حقایق تحتانیه و فوقانیه علم حضوری است
شتان بینهما بهین تفاوت ده از کی است تا بکجا و انگه خفا و لطایف
خمسه غیر قلب در مقامات مختلف فرموده تحقیق آن این است مکتوب بعزیزی
صدر رفعت اللهم ات محمدن الوسیلة والفضیلة والدرجة
الرفیعة وابعثه مقاما

الرفیعة والعبقة مقاما محمودن الذی وعدته وزرد اشتمال ته وم القیامت
انک لا تخلف المیعاد باید دانست که مقام محمود مقام رضا و محبوبیت کلی است که
در دنیا بحضرت عطا شده در جمیع جهات دان سرد و مرتبه است کمال مقام
نصیب او در کمال مرتبه بصیرت سیری حضرت را دایما عطا فرمودند که این بصیرت در
جمیع انبیا خاص بحضرت است دوم مرتبه رویت بصری که در معراج میسر آمد بان
سرفراز فرمودند چنانچه در صحیحین در شان سری و بصری یعنی بصیرت و رویت
فرموده صلی الله علیه وسلم لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملک مقرب ولا نبی
مرسل و انکه دایمی مقام محمود عوامست در حق حضرت و این دعا صدر لعد وقات
حضرت است تقدیم عنایت الهی بحضرت وقت حساب در رحمت است که
از تبع یکی حرارت شفاعت سوا در کرد اولیا و انبیا تا نفسی نفسی گویند
و حضرت است صلی الله علیه وسلم که امتی امتی بخصوصیات ما کر سبحانه و
تعالی و تقدس الهی عالی انکه چی قدر اسکرینند که مقامی
و موضعی اندین قدر تشریف است و کامه بت بالا کان در اجرا
و سعده باشد تر ادم بخت و موفق را بسیار ز اهل ما اهل هم مکتوب
و خبر صدور قیات سلمکم الله سبحانه در تخصیص براید فقرا شاید بود

marfat.com

مبارک و برخوردار عالیقدر خواجه محمد یوسف جیو و یکمهای خورد مطلع ساخت
سینه را منشرح گردانید خصوص بیان شوق باید حق زینت بخش خهریت توابع
گردنید باید که اسم الهه را جل جلاله بر دل خود نقش سازند و بسر نگون زبان را
بکام چسپانده کلیه خود را بر دل یقین فرموده بذکر الهه مشغول باشند در وقت
فجر بعد ادای نماز تا برآمدن آفتاب یک نیزه بدین متوجه باشند و برای قوت
ذکر در دل کلمه طیبه لا اله الا الله را اتم اندرون بعد از نماز اشراق میگفته باشند
باین طریق که چشم بسته نظر خیالی بر ناف انداخته لفظ لا را از ناف بالا
کشیده دم خود را بند کرده مدالله را براه سینه تا بیخ نی بُرده اشاره الله
بطرف راست خیال کرده و معنی در لا الله نفی غیر حق تصور نموده لفظ الا الله را
از بازو در راست کشیده بر قلب که زیر پستان چپ است بخیال ضرب داده
معنی این که مقصود من الهه است حاضر کرده دم را براه بینی گذاشته متوجه
بقلب باسم الهه میشده باشند و بعد ان باز نظر بر ناف انداخته
بحبس دم لا را بالا کشیده بطریق سابق معنی حاضر کرده ضرب الله الهه بر
دل میکرده باشند بهمین طریق سبت یک دم پی در پی بعد از نماز اشراق
کشیده دعا خوانید و وظیفه زبانی بعد ان هر قدر که توانید بخوانید موافق

مشوق اگر دست دهد بهین طریق، پیشکریم. بدرود دل را از همه خالی
دارند زیاده دعا است مکتوب صوفی: بساکن جلال اباد صدور رقمت
شوق مهربان صوفی صاحب بعلیک سلام از فقیر مطالعه فرمائید حضرت سرور کبریای
محمد شریف جیو قدس سره در بن عبارت آنچه بیان فرموده صریح واضح است
حاجت شرح نیست و آنچه العزیز سرح از نوشته اند این نسبت بیان
بیان به نسبت عارف و نظر عارف است [illegible] ذات و صفات
سکوت محض است چنانچه حضرت پیر دستگیر میفرمائید حق سبحانه مطلق است
با الذات و صفات ... دی طلم اری رعاس و جملکی مفهومات ها
عدم ... و غیر ... غهوم الکیف ها او باکسار تحقیق این اطلاقات
... موجب این دعای حضرت میان محمد شریف جیو لورد ال بت بصفات
لا هو و الا غیره مسرمود اند در بیت آمدا ناظهور ذاتی لورب سلوجود
کی ... ت ؟ مودند خلاف ضابط دعای صنوبر لهم ... ود زیرا نکه
طالو ... و ... دا ... م اگ ... ای د ... ر ... د اند
... حقیقت از منحیث ا ... ت و صفات بحیث انه ... مات
از اطلاق مفهوم الکیف چه عین و چه غیر منزه است حای سخن نیست

marfat.com

دیگر آنچه لازم مرد نزدیک و دور نسبت نظر عارف است دالالت در شأن حقیقت
ذات و صفات باطلاق محض علیم و عالم حقیقی است کما قال سبحانه
کان الله ولم یکن معه شیء ای کان علیما وعالما باطلاق محض والآن
کما کان ای کما کان علما علیما لذاته وغیر ذلک من النظر
الی الوجود النظر الی الاصل لی (نسبی الاول) الی الذات
والصفات بالحضور وفی الحضور یحلو المحض من تعلق العالم التالی
الی الصدا من الکائنات وممکنات بها یتعلق او لوم الکائنات
بحصص حضوری العلم وعلما الحضوری وبالعینیة لا علم الحضوری
فی آثاره الی العرفا الاعلام فان خبایا حضرة
فرمودند که ظهور الوجود (النظر الوجود) است
اسرار و احکاما الی اخره والذی فی حقیقة الذات وجود خصوصیات
وجوه حسنی طاهر و اظهر است (النظر العارف له وراء النظر الوجود
لطائف سر و الاظهر صفاتی تشیب المرائب دلالة فی الاطوار)
الحقیقی الواجد العرف دیگر انکه ذات نور خص است صفات نور خص
نور ذات و ذات نور خاص است صفات نور خاص الهی

marfat.com

بیانات شتی وحروف الف لام میم نوشته شد در حاشیه علحده این آیات ثلثه
بر وجه مفصلا بتحقیق وتدقیق نوشته شد باید از ملاحظه ان خط نباید
غافل شد اما بثبت این رقیمه برای ان ترقیم مبادرت نمود جواب فریب سطر
الحمد لله نافع الحمد لله علی نعمایه والصلوة علی رسوله مسدد المکونین
وسیلة المتجرین امار رمز حسن استعداد عالی مظهر انعامات متعالی انفعه الله سبحانه
بالنفع الکثیر از فقیر حقیر السی بعبد بحید الام سطالعه فرمایند رقیمه مشتقانه مع فرد
علحده که متضمن رسوله قویه بود مشرف ومرقوم ابکمد سلوک هر لطیفه کما ولد ذات
ان مرقوم بود مرقوم خوبی است مقدار شمارت شکر آمد که باشتعال هر لطیفه به پنج روز
عجائبات از ... مداومت کرده باشد بخین متعلق داشت اسمی ترقی
... نمی یابد ولذت می رود یاد داشت اسمی آمدن نمی دهد مکرر بتکلیف
مشقا بنهجه سلوک که لطائف تکرار ... داده است برای اسمی است چنانچه
مسمی بحقیقت عطا ... است
... لا بحض ... یه حدی که ... اسمی جهتی ولدانی
باید بود کما قال شیخ المشایخ سید الاتقیا رحیلی وس الله سره السامی من
اراد العبادت بعد الوصول فقد اشترک با لله العظیم سبحانه بهم لطیفه

زمان و مکان و حسن [illegible]

[illegible] و

[illegible] توجه [illegible] اگر [illegible]

[illegible] و [illegible] چون [illegible] وقات [illegible] زمان باشد [illegible] فصل

گوشید با رشته هوسی ترقی نموده بغیب حقیقی که فی الحقیقه مسمی او

بنفی توجه بی توجهی باید پیوست در عین بی توجهی ظرو قت باید

کرد تا توجه خفی رخت بر بندد و از نایافت بحقیقت نایافت نماند

و ثمره بی توجهی علم حضوری را بنماید از این علم حضوری حقیقی را

از حضور علم واجبی نمایند اگرچه این مرتبه در علم از علم حصولی بالاست

چنانچه فرمود فرد علم حضوری کما حصول علم کجا، و همین تفاوت

ره از کجاست تا بکجا، اما هنوز در وسط علم واجبی که داخل وصول صفات

مادیست دیوی از زاویت بیلاست اگرچه در اینجا این دوی زاویت از

زاویت علما ظواهر فرق عظیم دارد و در اصل این مرتبه نفس ولد صفته

انبیا تبعا بهره مند است پس اگر نمی توانند بفضل اخص الخواص دیگری

نمایند بنظر بصیرت بی توجه باید که ذات بذاته علیم است و علیم قابلیت

ذاتیه اوست وذات بذاته بصیر است وبصر قابلیت ذاتیه اوست قس
علی هذا فی جمیع الصفات درینوا اگر کسی بهره از متابعی بالذات صلات از مرتبه
نبوت انبیا علی نبینا وعلیهم الصلوة خواهد بود بعد ازان اگر محمدی
المشربیت است در بهره مندی کمالات مرتبه نبوت از بهره مندی مرتبه
نبوت نبی خویش علیه الصلوة والسلام تراجع یا تعجیل خواهد نواخت
ذالک فضل الله یؤتیه من یشاء مسمی تاکید مینمائیم که چون لذت
بیاد دوست مسمی بی کیفی پیدا اید لقصد رو بمانخت نیاید اورد واگر
احیانا قصد آید بسا اوقات کشد و مسمی یاد دوست غریز بسوسن
دوستی انجواهد واین پیوستن را خود درستن است دیگر اگر فرد علیحده
متضمن اصوله دست خاص ایجهان بجواب در هر مقام تواند افتاد
ناقصانه مقلدانه تحقیق محققانه بعینه بر سولد اشته ماقوف
عریضه نظر خواهد آمد اگر احیانا حیرتی سوال باقی ماند مطلع سازید
مکتوب بیان محمد الهدین صدور یافت اگاهیاتش که صورت تخیل محض
تراسس خیال است باید دانست که صورت در تمکن و تشکل هر چه در
دانش و بینش ابد الدهر نقش است از مدد دانش سالک الملک

انتهی

از صورت متحیا تحقیق اقربیت و معیت و احاطه خود حسب ترا شنده
صورت را در مرایای علانیه بی کیفی نسبتی معلوم خود میشود احاطه و معیت بحیثیتی
برتر اشنده صورت صریح ظاهر است که تراشیدن صورت بی اقربیت و احاطه
و غیر ذالک محال است چرا که تراشنده صورت اگر از صورت دور شد چگونه تصرف
کند و صورت پیدا آرد و با وجود معیت و احاطه بکیفی بحیثیتی یعنی تراشنده صورت
با وجود این که خود به اقربیت کمال صورت را تراشیده اما خود در مراتب صورت
جمیع متمثل خود نمی یابد پس کمثله است چون از تراشش حقیقت معیت
و احاطه بی کیف تراشنده را ثابت شد پس تحقیق یافت که چون
تمام ماسوی حق نزد حق باحق مماثلت و مجانست ندارد چنانچه تراشنده
را با جمیع صورتهای تراشیده شده مماثلت نیست پس این تحقیق بدست
آورد که صورت تراشنده صورت را از درون خود درگرده به یکیفی محض
و ذات و صفات حق تعالی عارف بوده به بی توجهی محض شاغل
دگر ذات و صفات الله سبحانه باید بود اگر در نهم این عبارت
آید بهتر والا بالمشافهه گفته خواهد شد مکتوبیان کل محمد صدر یافت
الحمد لله محمود حقیقی که در بین تعلقات پراکنده و حرص اکیده مندگر و فکر خود

ان محب صادق را لذتی و شوقی بخشیده و از گلشن رازدیار عطر
بانار عطا فرموده حمد بر حمد افزائید در هر دم از انچه نباید باز آئید و اقعات
حسن اگر در بیداری ثمره ارزندوری را از نا فانا از قید تعلقات مرموم
برارند و از عیوب انکس را اگاه دارند نعمتی است عظمی اگر همین رویا را
رائی را مسوز در سازند و از امور مالا یعنی دور نه اندازند هلای است
بر بلا شکر این نعمت انکه در بیداری در اطاعت مولی و متابعت
حبیب الله بر میانه کمر محکم ببندید و ازین وان نه اندیشید اللهم
وفقنا لحبک علی ما امرتنا بحرمت من هو
وسیلة بظهور الاقام والنوای نقطه
در ذکر تا زمانی است که ذکر از قلب جاری نیست چون ذکر جاری شد
بجای تصور ما سبانی ذکر ضرور تر و تعلق باذکر تا زمانی است که مذکور ظهور نفرموده
چون ظهور فرموده تصور ذکر در حضور مذکور ضمحل میگردد بلکه در ذکر عین
شرک اگرچه شرک طریقت است اما طالب را هر چه از پیر رسید، در پرورش
ان کوشد پس دلپذیر پسندد زیرا که همیوں دانه اول که در زمین دل مرشد تخم
نهاده پیرا ستاره شاه ... دریا می اردا گر با غبان پرورش دانه

نماید شجره ارکجا آید سعادت شعار احوالهای شما هم لور تحقیق امید وار نمانت بازار
کز بحر جنبد با تغرق کند خود را یا بسیار ندیشد از دردن شوا شمار دارد رون
بکانه دشمن ها ایجنین زیبا روشن کم بود اندر جهان ها برای دفع خطره حوف
آنه کریمه ان اولیا الله لا خوف علیهم ولا هم یحزنون و بعد وصول فدری کتاب
نمره وصول مسوده نوشته باشند مکتوب بمان عمل محمد للقا الحمد لله اولا و آخرا نمره شعار
پیوند عقدت من کل محمد فرحت بخشد حقیقه واقعات نویسی است و صحت واقعات
از لذت یافتن ذکر اعمال صالح در بیداری است امید وار است تا نبرد واقعات را آنه
بیداری ظهور فرماید وارجوی دانا بیت برآورده بهتری دنا مرادی آرید چون
همه این نمره ذکر دنقی با سوی است پس لازم که سعی بلیغ در آمد رفت نسبت بحضرات
بران دارند که باس انفاس متبرکه عالی متحقق شود همه تعلق مذکر شده تا شاهد مانع
وا نشود کرده باشند صرف اوقات برادای اوامر غنمت دانند برای سلامتی
سواس نا بخرد انه شد امید وار صحت باشند بعد و بنوازند نمره آت رضوی را نوشته باشند
است تر بر یاغ مانند خبر حریت برادر عزیز شیخ اسفندیار مرقوم نماید از تعر
وجماعه فقرا خصوص محمد فاضل و محمد عیسی سلام خوانند الجابیان کل محمد
بورود رقیمه مخلص کل صفحه فرخ افزود دست دعا بر ارتفاع برداشته آید

نگاریکه حصول او دعا باشد مشغول شود احوی کل محمد وی بحبت محمدی تو نس دعا باید
مکتوب تعریری صدور دست متعقا آنچه اصطلاح یعنی بر آن که خود را طریقه
میگویا نند توشه بودند که دار عالم مثال صاحبه چند مهاسد و سر او اک را عالم
مثال میگویا نند بر سر حق تعالی آسمانه عالم جزیات حصار می انگارند این قول ایشان
از کایه احسینیه طریقه ست خود بر است نمی کنند حضرت مافی طریقه احسینیه قدس سره العزیز
در فقرات که در شرح کلمه رب العالمین عوالم را از قبایل سبزوار فرموده اند و فرموده اند
معراج حضرت فوق سموات چون آنجا نیز روند قطار شتر ها روان بودند از اهل
رسیدند که با ائل این قطارها از چند مدت زمان ایستاده اند جواب عرض کرد که ایشان
نیز معطل شده ام این قطارها را همین طور روان نمودم باز حضرت سرور صلی الله علیه وسلم
این عرا کردند که خداوندا میخواهم که آنچه بر سنه ناست از حقیقت
این بر طلع شوم حکم شد که یک شته دانشا نزد چون نشا نداند که بسیار
که بر سر دو ندوق در مارست چون با یولی جار شا نه یک صندوق را
پرده دور کرده امورا از نظر کرده چه بینند که مثل این عالم در صندوق عالمی
دیگر اند از عالم ظهور سر در کاینات است صلی الله علیه وسلم و هر عالم را
حشر و نشر خواهد بود مانند این از این قول معلوم شد که علم تفصیل عوالم خاصه

حق سبحانه است از حد بیان برون است و نیز حسب الطریقه احسنیه در نکات
الاسرار حق سبحانه را عالم کلیات و جزئیات فرموده و منکر را که عالم جزئیات
نداند ملحد و مبتدع فرموده و در خلقت سموات ارض آیات ناطق اند بحیث
خلق السموات والارض و ما بینهما فی ستة آیه فرموده و در عالم خلق
داخل ساخته نه در عالم مثال پس باید فهمید که قایل این قول میتواند که از
طریقه احسنیه چیزی سند کرده آما کما هو مطلع نیست حواله بود اما این اصطلاح
که بطریقه احسنیه منسوب میسازد بسبب تا رسیدگی است و انچه در حالت
وحدت وجودی و وحدت شهودی بعضی عزیزان سخن میگویند در هر دو
حالت دامنگیر قایل اند مشفقا اگر ان عزیزان منع جمع هر دو نسبت دران
احد سفیر مائیند درست است که بی عروج از اول ظهور نسبت ثانی دیگر
ان متحقق و اگر سفیر مائید که هر شخص که به نسبت وحدت وجودی معلوم شد
باید هر گز نسبت شهودی روی نمی نماید همچنین بالعکس این قید
متبع است بسا است که نسبت شهودی ابدا وجودی نمایند و بالعکس
و بسا است که هر شخص راه را اول نسبت وجودی ظهور نماید بعد ازان
عروج میسر اید و نسبت شهودی جلوه کند آما هر که به نسبت شهودی اول

وصول پیدا کند به نسبت وجودی هرگز نزدل نخواهد نمود نکرنا الناس رکا المعدوم
انجا که نسبت توحید وجودی از لطیفه قلبی خیزد که مقدم است بر جمیع لطایف و نسبت
توحید شهودی از لطیفه روحی ظهور میفرماید که فوق از لطیفه قلبی است توحید وجودی
بسبب انضباع عنصری است که قلب را است دبی ملاحظه کثرت بوحدت راه نمی یابد
لهذا موجودات بسکثره را وجود واحد می یابد انجا تجلی حق بر سالک است و تجلی اسم
الرحیم است که بحکمت بالغه خود را از کثرت نمود ارزخته بتصف استعداد السالک
وچون سالک ترقی از این نماید به لطیفه روحی رسید لطیفه روحی که از انضباع عناصر
مبرا است در این تعلق بدن از عناصر بمنزکشته و غلبه عناصر که سوی کثرت
میکشند فرو نشسته بی امتزاج عناصر بوحدت او خواهد آورد در دکثرت انظار خواهد
برداشت صاحب وحدت شهودی خواهد بود در شهود وحدت قطع نظر از کثرت
ظهور خواهد فرمود انجا تجلی حق بر حق خواهد نمود دان تجلی اسم الرحمن است بعد
آن سالک چنانچه در لطیفه روحی از تعلق کثرت خلاص یافته بود اینجا نیز در
بسوی فوقانیه از شهود خلاص خواهد یافت زیرا که صاحب شهود گرچه از کثرت کثره
خلاص یافته اما از خبر خبر نیافته کثرت که در شهود مشهود است خلاص نیافته نصف
استعداد دولت بصیرة وچون بیان لطایف دیگر طولانی میخواهد قلم را از ان کشیده

بعدات مخلوق وانچه مرقوم بود که در ولایت خاصه اولیا ثابت
مثل حضرت خضر علیه السلام بود جلوه نوای گفت کار ما
علم حضوری و حضور علم اصلی بنابر مشقها مایه را بیان باید
نه اسامی حضرت جنید را کامل نیست هر که در ولایت خاصه مصطلحه حضرت
پیر دستگیر حضرت غوثی است قدس سره و بخت ولایته اخص و اخاص
الخواص است البته در علم تصوری و حضوری علم طلبی است حضرت جنید
قدس سره از ولایته طلبی ترقی کرده باشند چرا ایشان را ولایته خاصه مصطلحه
حضرت پیر قدس سره نامرتبهم کلیه باید فهمید ولانکن من القاصرین و انچه
مکرر در تحقیق کمالات ثبوت سابقا این تحقیق و فرق در تحقیق
حضرت ایشان حضرت پیر قدس سره نوشته ام از انجا غور کرده بفهمد و
باز محصر میشود بر کاه صور علمیه و اعیان ثانیه مصطلحه صوفیه قدس سرهم که اعلی
ولایت خاصه اند در مرتبه ثانیه که ظل محمدی است باشند و کمالات معلومات
ازلیه مصطلحه صوفیه قدس سرهم در مرتبه اواخر مرتبه ظل واقع شده
ظاهر امر مقابله اعیان ثابته مصطلحه صوفیه قدس سرهم با کمالات مذکوره
مصطلحه حضرت پیر دستگیر قدس سره در این ارتبه ظل واقع

در مرتبه اصل تشتان با یکدیگر کانه (؟) بین الارض (؟) ا در مرتبه اول عیب
تحش کونه واکانیه معدوم و در مرتبه ثانیه مندمجه اورا ا نسبت لذ (؟) امکانیه
و بالنسبت با محت خود که جزوات منفصله اند کونه شهود پس در تحقق حضرت
پیر قدس سره شهرت است که اشارق محض می شوت امکانیه تقیدی
در تحقیق صوفیه که در مرتبه ثانیه است امکانیه تقیدی اکر نه شهادت را غیب
فهمند و مقید را مطلق دانند لضعف البصر کما هو شان هذا المرتبه بخاصه پس
حضرت مجدد چون حقیقت عالم را عدم محض فرموده باشد یعنی لا ثبوت و
حضرت اهو قیه چون حقیقت عالم را باعیان ثابته و صور علمیه تا سیده شبوت
امکانیه المقیده تحت ثبوت الکونیه المطلقه تحقق شده و نزد حضرت پیر قدس
سره چون تحقق العالم کونیة المحض المطلق الثابتة المتحقق و غیر
هما و القدرت الازلیه التی لا دخل و لا شرکة للعدم فیها الا کما قال المجدد
الف الثانی قدس سره تشریک العدم مع الارادت فی حقیقة العالم التحقیق است مع شبوت
لوی ثبوت امکانیه اردنا المرتبة الا کما بشهودها و ظهورها فی المرتبة
الثانیة التی یرغب الصوفیه قدس سرهم غیبا لان تحقق شد که کونیة
العالم فی الغیب ام شبوتی ما العلم و القدرت بلا شرکت العدم و اعیان

الثابتہ المذکورۃ فی تحقیق اہ وغیرہ ظہور ۱۱ اولی فی مرتبہ ۱۱ محمدی فتظہر
الفرق بین ثلث المذاہب فرقانی ظاہر از برائکہ تحقیق مسئوفیہ در سند رحمات نور
محمدیست و بیان حضرت مجدد قدس سرہ در بزرخیت لعلہ یترقی منہ قدس سرہ
و تحقیق حضرت پیر قدس سرہ از اصل مرتبہ کمالات صفات جل شانہ
غیر من باوجود وضوح تمام چون مدعا لب عالی است بی حلوۂ محبوبیت
بصیرت ظلی بایں رسیدن نمیتواند ذالک فضل اللہ یکیرا کہ مابعضی
عزیزان کہ در کلام حق سبحانہ بسخن درمیان آمدہ و قیامیین تنقیح شدہ از فقر
استفسار نمودہ بودند تحقیق بموجب پیر دستگیر بنوری نور اللہ مرقدہ
تحقیق سبعۃ احرف چنین است فی سبعۃ احرف ای فی سبعۃ درجۃ
در مرتبہ وجوب سبعہ درجہ مقرر فرمودہ اند نفس کلام نفسی و نور کلام ظہور
ان کلام بر متکلم این ہر سہ مرتبہ کلام ازلی است و بلا تعدد و تکثر در بلا
حروف و اصوات بلا کیفیۃ و این کلام از ظہور ثانی در مرتبہ شہود اول
بنفس مدعا محض اینجا نیز حروف و اصوات نیست و اما کیفیت مجہولہ
متحقق اینجا ظہور اطلاقی است و تقیدی ظہور نفس کلام کہ ظاہر
بحصر است اطلاق ظہور کمالات مخفیہ کلام کہ بذاتہ در خفاء بحصر اند

و این مرتبه ظاهر بر تقیداً و ایقاناً تقیده کیفیته مجهوله و این مرتبه بجز شهود اول
معلوم دیگری نیست و لوکان ملکاً مقرباً طی سبحانه بمحض فضل خود
این نفس مدعا را چون خوبست بلباس حرف و صوت نورانی محض
بر مهتر جبرئیل ظاهر ساخت کما قال انا جبرئیلا سمعه صوتاً والا علی کلام الله
علی ما اراد الله این هر دو مرتبه یعنی نفس مدعا و حرف و صوت نورانی
بیواسطه مخلوق مخلوق اند و تعرف هیچ مخلوق درین مرتبه ... این مرتبه
حرف و صوت نورانی را نیز بی سمع جبرئیل در مرتبه ملکی و رومی هیچ یکی
مسموع کردن نمی تواند لعلو درجته و چون برای ابلاغ این وحی بحضرت
جبرئیل حکم میشد بلباس حرف و صوت جرمانی خود بر حضرت پیغمبر ما
صلی الله علیه وسلم بر اوقات مخصوصه و محال مخصوصه بر امت تعلیماً حرف
و صوت جسمانی خود بیان میفرمودند درین حرف صوت جرمانی و
جسمانی تعرف ملک در اول و تعرف حقرات انبیا ثانی واقع
حضرت جیو قدس سره بیان تفصیل سبعه احرف چنین فرموده اند که
خواهد که بعینه عبارت حضرت پیر قدس سره بیاورد در خلاصة المعارف
تصنیف ایشان نظر خواهد کرد و مکتوب بیان عبد القادر در عدم وقوع رویت

marfat.com

از دنیا تحریر رفت باید دانست چون سالک تحقیق علم در مرتبه علم
حضوری است و اصل آن مرتبه است اما جبلاً و چون بحضور علم رسید
داست که این حضور بعلم او سبحانه است و مراد طهارت قلب او تعالی
نواخته او در نیوقت مرطهارت علم علت جمیع صفات آن علیه کند
که بغلبه مرطهارت بصری گمان می برد که حق را می بیند درین راه معلوم
میشود و حال انکه نمی بیند چنانچه در مرتبه علم حضوری علم حاصل را علم
خود میداند جهلا در نیوقت در حضور علم مطلع شد که علم واجب
تعالی می داند جهل سابق که بعلم خود میداند بزجاجت اما اسکه بغلبه
مطهریت میداند که می بیند هنوز جهل مرتبه بصری بقره باقی است چنانچه
در مرتبه علم حضوری جهل مرتبه علم بود و چون بحضور درجه دوم مشرف شد
دانست که ذات بذاته علیم و ذات بذاته بصیر است مراد از بصیر است مرا خر یقین است که هوات
بلاته بصیر است بهره دیگر نیست و خصوصیت بصر ما که برویت او تعالی شرف یافت
گردد موقوف بر آخرت دانسته اند درین حکمتی بالغه است در نیولا
به یقین صاف از مطهریت ترقی نموده در به یقین رسید و از خبر یقین صاف
که بهره بصیر است حق سبحانه مراد از خبر یقین صاف هیچ بهره از مطهریت
بصری مرا در آخرت

بصری مرا برآخرت داشته اند در نیوقت رغم رویت لذ راه مظهریت
بی که برخورد داشت برحالت رهبر دو کس زدمن ربه ازاخص انحاص گشت
این عارف محقق در نیوقت اگر بدات بحت حاصل صفات علمه دارد مظهریته
را اندر اجاد اند ما گاه در وصول ذاتی دارد بخلوت خاص شروگشته مع
جلوت. اما بار که مظهریت است و در وقت مظهریت وصل التفاتی
بخلوت خاص اندر اجاد دارد. امّا بار تفاع جهل که رغم رویت به دراین شخص
را در هران دو عبد میسر است اصالت و اندر اجاهم در تربیقین عامل
زیم در مرتبه رو بمظاهر و لبس و انکه رسیدن بمرتبه اخص انحواص حقیقی را
برهان اگر اینچه رغم رویت بصری پیدا شده بود و از حقیقت
رویت گمان برده بود پرده برخیزد و یقین پیدا شود که در حق مومنان
رویت بصری در بهشت منحصر است و ظهور خصوصیت مظهریت بصر در
بهشت است و اگر کسی داند که می بینم داند که تمتع شهود حقی در دید
او باقی است که نمی باید چنانچه توجه در ولایته اخص باقی بود اما نمی
فهمد بهشت همچنان در مرتبه حضور علم تمتع شهود با نسبت که بر رویت قایل
است و نمی فهمد لقلت البصیرة مثل زن مستحاضه است که از ایام طهر

در حیض مطلع نیست استحاضه را که با حیض نمی‌آمیزد بسبب جهل
حیض می‌انگارد چون غسل میکند و در ایام طهر و حیض تفاوتی نمی‌یابد استحاضه را
استحاضه دانسته حیض را بر ایام مخصوصه خود یقین مینماید ذالک فضل الله یؤتیه
من یشاء مکتوب بفضیلت مآب شیخ محمد اکرم المخاطب بذی هدایة بدانانه بتدی وما کنا
لولا ان هدانا الله لقد جاءت رسل ربنا بالحق مخاطب دانا بتحریر فضیلت
مآب شیخ محمد اکرم خلف من قول الراجح فی الشرع وعلی تحقیق اهل التحقیق
رساله در بیان اصطلاح حنفیه در سرد مکبر سوری قدس الله سره اشاره کرده
فوایدعلمی اکثر در بیان اورده چون اگرچه اکثر مراتب خلاف اصطلاح حنفیه
میرفته اند در خلافیات اصطلاح بیان منحور ستند اما چند مرتبه که صریح الرطلان
دیده اند در تحریر آن الهاوق در حق ما الا بفضل الله تعالی و سرکت حضرات
انبیا علی نبینا وعلیهم الصلوة والتسلیمات و حضرت سید ولد آدم صلی الله علیه وسلم فهم
رکیک خود چند کلمه یاران اتالی امتیاز نوشته شد اللهم ایاک نعبد
وایاک نستعین یکانگان و بیگانگان را الزام که از راه راست بیش
و پس نه رند و سطر عبرت بین چیب کلماط سوده از آه اخ نفس الامر
نامیشوند اعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم مدرکه ظاهری

تمنای فرد اباقی نماند منت داین تحقیق وماخذ این بیان ظاهر است که
حضرت پیر ما قدس سرہ الاقدس در خلاصۃ المعارف در فصل
سیوم از باب دوم از قسم ثانی در بیان حقیقت علم حضوری فرموده اند
که چون وجود از ذات و صفات از غیر حق از خود و از غیر خود بنظر حقانیت محض
بحضرت واجب تعالی با التحقیق بیقین صادق بی تردد قرار گرفت اما
یقینی که محض کشفی باطنی نباشد بلکه در ان یقین حواس ظاهری و باطنی
ببیانیت عقلی و قلبی و علمی همه یک جا حکم گرفته باشند انتهی و ظاهر است که
مراد از ظاهری در اینجا خیالی عقلی و وجدانی قلبی است نه دیدن بصری چه
مراد انست که ایقان و اطمینان مرتبه علم حضوری از محض تخلیص سری
میسر نمی شود تا که خلو متخلیه ذهنی جمع نگردد و متخیله حکم سر بسر انگشت چنانچه
کلام الحق خلاصه برین مدعا روشن برهان است و ان اینست که چنانچه در
یقین دایمان سماعی تقلیدی همه ارا برابر بی شک و بی شبه و بی
تردد شمردی قوله هر چند در مؤنس خود غور رسی میکند که ایا هیچ معلوم
شود دیگر از وصول یقینی هیچ بهره از ان نصیب خود در نمی یابد و این نسبت علم الیقین

اهل کمالات مرتبه ولایت انبیا علیهم الصلوة والتسلیمات لاقوله پس این مسلم حضوری
شد و چون تحقیق کردو دریافت که ما را هیچ راه در ادراک ذات . صفات تعالی
داده پس معلوم شد که پس دانست که فی الحقیقه این حضور مان بر مرتبه نفس
علم را که از صفات واجبی الذات سبحانه الی قوله ای عزیز من این تا شد
عین الیقین اهل کمالات مرتبه الاتبا علیهم الصلوة والسلام که بحضور
نفس صفت العلم مطلق تعلق دارد انتهی بسیار مشکل است که ذات
حضور در حضور چنان مسئله هرگاه تحقیق شود معلوم گردد که
ذات که شهود را علم الیقین وصف را عین الیقین
الی قوله پس دانست کمالات خود بحضور حاضرت صفتی ذات شهود
حاضر دانست نهایت حضور در حضور و حق الیقین اهل کمالات
ولایت مرتبه انبیا علیهم الصلوة والتسلیمات که حضور حرف است
انتهی و پیدا است که ایشان که در این باره هیچ نوع از آیات
مذکوره به ثبوت رسد دو سوال ای رد ساخته ای
بکرار بار منع صریح او در این کار از نوع این
انوار قدس سر هیچ ایمای و اشاره

دقیق ان

وحضور علم که من تمسک فی هما است حال انکه این عارف کامل از اول
همین دو ملک، در اول مخض نسبت نمیاید در سر انکه در کمود که وصول سر علم
حضوری بی تمالی کامل است چنانچه از روی فرد اما قی نماند و بر طاهر است
که بی حضور کشف بصری از ری، دانایت پس بر این تقدیر اردو
مرتبه باقی بود است فنا. از سر دو هم احلف زمایند است که حضرت سید ما
قدس الله سره الاقدس چنانچه در عبارات اله ارار تفاح خاطر
رد به ابرای عید ا، الا لمه السلام اشا ات منو. ره اند بحال
رعمار ار کمر نگا سع نموده اند و حق سبی اکرم ار صلی الله تعالی
علیه وسلم ۱۱ واح بخصوص دا سته اند در سل اول ارباب ثانی
ارو م، م خلاصه ۱۱ ا ز ردده اند که وطع جب جارجی مسیح کسر
شیر بحر رسول صلی الله علیه وسلم بحب حبه در روح ا ما بحب روی
لی لصر حب ی دیگر انبیار ا هم علیهم الصلوة والسلام در دا رد نیا و بعضی
ا ۱ ۱۱ ا سه ی علیه الصلوة والسلام هم حاصل است علیهم الرضوان
الرحمة قلیه سه هم ا نیجا است ک لما ورثة الانبیاء و علماء رنی که
ا ۱ ۱۱ ۱) ۱ هم ا م ا ز ثانی

ارقسم دویم فرموده اند که بعد از بسیار سلوک چند از کار و از کار و نصوراست
بعد از ندنی میرد در تجلیات صوری و نوری و معنوی واقع شود الی قوله خیالی الکونی
از اینجا نمی برآید الا بعضی از اینجا است که میکوشند خدا را بر اسم رحمن دارد بخشیم
سر سبحان دیدیم هر چه منظور نبود بس است بیکیف تمنیت مرحمت کیف
دانند انتهی و در فصل شم از باب ثانی آورده اند که چون بوصول قدمی
الحالت و صوری بهایت ظاهری و باطنی شخص بمعراج حاصل بود بس
بوصول نمیرد در حالا ادای نماز حبیب کمال حضرت حضرت اقدس علی اخره
مخفی نیست از این عبارات که رویت در دنیا خاصه حضرت حبیب الله است صلی الله
علیه وسلم و غیر او را اصلا روا نیست و ثبوت مظهریت صفات را معنی لیست
که هر گاه که صفت علم خود را با غیر خود ظاهر شد علم حق را سبحانه باو نیز ظاهر
باید و این را ظهوری و هر گاه بر غیر مخلوق نظر کرد بصر حق الحال شانه ظاهر
حاضر باید بر بصر خود از ظهوری بواسطه مرتبه کما لا یستوعلی بذا الوقت با من قوله
ذاتیت ذات تعینی هست باید برداشت کرد اگر تعین او را کی مرا رسد ان
خود از مرتبه علم حضوری واپس مانده است در سیر به کنار دارد که از
ای نرم که اگر خواهید بیان وحی مراد بر دست

ذات بالذات وکذلک بخصوصیة بالاکید (۱) لازم آید
دیگر عجب از دانایی تایل رویت آنکه خود را منظهر اتم ذات و صفات دیگر از
عدم نبردن دارد منظهریت بعلم حق سبحانه خود را علیم و بصیر تعالی بمقرر
داده گفته که باین منظهریت چنانچه حق تعالی خود بصیر است بجمیع صفات
همانیز بذات بحیث جامع همین بصر سر بصر است انداشته گردد سر کاه حق تعالی
بر جمیع عالم خلق و عالم امر است و من در خود بهیچ از این مکتاو امور
مقدر نمی یابم پس ذات بحیث که بکیف صرف است و غیب محض بالا بر
چشم تقلید ظاهری چگونه بیند و نداند تا نیکه پیش و پس و تحت بالا شمل اهالی
بهشت را زیدن نا برابر نشوند این فهمیدن من بجا است دارد بلکه در
بلکه ترقی کند و باید گوید که اگر بفرض عالم ملکوت را هم با صر ستوم و مثل
آن شیاء باطنی مدنی و بصری از راه منظهریت لله حقیقی علما و ها نند
چون در دنیا نزد علما بعض و بعض صحابه که ابه از رویت حق سبحانه نیک مرتبه
یا در مرتبه حاصل حضرت سرور کائنات است پس بدانیم که این رویت در دنیا
و هم محض است و مرا بچنین و هم خلاف سنت و جماعت اعتبار موجب خلل دین است
دیگر عجب از آنست و فهمید که فهمید در جهل مرکب باند حق تعالی (بچنین)

قائلان این جهل

قائلان را از جهل بر کب میزند و بر نقص امامت استدلال میکنند در قصیده منظومه شده

علاء مال نست فرماید در حق این چنین قائل مذموم من قال فی الذنب

أراه یعنیه فذالک زندیق وطاغی ومتمرد وخالف کتاب الله والرسل

کلها وراء عن الشرع الشریف وبالبعدا وذالک ممن قال فیه النهایی

میری وجهه یوم القیامت اسودا اما چون قائل این قول سنی وراه ای

جماعت بیرت قول او را در حال سکر وشهود ابد لمان برد مثل قائلان

غیبت معذور باید داشت که شهود السبب نیز به نسبی و مجهول الکیفی زد

شهود کبی که ... ی است فهم بده چنانچه ذکر کرده که صاحب حال معذور

... را مشهور ما خواند و هدایت اما محب مر انکه خود را از اهل صحو میگویانند

ومعذور ان جهال که آستحلال ندانند از سنت و در حدیث خبر دارند علاینه

قائم است بدین مر ا براه راست اهدنا الصراط المستقیم اری اگه سوء سیری

اهل سود در ظاهر ما ۱۰ ار کر او ... است اگر خیه تحقیق بروسه سیری سیدان

میره همان ها دی کرد اما داخل اهل سنت ... جماعت ما قول وسیه اب

اگر ... حنه رد رحمه زرکه اصول را است ... در شود الی اخر العبارت

او قع می بیار ... ا ... قابل که از مراتب والا ... است از سته وار علم خصوص

وحضرت علم ترقی بیان کرده بحضور در حضور خود ارسیده اند و مطهریت تام
قابل حتی که برویت اخروی برغم خود در دنیا رسیده تمام متابعت کمال انحضرت
برخود نامیده ازین معلوم شد که انچه این را رسیده متابعته رسیده پس ازین تحقیق
ظاهر شد که انبیا علی نبینا و علیهم الصلوٰة و نیز انحضرت صلی اللہ علیه وسلم دیدنی
نفی ترک کرده کانه باوجود رویت دایمی کار عموم قلیل تا اخر خاتمه سالک ماند
نعوذ باللہ منه سبحان اللہ این عجب رویت است که در عین تحقق منتفی است
چون اینجا رسیدم بسبب این عقیده فاسده قلم را شکستم و از بیان دیگر عبارات
که اکثر خلاف اصطلاح حضرت پیر دستگیر در زیدم حق سبحانه توفیقش دهد
دازین عقاید منحرفه ساخته بر صراط مستقیم اردر ربنا لا تزغ قلوبنا الخ السینا او
اخطانا مکتوب بجامی خداداد سید الطایفه حضرت شیخ جنید قدس سره
فرموده باشرف کلمه فی التوحید قول ابی بکر رضی اللہ عنه بدانکه من لم یجعل
لخلقه سبیلا الی العجز عن معرفت غیر من در قول حضرت صدیق رضی اللہ عنه
بیان معرفت من حیث الدرک والکیفیه است نه معرفت کما هو حاصل و مقدار
بلا کیفیت و درک ان بایمان بالغیب متحقق است بلا تفاوت لان الکیفیه
دران جناب والدرک معدوم و کلمه عجز که واقع شده هر گاه کیفیت دران جناب

معدوم نبود عجز از چه باری در نور محمدی صلی الله علیه وسلم که مجهول الکیفیت است عجز از
یافت کیفیت او اطلاق نتوان کرد که مجهول الکیفیة است و هر چند عقل عاقل در دریافت
کیفیت ان غور میکند نمیتوان دریافت الا المجهول الکیفیة که علم کیفیت ان خاصه
علام الغیوب است پس درست افتاد که معرفت بالغیب حقیقی ممکن الوقوع است
و معرفت نور محمدی صلی الله علیه وسلم بالکیفیة غیر واقع الا المجهول الکیفیة و
مردودات و صفات الله سبحانه که بی کیف غیب حقیقی است چون کلمه عجز
مشعر بطلب کیفیت است انجا که کیفیت معدوم اطلاق عجز از چه و در نور محمدی صلی
الله علیه وسلم اطلاق عجز بسبب عدم دریافت کیفیت ان معقول پس باین تحقیق
تاویلات شارح که در بیان عجز رفته حاجت نماند و در قول حضرت صدیق که کلمه
عجز واقع شده علم ان با نحضرت باید سپرد میت زدریای شهادت چون
اب دریا دهوا تیمم فرض کرد نوح را در عین طوفانش ها تمثیل است معنی انکه
چون له دریای شهادت که مرتبه فنا است و از نهنگ مراد سالک است در مراد
از سوختن فنا است یعنی چون سالک بمرتبه فنا برسد امور دنیا که منع شرعیه اند
از و رفت پس علماء از نکاب ان امور مباح میشود چنانچه با وجود دریا که دنیو فرض است
با وجود ان عذر نزدیک تیمم فرض میشود بخوف مرض استعمال دنیو منع است

مکتوب در جواب تعبیر خواب میان الهدین صدور فتیات شیرمزاجیت
نفس سم موذی تر نفس بصورت شیر ظلان ظاهر شیاه خوب شد که رده سد
والا مطیع خودمی ساخت الغرض چون مسلم را نفس اماره بهای مخفی صیغه نجوات
که مغلوب سازد هر چند فریبهائی مخفی کرد غلبه نیافت لاجار تمام قوت خود را بر
بصورت شیه متمثل شده قصد هلاک مسلم کرد حق سبحانه تعالی مسلم را چنانچه
از فریبهای نفس محفوظ داشته همچنین از فریبها جلیه محفوظ داشت یک امید است
که مطمئنه گردد و مردن نفس عبارت از طمئنه شدن است - فشارت یک است
امید و اطمینان نفس آن خواب بیننده را باید بود مسلم در سلم هفت شرط
برای جواز سلم لازم است یکی انکه جنس مبیع را بیان کند دوم انکه مقدار
یا چه بیان کند سیوم انکه بارجه بردی شهر ما صحیح چهارم انکه پرسشهر ما یا یک
پنجم انکه بارچه در چه شهر شهر نشیم انکه در شهره خود نخرد خریدار رساند
یا خریدار خود ببرد داشته بیارد هفتم انکه در عین همان مجلس مبلغ قیمت
همان وقت بمبایع سپارد دیرانکه در مبلغ قرض سلم جایز نیست مکتوب
در جواب واقعات بحقایق و معارف اگاه حاجی محمد امین دامی
خدادادی صدور فتیات بعد سلام فقرا - وصر

[illegible] سایه [illegible] الله کل یوم سبعین نه اوما [illegible] اختلاف [illegible]

باید فهمید که در حین حیات خود حضرت [illegible] صلی الله علیه وسلم فرمود و از حال آنکه

وقت وجود حضرت و صحابه کرام بود [illegible]

[illegible] آستند که عین زندگی [illegible]

کشته بحدیکه لبقه روضه مبارک [illegible] چنانچه

در حشر ان حضرت امتی امتی خواهند فرمود چون بعضی اعمال حاجی همچو سرابی

نفع [illegible] واقع شده اند مثل اب قدری غم را از [illegible]

و حاجی جبور [illegible] باید که همه دلسر متوجه بطرف حضرت حق برای منافع ظاهری و باطنی

نبوی را خروی خلق بوده بشتر از حصول رضای حضرت سرور کائنات

شده عبادت [illegible] رفع غین قلبه قلبه مشده بشد خرابی که بر دل [illegible] رفع غبار

د دلایل حضرت صلی الله علیه وسلم رحمت بر انکس انداخته بهت واسطه

د ظاهر انکس الکرد اند بدر حضرت صلی الله علیه وسلم و انچه خرد را حاجی حذار

ا ارنه می بیند چنی تقوی طاوین تفاوتی واقع شده کما قال

الایمان عریان و لباسه التقوی و بینوا علاج [illegible]

استفتا نگاشته ارتضوی رفع کردند آنچه نمای حد را خواب دیده

الیتان بر پیشانی حاجی محمد امین بوسیده نماجی چه می پرسد کرستما

حضرت صدیق اکبر را دیده معبد از دیدن این معنی است تمام نیست بلکه واقعی است

که بوسه پیشانی از ان خبر میدهد واز حاجی خداداد هم می پرسند که شما را محبت

صدیق دوست بدارد از این تر تحقیقی است نه استفهامی بدلالت بر

بر پیشانی اما این جواب اشعار است بر این که دوست داشتن حضرت صدیق

شخصی را از دوست داشتن آن شخص حضرت صدیق را مستلزم است

زیرا که از دوست داشتن آن شخص حضرت صدیق را رضی الله عنه دوست

داشتن حضرت صدیق او را لازم است از جهة احتمال عدم قبول دوستی او

و دوست داشتن حضرت صدیق آن شخص را از دوستی طرفین مستغرب است

نزد فقیر تعبیر این خواب همچنین معلوم میشود والله اعلم بالصواب

مکتوب بیان الهدین در جواب استدعای توجه عزیزی کشود مقصود در آنچه معنی

باید فهمید کشود این است که یقین بداند که هرچه ساخته یار حق است و هرچه

هست بر وفق حدیث خود کند بیفزاید چنانچه در حدیث فرموده اللهم

اعطنی ایمانا دائما یباشر قلبی. لقینا صادقا حتی اعلم انه لن یصیبنی

الا آک [illegible] یاد این کهتر ... رضا

او [illegible] باید بود و این ضایر [illegible]

طالب برقی ... استفتایی نمود ... تهریه ... طبه

لطف فرمودند عزیزمن شما ... کردم ... زیادتی امیدوار باشم ... اوراق ... مقابله کمالات

حضرت پیر قدس سره گفتم ادب اموختم که خود النبیذ بالزبیب ... رجه بی قوت باید شمرد و استعداد ضعیف باید پنداشت چون وقت تعجیل

نبود لهذا موقوف داشتم سوال ... می نخلقوا باخلاق الله ... ای انصفوا ایده ات واگر کسی سوال کند که از بجا شباهت بنده بحق

لازم می اید از انکه چون بنده متخلق باخلاق الله نشود منسلخ حق گردد

وحال انکه بدلیل عقلی ونقلی ثابت شده که لیس کمثله شیء هو لا شبه

بشیا ولا شبه به شی مکتوب بفضیلت باب شیخ عبدالهادی طالب علم

در جواب تخلقوا باخلاق الله عزیزمن این عبارت را معنی بحسب هر مرتبه ولایت

مناسب اهل ان ... ایت ... والایات ... حسب طاقت فرد ... جمو

بیخ قسم است ولایت عامه ... ولایت ... اخص وولایت خاص

خاص الخواص وولایه خص الخواص در داخلی ولایه عامه، لما ظهر انه
وبسوخ در کمالات مرتبه شریعت رسد انست که من کل الوجوه تابع
نقل اند عقل رهوا اینها که مقتضای انست من کل الوجوه با حکام
نقلی متحقق شده اند بوی از مخالفت نقل در ان دخل نداده نزد
اهالی ولایه خاصه که بحر بار صفات جداوندی مجذوب اند الربت
کرانه ان نیست و اضافات افعال که در ولایه عامه بخود دیوده
بحلبار جدا صفات جداوند شجار فضل مکبرد فاعل حقیقی بحر
واحد حقیقی بود و اشیا بحار مظهریت ذات و صفات و افعال خود
که مظاهر حقیقی شهودی باید بحدی که مظاهر مذکوره از نظر منجر ند و بنظور
نظر عین مظهرات می شهند بلکه ظهورات مذکوره بذوات واحد حقیقی عین ذات
ذات جامع می باشد و بهار این و مذهبات اضمحلال تعینات است تعینات
کریه شده و با وجوبه از اکمس بذالاسرار یا اقیاس ان بذالشخص الصحل
تخلق با خلاق الهی ادخال الاقیاس و اهله قیه ما بقی من بیان نلمت
المراتب الباقیه من الولایات لاهل للسان الذی مناسب لاهل العقل لهذا
سوقف فی سایه ملتوت سعادت شعار نور الحسین صدور فت یا

شفق مهربان

ق مهربان الحسین زنده دریابنده عبدالنبی ... ام خواننده معنی ایته کریمه
والذین فی قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا پرسیده نگردند که مراد از مرض چیست
مرض موت و مرض وفاتی مرض موت چه کسانی است که ربیتاق اول
و آخر سجده نکرده اند و حق ایشان این مرض مقتضی مرگ است روز اول
در کفر اند و در کفر می میرند و کسانیکه اول سجده که دند و آخر نکردند مرض او
وفاتی خاصه ان بسلامت ایمان تا موت متلامه اصی اند زیرا از ساحی
نصیب ایشان نیست مگر در بعضی اوقاتی که بر کت ایمان چه در مدت
قلیل یا کثیر شامل حواهد رفت و مومنان صوابنده در اوقاتی که اهل
اکراکان مصیبت دارند از حق تعالی اجر عاصی می یابند امید است که
بی عذاب در بهشت روند طایفه سوای انبیا علی نبینا و علیهم الصلوة
والسلام اکثر مومنان را طاعات ثابت نیست الی بی عذاب
در بهشت خواهد رفت چون اما عند ظن عبدی فی حدیث قدسی است
انشاالله تعالی هر مومن خود را امید وار باشد که در رحمت
خداوند و کرام این حدیث قدسی کار تمام است ... را عند ظن
ی فان خیر الجزا دان ... افوض الکتوب بحامی خدا دا صدور فیت

الحمد للہ الذی نور قلوب اولیاء من عرفنہ زادہم علیہم ما یلیق بمرتبتہم
ما جبانہ کما قال غوث الاعظم رضی اللہ عنہ عن العارف نقلا عن اللہ
سبحانہ قال لی سبحانی یا غوث الاعظم الحال ہی حال لا یعبر بلسان
المقال فمن امن بہ قبل ومن رد الحال فقد کفر ومن اراد العبادۃ بعد
الوصول فقد اشرک یا ایہا المعظم عزیزمن در فہم فقر حال سرد و تہ است
حال من ظہور کمالات صفت اللطیفۃ فوجب قبولہ وحال من ظہور
الکمالات صفت القہریۃ فوجب انکارہ وردہ فعلامت حال اللطیفۃ
متابعت الشرع واصحب الحال من کل وجہ وحال القہریۃ توعان الاول
الحال للمؤمن المبتدع ہذا ایضا قسمان الاول من الرد والقبول ثم من رد
قبولہ ارکبوت افضل من الثانی الحال للکافر المتکبر وہذا قابل الرد وقبولہ
کفر یعوذ باللہ منہ عزیز من طاعت مولا بل شانہ سرد و مرتبہ است اول ہر نو
مبتدع و متوسط راست کہ ہنوز حجاب درمیان دارد و ان راعیا
بحوالہ متوسط اگویم من وجہ حصول دارد اما ہنوز فی نفس الامر
عائب است فللعابد لزوم العبادۃ باللہ ان او بالجنان لتکون المودۃ
الی بر العبودیۃ وصاحب العبودیۃ حاجۃ اللہ بازلہ حجاب نظر
الی ما ذوقہ

الی ذاته تعالی وصفاته یقع منه سبحانه ببصیرته السری بسکوت الاکل
لان اذا نیظر الی ربه ان یصیف ذاته بصفات الکمال بلا نقصان فوصف
العبد الربه الآن شرک وکفر فلزم ترکه فی هذا المرتبة العبودیت کما قال خفرنا
ومولانا فی النظم الفارسی بیت تذکر غیر حواس غیر مطلق ہا
بذکر حب حق شرک ست الحق مکتوب بحقایق اگاه شیخ عبدالقادر
جهانابادی صدور فیت حقایق اگاه مظهر الطاف الهی معمور محبت
فقیر اطالب دریافت معانی شیخ صاحب انعانی رلوة ومرتب ان که
تعلق بحکمت دارند وعدم اطلاعنا علی الحکمت بالوجب اصبت اخرة ات
باشنده لوة را ظاهر ست وباطن باقب معانی خاصه کما ان والهی تکمیل ا
ماحوشته چنیان الهی تکمیل راچه طاقت که دربیان ان زبان کشاید
مگر انکه بعقیده عدم اطلاعنا علی الحکمت الخ محکم باشیم وظاهران لعلما
ظاهر تعلق دارد اما چون سوال را از جواب چاره نیست قدری از ظاهران
بیان می نمائیم باید دانست چون انسان در شب بخواب مبتلا می شود
فضل الهی بدور کعت نماز مسنت وفرض ماسور کرده اند تا در ادای ان
درمانده نشود وبعد نماز فجر تا اسنوا الفضل وکرم برای کمار معاش حرکه

خالی گذاشتند و چون از کار معاش ضرور به فارغ شد برای تکرار شکرانه
ایزدی دو رکعت زیادت از فجر و ظهر و عصر افزودند اما برای وسعت وقت
ظهر در اول سنت چهار رکعتی و در اخران دو رکعت مقرر فرمودند چون
وقت عصر عرصه تنگ دارد بخیر چهار رکعت فرض تکلیف سنت ننهادند
و چون وقت مغرب از عصر تنگی دارد یک رکعت از عصر در مغرب تخفیف دادند
و برای تنگی وقت مغرب فرض را مقدم داشتند سنت را بسبب تنگی
وقت مغرب بر دو رکعت اوردند و چون وقت عشا وقت اکل و
شرب ستی لازم لشبر است اگرچه وقت عشا وسعت دارد فرض را
مقدم بر سنت مقرر فرمودند بسبب وسعت وقت چهار رکعتی فرض مقرر
فرمودند چون وقت ستی بود دو رکعت سنت مامور فرمودند چون طاق
در رکعات نماز روز و شب در کار است و مستحب است سه رکعتی مغرب در
روز و شب مقرر کردند و باقی شب را نوافل گذاشتند چون قیام مقرر برای
نیاز و مناجات است قرات را فرمودند چون در رکوع و سجود سر نگونی است
مناسب تسبیح است و چون وقت قعود و جلسه سر بالا کردن است و این
مقتضی تکبر است تکبر را خاصه حق دانسته به الله اکبر بیان باید کرد چون باین حمد

ثنا بنده را کرد حق تعالی سماع این حمد و ثنا است پس ضروریه سمع الله
باید پرداخت چون سمع الله را اعتقاد کرد متصل ان ربنا لک الحمد
مقرر شد و چون از همه مراتب و فرایض فارغ شد و الصلوة معراج المومنین
واقع است مناسب انکه ختم نماز به تشهد شد تا مخبر از صلوة معراج المومن
باشد و چون از همه مراتب نماز فارغ شد کلمه که سلامتی از افات خبر
میدهد و مبارکباد ی بجماعه مومنین ست و ان السلام علیکم است متکلم
باید شد و السلام علیکم و علی من تبعکم مکتوب در جواب واقعات
عزیزی از مخلصان شفقا متمثل شدن و کرآب دادن از بالا لفرود
برای از استکی حبست و انکه ذکر اله در راحة گفته اند مدعی است یکی انکه
از اندوه طبیعت بشری روح است در بجا یعنی است که در مرتبه ذکر قلبی
تکرار محض می باشد اما مرتبه شهود وحدت را نمی نماید اگر طاهر هم
شود نسبت وحدت را جوابی نمود و در مرتبه وحدت وجود تعلق
بکثرت باقیست بنا راحت موقوف بر توحید شهودی است با انتفار
کثرت و نظر محض وحدت لهذا در شهود راحت است مسر اما بر جنید
در شهود راحت است اما در این راحت - شرکت نفس و حال باقیست تا توفیق

اللہ سبحانہ ازین نیز باید گذشت و بعدم رسید باید بپیوست قال اللہ سبحانہ
لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین دوم آنکہ مراد از روح حقیقت انسانی است
در لطایف تحتانیہ کہ ظہور کمالات حقیقت انسانیہ اند در آن حضرت بشرکت
خیال است و در حقیقت انسانی بعد قطع سیر لطایف ستہ در آن حقیقی است
بی شرکت خیال و چون در مرتبہ عبدیت حقیقی خوف و خشیت لازم عبدیت است
لہذا بہ لا تفرح تعلیم فرمودند و ظہور حضرت سرور صلی اللہ علیہ وسلم بدو
مرتبہ است یکی برای تخلیص سالک بر محنت و ریاضت این در واسطہ
اما این اختیاری کسبی نیست محض فضلی است دوم محض برای نوازش
و این در مرتبہ کمال اکمل بہ اہالی خدمات قطبیت و غوثیت است و
این اہل مناسب را برای تحقیق خدمات ظہور حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم شرط است تا زمانیکہ ظہور حضرت نشود فوت تصرفات در ادا
خدمات پیدا نشود الغرض مبادی در آن حضرت ظہور باید اما این را محض بر حصول
رضاء حضرت سیار و وند کرم محض مشغول شدہ باشد حضرت
والسلام مکتوب بیان الہدین در جواب تحقیق اسولہ قلب کہ قلب
مستعمل نمودہ بمیان چگونہ لائق معرفت ہا مولی متوجہ صدر نیست

قال اللہ سبحانہ

قال اللہ سبحانہ در جواب ابلیس اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ان عبادی لیس لک علیہم سلطان الا من اتبعک من الغاوین پس از ائینہ قرانی ظاہر شد کہ انسان دو قسم است مظہر جلال و مظہر جمال و قلب خاصہ مظہر جمال است و مظہر جلال را در قلب شرکت نیست یکی اوقاتی و آن دو قسم است ابتدائی محض و انتہائی شرکت ابتدائی غیر معتبر است و شرکت انتہائی معتبر و آن در انتہا خاتمہ بخیر می بخشد و این دو قسم شرک است بہرہ از جمال می بخشد اگرچہ بنسبت عصیان ابتدائی مذنب خواہد شد و در اخر ثمرہ جمال پیدا خواہد آمد المقصود انکہ مظاہر جمال را فی الحقیقت اللہ سبحانہ تعالی انبیاء کرد انیدہ و مظاہر جلال را تابع ابلیس لعین کردہ مسلمین را باید کہ بحسن ظن خود در خاتمہ بالخیر و مظہر جمال پیدا کردن خاتمہ بالخیر و مظہریت جلال استفادہ از حق سبحانہ لطلبیہ اگر بالخیر یافت این عمل استفادہ نمیرد در پلہ حسنات خواہند انداخت و اگر نعوذ باللہ خاتمہ بالخیر نیافت در ایام اسلام کہ عمل استفادہ کردہ این عملہ باطلہ تحفیہ در عذاب خواہد شد از جانب اللہ تعالی و اگر عمر تمام در کفر گذشتہ و الا ان اسلام ایمان بمرد و سزای ذنب خواہد شد بکمال

اعمالهم کسراب بقیعة الظمان یحسبه مکتوب اصلاح
أنا ورد لی محمد صود ریا قت اخوی مشفقی میان ولی محمد زر فقیر عبد النبی سلام
خوانند رقعه مشفقانه متضمن طلب بیان مسائل مفصله رسید فهمیدن
فیات انچه بیان نسبت اظنی خود نوشته بودند بمطالعه در آمد اخوی
مسلاً هر گاه نسبت بکیفی جناب قدس تعلیم یافتند معائنه الوان و تحلیلات
وغیره را چه مناسبت به نسبت بکیفی مگر سابقاً ظهور کرده باشد نسبت
بکیفی مانع از معائنه الوان و تحلیلات است اری تا زمانیکه نسبت بکیفی
احاطه نکرده اگر تحلیلات و معائنه الوان او نماید نتواند شد زیرا که جناب
قدس را نشئه از جهات سته یقین باید نسبت و علم حضوری و حضور
علم را شان علی است تا زمانیکه نسبت بکیفی کما حقه حاصل نشود علم
حضوری کی است و حضور علم بعد علم حضوری کمال مرتبه را دارد در
ولایت انبیاء متحقق است و انچه تفصیل اسامی نوشته بودند
نموداری بحر محیط بکیف در بی کیف موت همی جنبد برای دفع
خلل دماغ با جمیع مسلمین فاتحه خوانده شد خدا سبحانه تعالی شانه
بعد تعلیم ذکر سلطان تعلیم علم کرده بودند مراد از علم علم حضوری است

هنوز وقت عمل بیست و علم حصولی علم مخلوق است و علم حضوری
و حضور علم موقوف بر تعلیم جدید است و ادراک کیف ذات اللہ سبحانہ
مع الصفات و مجہول الکیف لو محمدی است صلی اللہ علیہ وسلم و معلوم الکیف
ہمہ مخلوقات از دبیان احدیت و واحدیت و وحدت نیز موقوف
بر صحبت جدید است و واجب الوجود ذات باری تعالی است جائز الوجود
علوم است کہ موجود شدن او باختیار خدا سبحانہ است و ممکن الوجود
مخلوقات موجود اند اگر حق سبحانہ خواہد عدم کند و اگر خواہد موجود دارد
و ممتنع الوجود شریک باری تعالی است کہ ہرگز جود سدی بنیت دایما
معدوم است و الذین الذین یؤمنون بالغیب الخ تذکر بنی
سکنی کمال یقین بر اللہ سبحانہ تعالی دارند لیکن شما باید کہ از جہات
ستہ اللہ سبحانہ را تفہم بدرجہ یکیف یقین باید دست ان اللہ
لا یضیع اجر المحسنین والسلام مکتوب بحقایق آگاہ میان عبد القادر جیو
سدد ذہبات اللہ کان و عالم لیشاء لکن نوازشنامہ عالی از
آن ہا و نالہ از بیحکاری رقم رشتہ بود شنیدہ آمد فقیر ہمان وقت
بارہ وقت بعبادت الٰہی تعالی آن رسیدان در کعبت

marfat.com

نماز که اقل ازان متصور بیست فرض کرده اند وقت ظهر را وسیع
کرده اند و وقت وداع کی بمسافت است چهار رکعت فرض فرموده
وچون در وقت عصر نیز فراغی وقت بسیار کشادگی طبیعت است
چهار رکعت ارفرموده اند وقت شب چون بعد فراغ همه کار
دنیوی ماندگی ال است احتیاط کرده یک رکعت تخفیف داده اند
وچون وقت عشا نیز بغفلت آلوده است اما چون در وقت عشا
کثرت کمال وتمام شب سبب دراد ای ان اختیار وارد مشابهت ظهر
وعصر کرده چهار رکعت دران وقت فرض فرمودند مع کثرت وقت و
احتیاط کرده چون در اخر روز نماز وقت مغرب برطاق بحکمت بالغه
اختیار افتاد بسبب کثرت وقت احتیاط کرده شب نیز به تعلیم
سنت سنیه بنماز وتر به طاق امر فرمودند والله اعلم بالصواب
سوال فقیر صحبت الهدین قبله ایمان من سبحان حضرت موسی صلوات
الله علی نبینا وعلیه السلام در راه بکشتیانی را دیدند که یا مولی جل شانه
باین کلام متکلم است که خداوندا اگر پیش من بیائی ترا شیر دوشیده
بنوشانم حضرت بر اندوزم علی هذا القیاس بسیار کلمه بجناب حضرت

ق ل کلام

ص سبحانه تا ایشان متشبه بکفار نبودند مکلف بتبلیغ حضرت موسی
علیه السلام مرا فرمود تا امر و نهی او را بخلق رسانم و او را امر فرمودند که
این کلمات شما بجناب حق منزه سبحانه چون از انجا رفته متکلم
مولی شدند جل شانه معاتب شدند که تو برای چه عمل کردی آدمی
تو برای فعل کردن آدمی قبله گاه شدی حضرت موسی علیه السلام
مرا فرمود تا بندگان خلق را دعوت کنم چون بود سبحانه کار کرد عالم غیب
نبودند که معاتب شدند و اگر این گفته شود که آواز محبت کمال این کلمات
مکلف و خاصه جناب پاک بود که کلمات او پسندیده بودند از این کار
دعوت و اجتناب معطل می افتد جنانچه بزرگان فرموده اند که اگر
کسی بر هوا پرد و بر آب و آسمان او را کرامتی پیدا شود تا از حضرت موسی هم
یافته نشود و او را کاذب و مفتری نپندارند از حضرت موسی هم
او را از کلمات کفر منع فرموده زنهار از امر جواز که این چنین معاتب شدند
یقین است که فعل حکیم لا یخلو عن الحکمة عبث این چنین
رشاد شود زار و حداد و ب مکتوب در تحقیق عتاب حضرت موسی صلوة الله
علی نبینا در جواب سبحان الهدین صدر رفت بمقتضای عقل عاقل را

وحدہ واجب است برای توحید حق سبحانہ و تعالیٰ مرلہ می است اما در
ادعاف او تعالیٰ و معرفت تفصیلی جو ہیئے قیاس عقل کفایہ نمی کند
نبی صلی اللہ علیہ وسلم برای امور تفصیلی صفات و دیگر احکام واجب تا تعلیم
ان عامہ بشر چون ان شتابان را دعوت تفصیلی صفات و احکام نرسیدہ
بود در مرتبہ توحید الوہیت تی تردد بود لہذا معذور بود بسبب عدم توحید
و عدم لزوم حق احکام و نیز بہ صفات سبحان بی ادبانہ او موجب الزام او
نشد لہذا این عتاب بحضرت موسی بود و عتاب دو مرتبہ دارد و عتاب
لطیفہ و عتاب قہریہ این عتاب از روی لطف بود چنانچہ طفل لایعقل را
کسی از بازی منع کند بدر لفظ تابع را کردہ ملاطفت کہ این بازی طفل از
نادانی است معذور است نظر بر اخر کار باید کرد کہ چون حضرت موسی
باز ان شتابان را آہستہ یافتند تایب و محقق نیستند بوعظ حضرت موسی
کار را دیختہ شد و بعلم تفصیلی رسیدہ فافہم سوالی قبلا ایمان من است
بسبب نقصان کمال خود باز ملتجی این عامی است نصیحت و ارشاد علمی
و حب تفصیل موقف رسیدن بحقیقت اوفی شہد بین یا علی بہ است
عما چیست اگرچہ عتاب لطیفہ رشتہ را دل قابل انعام در ترقی است

نہ لایق عتاب

نه لایق عتاب زیاده حد از سبب عتاب جواب نه انعام ایضاً مکتوب بالهدین

در جواب الهدین چون اظهار معجزه برای لزوم قبولیت احکام شرعی شرط است

ال اگر اظهار معجزه که جهت قبول احکام است بر شبان نشد احتمال بود که ان شبان

از انحالت که بروی بود مضطرب گردد و موجب بی اعتقادی از طرف موسی علی

نبینا علیه السلام شبان را پیدا شود و بسبب عدم اظهار معجزه انکار پیدا کند لهذا

عتاب شد که اولا از اظهار معجزه این شبان را کنید بعد بتعلیم نادر دل او بسبب تحقیق

معجزه فرمود حضرت جا گیرد دوم انکه عتاب موجب تحقیق هدایت که شبان شده

که موسی علی نبینا علیه السلام در پی تجسس او بسبب عتاب شدند و بعد تجسس مهتد

یافتند و بر حقیقت شبان و بر هدایت او مطلع شدند اولا که او را بسبب کلمات

او ملحد گذاشته بودند الحال بر حال اسلام او مطلع شدند مکتوب بخانصاحب

میر نعمت خان صدر رفت الحمد لله که رقیمه بدستخط خاص عالیجناب

والا شان بدین عاجز نرسیده و طالبان زحمت شدید مرقوم بود که

بنیاد داشت مسمی استغفال دارم شفا حقیقت بتکلیفی باید فهمید در اول کار

بی تکلیفی صورت بسته ملحوظ ذاکر می باشد ذکر دامی باید که اخیر در دل صورت بندد

ارادت سینه ان را دور باید کرد و سعی باید کرد که خیال از تخیلات خالی گردد

نماند مگر حق حقیقی که از تصور منزه است و نماند مگر ایمان به بیکیفی حقیقی بر جناب
اقدس مانده در علم بجه بیکیفی حقیقی هیچ نماند خلو متخیله از خیال میسر اید اگر بعد
عمر بها این ایمان نصیب کرد چون این از فضل محض است مظهر این سعی نبوده است
زیاده از انکه انچه حقیقت در خط ثانی نوشته بود بدا فتح نصیب طایفه مومنین گشت
حمد بجا اورند که حق سبحانه طایفه کفار را مقهور گردانید حق سبحانه در هر کاری مدد
معاون شان شد مکتوب بمیان رستم خان صد و بیا فتم مشفق مهربان خانصاحب
میان رستم خان سلام فقیرانه خوانند رقیمه شفقانه متضمن واردی که بفضل
حق سبحانه بر شما ظاهر شده بمطالعه در آمد از مطالعه ان فرحت کردید الحمد لله
والمنه که بطفیل سپر دستگیر بعد مدت مدید وفات ان حضرت بر شما ظاهر
شده شکر خدا بجا اورید که در نابینای این زمان که مقدمه نور بیکیف است
بینای بخشیده اما اگاه باید بود و باید فهمید که هر نوری که در خانه و بخت انسان
ظاهر شود کیفیت دارد هر چند سالک ان را بیکیف داند چرا که هر چه در
مکان و زمان است متکیف است و بیکیف نیست اما مجهول الکیف است
سالک ز جهت مجهول الکیفی سبب عدم دریافت کیف ان را بیکیف
ی داند سالک را باید که باعتقاده شرعی ان را وزن کند و بداند که هر چه در مکان

وزمان کنجد نوری است مخلوق که برای تسلیه سالک مقدمه رویت را در دنیا
بسالک نموده اند نه رویت و این مقدمه اگر بر قع محجب کثیره بر یک مجالیت
نور محمدی است صلی الله علیه وسلم که مجهول الکیف است و سالک که غلطی
خورده ان را حق می فهمد از عدم حفظ عقاید شرعیه است که غلطی خورده بر دیت
گفته رویت در دنیا خاصه آنحضرت وقت معراج یکبار و از دیگر انبیا به خصوصیت
مخصوص اند ان هم یکبار پس این نور را نور حضرت صلی الله علیه وسلم
یا ظهور نور او صلی الله علیه وسلم در مرتبه ثانی یا ثالث این نور را مقدمه
نور حق باید فهمید و اند رویت حق در آخرت امید واری کمال باید کرد چنانچه
عزیزی فرموده در عبارت عربی شعر من قال فی الدنیا اراه بعینه لا
فذالک زندیق طغی و تمرد ؛ و خالف کتب الله والرسل کلها ؛
وراغ عن الشرع الشریف والعدا ؛ و قول حاجی فیروز قدس سره خلاف
از کلیه دینی است اگر رویت ذات پنداشته و اگر رویت بصری و یکانی
فهمیده نه رویت بصری درست است و این ظهور نور که بر شما ظاهر شده
از قول میان فیروز مرتبه دیگر دارد این را مقدمه رویت باید پنداشت
و در پرده این نور حق را سبحانه بکیف حقیقی باید دید از مکان و زمان منزه

چون و دارم چگون مبرا سرد لبس کنم خود زیر کان را این بس است مکتوب محمد یار
ساکن خلنزی الحمد لله وسلام علی عباده الذی اصطفی بود در قیمه محب
صادق اقبا لمند متضرع وملتجی الی جناب مجیب الدعوات خالص صاحب فقیر
بر حال خود متنبه گردید نیافت حال خود مگر بتضرع والتجا اللهم تقبل التجائی
والتجار اخی ومرطالبان اسوله چند از ان بوضوح پیوست مرقوم بود که بعضی
عزیزان فرموده اند که اول گردش است واخر ورزش چه معنی ذررد محبا
گردش یعنی سلوک است ذررش یعنی وصول بجذبه ایمعنی موافق مذهب
کسی که سلوک او مقدم بر جذبه است دوم معنی انکه گردش یعنی ریاضت
وذررش یعنی اختیار ذکر قلبی از رشد یابی بعد ریاضت ایمعنی
موافق کسی که در طریقه ایشان ریاضت مقدم بر سلوک سیوم معنی انکه
گردش یعنی جذبه متضمنه در سلوک مبتدی وذررش یعنی غالب آمدن
جذبه بر سلوک وخالص شدن لذا متراج سلوک ایمعنی موافق طریقه
حضرت نقشبندیه است قدس سرهم که جذبه را مقدم بر سلوک گفته اند ضمناً
واین به برکت کامل این طریقه است ولهاء الله حضرت بطول بقائها
چهارم انکه گردش یعنی وصل وذررش یعنی فصل دانمر تا یعنی

حاص حضرت خواجه نقشبند است قدس سرّه بیانی طویل دارد این پرچه
کاغذ حامل ان نمی تواند شد بیچم انکه گردش بمعنی ثابت در زیر
بمعنی اجتباد اینمعنی موافق طریقه احسنیه افضلیه در طریقه نقشبندیه مخصوص
بحضرت پیر دستگیر حضرت سیدادم است رضی الله عنهما زیرا که شروع
طریقه مخصوص بر ایشان از ثابت است ونهایت ان باجابت میرساند
این ثابت را مثل ثابت طرف دیگر نباید پنداشت در طرف دیگر ثابت
نظل است وثابت ایشان بعد فراغ وخلاصی از ظلال ایشان مابینهما
لیس کمثله خود زیر کاه را این بس است انکه نوشتید که در سواری نشسته
نسبت یاد کرد و یاد داشت می یابیم باز نوشتید که اگر امر شود نفی واثبات جهر
کنیم عجب بست که بانکه یاد داشت بهر وقت از خود می یابند در طریقه ما
از جهر و نفی واثبات که نشسته اند ترقی کرده اند معلوم شد که هنوز ان بر روی
نسبت غلبه نکرده اند در بعضورت نفی واثبات میکرده باشند واگر دل رغبت
بر جهر کنند در وقت خلوه بجهر متوسط اطریق مسنون گاهی میکرده باشند
تا زمانیکه نسبت قلبی غلبه کند و برای طاقی مرقوم بود فقیر خود را لایق این نیافت
لهذا موقوف ماند و انچه برای رساله مرقوم بود مختصر لفضیحت انکه در حدیث

فرموده کن فی الدنیا کانک غریب او عابری سبیل و تعد نفسک
من اصحاب القبور این را نگذارند تمام رساله مختصر است و انچه بطریق
الحاج نسبت ادبار و سیه روی بخود می کنند و نه مومنم نه مسلمان الخ
می نویسید این الفاظ اهل ایمان را اگرچه ایمان عام باشد نباید بر زبان
اورد خود را مسلمان دانند و بسبب عصیان عاصی دانند نه کافر نعوذ بالله
من الکفر و الشرک که اگر غیری گفته است مغلوب الحال بوده باشد و قول اشکار
الا اعتبار له الغرض اگر تسبت در سواری و غیر ذالک می یابند غنیمت
دانند بمجرد انکسار قلبی با او متصل سکیرده باشند که ذکر سبحان و تضرع را
از سر غفلت شمرده اند اما تضرع نه این قدر که خود را مدبر و در سیاه دانند
زیرا که این نقاب در حق کفره واقع اند چنانچه فرموده جل شانه وجوهٌ یومئذٍ
مُسْوَدَّةٌ زیاده دعا است بکتوب بیان الهدین در جواب تحقیق در انکه بر
بعضی مقبرها بدعت میشود این کار بار باختیار کسی نیست بار جود اختیار شرعی نبوده
بی اختیار است صاحب مقبره برین غمناک اند در رفع این هرچند دعای
میکنند قبول نمیشود لاچار رضا بقضا داده غمناک می باشند در قبول دعا
او را ایچین کار عاجز اندنی بینی هرگاه حق سبحانه بهر زره قریب است در جان

بعد اطلاع و الهام خداوندی واقف میشوند هر گاه در ملک علام الغیوب
این چنین کار بقضا حق سبحانه بوقوع اید مخدوم عالم بهاء الدین را غالب
دانستن عین نادانی است این چنین معاملات را چون برخلاف شرع دیده
شود بقضا باید سپرد دم مصلحت نیست ملک بدم زدن انکار از قضا است
و این کفر محض است لذت بر مقبرها گرفتن این مرتبه ثانی است مرتبه لطیفه
در اول مرتبه قهریه است مقرعه بین تفاوت ره از کجا است تا بکجا مکتوب در
تحقیق اسماء تسمیه لعباد شعار هدایت الله باید دانست که اته تسمیه که مرکب است از بسم الله
و رحمن و رحیم است متضمن سیصد هزار اسم حق سبحانه است که برای تسبیح خود
بجمیع انبیا و ملایکه تعلیم فرموده تا بان اسماء هر صنف به تسبیح مخصوص خود
خدا سبحانه را یاد کنند هزار اسم که ملایکه بان تسبیح می کنند و اسم الرحیم
مودع است و هزار اسم که جمیع انبیا کرام بان مسبح اند سوای چهار نبی حضرت
عیسی و حضرت داود و حضرت موسی و حضرت محمد رسول الله و اسم
الرحمن مودع است و هزار اسم که این بر چهار نبی بان یاد حق می کنند
و اسم الله سبحانه مودع است اما بتفصیل سیصد اسم که بحضرت عیسی
در انجیل تعلیم یافته در چشمه اول ها و اسم الله مودع است و سیصد اسم

که بحضرت دارد در زبور تعلیم گشته در چشمه دویم هاکه بطرف لام است مودع است
و سیصد اسم که بحضرت موسی در توریت تعلیم گشته در لام اول که بطرف
ها است مودع است و نود و نه نام که حضرت ما محمد رسول الله در حضرت
قران تعلیم یافته در لام ثانی که بطرف الف است مودع است و باقی ماند یک
اسم اعظم که ظهور ان در الف اسم الله است در جمیع اسماء دیگر محیط است
پس هر که بسمیه را بحضور دل و بحضور هر مقام بخواند که سه هزار اسم مذکور را
خوانده باشد و امید وار ثواب کل باشد مکتوب بمرجال الله مفتی
جالندهر در طلب روایات نور العین در تحقیق بعضی مسائل مسئله اول اگر
احسنت گفت باین نیت که حتی المقدور الفاظ قران ادا کردی درست است
اگر گفت باین نیت که حضرت قران را نیک کردی خوف کفر است مسئله دوم
در غسل نیت شرط نیست کما فی الکتب حقیقتة اب پاک می باید اما چون در غسل
پاک دلیپد سعی نمیکند کنه کار میشود اما سجده ایشان درست است اباکراهة مسئله
بر قول صحیح مفتی - روح از جسد جدا میشود کما قال الله سبحانه در وقت قبض
قابض روح و النازعات غرقا مسئله اگر ناکح و منکوحه راضی نیستند از رسوم که خاصه
کفار ند نکاح درست است و اگر راضی اند باید دید که ان رسم خاصه کفر است و ناکح

در منکوحه را فی اند خوف خلل در نکاح است و اگر خاصه کفر نسبت بان مسلم عامی شود
یا احتمال بود از نکاح مسئله اگر زن یا مرد از زبان کلمه کفر بر اورد عمدا امام علم ندارد اگر
داند هر گز نگوید در نصیورت بعضی علماء معذور میدارند اما در ترک سعی در علم عاصی
میشود کما ذکر اولا و بعضی علماء در دار الاسلام معذور نمیدارند اما بعد اطلاع نزد ایشان
توبه لازم اما نکاح نمی شکند مسئله نقش نخشی بی شهود در اصل نکاح فاسد است
اگرچه از بعضی علماء جواز ان نقل کرده اما چندان باین قول اعتبار نزد جمهور ندارد
مسئله اگر شخصی ادای وجوه قرارت از شخصی دیگر خوب میکند اما ان ادای اگر
وجوه قرارت ادا نمی کند اما الفاظ را صحیح میخوانند که تغیر معنی که مفسد نماز نیست
نماز اعلی پس انکس داخل لابأس است و اگر در حروف غلطی میکند اما تغیر
معنی که مفسد نماز شد در قرارت نیست ترک اقتدای اعلی را و پس انکس اولی است
و الا ترک اقتدا لازم مکتوب سبحان محمد فاضل در طلب جواب یعنی اسوله
از احادیث صدور فعلیت ظاهریت و منحیث وقوع تصرفات و خارق عادات
چنانچه اخبار موتی مثلا خاصه علماء باطنی است که جامع علوم ظاهر و باطن اند نه انکه فقط
جاهل از علم ظاهری خرق عادت ظاهر کند و محافظت سنت نکند این خرق
عادت در مرتبه استدراج است با انبیا منی اسرائیل اینها را تشبیه دادن غلط است

وحدیث نوم العالم عبادت درحق علماء ظاهر و باطن است اما علماء ظاهر بسبب کثرت
مطالعه کتب شرعیه از عبادت است و علماء باطن را بموجب متابعت حدیث نام
عینی ولد نام قلبی در ظاهر نوم و در باطن قلب بیداری است اگرچه هر دو مقبول اند
اما دران دو درین فرق بسیار است کما لایخفی علی صاحب الفطن و منع اهانت در
حدیث علم عالم است نه اهانت فعل مبتدعانه عالم و ایمان شهودی مزید بر ایمان
ترغیبی است ایمان ترغیبی در حجاب است و ایمان شهودی نور علی نور اما در اثبات
اما که وسعی و طلب بعد حصول ایمان ترغیبی برای حصول ان درجات در روایات
بین القدریه و الجبریه معنی است که مقابله اختیار الله سبحانه بنده مجبور است و مقابله
انبای جنس خود چنانچه وحوش و طیور مختار است اینجا اختیار بمعنی تمیز کامل در
میان انبای جنس خود سوال این اختیار بمعنی تمیز کامل هرگاه بر تقدیر زیادتی و
کمی نمی تواند کرد و مامور و منهی ساختن چه معنی دارد جواب حق سبحانه بحکمته
بالغه مظهر امر و نهی این مختار ضعیف را از دو صنف که صاحب تمیز دون تمیز است
در تقدیر فرموده و لا یسئل عما یفعل و هم سئلون را مد نظر خود باید داشت زیاده
برین سوال کردن بی عقلی است در مسئله چاه و اوند باید فهمید که در اصل اوند
پاک و اب پاک و بنین متحقق است پاکی ان پس تا زمانیکه بقین بلیدی یاد

نرسد پلید گفتن بدظنی است در حق شیی که در اصل یقین پاک است حال آنکه
الله سبحانه فرموده یا ایها الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن
پس بکمال غیر از یقین پلید گفتن منع آمد و گویا مسلمین را باین ظن غیر مقبول
در خلل انداختن است نعوذ بالله منها مکتوب بسعادت شعار هدایت الیه
خادم در روز سند عاء قرارت نماز اشراق وغیره ۵
در نماز اشراق بانحه الکرسی در رکعت اول یکبار و در دوم قل یا یها خواند
در استخاره در اول الم ترکیف و در دوم لایلاف و در نماز ضحی در اول رکعت
والشمس و در دوم واللیل و در سیوم والضحی و در چهارم الم نشرح چهار رکعت
بیک نیت خواند در وقت مغرب بعد فرض و سنت نفل اوابین خواند اقل
ان دو رکعت واکثر ان شش رکعت و در هر رکعت سوره اخلاص سه بار باید خواند
دو دو رکعت نیت میکرده شد و در تهجد بعد نیمه شب و قبل صبح صادق هر چه
توفیق باید خواند دو دو رکعت و هر شب مقرر کند چهار رکعت اقل نماز تهجد دوازده
رکعت اکثر ان اگر سوره یسین یاد دارد ختم سوره کند و اگر یاد ندارد در هر رکعت
سوره اخلاص یکبار یا سه بار نخواند باز اگر توفیق باید تا صبح صادق مراقبه کند
و چون نماز فجر گذارد بعد دعا بذکر و تسبیح و مراقبه تا برامدن آفتاب مشغول شود

حتی یلج الجمل والدعا مکتوب در تحقیق معنی قول حتی یلج ملکوت السموات
الی اخره دیدم حضرت مولوی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم وباللہ نستعین
سوال عزیزی فرموده لن یلج ملکوت السموات والارض من لم یلد مرتین
وحضرت مولوی مثنوی روم قدس سره نیز فرموده یکصد و هفتاد
قالب دیده ام همچو سبزه بارها روئیده ام درصورت این هر دو قول
معنی تناسخ مفهوم میشود حال انکه اعتقاد تناسخ کفر است انچه موافق شرع
باشد معنی این بیان فرمائید بینوا توجه جواب معنی عبارات متشابهات
نظر بر قابل ان کرده باید فهمید چنانچه در عبارت حدیث و آنه انتقاب
لفظ قدم در حق سبحانه که منزه از جسم و جوهریت آمده و همین
الفاظ از مجسمه بر ذات او تعالی وارد میشود چون معنی قول مجسمه میکنیم
میگوییم که نزد مجسمه حقیقت این الفاظ بعینه بر حق تعالی اطلاق کردن
جایز است و این کفر محض و چون معنی آیه و حدیث که این الفاظ وارد شده
میکنیم تسلیم بلا تاویل و چون او تعالی از جسم و جوهر منزه معنی حقیقی
ان را که مثبت جسمیت است از کفر میدانیم همچنین این اقوال صدر که از
بزرگان دین و صاحبان اسلام تبیین واقع اند از ملحد و مبتدع نیز

واقع اند قول ملحد مشبت حقیقت تناسخ است خذلهم الله سبحانه وقول
اکابر دین مقتضی تسلیم بتاویل موافق عقاید شرعیه نهجی که بوی شمیت
از ان پیدا نشود سوال در تسلیم از خود سکوت محض و قبول ان بحسب مراد ان
بزرگ است اما اگر تاویل کنیم چگونه در موقع بیان اریم بیان فرمایند جواب
چون معلوم شد که معنی حقیقی ان قول مشبت تناسخ است دان
ممنوع شرعی است صرف ظاهر معنی نمرده باید فهمید که در طریق سلوک
تبدیل حالی بحالی و ترقی از مرتبه اول بمرتبه ثانیه رو میدهد هر مرتبه اول
بفنا می پیوندد و مرتبه ثانیه سالک ان باقی میشود در ین فقا چندین سکونت
کرده باز ازان رو بترقی می اورد باز حالت مرتبه اول بفنا می پیوندد
و بمرتبه ائینده باقی میشود و معامله او بطوری دیگر متحقق میشود دران
مقام نیز قدری سکونت داشته حصول فوائد نموده باز رو بترقی
می اورد الی تقتضی استعداد السالک بهذا و بعضی که اهالی استعداد
کامل اند در یک مرتبه تمام مرتبه فنا حاصل نموده بوصل حقیقی الذی
لا فناء له میرسند و ایما بوصل حقیقی بهره در مند و بعضی بسبب عدم
قوت استعداد یه باترتیب از مرتبه بمرتبه دیگر ترقی فرموده و دران

قوت پیدا کرده مرتبه بمرتبه فنا و بقا حاصل مینماید و صاحبان این استعداد
بعضی مبتدیان اند و بعضی متوسط و لب است که کار پیش هنوز نهایی است
در میان کار به بقا مایل فنا محظوظ و مسرور مانند چون این تفصیل بدانستی
باید دانست که نزد یک اکابر تبدیل اوصاف سالک است از مرتبه بمرتبه دیگر
با وجود آنکه همان شخص واحد است که سیر مراتب فنا و بقا نموده و هذا صحیح
و نزد ملحد و مبتدع تبدیل جدی بجدی واحد واقع و هذا باطل و کفر
مکتوب عزیزی در منع از صحبت کفار که صاحب استدراج اند تحریر یافته
بود و در قیمه عقیدت اسود فرحت افزود مطالعه ان حقیقت مرقوم به نهوج
انجامید شفقا رجوع شما بامردم فقرا محض برای حصول فایده است پس چنین
که شما از قبیح و ضرران خبر ندا شته باشید بایابان لازم و واجب است که ازان
خبر دهم و از ضرران مطلع سازیم و مخلص اینست که مخلص را از نیک و بد راه
مطلع سازد فرد اگر بینا که نابینا و چاه است) اگر خاموش نشینیم گناه است
قسم رب محمد صلی الله علیه وسلم ازان روز که شنیده بودم که شیخ شهاب
بنزد منکر دین محمد صلی الله علیه وسلم با اعتقاد و حسن کشف او سیر در
ظاهر میکند که بمجرد نشستن انچه مطلب ماست از صحبت ان منکر دین

حاصل میشود خوف پیدا شد که مبادا ان معتقد دین نظلمت صحبت منکرین
و داعتقاد دین خلل پیدا کند و عبث ضرر آخرت کرده میخواستم که از سمعنی آگاه
سازم لهذا باین تقریب اظهار ضرر صحبت ان نمودم مشفقانه براستدراج کافر
اعتبار نشاید کرد ابلیس لعین که مردود قطعی است چنان استدراج دارد که در نظر
آدمی موسی موشی باد میکرد و از زحمت نثر آتا آسمان یکیه طعه سیر میکند و دل
کافر در وقت حضرت امام مهدی علیه السلام زیر و زبر خواهد کرد و بعجائبات استدراج مسلمین
را البطرف خود خواهد کشید ولی دین خواهند شد تا انکه حضرت امام مهدی علیه السلام
باو اقامت مقابله جنگ نخواهد بود و حضرت عیسی علیه السلام فرود خواهد
آمد دان کافر بیک نظر قهر ایشان گداخته خواهد شد و ظلمت کفر از جهان
تا چهل سال من کل الوجوه دور خواهد بود هر گاه باوجود انچه بالطرف این
ملعون مشهور قهر الهی شنیدی کفار امیوقت که اثری از طرف ابلیس لعین زنده
و حال انکه ظلمت انکار دین محمدی صلی الله علیه وسلم از ایشان هویدا چه اعتبار
بر ایشان باید کرد نکته ناقصی که در دین و کفر تفاوت نداشته باشد و کرامت
اولیاء و استدراج کافر را برابر فهمید پس ایشان کلمه گو کافر است ان مشفق
ما چون بعقاید دین او آشنا معید انم لهذا بملاحظه انکه مخلص دین در غلطی نیفتد

اگاه نمودم نفهمد که مرا با شما در این نصیحت نوعد نگیرد نعوذ بالله منها
بلکه از عقاید دین واقف گردم در قرآن مجید نخوانده اید که حق تعالی از
دوستی کفار منع میفرماید یا ایها الذین آمنوا لا تتخذوا
عدوی و عدوکم اولیاء هرگاه خدا تعالی با طایفه کفار را
دشمن خود گفته پس دوستی با دشمن خدا دشمنی با خدا است و دشمنی ما جدا
محض کفر است پس دوستی کافر نکفر میرساند دیگر اینکه با کافر ملاقات نشود
برای اینکه او را به نصیحت از کفر برارد بدین ملاقات نفع نیست اما کافر
را دوست خدا داشتن کفر محض است فقیر را با شما از دل و جان اخلاص
لهذا از این کلمات زشت نویسی در خاطر نیارند فقیر را خیرخواه خود دانند و بدعا
اشتغال دارند مکتوب میان میر علی در تحقیق عارف کامل و واصل ۱۶۴
صدور یافت سبحان من ظهر فی بطونه و بطن فی ظهوره باید دانست که
عالم حقیقت ذات جامع کمالات از مراتب تحتانی یعنی مراتب کونی
گذاشته بمرتبه حقایق اشیاء که غیب الغیب محض و مراتب مخفیه اند
رسیده ذات جامع را چه در مراتب غیب الغیب وجه در مراتب شهادت
ظاهر بلا حجاب اطلاقی یابد و هر دو مرتبه را محض ظهور حقیقت ذات

حاصل می دانند پس این عالم کامل از ظلمیت برآمده با صل حقیقت
ذات پیوسته از ظلمیت بوی ندارد و همه ظلال را بحقیقت ذات وجود
و ثابت می باید در بنوقت این عالم کامل از حجاب می حجابی و از ظلال
گذشته بحقیقت ذات عالم شده و اطلاق سیر را که ان از انتقال از مکانی
بمکانی است بران جناب مناسب نمی بیند و بجز اطلاق ظهور که ان از
انتقال مبراست بر زبان و بیر نمی راند سبحان من ظهر فی بطونه و عارف
واصل مراتب ظلال مقید بقید ظلمیت است و طالب ترقی است
چون بحقیقت ذات نرسیده معامله ترقی او متعلق باسماء و صفات است
از ظل اسمی باسمی و از صفتی بصفتی ترقی می نماید لاجار در رض عارف
مذکور اطلاق سیر و انتقال از ظلی بظلی میتوان گفت و سبحان من بطن
فی ظهوره اینجا مقرر زیرا که حجاب بروی ظاهر و حقیقت بلباس
ظل بروی مخفی تا کجا کلام را کشیده بریم که مرتبه حقیقت ذات پایان
ندارد و بر جواب سائل سر در زیم و قصه کوته کنیم سائل را باید که بفهمد که
به نسبت عالم کامل که اول حقیقت او بیان نموده شد نام سیر بر و
نهادن از علو به پستی او ردن است و از مرتبه حقیقت ذات به اسمی

وصفتی مضوب نمودن اری بر عارف و اصل بواسطه ظلال است چه
اسمی کجایش دارد که او را بعالم ارزنی تبه ظل اسمی بمرتبه ظلی دیگر ترقی
لازم لهذا محقق اول را بعالم کامل نامیده شد زیرا که بحقیقت
رسیده مظهر حقیقت علم واجبی شده از عرفان هیچ نمانده و محقق
ثانی را بعارف مسمی نموده شد زیرا که از ظلال گذشته بحقیقت
علم مطلع نشده اگرچه معرفت ظلی پیدا کرده اما امید وار است که
هدایت حق سبحانه رهبری کند و از ظلال کلی خالی ساخته بحقیقت
رساند ان الله تعالی ذالک فضل الله یؤتیه من یشاء والله
ذوالفضل العظیم اخوی شفقتی یار علی تحیه سلام خوانند و عریضه
مطالعه فرمایند ست بدکه خط یابند مکتوب به نواب عبد الصمد خان
در تاکید تعلیم که در اخر ملاقی رخصت یافته صدور یافت فقیر عبد النبی
بغرض عالی نوا لصاحب بعد تحیه سلام میرساند فقیر بعد رخصت
در رفاقت جناب خانصاحب جانی خان بمنزل رسیده اداب خدمت
کثیر جماعه بجا اورده خداوند سبحانه زیاده ازین توفیقش عطا فرماید
توقع از الخناب انکه بسبب اخیره باطنی راحتی الامکان پرورش

marfat.com

نمائید تا سور شهود و حضور حق سبحانه ظهور فرماید و برای فنا و بقا که مآل
صورت متخلیه بیان در آخر خصت نموده بودم صورت متخلیه را در نظر آورده
یقین بندند که هران هر بنده را فنا ذاتی و صفاتی است و بقا از فیض
مولی جل شانه بنهجی که دیده پیدا کند و ملکه گردد و آداب مولی جل شانه
بنهجی که دیده پیدا کند ملکه گردد و آداب کما یلیق للعبد الفانی هویدا گردد و چیده
عوام تبکی گفتن است نه یکی دیدن عوام دید کثرتی دارند و گفتن وحدت
و خواص کثرت گویند و وحدت بیند زیاده دعا و برکت دارین بحسنه کلمه
یاد آوری مسفر موده شد مکتوب بمیان صوفی بلند ساکن جلال آباد
با الله نستعین وحدت وجودی در اصطلاح صوفیه علیه وحدت در کثرت است
و وحدت وجودی نزد اکابر این طریقه بکثرت وحدت وجودی
صوفیه قدس سره مانع نظر از کثرت بلکه نظر بکثرت مانع نظر بوحدت
وجودی است و وحدت وجودی اکابر این طریقه مع نظر بکثرت
متحقق نظر بکثرت مانع وحدت وجودی ایشان نیست صوفیه
در نظر بکثرت محجوب نشوند و این اکابر بحقیقت الحقایق میرسند
شتان ما بینهما عزیزمن صوفیه قایل بوحدت وجودی بسبب غلبه

شهود در کثرت و غلبه شهود مانع نظر بکثرت شهود حبیت یعنی
شهود غیب در مرتبه ثانی چون نظر صاحب شهود بر مرتبه ثانی ست از مرتبه
غیب محجوب شتان مابینهما و در اصطلاح ایشان کمالات صفات
واجبی که بحقایق اشیاء معروف اند در مرتبه ثبوت تقدیری و ارادی
در عمی محض دارند و در مرتبه غیب مکونیه متحقق بحر وجود غیبی هیچ نه اند
و وجود غیبی ثابت و متحقق مقتضی ظهور تقیدی امکانی از عدمیت
منزه و چون و حول صوفیه در مرتبه شهود متحقق و کمالاتی که نزد ایشان
بصور علمیه و اعیان ثابته مشهود اند شهود کمالات غیبی در مرتبه
شهود که اثر اشهود اول یعنی ظهور محمدی می نامند بکونیه تقیدی مقتضی
ظهور مرتبه امکانی مفصله تحتانیه اند لهذا از نیمرتبه مشهود صوفیه بصور
علمیه سمی ایشان که کونیه اند نیمرتبه غیبیه غیبیت کونیه شهودیه و اکابر ایشان طریقه
چون از غلبه شهود غیب مراده ناظر غیب اند و مختار اند در نظر
بغیب و بکثرت دارد محبوریت شهود صوفیه عالیه اشیاء را مظهر حق
دانند و مظاهر عین مظهری می فهمند زیرا که صاحب شهود اند چون
مرتبه شهود اگرچه بنسبت ما تحت خود لطیف الطف ست آما

فی تحقیقة

فی الحقیقة مقید است بکیفیت مجهوله لاجار بتفاصیل مراتب خود
عینیت دارد پس صوفیه باطلاق عینیت در بمرتبه متحقق است من وجه
صادق آمد در وصول ناقص مقتضی ترقی و اکابر از طریقه غیر اشیار را
مظهر حق دانند بواسطه حقیقت محمدی اما اشیار را عین حق نداند
پس عذاب نزد ایشان بر غیر فرق نزد صوفیه چون قایل عینیت اند
فهم کن که عذاب بر که آمد تعالی الله عن ذالک و در ولائیت
خاصه علم حضوری ظلی است و بعلم حصولی معتبر است زیرا که در علم
حضوری رعمی که مظهر علم شهود اول است و علم شهود اول ظل
مرتبه غیب مطلق است اگرچه ظل را اصل دانند و حصول را حضور
فهمند آنابت علم است و آنابت خاص و آنابت اخص
و آنابت خاص الخواص آنابت عام در ولایت عامه متحقق است
زیرا که روی بحق استدلالی دارند و آنابت خاص در ولایه
خاص زیرا که از استدلال گذشته بتحقیق من وجه رسیده اند بطور
کشفی و جدانی آنابت بشهود دریافت دارند بواسطه شهود بحق
و آنابت اخص در ولایت اخص متحقق زیرا که اهل

اینمرتبه زریافت شهودی ترقی نموده بنایافت رد اورده وزروصل
شهودی بفضل امده زمابت او محض تایافت متحقق اما چون نبود
اینکس را توجه حقی باقی است اگرچه مجهول الکیف است بواسطه توجه
حقی مجهو الکیف است زمابت بحق دارد و زمابت خاص الخواص در ولایت
انبیاء متحقق است زیرا که اهل اینمرتبه از استدلال و شهود و مرتبه توجه
مجهو الکیف گذشته و سایط تمام را قطع کرده بغیب حقیقی بغیب محض
رو رها درای اورده پس صاحب امابت سابقه بواسطه روی
بحق نداشته ان زمابت ها را در حساب ناشمرده و زمابت اصیل را
بامابت یاد اورده و صاحب این زمابت بوصول حقیقی پیوسته ذالک
فضل الله عزیزین وجه تخصیص اینطریقه نه اینست که جمیع لطایف
متوجه شوند بملک وجه تخصیص اینطریقه بعد گذشتن زر لطایف
بذات شریف حضرت علیه الرحمة و ارتبع بحسب استعداد یقین
ابتدای و توسط تعلق خفی و بتوجهی محض و چون در مرتبه ولایت
عامه از شهود بهره یاب نه اند در ولدیت خاصه بهره یاب پس بخصوصیت
پیدا کرده لاجار بولدیت خاصه مسمی امدند اگرچه در اصل شهود اند

کثرت منتفی است

کثرت منتفی است اما چون شهود نیز از جملهٔ کثرت است لهذا فی الحقیقة
وحدت فنا نسبی اند و بحقیقت انحصر ممتاز شدند که انجا فنا حقیقی است
فافهم لاتکن من القاصرین مکتوب بغایت الله خان وزیر سرور یافت
فرد سبحانه سبحانه الٰهنا سبحان من تحیّر فی ذاته سواه
فسبحان من احتجب عن الخلق بنوره وخفی علیهم بشدة ظهوره
فهو الظاهر الذی لا اظهر منه وهو الباطن الذی لا ابطن منه فسبحان
من ظهر فی بطونه وبطن فی ظهوره لیس کمثله شئ بعد تحیه سلام بعرض
نواب عالی جناب میرساند نور آرزش نامهٔ متضمن معانی عجیبه و اسرار غائبی
غریبه بمعرفت خانصاحب اعزخان در جواب عریضه برتو اذکنت بساط العز
ان بر انواع شتی شهود یه نمود آمد و هر بامن در ین ایام شیب که در مدح ان
دارد است الشیب نوری لا احرقه النار اگر یک ان و زمان بنور علم و
مستند صداقت بصدق باطن و کمال کرامت بیاراند کمان خواهد برد
نامید که مکفر از ارسابقه کاهی کرد چه جای که سالها بصدق طویت بین
معروف کردند مستند افتخار مستند حضرات انبیا است علی نبینا علیهم الصلوة
والتسلیمات که بعد عروج تمام نزول ما بین مسند بمنصب نبوة فرسوده اند اما حیف

که اهالی هوا با مزاج ظلمات عنصری از انوار فیض عدالت مهجور و مستتر
مانند و چنان مینماید که گویا این سند مسند اهل هوا و ضلال است لهذا
بسبب این غلطی غافل هم بکثرت الهجوم ظلمات طایفه اهل هوا الدین
مسند تبر امیخواهد و فی الحقیقة لیس کذالک بلکه اگر دستگیری کنند
جلت انه نتیجه کمال متابعت حضرات معصومین علیهم الصلوة والتسلیمات بعد
تعلق این سند و ابلاغ احکام رب تعالی بر بنیکام متحقق الغرض حیث
ما امکن محکم و متوجه ادای حقوق اینکام باداب تمام باشند مکتوب
بحافظ محمد عیسی در جهانا باد حمد در یافت حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلَوٰةِ
الْوُسْطَىٰ رمز از این ایته کریمه تاکید بسوی حفظ صلوة خمسه لطایف خمسه گشته
چون در لطایف خمسه لطیفه سرّ مرجع و متبوع جمیع لطایف است دوسه جمیع
لطائف واقع برای حفظ صلوة او تاکید فرموده بکلمه والصلوة الوسطی
ببلاغته کامله چون ظاهر است که بی حضور این لطایف صلوة ظاهر
بدنی ناقص لهذا فرموده نبیّه در رساله صلوم لاصلوة الا بحضور القلب
پس با بیمعنی صاحب سلوک لطایف از اهل علم ظاهر افضل و اقوی آمد
نعلیکم یا ایها الاخوان بحفظ السرایر فان الله مطلع علی الضمایر مکتوب

لیمان محمد امین

بیان محمد اشرف در جواب واقعه اخی ذالک الکتاب الادیب فنیه
ای کتاب الذی فرمنه رسول الله صلی الله علیه وسلم اسمک محمد صالح
للدیب فیه مبارک متبرک وسمی بهذا الاسم مع ثبوت اسمک من قبل
هذا ولا محل شبهة فی اسم الاشرف من جهة انه کان فی زمان اسم
اب الکعب کان فی اب الکعب اسما بلا مسمی وفیکم بالمعنی المحمود المسمی
المشهود لانک اشرف الذی سماک رسول الله صلی الله علیه وسلم به وآله
محمد صالح بارک الله فی هذا الاسمین الشریفین برکة تامة اذا کان اشرف
المخلوقات مسمی به اشرفیت خاصة به اشرف المخلوقات تادبا فخلاصة
الکلام انک اشرف اباحة والصلح اعزیمة مع جواز عمل الرخصت
ادلی اختیار العزیمة فالادلی ان اسمک الصالح بفم آله محمد سبحانه صلی الله
علیه وسلم فختم الکلام بالصلوة علی من سماک بهذا الاسم اللهم
صلی علی محمد واله وسلم مکتوب میان شیخ عبد الغنی صدور یافت دانا
فقرا فضیلت مآب شیخ صاحب میان عبد الغنی جیو از فقیر سلام
خوانند چون استحکام رابطه را یاد آوری قریب لدرزم است حقیقت
ماند دبود منیوسیان شهند و در یکانه و بیگانه بیکانگت شهند زیرا نکه

به نسبتی که همه را با مولی عزوجل است چون منظور شد یکانگی متحقق آمد اشیا را
بجز مراتب داری ظهور کمالات صفاتیه نباید فهمید بحدی که این دید
خالی کمود فقیر را دعا باجماعه فقرا اسلام میرسانند مکتوب بغربزی در تحقیق
معانی العلم نقطه سوکثرها الجاهلون بسم الله الرحمن الرحیم الحمد لله
والسلام علی عباده الذین اصطفی در تحقیق معانی العلم نقطة وکثرها
الجاهلون استفسار رفته بود مستفسا حق تحقیق معنی این عبارت سر
متکلم این کلام ظاهر است اما انچه در فهم رکیک این عاجز می درآید
انست که در تحقیق اهالی حقیقت درجات علم که ممکن را بان توانسته
اند اجمالاً بر پنج مراتب منحصر ساخته اند اول و اقدم جمیع درجات
مذکوره درجهٔ نبوت مطلق که مشرف بان مسمی به اخص الخواص است
و تحت ان ولایت اهالی نبوت که متصف بان مسمی خاص الخواص است
و تحت ان ولایت ملائکه مقربین که اهل ان موصوف اخص است
و تحت ان ولایت اولیاء است که داخل دران موسوم بولی خاص است
و تحت ان ولایت مومنین عالم که مشهور بعامه ولایت است پس
بر طور اهالی
بحسب هر درجه این قوانین شریف را معنی علی حده و تفصیلی جدا یعنی

بر طور اجمالی ولدیت عامه که ابتدای این ولدیت بعد ایمان بالله تعالی
صحیح شرعی است و نهایت این نامرتبه اجتهاد و قیاس معنی قول مصدور
امنیت علمی که بجناب مجتهدین عظام عطا نموده اند محیط و جامع است جمیع
مراتب مفصله تحتانیه خود را بی احتیاج بسوی تفصیل همچو نقطه که محیط جمیع
مراتب حروف است و ان عزیزان در عین اینمرتبه اجمال و بر نقطه
از ان تغیر کرده شد تمام مراتب تفاصیل مندرجه در اجمال راه یافته اند
چون استعداد توابع خود را بی حیثیت علم تفصیلی از رسیدن بان علم
مجمل قاصر دیده اند از ان تفاصیل ان علوم مندرجه کشوده اند و بر اطلاع
اجمالی ولدیت خاصه که ابتدای این ولدیت بعد حصول لذت است
بذکر قلبی و نهایت این نامرتبه بتوحید شهودی است یعنی است
که علم و معرفت عارف حق بجناب قدس او سبحانه محض بنقطه شهود
او است بی لباس حروف و الفاظ و چون وصول اینمرتبه خاصه
منتهیان این ولدیت است و متوسط و مبتدی را از عدم قابلیت
استعداد به رسیدن باین و شعور بس اجمالا حقیقت مشهود را
نطقی در مراتب مندرجه او که بصورت تجلیات تلوینات از کار

marfat.com

مقصد ظهور انذ گرما و لطفاً برای دور ماندگان بلباس حسیات
تجلیات و غیره ظاهر ساخته اند و تعلق بان اهل ان را جا نیز داشته
و بر تحقیق اهالی ولائیت اخص اسمعنی است که علم و عرفان حقیقی عارف
مرتبه جهل است بعد از علم چنانچه حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلی
قدس سره السامی از درگاه رب العزت سوال کرد که یا رب ما علم العلم
قال الجهل بن العلم چون هر یکی را باین استعداد علمی سر فرو زن ساخته
اند لذا چار برای دور ماندگان مرتبه فنا و شهود را که متضمن حقیقة
علم مصدور است واضح نساخته اند و اهل یار تحت اوراق نوا خته از
و بر طریق اهالی ولایت خاص بخواص تحقیق این قول اینست که علم
اصلی که عارف را ازان نصیب است اری جهل از علم است امّا
وصول باین جهل بعد انعدام توجه عارف است من کل الوجوه
از حق دون حق و انعدام توجه محض طلب نا مافیت را توجه مقصود است
ز معدوم یعنی بحسب مجهول الکیفیة در مراتب سری او موجود از یحا است
که در انجا توجه و متوجه در رنگ متوجه الیه بیچون نمایند از جهت عدم
امتیاز بین الغیب النفسی و النسبی یلک انه را م توجه موقوف است

ز اظهور حقیقی

بر ظهور حقیقت نایافت و از بهره یافتن است از مظهریت صفات
و اجیی بی توجهی عارف و چون این نسبت پس مرتبه است اهالی بحث
این درجه را نیافت نواخته اند و سکون در آن با نهاجا نیز داشته
پس مرتبه بی توجهی بحجو نقطه است و مرتبه توجه بکثرت ظاهر و در تحقیق
مرتبه نبوت انبیا علیهم الصلوة والتسلیمات کرا طاقت که در زند از ما
موجب تعلم اهالی ان مراتب تحقیق این قول حسنین مینماید که کمال عرفان
در حق نبده وقتی تحقق شود به بی توجهی محض حاضر با یمان با الله باشد
بی مطالعه مظهریت و مظهریت پس نزد این عالم احق هر مرتبه تحتانی
مرتبه کثرت است که بسبب نارسیدگی اهالی مراتب تحتانیه با نیمرتبه فوقانی
وحدت ایمانی را بکثرت علمی نموده اند لطفاً علی العباد و اهل
هر مرتبه را در ضمن کثرت از وحدت حقیقی ایمانی بهره در ساخته
ذالک فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم باین
تحقیق معلوم شد جهلی که سبب کثرت و تفصیل شده جهل النبی است
و ممدوح است نه مذموم و در کثرتها الجاهلون اسناد فعل کثیر
بسوی فاعل حقیقی نیست بلکه مجاز است یعنی اسناد مسبب بسوی

سبب اصی کانو سببًا لیتکثر و بعدم است تعداد فافهم مکتوب
بحافظ محمد عیسی در جواب تحقیق الست بربکم فالو بلی صدور یافت
مکتوب مشتمل بر چند سوال بود بمطالعه ان فرحت حاصل گشت مرقوم
بود که خطاب الست بربکم بعالم ارواح واقعه شده جواب بلی
بجا اورند در صورتیکه روح در لباس عنصر محجوب گشته بحدی که غیر
نعته معروفه خود مثل عربی وغیره بسبب محدود مفهوم نمیکنند مرکب
روح و جسد بقدر مورچها برادره عقل و تمیز داده خطاب الست
بربکم وارد کردند بقول انسانیان که بلی است عهد بستند بعد عهد
بازعود در پشت حضرت آدم علیه السلام نمودند کان لم یکن شدند
بعده که هر فرد از انسان بترتیب مراد خداوندی از پشت حضرت
آدم علیه السلام پیدا شده بوسایط پیدا میشوند آدم لم یکن نشئیًا
ظهور مینمایند و چون بعد بلوغت معروفه خود طاقت ادراک ندارند
لهذا از نعات دیگر محجوب شدند و در بن سر لیست دقیق لا یعلم
الا الله سبحانه و بعد انتفاع بروح از جسد چون قوت ادراک
دعوات و معانی عطا خواهند فرمود جواب منکر نکیر و اکثر علوم دیگر

برایشان آسان خواهد بود بفضل الٰہ سبحانہ دیگر واضح بارکہ مرتبہ
ذات الٰہ سبحانہ چون بقابلیات ذاتیہ خویش متحقق از لیست
نزد محققین صوفیہ می الحقیقۃ از اطلاق تجرد کہ بمعنی قطع نظر از
صفات جائز نیست اری در مرتبہ تفہم و تصور چون از خصوصیت
ظہور ہر مرتبہ ذات و صفات از بیان چارہ نیست لاچار من حیث
حیثیت منفوہ ہر مرتبہ را بتجرد بیان نمودہ دیگر اینکہ چہ ذات مابیان
و چہ صفات فی الحقیقۃ فیض یاب از ذات جامع کمالات ذاتیہ
خداوند سبحانہ است ہر گاہ صفات کمالات ذاتیہ باشند پس ہر
فیضی کہ در ظاہر از صفات مینماید فی الحقیقت ہم معیت بذات است
نافہمیدہ مکتوب بعزیزی در امور منہیات صدور یافت بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ علیہ و آلہ و الصلوۃ ای سادہ
لوحان زمانہ از فقراء یگانہ زمانہ این ادعا دارید کہ بعوض ہدایا خود را
در ایچنین امور ممنوعہ غیر مرضیہ او تعالی با شما شریک سازند و ایشان
در حصول این بلایی انجلا راضی باشند عجب است بمنداشند کہ برکت
درین طایفہ در ترک این امور منہیہ است اگر یک سر موی باطن خود را

marfat.com

درآیچنین مهمات مشغول نمائیند جمعیت اصلی وقرب حقیقی از عرصه
باطن ایشان رخت بربندند و بجای کراهت آن راحت پیدا امید غریزی
اینطایفه برای خیرخواهی شماست واگر خیرخواه نباشند بدخواهی
درحق شما از ایشان هرگز منظور نیست اگرچه شما را در چشم شما
دران زینت داده باشند پس آزین جماعت دفع این تعلق
خواهید و خیریت خاتمه بالشما شامست این امور غیر مرضیات ظلمت
بنور ایمان لدی الحق نشود وچون از خذا عداد مرسوله مشروط بالشرائط
معروفه بود وازافات الشرط فات المشروط مقرر است یا مرسولگان
قبول نیفتاد معذور دارند مکتوب بسیان الهدین صدور یافت
در نسبت نایافت سالک مثل دیوار می باید که محض مجهل ننماید
و پریشانی و سرگردانی نسبت چراکه حضرت ایشان فرموده اند فی عجبی
که سرگشته شود طالب دوست ؟ عجب اینست که من در اصل سرگردانم
شاید که حقیقت نایافت نفهمیده اید والله در نایافت وصل حق
حقیقی است یرکوه سرزدن از جمله وسوسه شیطانی است در یافت
حق از همه یافت بکیفی نایافت پیدا کنند و بس مکتوب بعزیزان
صدور یافت

صدور فیض ات العلیم الحمد لک والسلام علی عبادک الصالحین

چون بفضل خاص بی بهانه خود ارلیائی خود را از زلونیات و تجلیات

در ابتدای وسط نواخته استعداد ایشان را برای تحمل مارا فات

پرورش میفرمائی و بعد ازان بفضل اخص از قید توجه بتجلیات

خلاص نموده بمراتب شهودی که داخل وصل بتلبس است برا ورده

نبا یافت عطا فرمایی و ازینجا با طایف بی بهانه اخص الخواص

بحقیقت نا یافت مشرف میفرمائی زهی اقتدار اند کمال قوت که بعضی را

بحسب مناسبت بمرتبه ولایت غالبا بخلوت رغبت دادی و کار

و بارایشان نزاد دران خانه خلوت جاری میسازی و بعضی را از انجا

بخته کرده بجلوت حی اری و از منصب ارشاد عام که خاص جناب

انبیا است بمناسبت کمال متبعیت عطا میفرمائی در حق طایفه

اول جلوت سم قاتل نمودی و در حق آن مکمل که طایفه ثانیه است

خلوت را عین نقصان مقرر فرمودی الا النسبت. آن خلوت در دل

ایشان را در مرتبه جلوت ترقی آوردی استدعا مینمایم که این عاجز

را از اولش خودی این جم غفیر عطا میفرمائی پایه بپایه مراتب دونو

marfat.com

در جواب گفتی عبد بکریم عدد در فضیلت از [illegible] اندکی از ایشان
[illegible] را [illegible] از جهت آنکه اجابت [illegible] تقدیر است
پس دعا خواستن [illegible] طایفه [illegible] دانکه همه

کیکاج

شما [illegible] از این [illegible] است اما مقدر بر دو مرتبه است مقدر بتقدیر
مبرم مبرم السند [illegible] پیش او هیچ وجه جایز نیست پس دعا خواستن
در مبرم تفریح اوقات است دوم معلق زان است که گردش [illegible]
بر دعا [illegible] داشته اند چون بر دعا معلق شد بدعا [illegible] گردد و
اما [illegible] که مبرم چیست و معلق کیست پس شبهه نزدیک است
حق سبحانه تعالی مبرم را بر دعا [illegible] خلق را بر دعا موقوف
ساخته پس بنده را باید که برای تعلق دعا خواند چه هر گاه حق تعالی
[illegible] دعا [illegible] دانسته [illegible] دعا ما خواستن [illegible]
جل شانه گردانیده است و آن [illegible] بزرگان ما [illegible] اند
که مخالفت با [illegible] جل شانه ندارند بنابر آنست امر معلق بر دعا [illegible]
و اول طایفه که دعا نمی کنند شاید که بمرا لحتم [illegible] دانسته باشند یا
بنابر آنکه بود [illegible] اعلم بالصواب و در دعا عین حضور [illegible]

۱۲ ای ۱۲

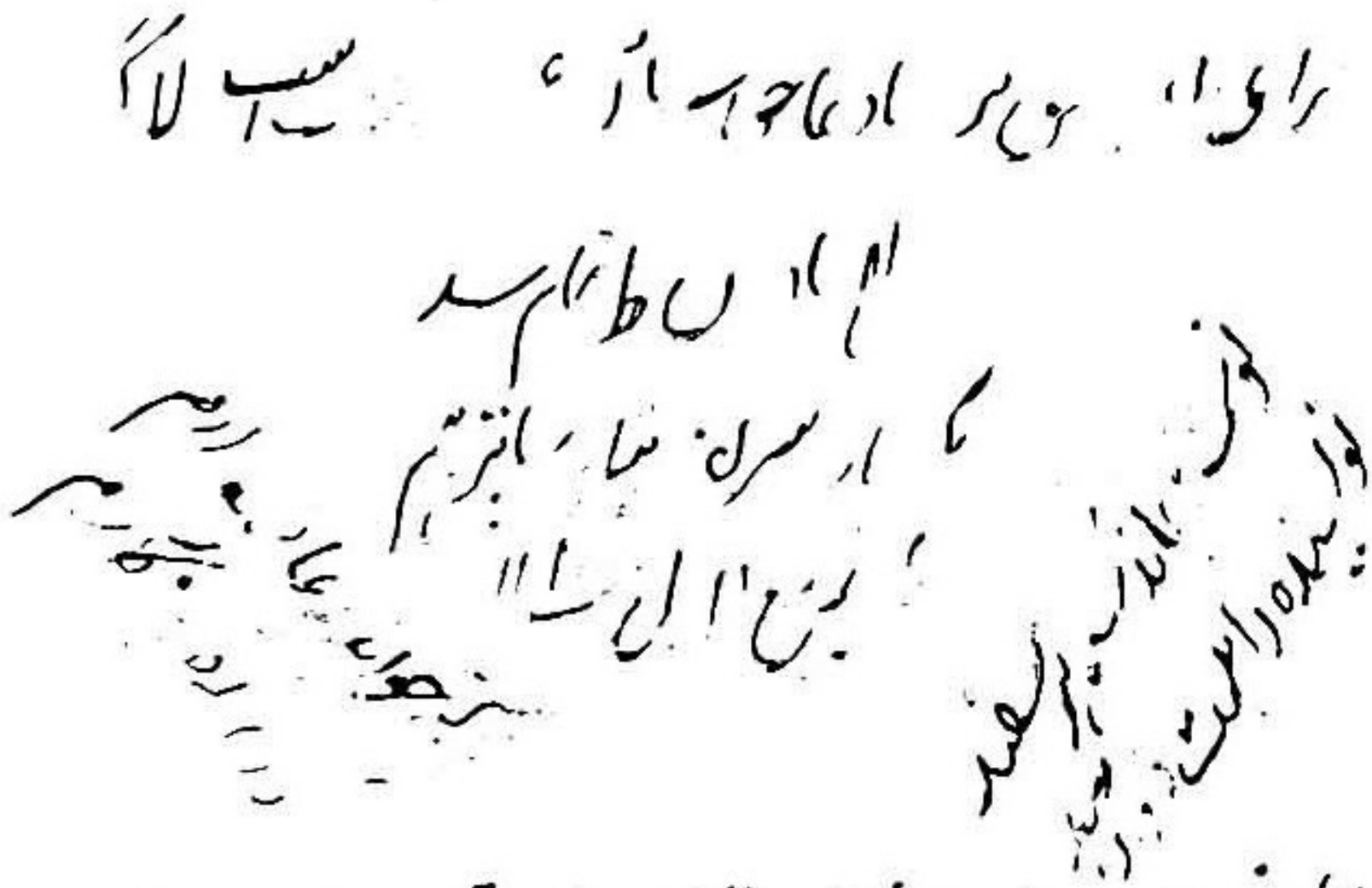

تاریخ وفات حضرت شیخ عبدالنبی مرحوم قدس سرہ العزیز

ای درنغ از چشم ظاہرین ... شد نہان در پس سرادق اول
ماہ فیض افروز ما سالکان ... پیر تو خورشید دین شیخ
شمع جمعی کاندہ فی شاہم ... لا یولوا لی الدنیا
اسلام حریم نوشش دنا ... حلول جانب اعلا
شاہ اولیا شاہ مردان ... لا سراج الاصفیا
قبلہ یکس بود اعتنا ... نہال عزت جاوید
سور عرفان بود صدور ... احدی الاثنین بود
صدر اشاد بعید طہران ... منبع خیر ہدایت استا
صحرا ماب بود خاک ... عبدالنبی رحمانی
آسمان سروری رکنا ... مہر آبخاک التجا

یارب از فیض ضیاع یم ... دفترت ها ... ای ... اکر ... اما
وضته الاحباب از مرقدت ها ... بر فیض نضارت کل نماء
از کسوف مهر حصر ولت ها ... صبح روشن ... در فیا چون ...
شد جهان تابنک در حسم و بصائرها ... کلبه بی شمع دم را ضیا
سوخت ای ... در ... ردها ... ده کلک ... با قضا
زانش این تعویب داشت کیا ... عالمی از ترا ... ما در را
کشته طغیانی جو سیل هل شکن ... اشک خونین از دو ... وه ها
زین جکر ... ی ها ... قه ها ... در ... ت حسر ... سیا
ادبی بار نخوانین ... ها ... ل کسون ... د ... فلسرس
مائته ارعائت حسن طلب ها ... ص کرد مهر ابتدا

۱۱۴۶

خلیفه علی برحق

۱۱۴۶

عالم علم لدنی ... ها ... بحر ... ظهر ... ش ...
ارد نثار وجودش ... سم ... شریت ... ی ... سم جلا

لغطامع.

marfat.com

نفظ جنی ہر... ا... ز... گ... ی...

... ر... ا... ن... ا... ل... ن... گ... ا... ی...

... ا... ر... ی... م... و... ی... ا... ا... ر... ۱۰۱۵ء

طی شرور ا... ا... ر... م ... ا... روت اعظم رہما

... ر... ا... ا... ف... ا... ت دار ہبوت ا...

... ا... ز... ا... ی... ہبوت ... ند ... اولیا

... ل... و... گ... ر... ا... ص... د... ق... و... ر... و... ق... ا... ر... ا... ... ا... ع... ن... ا... ن ... م ... ت...

... و... ح... ہ ... ا... ی ... ر... ح... ا ... ا... ر... ا... ح... ا ... ا... ع... ا... ن... ہ...

... ط... ر... ی... ق... ہ ... ہ... م ... ف... ن ... خ... ا... ص... ش... ت ... ا... ح... و... ا... ن... ا...

... ا... ے ... ح... ... ر... ا... ز... ی ... ع... ل... ی ... ف... ی ... ا... ... ر... ہ ... ا...

... و... ن ... ک... ر... د... ... ا... ن ... ا... م ... ... ا... ... ا... ر ... ا... ی ... ا... ی...

... ط... ل... ع... ی ... ا... ف... ت... ا... د ... ا... ن... د... ر ... ... ع... ا... ل... م ... ت... ک... ر... ی... ... ت ... ا... ر... ض ... و... ر... ہ... ا

... س... ا... ل ... ا... ر... ی... خ ... ا... ش ... ا... ز ... ح... ر... د... ... ح... و... ن ... ب... ح ... ا... ز ... ... ص... د... ق ... ر... و... ف... ا

... ک... ف... ... ا... ن... ... ہ ... ہ... ر ... ی... ا... ی ... ش... ت ... ... س ... ... و ... ک... ر... م ... ح... ل... م ... و ... ح... ی...

... و ... ق ... ی... ا... ں ... ک... ش... ت ... ک... ہ ... د... ر ... ر... ض... ہ ... ا... ت ... ... ر ... ... ت ... ا... ش ... ا... ی ... ن... و... ر ... ا... ل... ہ... ا

marfat.com

marfat.com

شجرۂ عالیہ نقشبندیّہ احسنیّہ

نام ہائے شجرۂ پیراں شنو اے مہتدی
ورد خود کُن تا تواز امداد ایشاں برخوری
شیخ ما عبدالرسولِ نقشبندی مرشدی
شیخ او حضرت محمّد شہریار معنوی
خواجۂ عبدالنّبی ہم شیخ طاہر باشرف
حاجی عبداللہ از و حاجی شریف متقی
شیخ آدم شیخ احمد خواجہ باقی خواجگی
خواجہ درویش محمّد زاہد احرار ولی
خواجہ یعقوب و بہاؤالدین دیگر میرِ کلال
خواجہ بابا واں دگر خواجہ علی رَامیتنی
خواجہ محمُود است و عارف خواجہ عبدالخالق است
خواجہ یوسف باز شیخ فارمدی بُوعلی
بُوالحسن پس با یزید و جعفرِ صادق بود
قاسم و سلماں اَبابکر و رسولِ ہاشمی
بر نبی و آل و اصحاب ہمہ پیران ما
صد ہزاراں رحمت حق باد نازل دائمی

احقر سعید احمد مہاجر اُرمڑ

---

www.maktabah.org

مکتوب: ۱

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ احسنیہ کے بارے میں تحریر ہوا۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ فقیر عبدالنبیؒ ساکن قصبۂ سیام نے حضراتِ نقش بندیہ کا طریقۂ سلوک حضرت حاجی عبداللہ سلطان پوریؒ سے بے انتہا خدمت کے بعد حاصل کیا۔ اُن کی وفات کے بعد حضرت حاجی شیخ محمد طاہر عالم پوریؒ سے باقی ماندہ حاصل کیا، وہ حضرت حاجی عبداللہؒ کے خلیفۂ کامل تھے نیز میاں محمد جانؒ ساکن قصبہ میانی کی صحبت سے بھی استفادہ کیا۔ وہ بھی حضرت حاجی عبداللہؒ کے کامل خلفا میں سے ہیں، اور ان دونوں بزرگوں یعنی شیخ حاجی محمد طاہرؒ اور حضرت محمد جانؒ نے قطبِ دوراں حضرت عبداللہ جی سلطانپوریؒ سے براہِ راست طریقت وحقیقت میں کمال حاصل کیا ہے اور حضرت عبداللہ جیؒ نے علم طریقت، غوثِ زماں حضرت محمد شریف جیؒ سے حاصل کیا ہے اور انہوں نے قطب الاقطاب حضرت شیخ آدم بنوریؒ سے، اور انہوں نے سلسلۂ قادریہ، چشتیہ اور دوسرے سلسلوں میں سلوک کی منزلیں طے کرنے کے بعد حضرت مجدد الف ثانی غوث صمدانی المعروف

بہ حضرت احمد فاروقی سرہندیؒ سے براہِ راست فیضِ طریقت حاصل کیا ہے حضرت سرہندیؒ نے شیخ کامل حضرت خواجہ محمد باقیؒ سے، اور انہوں نے حضرت مولانا خواجگی امکنگیؒ سے، اور انہوں نے حضرت مولانا درویش محمدؒ سے، انہوں نے حضرت محمد زاہدؒ سے، انہوں نے حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ سے، اور انہوں نے حضرت یعقوب چرخیؒ سے اور انہوں نے شیخ المشائخ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ سے، انہوں نے بڑی خدمت کے بعد حضرت میر سید کلالؒ سے، انہوں نے حضرت خواجہ باباسماسیؒ سے، اور انہوں نے بڑی خدمت کے بعد حضرت خواجہ شاہ علی رامیتنیؒ المشہور بہ عزیزاں سے اور انہوں نے حضرت محمود انجیر فغنویؒ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ محمد عارف ریوگریؒ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ یعقوب یوسف ہمدانیؒ سے اور انہوں نے بڑی خدمت کے بعد حضرت شیخ ابوعلی فارمدی طوسیؒ سے، اور انہوں نے حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانیؒ سے، اور انہوں نے بڑی خدمت سے حضرت ابوالحسن خرقانیؒ سے اور انہوں نے بایزید بسطامیؒ سے، اور انہوں نے حضرت جعفر صادقؓ سے، اور انہوں نے حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ سے اور انہوں نے حضرت سلمان فارسیؓ سے اور انہوں نے حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیقؓ نیز حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے علمِ طریقت بلاواسطہ حاصل کیا

مکتوب : ۲

راہِ سلوک، نقش بندی طریقے سے طے کرنے کے متعلق لکھا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جان لو کہ طریقت میں سلوک کی ابتدا لطیفۂ قلبی کے ذکرِ خفی سے ہوتی ہے اور یہ لطیفہ قلبی بائیں پستان سے دو انگل نیچے ہے۔ اس لطیفہ میں اسم ذات کی تکرار کی جاتی ہے، اور لفظی صورت میں بھی پسندیدہ نام کو دل کے لوتھڑے میں داخل کیا جاتا ہے، لیکن اس طریقے سے کہ اس پسندیدہ نام کی تکرار میں صرف جامع کمالات کی ذات

marfat.com

کا یقین ہو۔ اس مقام پر اپنی استعداد کے مطابق سالک فنا اور بقا حاصل کر لے گا اور جو شے ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ ذکر میں لذّت اور جمعیّتِ خاطر پیدا ہو اور محبت غلبہ پائے، اور اس کے بعد نفی و اثبات سے حبسِ دم فرماتے ہیں اور اس کا حاصل دنیا سے تعلق کی نفی ہے۔ اس سے ذکرِ قلبی کی طاقت بھی میسّر ہوتی ہے۔ اس ذکر کے بعد لطیفۂ روحی جسے ایک طرح سے دل میں کہتے ہیں، کا مقام دائیں پستان کے دو انگل نیچے ہے۔ اس مقام پر تجلّیات اور فنا کی کیفیّت کچھ اور ہی ہوتی ہے کہ اگر ہاتھ آجائے تو پھر جمعیت خاطر اور لذّتِ مطلوبہ حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد لطیفۂ سِرّی کا ذکر سینہ میں، لطیفۂ خفی کا ذکر پیشانی میں، اور لطیفہ اخفیٰ کا ذکر دماغ میں کرتے ہیں۔ سالک کو اس کی استعداد کے مطابق یہ تجلّیات، فنا اور یہ مرتبے حاصل ہوتے ہیں اور ضروری ہے کہ یہ ذکر قلب اور روح میں کیے جائیں۔ جب یہ لطائف اللہ کے نام سے نُور حاصل کرتے ہیں ان کو سَیرِ لطائف کہتے ہیں۔ اس کے بعد جامعیت کے خیال سے اخفیٰ سے قدم تک وجُود کے ہر ذرّہ میں ذکر کرتے ہیں اور جب وجود کا ہر ذرّہ ذکر کرنے لگ جائے، تو اس کو ذکرِ سلطان کہتے ہیں۔ کبھی کبھی ذکرِ سلطان اس طرح غلبہ کرتا ہے کہ جس پر نظر پڑے اور جو کچھ سنائی دے، اور جو کچھ چھُونے اور چکھنے کے حواس سے متعلق ہو جائے، اس میں اللہ کا نام پایا جائے گا۔ اس کے بعد اگر سالک مستعد ہے اور اسے ہر لطیفہ کی تکرار یاد رہے، تو نام اس طرح تبدیل ہو جاتا ہے کہ ہر لطیفہ میں بلکہ اپنی پوری ذات میں وہ اللہ کا نام آواز کے مدّ و جزر کے ساتھ نُورانی اور پُر صفا پاتا ہے۔ اس مقام پر یاد رہے، کلمۂ طیبہ کی نفی و اثبات کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ لیکن ضرب اور حبسِ دم ہر یا زہو اللہ کے نام کی مدّ کے ساتھ نفی و اثبات کی تکرار یادداشت کی طرح کرتے ہیں۔ چونکہ یہ مقام حرف اور آواز کے بغیر نام کے نُورِ صفائی و حضوری کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، اس پر بدن کا ذکر ختم ہو جاتا ہے، لیکن روح کے ذکر کے سلسلے میں اس طریقہ کی خصوصیت

marfat.com

یہ ہے کہ سالک ان مقامات پر جذبات کی شدّت سے بے ہودہ اور فضول باتوں کا مرتکب نہ ہو، صرف شرعی عقیدہ کی پیروی سے عبادت میں مصروف رہے اور اگر اس مقام پر وہ عجائبات کے ظہور کی وجہ سے بے خودی سے مغلوب ہو جائے، تو اس تمام کو ولایتِ خاصّہ کا سایہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد اس ذکر کا آغاز ہوتا ہے، جو بدنی مراتب کے ضمن میں روح کے جوہر سے تعلق رکھتا ہے یہ وہ حضوری ہے، جو کسی لفظ، حرف، سمت، مقام، فوق اور تحت سے بے نیاز ہے، جیسا کہ اس کی ذات کے شایاں ہے۔ اس کو حضوریِ مسمّیٰ یا دداشتِ مسمّیٰ، اور شہودِ مسمّیٰ کا نام دیتے ہیں۔ اس مقام پر اس طریقہ کی خصوصیت خالص پاکیزگی، بے کیف حضوری اور محض شہود ہے اگرچہ دوسرے طریقوں میں یہ وحدت الوجود اور غنیت بن جاتا ہے جیسا کہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ اور دوسرے متاخرین کے کلام سے پتہ چلتا ہے۔ اس مقام پر سالک کی استعداد کے مطابق تصرّفات ظاہر ہوتے ہیں۔ اللہ کے سوا باقی سب سے قطعِ تعلق مقصود و مطلوب ہوتا ہے یہ مکمل استغراق و تنزیہ ہے، اور اللہ کی ذات و صفات میں فنا ہو جانے کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔ اس مرتبہ کے مالک کا مقصد جب تک تنزیہ اور شہود اور بقا کا حصول ہے، اسے ولایتِ خاصّہ کہتے ہیں۔ اس ولایت کو بزرگوں کی اصطلاح میں ولایتِ صُغریٰ کہتے ہیں۔ جس وقت اللہ پاک کے فضل سے توجّہ جو خیال کے تصرّفات میں سے ہے، گم ہو جانے اور نایافتگی کے درجہ پر پہنچ جائے، تو اسے ولایت اخص (انتہائی خصوصی) کہتے ہیں اور چونکہ ولایتِ اخص میں توجہ معدوم نہیں ہوتی، بلکہ بے کیف ہونے کی وجہ سے خود گم ہوتی ہے، اس لئے اس کا کیف نامعلوم ہوتا ہے۔ لہذا اس دلانیت کو ولایتِ مجہولہ کہتے ہیں اور سالک نے اپنی طاقت کے حساب سے جو فضل عام کی وجہ سے موجود ہوتی ہے، محنت و کوشش سے کام کو اس منزل پر پہنچایا ہوتا ہے۔ اس سے آگے فضلِ خاص کی ضرورت ہے تاکہ اس کے علم کے مرتبوں کے مطابق اس پر ضروری علم کا اظہار اور حقیقت انسانی کا انکشاف ہو تاکہ مخفی توجہ

سے اطلاع پاکر اس بلند مرتبہ پر فائز ہو اور حقیقی بے توجہی سے جس کا انحصار اللہ تعالےٰ کے علمِ حضوری اور حضوریِ علم پر ہے، مشرف ہو۔ اس وقت توجہ معدوم ہو جائے گی۔ اور توجہ کے بغیر اپنے آپ کو یقیناً کیفِ حقیقی کے بغیر حاضرِ جناب (سبحانہ وتعالےٰ) پائے گا۔ اس سے اُسے معلوم ہو گا کہ میری یہ حضوری مروجہ علوم کی وجہ سے نہیں، بلکہ خدا دری علم کی بدولت ہے کہ تمام اشیا کا عالم، بے توجہی اور انسانی حقیقت کے مرتبے سے ہے۔ اگر اللہ سبحانہ وتعالےٰ مرشدِ کامل کی پوشیدہ برکت سے خود بخود عطا کر دے، تو یہ محض اس کا فضل ہے ورنہ مُرشِد کی باطنی نظر کی تعلیم کی بدولت وہ ادنےٰ مقامات سے اعلےٰ مقامات تک عروج کرے گا اور اپنی انسانی حقیقت کو معلوم کر لے گا کہ اس شخص کا یہ پہلا مرتبہ نورِ اوّل کے ضمن میں بے حجابی سے، پہلے نُور یعنی نُورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرنے سے ہے اور اس حضوری کے مرتبہ کے مالک اور حضوریِ علمی کو ولایت انبیاء کے کمالات سے بہرہ وری کہتے ہیں۔ اس مقام پر جس طرح سالک کو صفتِ علم کا اظہار حاصل ہو گا۔ اسی طرح وہ تمام ضروری صفات کے اظہار سے مُجمل یا مفصّل طور پر بہرہ یاب ہو جائے گا اور صرف بے توجہی کی بدولت خود کو اور غیر کو ذات وصفات کے اعتبار سے ذات واجب کے کمالات کے منظر سے، جو مطلق اور بے کیف ہے، بغیر کسی تشبیہ کے شائبہ کے حاصل کر لے گا اور اس کی نظر اس ذاتِ بے کیف کے حضوریِ اظہار کے ذریعے سے غالب و کامیاب ہو گی اور چونکہ اس اعلےٰ مقام میں صفات کا حصول ہوتا ہے، اس لیے اگر خدا کے فضل سے معلوم ہو جائے کہ ذات اپنے ذاتی اوصاف کی محرم ہے اور اسی طرح دوسری صفات کے بارے میں بصیر و سمیع ہے اور یہ ذاتی اوصاف اس کے یقیں سے زیادہ ہیں۔ تو صرف بے توجہی کی بدولت تحقیق اظہار کی طرف پیش رفت کرے گا اور اپنی تمام ذاتی قابلیتوں کو اُس کے حضور میں صرف کر کے نایافتگی کی حقیقت سے بہرہ ور ہو جائے

گا اور پھر اللہ کے علم کی بجائے اللہ پر ایمان لے کر حاضر ہو گا۔ اس وقت وہ نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص کمالات سے بہرہ یاب ہو گا اور ذاتِ جامع صفات کو پالے گا۔

میرے عزیز! ولایت، انبیاء اور نبوتِ انبیاء کے کمالات تک پہنچنے کو آسان نہ سمجھا جائے۔ ان مقامات کی باریکی اور بلندی "نکات الاسرار" سے واضح ہوتی ہے اگر چاہو تو ان کی تفصیل وہاں دیکھ لو، یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

مکتوب: ۳

جو صاحبِ طریقۂ احسنیہ کی اصطلاح کے بموجب چھ لطائف کی تحقیق کے بارے میں مخدوم زادہ محمد عمر کے نام لکھا گیا وہ حضرت حاجی عبداللہ بکرٹی کے فرزندوں میں سے ہیں۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی خصوصاً علی نبیہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

(تعریف اللہ کی، سلام اسی کے منتخب بندوں پر، بالخصوص اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان کی آل اور اُن کے تمام صحابہ پر)

اللہ تعالیٰ تمہیں نیک راہ پر چلائے۔ جان لیجیے کہ نقشبندی مسلک میں طریقۂ احسنیہ کے مقصد قریب ترین ہے اور سالکوں کو اس کی تفصیل جاننا ضروری ہے۔ مختصر طور پر اس کا کچھ حصہ چند سطروں میں لکھا جاتا ہے۔ جان لینا چاہیے کہ جب کوئی سچا طالب اللہ پاک کی توفیق سے اس طریقہ کے بزرگوں میں سے کسی ایک عزیز سے متوسل ہوتا ہے، تو وہ سب سے پہلے استخارہ سکھاتے ہیں اور استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد جب سونے کا وقت ہو جائے اور دنیاداری کی باتوں کی ضرورت نہ رہے، تو تازہ وضو کرے اور ایک سو ایک بار "استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ" (میں ہر گناہ سے

اپنے رب کی پناہ مانگتا ہوں، اور توبہ کرتا ہوں) پوری صدق ر
نیت سے کہ تمام جسمانی اور روحانی کوتاہیوں سے جو مجھ سے سرزد ہو کے کمالات میں
نے توبہ کی، اور نئے سرے سے مسلمان ہوا ہوں۔ اس کے بعد اٹھ کر دو رکعت اور جب
استخارہ کی نیت کرے، یعنی کہ میں دو رکعت نماز استخارہ ادا کرتا ہوں، تاکہ خو
تعالےٰ مجھے اپنے رسولؐ کی متابعت میں اپنی رضا کے حصول کے لیے مُحکم رکھے۔ پہلی
رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ آیت الکرسی ایک بار، اور دوسری رکعت میں سورۂ
فاتحہ کے ساتھ سورہ "الکافرون" ایک بار پڑھے۔ اپنے آپ پر پوری طرح خوفِ
خداطاری کرے اور گریہ وزاری کرے۔ اور نماز ختم کرنے کے بعد ایک سو ایک بار
درُود شریف پڑھے، اس کے بعد ایک سو ایک بار کلمۂ تمجید پڑھے اور اس کے بعد
نہایت عجز وانکساری سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے۔ جب نیند کا غلبہ ہو۔ تو زمین پر سو جائے
اور اگر معذور ہے، تو پھر جس طرح چاہے سوئے۔ اس کے بعد جو کچھ خواب میں بشارت
ہو۔ مُرشد سے بیان کرے اور اگر پہلے روز بشارت نہ ہو، تو پھر تین روز تک اسی طرح
استخارہ کرے یا استخارہ کے بعد اپنے دل پر نگاہ دوڑائے کہ کیا استخارہ کے بعد اپنے
دل کو اُسی طرح اعتقاد میں مضبُوط پاتا ہے، جس طرح پہلے تھا۔ یہی بشارت ہے،
پس مُرشد کو چاہیے کہ تنہائی میں اسمِ اللہ کے ذکر کی تعلیم دے۔ یہ اللہ کا اسم ذات ہے۔
اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی زبان کو تالو سے لگائے، اور خیال کی نگاہ قلبِ صنوبری
پر ڈالے، اور آنکھیں بند کر لے اور قلب صنوبری کا مقام بائیں پستان سے دو اُنگل
نیچے ہے اور یقین رکھے کہ گوشت کے اس لوتھڑے میں لطیفۂ نورانی ودیعت کیا
گیا ہے۔ اسے دل کہتے ہیں۔ پس پوری طرح اس کی طرف توجہ کرے اور اس گوشت
کے لوتھڑے کے اندر سے اللہ جلّ شانہ، کا نام کہلوائے۔ اس طریقے سے کہ
اس نام کو غیرِ ذات نہ جانے، اور حتی المقدور اس حالت کو اُٹھتے بیٹھتے ہاتھ سے جانے

marfat.com

نہ دے۔اس کے بعد مُرشد کو چاہیے کہ خود اس کے قلب کی طرف توجّہ کرے ۔اور اس توجّہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ہمّت اپنے مرید کے قلب کی طرف لگائے اور اپنے قلب کے منہ کو مرید کے قلب کے منہ پر تصوّر کرے ،اس طرح کو درمیان میں کوئی اور خیال نہ آنے پائے۔اور پورے خشُوع وخضُوع سے اللہ پاک کی جناب میں التجا کرے کہ ذکر کا نُور سالک کے دل میں قوّت پیدا کرے ،اور قلبی جذب کے ذریعے مرید کے قلب کے باطن کو اپنی طرف کھینچے۔اور اسی طرح کم وبیش ایک ساعت (گھنٹہ) تک مرید کے حال کی طرف متوجّہ رہے ،اس طریقے کے اکابر کی ارواح پاک کو اپنے شاملِ حال جان کر اس تصرّف کو ان کی طرف سے اس وقت یا اس کے بعد امداد جانے۔اس کے بعد مُرید سے پُوچھے۔اگر وہ اچھی طرح سمجھ گیا ہے اور اس نے آرام پالیا ہے، تو سورۂ فاتحہ پڑھے اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت لے ،اور اسے خدا کے حوالے کرے اور اسے بتا دے کہ طریقۂ نقشبندیہ میں یہ طریقہ احسنہ خلیفۂ زماں حضرت سیّدی شیخ آدم بنوریؒ کی طرف سے ہے۔جب مرید اسم ذات کے ذکر میں لذّت پانے لگے ،تو اسے نفی واثبات کے کلمہ کی تعلیم دے۔جب نفی واثبات کو مشہور طریقے سے اکیس(۲۱) بار تک پہنچا دے اور اپنے دل میں بے تعلّقی کا اثر پانے لگے، تو حق تعالےٰ کا شکر ادا کرے۔اس کے بعد لطیفۂ رُوحی کے ذکر کی تعلیم دے اور اس کا مقام دائیں پستان سے دو اُنگل نیچے ہے، اور لطیفۂ رُوحی کو سفید، سفید کپاس کی طرح، تصوّر کر کے اسم ذات کا ذکر جس طرح کہ لطیفۂ قلبی میں لکھا گیا ہے پورے خشُوع سے کرے اور ہر دفعہ اس سبق کو دہراتا ہے، حتیٰ کہ ذکرِ قلبی کی طرح اس میں بھی خاطر جمعی اور لذّت حاصل کرے۔لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سالک کو ان دو لطیفوں میں تجلیّات سے سابقہ پڑتا ہے۔لیکن سالک کو چاہیے کہ حتی الامکان اپنے آپ کو ان تجلیّوں سے مغلُوب، نہ ہونے دے، اور قلبی نظر میں اللہ تعالیٰ کے تنزیہ کو محکم کرے۔اس کے بعد لطیفۂ سِرّی (خفیہ) کی تعلیم دے۔

یہ نہ سمجھے کہ یہ سفید یا سُرخ رنگ اس لطیفہ کا ذاتی رنگ ہے، بلکہ یہ اس کے کمالات میں سے ایک کمال ہے، جو عالمِ مثال میں سالک کی تسلّی کے لیے ظاہر ہوتا ہے اور جب سالک پچھلے مرتبہ پر تعلیم حاصل کر لیتا ہے تو اس لطیفہ کی شکل سالک کی پسندیدہ صورت میں بطور نیک فال کے ظاہر ہوتی ہے، تاکہ متفرّق اُمور سے اس طرح سے جو اُس لطیفہ سے قربت رکھتا ہو، تعلق پیدا کرے اور مختلف اندیشوں کی نفی ہو جائے اور اس مخصُوص لطیفہ کا مقام سینے کے درمیان ہے، دونوں پستانوں کے درمیان۔ اور اسم ذات کا ذکر اس طریقے سے، جیسا کہ اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے، بار بار کرے اور اپنے آپ کو تمام اوقات میں اس ذکر میں لگائے رکھے، حتّیٰ کہ خاطر جمعی اور لذّت حاصل ہونے لگے۔ اس کے بعد اسی طرح لطیفۂ اخفیٰ کی تعلیم دے اور اس مخصوص لطیفہ کا مقام پیشانی میں ہے اور اس مقام پر مذکورہ طریقے سے اسم ذات کی تکرار کرے۔ اس لطیفہ کے حصول کے بعد لطیفۂ اخفیٰ کی تعلیم کرے اور اس لطیفہ کا مقام سالک کے سر کے اُوپر، تالُو ـــــ میں ہے۔ مذکورہ بالا طریقے سے اسم ذات کی تکرار سے یہاں بھی لذّت حاصل کرے۔ یہی بیان ہے، اس حدیثِ قُدسی کا جس میں فرمایا گیا ہے "اِنَّ فِیْ جَسَدِ بَنِیْ آدَمَ مُضْغَۃً وَفِی الْمُضْغَۃِ قَلْبٌ وَفِی الْقَلْبِ فُؤَادٌ وَفِی الْفُؤَادِ سِرٌّ وَفِی السِّرِّ خَفِیٌّ وَفِی الْخَفِیِّ اَخْفٰی وَفِی اَخْفٰی اَنَا" (بنی آدم کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے۔ اس لوتھڑے میں ایک قلب ہے، اس قلب میں ایک فواد ہے، اس فواد میں سِرّ (راز) ہے، اس سِرّ (راز) میں ایک خفی ہے، اس خفی میں ایک اخفیٰ ہے اور اس اخفیٰ میں "مَیں ہوں")

میرے عزیز! بزرگوں کی اصطلاح میں اس سَیر کو سیرِ لطائف کہتے ہیں اور جب بار بار کرنے سے یہ سَیر ختم ہو جائے اور سالک اپنی استعداد کے مطابق مختصر یا مفصّل طور پر اس سیر کو حاصل کرے، تو چاہیے کہ اُسے پھر لطیفۂ قلبی کی طرف لایا جائے۔ اور اسم کی یادداشت کی تعلیم دی جائے، کیونکہ اس سے پہلے تکرار اسی ہی تھی اور اسم کی

یادداشت کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے نام کو قلب کے اندر سے، جو نُورِ محض ہے اس طریقے سے کہے کہ تکرار کا ارادہ نہ کرے، بلکہ اللہ کے اسم کی مدّ کو لمبا کرے، اور ایک آواز کی طرح نکالے، اور اس ایک آواز کی اس طرح حفاظت کرے، کہ ٹوٹنے نہ پائے اور اگر ٹوٹ جائے، تو پھر نئے سرے سے شروع کر دے اور یادداشت کی قوت کے لیے نفی واثبات کے نام کو لمبی مدّ کے ساتھ، چاہے حبسِ دم کے ساتھ اور چاہے حبسِ دم کے بغیر، اختیار کیا جائے اور جب یہ نسبت اس طریقے سے قوت پکڑ لے کہ اپنے دل میں بلکہ تمام لطائف میں، بلکہ تمام بدن میں، اس کے نُورِ تمام کی بدولت اس آوازِ محض کو ایک جیسا پیدا کر لیں، تو ان لطائف کی بات، جو بدن اور الفاظ سے پیدا ہوتے ہیں، ختم ہو گئی۔ اب اُن لطائف کے بارے میں کوشش کرنی چاہیے، جو الفاظ کے بغیر ہیں۔ اب اسم کی یادداشت کے بعد مُسمّٰی کی یادداشت کی تعلیم دینی چاہیے۔ یعنی قلب کے مقامِ خاص کو نظر میں رکھ کر اس لطیفہ پر نظر ڈالنی چاہیئے، جو ایک امرِ نُورانی ہے اور جس کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے۔ محض ایمان سے حقِ سبحانہ و تعالےٰ کو بے پردہ حاضر یقین کرے، لیکن بے کیفی اور بے جہتی سے، اور تمام جہات کو نظر سے ہٹا دے اور جان لے کہ اللہ تعالےٰ بے کیف و بے جہت حاضر ہے۔ چنانچہ اس علم کو کسی وقت بھی آنکھ اور سمجھ سے اوجھل نہ ہونے دے۔ اگر غفلت سرزد ہو جائے، تو پھر اسی طریقے سے حاضر کرے، حتیٰ کہ مشاہدۂ نور کو سر سے پاؤں تک گرفت میں لے لے اور اس میں پوری طرح محویّت پیدا کر لے، یہاں تک کہ نُورِ حق کے سوا اپنے یا اپنے علاوہ کسی اور کو نہ پائے۔ اس مقام پر اگر اشیاء شُہود کے غلبہ کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کی معیّت میں عین حق نظر آنے لگیں۔ تو اس طائفہ کی اصطلاح میں اسے توحیدِ وجُودی کہتے ہیں اور اگر اشیا کو گُم کر دے، تو ان اشیا کے پرے حق تعالےٰ کے جمال کا نظارہ کرے گا اور اشیا کو نظر سے ہٹا دینے کو توحیدِ شُہودی کہتے ہیں اور جاننا

چاہیے کہ یہ دونوں مقامات اس ولایتِ خاصّہ میں پیش آتے ہیں جو اولیائے اُمّت کی ولایت کا حِصّہ ہے۔ اس سے پہلے سیرِ لطائف کی تجلّیات وغیرہ سے اسم کی یادداشت تک جو پیش آتا ہے، وہ ولایت اولیا کے سایہ میں ہوتا ہے، اگرچہ ولایتِ اولیائے اُس ولایت کے اہلِ ظلّ کی نسبت زیادہ کمال رکھتے ہیں۔ لیکن ابھی اُس مطلوب حقیقی کا حصُول جو اشیا کے پردے کے بغیر ہو، اس سے آگے ہے۔ اسے اس کی اُمید کرنی چاہیئے۔ سالک کو چاہیے کہ ان تجلّیات و مشاہدات کی لذّت میں پھنس کر نہ رہ جائے، بلکہ مزید ترقی کا طلب گار بنے۔ اس کے بعد اگر وہ پیرِ کامل بن جائے، تو ان غلبات کے گرداب سے محض توجّہ ہی سے اپنے مرید کو باہر نکال لے گا اور اس کے ذہن کو ان تجلّیات و مشاہدات اور توجّہات سے خالی کر دے گا اور نایافتگی کی تعلیم دے گا اور نایافتگی کے سلُوک کا طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ مرید کے ذہن میں حق کے ساتھ یا حق کے بغیر، خواہ وہ لطیف والطف ہی کیوں نہ ہو، قرار پائے اور تصوّر میں آئے، اُسے بالکل نکال کر خالی الذہن کر دے اور ہر وقت اس کی سابقہ توجّہ کو زائل کرنے کی کوشش کرے۔ تاکہ اس کے باطن میں مطلُوب وغیر مطلُوب کی طرف کوئی توجّہ پیدا نہ ہو، بلکہ اس کا مطلُوب بے توجّہی اور یقینِ صاف ہو جائے۔ یہاں تک کہ کچھ بھی معلوم نہ رہے، سوائے نورِ یقین کے۔ سالک جب تک اس معاملہ میں توجہات کے دُور کرنے میں لگا رہتا ہے، وہ ولایتِ اخص کے مرتبہ کا سالک ہوتا ہے اور جب نفی کی حاجت نہیں رہتی اور توجّہات و تصوّرات کی آمد و رفت سے آئینۂ دل صاف ہو جائے، اور بے توجّہی اور بے تکلّفی حاصل ہو جائے، تو وہ ولایتِ اخص کے کمالات پا لیتا ہے۔ لیکن ابھی اس واصل کی توجہ اور تصوّر معدوم نہیں ہوا ہوتا، بلکہ مفقُود ہوتا ہے، جیسا کہ اس سے پہلے مکتوب میں ذکر کیا گیا ہے اور یہ پاکیزہ ولایت چار مقرّب فرشتوں کے سپُرد ہے اور ان کی متابعت میں اولیائے اُمّت کے نصیب میں بھی ہے بشرطیکہ

marfat.com

استعداد کی مناسبت پیدا ہو جائے۔ اور جاننا چاہیے، کہ اس ولایتِ خاصّہ کے مقام میں توحیدِ وجُودی، اور توحیدِ شہُودی کے مقامات ہیں۔ جن کا ذکر ہو چکا ہے توحیدِ وجُودی لطیفۂ قلبی سے پیدا ہوتی ہے اور توحیدِ شہودی، لطیفۂ روحی سے ظاہر ہوتی ہے اور نایافتگی کی نسبت لطیفۂ سِرّی کا خاصّہ ہے اور اللہ ہی جانتا ہے کہ ہزاروں میں سے کِس کِس کو اس نعمت سے نوازا جاتا ہے۔ وہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے، دے۔ وہ بڑا ہی فضل کرنے والا ہے۔ جاننا چاہیے کہ نایافتگی کے مقام کے بعد یافت کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب سالک لطیفۂ سِرّی کو تجلیات سے خالی کر لیتا ہے، تو اس وقت اگرچہ مشاہدہ کا تجلّی ہی ہوتا ہے، تاہم وہ وصلِ حقیقی کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ اس حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتا، اس لیے وہ اربابِ جہل میں سے ہوتا ہے۔ اب اگر پہلے فضل کے بعد اللہ تعالےٰ مزید فضل کرے، تو وہ یک لخت ہی اپنے آپ کو عناصر و نُور کے مرتبہ سے بلند تر پاتا ہے اور اسے معلُوم ہو جاتا ہے کہ اس نسبت کو پا لینا حقیقتِ انسانی ہے اور یہ نُورِ اوّل کی قابلیتوں میں سے ایک قابلیت ہے، اور نُورِ اوّل، نُورِ محمدی ہے، صلی اللہ علیہ وسلّم۔ اس کو شہُودِ اوّل بھی کہتے ہیں، یہ علم مُرشِد کی تعلیم سے یا شاذ و نادر تعلیمِ غیبی سے علم ہو جاتا ہے کہ میرا مطلُوب تک پہنچ جانا، جو ولایت خاص تھی، اپنے علم کی بدولت اور اپنے علم کی خصوصیات کی بدولت تھا۔ اس مدّت میں کہ مجھے اس نعمت سے نوازا گیا ہے اور اس نعت کا حصُول اللہ تعالےٰ کے علم اور اس کے علم کی خصوصیات کی بدولت ہے اور اپنی خصوصیات کی وجہ سے میرا علم محض توقّف و معطّل ہے۔ میرا علم جو کچھ جانتا ہے، وہ اللہ تعالےٰ کے علم کی خصوصیات کی وجہ سے جانتا ہے۔ چنانچہ جب یہ بات سمجھ جائے، تو وہ ہر وقت اپنے ذاتی، صفاتی اور کمالاتی مرتبوں کو اللہ تعالےٰ کی ذات، صفات اور کمالات کا مظہر جانے، اور اس کے اظہار کے سوا اور

کچھ نہ پائے۔ کیونکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ جس نے چکھا نہیں اس نے جانا نہیں۔

چونکہ ولایت کے ہر درجے کی 'ابتدا' 'وسط' اور 'انتہا' ہوتی ہے اس لیے اس مرتبہ کی ابتدا میں آخری غلبہ جسے ولایتِ انبیاء (ان سب پر درود و سلام) کہتے ہیں، باطن کی تنہائی کی کوششِ محض ہے، جو حقیقت کی حیثیت سے حق کے پانے یا نہ پانے کی وجہ سے ہے اور اس مرتبہ کے وسط میں تنہائی میسّر ہوتی ہے اور تنہائی کی حقیقت کو پا لینا اس امر کی اطلاع ہے کہ اپنی صفات، اور اللہ تعالےٰ کی صفات کو سمجھ لیا گیا ہے۔ اس مرتبہ پر اگرچہ وہ جانتا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی بدولت ہی جانتا ہے اسی کی بینائی سے بینا اور اسی کی قدرت سے قادر ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ابھی تک اللہ تعالےٰ کی ذات سے اس کی صفات کی نسبت کی حقیقت اس عارف پر کما حقہٗ پوری طرح ظاہر نہیں ہوئی ہوتی۔ چنانچہ جب وہ یہ جان لے گا کہ اللہ تعالےٰ کی صفات اس کی ذات سے زائد نہیں اور یہ کہ عالم کو علم کی وجہ سے عالم اور بینا کو بینائی کی وجہ سے بینا وغیرہ، کہا جا سکتا ہے، بلکہ ذات خود جاننے والی (علیم) ہے اور علم ذات کی ذاتی قابلیت ہے، اور ذات اپنی ذات سے بینا ہے، اور بینائی اس کی ذاتی قابلیت ہے اور اسی طرح وہ تمام صفات ہی غیبت اور غربیت کے اطلاق کے بغیر ہے۔ چنانچہ دنیا حق ہے اور اللہ پاک کے حکم سے خود بخود ہے اور عارف کے لیے یہ سوائے اللہ کی ذات، صفات اور کمالات کے مکمّل اظہار کے اور کچھ نہیں اور اس وقت وہ بجُز یقیں، اس مرتبہ کی نہایت پر فائز ہوگا۔ لیکن کسی شخص کو اس مرتبہ پر مُجمَل یا مُفصّل طریقے سے نوازا جائے گا یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے، دے۔

اے بھائی! جتنی تنہائی کی نسبت زیادہ ہوگی۔ اس دائرہ ولایت میں دخل اتنا ہی زیادہ ہوگا اور انبیا کی نبوّت کے کمالات کے بارے میں کیا کہا جائے کہ اس مرتبہ کی حقیقت، کہنے اور لکھنے سے ماورا ہے۔ لیکن اتنا کہے دیتا ہوں کہ اگرچہ انبیا کی ولایت

marfat.com

اور ان کی نبوّت دونوں اصلیّت کے دائرہ کے اندر، اور ظلّیت (سایہ) سے پاک ہیں، لیکن اتنا ضرُور ہے کہ ولایت میں اللہ تعالےٰ کی صفات کی حقیقت سے وصل ہوتا ہے اور یہ ہر ایک کی استعداد کے درجات کے مطابق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ هَدٰيْنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِىَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰيْنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا (یہ رسُول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی۔ اور ہم یہ ہدایت نہ پاتے، اگر ہمیں اللہ ہدایت نہ دیتا، اور ہمارے رَبّ کے رسُول نہ آتے)

مکتُوب: ۴

برادرانِ دین کے نام اللہ تعالےٰ کی حدیثِ قُدسی کی تحقیق کے بارے میں لکھا گیا۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد برادرانِ دیں مطالعۂ فرمائیں کہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔

"اِنَّ فِىْ جَسَدِ بَنِىْ آدَمَ مُضْغَةً وَفِى الْمُضْغَةِ قَلْبٌ وَفِى الْقَلْبِ فُؤَادٌ وَفِى الْفُؤَادِ سِرٌّ وَفِى السِّرِّ خَفِىٌّ وَفِى الْخَفِىِّ اَخْفٰى وَالْاَخْفٰى اَنَا : (بنی آدم کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ اس لوتھڑے میں ایک قلب ہے اور اس قلب میں ایک فواد ہے اور اس فواد میں ایک سِرّ (راز) ہے اور اس سِرّ میں ایک خفی ہے اور اس خفی میں ایک اخفیٰ ہے اور وہ اخفیٰ میں ہوں) چنانچہ سمجھنا اور جاننا چاہیے کہ بزرگ صوفیہ کی اصطلاح میں ان لطائف خمسہ کے علاوہ لطیفۂ نفس کو بھی شاملِ سلوک کیا گیا ہے اور سب سے زیادہ ضروری مطلب اس لطیفہ کو سنوارنا ہے۔ اس کی اہمیّت کے باوجود اس حدیثِ قُدسی میں اس کا ذکر یا تو اس کی ابتدائی کمینگی اور بخیلی کی وجہ سے نہیں آیا، یا پھر تمام لطائف کو احاطہ اور شامل کرنے کی بنا پر آخر میں ہوگا۔ یا پھر کسی اور وجہ سے ہوگا۔ الغرض ہر

لطیفہ کے ظہور کے لیے جسم کے اندر مخصوص جگہ ہے جو اپنی مخفی قابلیتوں کی نسبت سے ظہور میں آتا ہے اور اس ظہور کو ظہورِ ظلّی کہتے ہیں۔ اور ایک ظہور مکان کے تعیّن کے بغیر بدن کے اندر نفس اور ذات کے ظہور سے واقع ہوتا ہے۔ اس ظہور کو ظہور اصلی جانتے ہیں اور سمجھ لینا چاہیے کہ لطیفۂ قلبی کے ظہور کا مقام صنوبری لوتھڑا ہے جو بائیں پستان کے قریباً دو انگل نیچے ہے اور یہ مرتبہ ولایت خاصّہ کی ابتدا کا ہے۔ اس مقام پر ولایت خاصّہ سالک کی شروع کی مشغولیت لفظ "اللہ" کے ذکر سے ہوتی ہے اور ذکر کی صفائی اس وقت ہوتی ہے، جب یہ صنوبری لوتھڑا سوائے اللہ کے نام کے نقش کے، تمام دوسرے نقوش سے پاک ہو جائے اور اس صفائی کی علامت آئینۂ خیال میں سُرخ رنگ کے لطیفہ کی نمود ہے اور لطیفۂ روحی کے ظہور کا مقام جس کو حدیث میں "فواد" کے نام سے پکارا گیا ہے، دائیں پستان کے نیچے قبل ازیں ذکر کردہ فاصلے پر ہے۔ اور لطیفۂ سرّی کے ظہور کا مقام سینے کے درمیان ہے اور لطیفہ خفی کے ظہور کا مقام پیشانی میں اور لطیفہ اخفیٰ کے ظہور کا مقام دماغ میں ہے۔ یہ تحقیق حضرت شیخ المشائخ حضرت پیر دستگیر آدم بنوریؒ کی ہے۔ اگرچہ بعض عزیز اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں لیکن یہ اختلاف کشفی ہے اور اس لطیفہ کے سالک کی ابتدا بھی اسم اللہ کے ذکر سے ہوتی ہے اور لطیفۂ روح کی نمود سفید رنگ سے شروع ہوتی ہے۔ لطیفۂ سرّی کی نمود سبز رنگ میں، لطیفۂ نفس کی نمود زرد رنگ میں، لطیفۂ خفی کی نمود زیادہ سیاہ رنگ میں ہوتی ہے اور یہ بلند ذکر ہر ایک کو اس کی استعداد کے مطابق اپنی ایسی تجلّیات سے نوازتا ہے جن کی کوئی انتہا نہیں۔ اس مقام پر سالک کی رسائی ظلّی مظاہر کے اُن لطایف کی مخفی صلاحیّتوں کے ساتھ ہوتی ہے، جن کا کوئی ظہور نہیں ہوتا سوائے نوع بنوع تجلّیات کے۔ اس وصل کو وصل ظلّی کہتے ہیں جب سالک کی استعداد اُسے اس مرتبہ سے آگے ترقّی کے لائق بنا دے، تو کسی قسم

کے لفظ و حرف کے تکلّف کے بغیر وہ باطنی نظر سے ذات پاک کو دیکھنے والا اور اس کی طرف متوجّہ ہو جاتا ہے۔ اس احسنیہ نقشبندیہ طریقہ کی خوبی دیکھئے کہ اکثر دوسرے طریقوں میں سالک کو اس توجّہ کی تعلیم تشبیہات کے انداز میں دی جاتی ہے، حتیٰ کہ بعض ساری ساری عمر انہی تشبیہات میں گزار دیتے ہیں، سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ اپنی خاص رحمت نازل کرے، بلکہ وہ وصلِ تشبیہی کو کئی مراتب تک رسائی سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تجلّی ذات سے نہیں، بلکہ متجلّی لہٗ کی صورت کے سوا قائم نہیں ہوتی اور جس پر تجلّی کی جائے اس کی مثال بھی آئینہ کی طرح ہے کہ وہ اس میں اپنی ہی صورت دیکھتا ہے اور ذاتِ حق کو نہیں دیکھتا اور ذاتِ حق کو دیکھنا ناممکن ہے۔ پس وہ یہ توقع نہ کرے کہ اس تجلّیِ ذاتی سے آگے کے مدارج کی طرف ترقّی ہو سکتی ہے۔ گویا اُسے جوہرِ نفیس کی طلب سے منع کر کے خزف ریزوں پر قناعت کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ ہمارے بزرگوں نے اس سلسلے میں ان لوگوں کے متعلق فرمایا ہے کہ ہم بھٹکے ہوئے اگر ترقّی کی طلب نہ کریں اور انہی خزف ریزوں پر قناعت کریں، تو پھر کام کیا کیا؟ ہر کوئی اپنا اپنا طریقہ اختیار کرتا ہے چنانچہ طریقہ نقشبندیہ کے بزرگ مذکورہ سلوک کے شروع میں تنزیہ محض بے کیفی اور بے جہتی کی طرف توجہ کا حکم فرماتے ہیں۔ اس جگہ پر حضرت خواجہ بزرگ نقشبند کی بات کو مطلب سمجھ لینا چاہیے کہ ہم فضل حاصل کرنے والوں نے نہایت کو ابتدا میں درج کیا ہے۔ ہمارے راستے میں "فتوح" بہت اور "مشکلات" کم ہیں۔ دوسرے لوگ "مشقتِ کم" کے معنی اور "فتوحِ بسیار" کا مطلب کسی اور طرح سمجھتے ہیں۔ لیکن اس فقیرِ حقیر کے نزدیک اگرچہ اس طریقہ میں مشکلات زیادہ سے زیادہ ہیں، لیکن ان فتوحِ عالی کے مقابلے میں جو تنزیہ کی ابتدا میں اُسے حاصل ہوتی ہیں، کم ہیں اور اپنے دامن کو تشبیہ کی گرد سے آلودہ نہیں کرنا چاہیے اگر مجھے ہزار برس کی عمر بھی مل جائے اور ایک لمحہ بھی آرام نہ کروں اور شدید ریاضت

marfat.com

کر دں ،تو بھی یہ ساری مشقت ایک جوَ کے برابر قیمت نہیں رکھتی اور تشبیہ کے سالک ، مقصُودِ حقیقی سے بہت ہی دُور ہیں،کیونکہ وہاں تک تشبیہ کی پہنچ ہی نہیں، اور مراتبِ تشبیہ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے وہ مقصُودِ اصلی سے واقف ہی نہیں۔ اگر مشقّت کم کریں گے اور اس کے عوض میں مقصودِ اصلی کو نہیں پائیں گے،تو اُن کے لیے مشقّت زیادہ سے زیادہ ہے۔ میں مختصر طور پر کہتا ہوں کہ جب لفظ آواز اور جہت کے لباس کے بغیر اللہ تعالےٰ کی ذات کی طرف توجّہ کی جائے،تو اس طریقہ پر چلنے والے کو بے اختیار توحیدِ وجُودی مل جاتی ہے۔ یعنی جلال کے انوار اور جمال کے نُور کے غلبہ سے ہر وجود مضمحل ہو جاتا ہے اور آنکھوں کے سامنے اشیاء انوارِ ظلّی کے لباس سے مشہُود ہوتی ہیں اور یہ شہُود جلال وجمال کا ہوتا ہے اور چونکہ اشیاء سے وجود کی نسبت ظِلّ (سایہ) کی سی ہوتی ہے ،اس لیے یہ درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور اس کو ظِلّ کے لباس سے ظاہر کرتے ہیں اور یہ قلبی نظر کے ذریعے لطیفۂ قلبی کے نفس کی نمُود ہوگی اور چونکہ رُوح کو ہر وجود کے ذرّہ ذرّہ سے ، اور ہر روح سے، جو ہے ایک تعلقِ اتصال ہے،جو الگ نہیں کیا جا سکتا ،اس لیے اس وقت انہی انوارِ روحی کی بدولت یہ محبوب ظاہر و بے حجاب ہوگا ۔ اگرچہ یہ بے حجابی بے شمار ذرائع سے جمال وجلال کے انوار سے حاصل ہوتی ہے اور اسی وجہ سے یہ دائرۂ ولایت میں داخل ہے ، لیکن دوئی کا پردہ پڑا ہوتا ہے اور سالک بے حجابی کی نعمت سے مفلس ومحرُوم ہوتا ہے اگر بے حجابی ہوتی ہے،تو انوارِ روحی سے ،کیونکہ وہ انوارِ جسم کے اجزا سے متصل ہونے کی بدولت "گویا کہ وہی" ہو گئے ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو ایک جزُو کی خاطر ظاہر کرتے ہیں. اگرچہ پہلا وصل الفاظ کے وسیلے سے اور دوسرا وصل الفاظ کے وسیلے کے بغیر ہے، دونوں وصل پوشیدہ ہیں. لیکن اس دوران میں سالک تاریکی کے سایہ کے ایک درجے کو چھوڑ کر نُورانی لباس میں پہنچ گیا اور ترقی کا رُخ

کر لیا۔ کیونکہ شروع میں وہ ناظرِ مَضغہ تھا جس کے پاس خیال کی نظر تھی اور اس کا مقصود انوارِ قلبی تھا اور اب وہ ناظرِ قلب ہے اور اس کا مقصود انوارِ رُوحی ہے اور جب انوارِ قلبی، جسم کی ظُلمات سے رنگے جاتے ہیں اور اس رنگے جانے سے انوارِ رُوحی دُور ہوتے ہیں، اس لیے دونوں وصلوں کے درمیان ایک واضح فرق نمایاں ہوتا ہے۔ اس جگہ "لوتھڑے میں قلب اور قلب میں فواد" کا مطلب سمجھ لینا چاہیے کہ وہ سالک کی ترقّی کی خبر دینے والا ہے اور ان کمالات کا حصول ولایتِ خاصّہ میں ہے۔ اگر کسی شک اور عیب کے بغیر اللہ تعالےٰ کا فضل سالک کے شاملِ حال ہو اور اسے توحیدِ وجُودی سے توحیدِ شہودی کی طرف لے جائے، یعنی اشیا کو دیکھے بغیر دیکھنے والا اور مشاہدہ کرنے والا بنا دیں اور انوارِ ذاتیہ کی طرف متوجہ کر دیں، تو وہ اس مقام پر لطیفۂ روحی کی طرف متوجہ ہوگا اور لطیفۂ سِرّی کے انوار اس کی طرف متوجّہ ہوں گے "اور فی الفواد سِرّ" (فواد یعنی دل میں راز) کے معنی یہی ہو سکتے ہیں اور روحی اور سِرّی نُورانیت کا باہمی فرق یہ ہے کہ اگرچہ روح قالب کی ظُلمات میں رنگی ہوئی ہے لیکن انوارِ قلبی کی برزخی کیفیّت کی بدولت جنہوں نے رنگ کے بوجھ کی امانت کو اپنے لیے نُور انگیز کیا ہے، یہ رنگ روح پر نہیں چڑھایا گیا۔ اس لیے وہ بالکل پاک اور صاف ہے۔ لیکن برزخ کی مناسبت کی وجہ سے اپنے بلند مرتبہ سے فرق اور دُوری رکھتی ہے، خواہ وہ مجہول الکیف ہی کیوں نہ ہو۔ اگرچہ یہ وصل بھی پوشیدہ وصل کے دائرے میں داخل ہے، لیکن اس سے پہلے جن دو مرتبوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان کا لباس ظُلمت اور جسم کا تھا۔ اس مرتبہ نے وہ کچھ دیکھا۔ جو اس نے دیکھا میرے عزیز! گزشتہ دونوں مرتبے اس ولایت کے سائے ہیں اور اس مرتبہ کو حضرت بنوریؒ کی اصطلاح میں ولایتِ خاصّہ کہتے ہیں۔ دوسرے مُحقّق اسے ولایت صُغریٰ کہتے ہیں اور اکثر بزرگ صوفیہ نے اس مرتبہ پر قیام کیا ہے۔ کیا خبر کس کو یہ اعزاز دیا گیا ہو؟ اس کے

بعد اگر لباس کی دلیل سے بے حجابی کی طرف لے جایا جائے تو وہ صاف صاف صاحبِ وصل اور منتخب ہوگا۔ یہ دونوں مرتبے ایسے ہیں کہ اگر عین حالتِ شہود میں اس سے پرے کی طرف مائل ہو، تو مطلوب ہے۔ منتخب شخص میں ایک جذبہ ہوتا ہے۔ یعنی اس شخص کا پالنے والا اسم الہادی ہوتا ہے، جو دلیل کے اسم کی تربیت کا امتزاج رکھتا ہے۔ اس مقام پر لطیفۂ سِرّی ناظر ہے اور لطیفہ خفی منظور اور سرِ خفی کو اسی تحقیق سے سمجھنا چاہیے۔ منتخب شخص امتزاج سے پاک اور خالص ہو گیا ہوتا ہے، اگرچہ ابھی اس کا انتخاب ظلّی ہوتا ہے۔ اس وقت رائے قابلیت خفی ہوتی ہے اور جو ظاہر و نورانی ہوتی ہے، وہ اخفیٰ ہوتی ہے اور یہیں سے خفی میں اخفیٰ (فی الخفی اخفیٰ) ظاہر ہوتا ہے اور اس ولایت کو ہمارے حضرت جی کے ہاں ولایتِ اخص (خاص الخاص) کہتے ہیں اور دوسرے اکابر اسے ولایتِ عُلیا کہتے ہیں نیز اس مقام پر توجہ اور توجہ کرنے والا، جس کی طرف توجہ کی جائے، اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے چنانچہ اگرچہ اس مقام کا پانے والا حُجّت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ کیونکہ "اخفیٰ" اور "انا" کے درمیان کوئی واسطہ نہیں رہتا، جو حجاب بن سکے لیکن ذاتِ پاک کے ساتھ لطیفہ اخفیٰ کا تعلق ہونے کی وجہ سے اس سے مراد "انا" ہے اور چونکہ سالک کا مقصود نورِ اخفیٰ ہوتا ہے اور اگرچہ وہ ذات پاک سے بے حجابی کا تعلق رکھتا ہے، اس نئے سالک کی توجہ ابھی باقی رہتی ہے، خواہ وہ توجہ بے کیف اور معدوم ہی کیوں نہ ہو۔ اس مقام پر نفسِ معلوم کی بدولت معلوم شدہ کیفیت، غیر معلوم بن جاتی ہے، اور اس حیثیت کو حیثیت مجہولہ کہتے ہیں، کیونکہ اس کا حامل حقیقتِ مطلوبہ سے بے خبر ہوتا ہے اور یہ بے خبری سابقہ علم کی نسبت ہزاروں درجے ترقی پر ہوتی ہے۔ اگر اس کے بعد فضل ہو جائے، تو پھر ناظر، اخفیٰ ہوتا ہے اور منظور، ذات الٰہی ہوتی ہے چنانچہ فی الاخفیٰ اسی معنی کی خبر دیتا ہے۔ اس مقام پر توجہ کی بُو نہیں رہتی۔ اور یہ دونوں مقامات

marfat.com

ایسے ہیں کہ اگر توجّہ کی بجائے علم اللہ مل جائے، تو وہ انبیاء کی ولایت کے کمالات کا مالک بن جائے اور اگر "علم اللہ" کی بجائے "ایمان باللہ" مل جائے تو وہ انبیا کی نبوّت کے اصل کمالات کا مالک بن جائے اور یہ قسمت کی بات ہے کہ کس کو مل جائے آخری دو مرتبوں کا ذکر ہم نے اشارتاً کیا ہے، ان تک پہنچنے والا سمجھ جائے گا۔ مقلّد کے لیے یہی چند حرف کافی ہیں۔ السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم (تم پر سلام اور تمہارے ہم نشینوں پر بھی سلام)

مکتوب: ۵

سیّد عبدالرشید جہاں آبادیؒ کے خط کے جواب میں۔

شروع خدا کے نام پر جس کا کوئی شریک نہیں، جس کی صفات میں کوئی تنازع یا اختلاف نہیں اور جس کی کوئی صفت اس کی کسی دوسری صفت کے مخالف نہیں سب تعریف اسی کو سزاوار ہے جس نے اپنے فضل سے عبدالرشید کو ابوابِ مکتوبات کے حالات سے معانی اور اشارات کی خبر دینے والا بنایا۔ ہم بھی ان کی متابعت میں اس امر کی تفصیل بیان کرتے ہیں، جو بہت ہی اہم ہے اور اپنی بات کرنے سے پہلے طوالت سے بچ کر اللہ پاک کی مختصر طور پر حمد کرتے ہیں، جس کی صفات کی کوئی ضد نہیں اور جس کی کوئی صفت ایک دوسری کی ضد نہیں۔ اگرچہ اس کی صفات میں جلال بھی ہے اور جمال بھی، لیکن ان صفات میں کوئی تضاد نہیں، کیونکہ یہ دونوں صفات نقصان کا تقاضا کرتی ہیں، لیکن وہاں کوئی نقصان نہیں۔ حمد و صلوٰۃ اور دعوات و تسلیمات کے بعد مکرّمی و مشفقی کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کے نوازش نامے کے وصول ہونے سے فقیرِ پُرتقصیر عبدالنبیؒ سرفراز ہوگیا اور جو کچھ آپ کے مہربان قلم نے معانی و اشارات کی صورت میں لکھا تھا، اس کے مطالعہ سے شرحِ صدر حاصل ہوئی۔ اللہ کا شکر اور احسان ہے کہ آپ نے نصائح اور ہدایا سے اس عاجز کی رہنمائی کی۔ اس کا شکریہ کس طرح بیان کروں کہ قلم ایسا کرنے سے

قاصر ہے ۔آپ کے گرامی نامہ کو حُور و قصُور سے معمُور، جنّت الفردوس کی طرح پایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس مرتبہ کی تربیت عطا کرے اور تنو مند کر کے ایسی الفت پیدا کرے کہ حُور و قصُور سے صرف نظر کر کے ہماری توجّہ اس جنّت کی طرف مبذول کرائے، جس میں حُور و قصُور نہیں اور جس میں اللہ تعالیٰ اپنی تجلّی سے ہنستے نظر آتے ہیں جیسا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اللہ کے پاس ایک جنّت ہے جس میں کوئی حُور نہیں، کوئی قصر و محل نہیں، اللہ تعالیٰ اپنی تجلّی کے ساتھ ہنستے ہیں۔ اس ہنسنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کی جناب میں ہنسنا خطا ہے۔ جب پہلے مقام پر حُور و قصُور کا ذکر ہوا تو اس میں وصل پوشیدہ ہے اور استعدادِ عالی کو اس سے تسلّی نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ حجاب ہے اور حجاب محبُوب سے الگ ہوتا ہے اور خدا سے پوری اُمید ہے کہ وہ اس مرحلہ سے گزار کر بے پردہ توجّہ کرے گا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ پردے سے پرے، بلکہ اور پردے سے پرے ہے اور اس وصل کو وصلِ عُریاں کہتے ہیں اور اس مقام پر اگرچہ بیرونی غلبہ ختم ہو جاتا ہے، لیکن وہ توجّہ جو آخری حجاب ہوتی ہے، باقی رہتی ہے اور یہ تربیت دونوں مقامات پر اسمِ دلیل کے ظہُور کے وصل سے ہوتی ہے اور اس کا پھل (علمِ لُدنّی، خداداد علم) کا سایہ ہے اور یہاں مدد کرنے والا جذبہ ہے۔ اس لیے ہر اہلِ صفا پر لازم ہے کہ وہ اللہ سے اُمید رکھے کہ وہ اپنے اسم 'ہادی' کے ظہور کے طفیل ہمارے باطن میں علمِ لُدنّی کے سایہ کی بجائے علمِ لدنّی اصلی ظاہر کر دے تاکہ اس کی بدولت توجّہ منقطع ہو جائے۔ پس جان لیجیے کہ وصل جسے وصلِ تلبیس (پردہ دار) کہا جاتا ہے وہ ولایت کی ابتدا میں ہوتا ہے، اور اس ولایت کے وسط کو بعض کے نزدیک ولایتِ صُغریٰ اور بعض کے نزدیک ولایتِ اولیا کہتے ہیں اور وہ وصل جس کو ہم نے وصلِ عُریاں لکھا ہے وہ اس ولایت کے آخر میں ہوتا ہے اور شروع میں توحید وجُودی حاصل ہوتی ہے اور بعد میں توحیدِ شہودی اور وہ وصلِ ظلّی اور تصرّفِ خیال کی انتہا ہے۔ اور اس کے بعد وصلِ ظلّی کا کوئی دخل نہیں رہتا۔ بلکہ ان

دونوں مرتبوں کے بعد وصل منقطع ہو جاتا ہے اور فضل ظاہر ہو جاتا ہے اور اس ولایت کو ولایتِ اخص اور ولایتِ ملاءِ الاعلیٰ اور بعض مشائخ کے نزدیک ولایت العلیا کہا جاتا ہے اور اس سے توجہ کٹ جاتی ہے لیکن معدوم نہیں ہوتی، بلکہ وجود اور عدم کے درمیان مشتبہ رہتی ہے ترقی کرنے والے بندے پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس اشتباہ کے دور کرنے کی دعا کرے۔ یہ حالت توجہ کے معدوم ہونے پر موقوف ہے یہ کیفیت اصلی علمِ لدنی کے ظہور سے پائی جاتی ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کے فیضِ عام سے ہے، جو ازلی اور قدیمی صفات سے متصف ہے، جس کی ذات وصفات سے کوئی مطلع نہیں ہوتا سوائے اس کے، جسے اللہ تعالےٰ اصلی علمِ لدنی سے سرفراز فرمائے اور اس وصل میں حجاب کا کوئی تتمہ اور کوئی فاصلہ نہیں ہوتا اور اس میں ان روشن اور حقیقی اشیاء کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا اور کوئی شے خفیہ نہیں ہوتی اور یہ جان لینا چاہیے کہ یہ آخری بلند مرتبہ خلوالمتخلہ اور تخلیص السرّی کہلاتا ہے۔ اس میں کوئی حجاب، فاصلہ، نسبت اور اشارہ بطرفِ مطلوب نہیں رہتا۔ اس کے تین مرتبے ہیں۔ اس کی ابتدا کو علمِ حضوری کا مرتبہ، اس کے وسط کو حضورِ علم کا مرتبہ، اور اس کی انتہا کو حضور در حضور کا مرتبہ کہتے ہیں اور اس مرتبہ سے اہل قبور بھی واقف نہیں۔ حالانکہ وہ حور وقصور کی نعمتوں سے فیض یاب ہو رہے ہوتے ہیں اور ان تینوں مرتبوں کی تحقیق نہایت مشکل اور پیچ در پیچ ہے۔ اس کی تشریح کاغذ کے صفحہ پر نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اسی مختصر پر اکتفا کیجئے، اس ولایت کو انبیائے بزرگ کی ولایت کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک یہ ولایت کبریٰ ہے۔

اس مرتبہ کے بعد انبیائے کرام کی نبوت ہے اور ان دونوں مرتبوں کے درمیان کوئی فرق نہیں، سوائے تفصیل اور اجمال کے۔ کیونکہ پہلے وصلِ اصلی وعلمی میں حقیقتِ قدیم کی صفات کا تفصیل سے ذکر ہوتا ہے اور دوسرے وصل میں ایقانِ اصلی اور ایمانِ غیبی کی طرف علم کا عروج ہوتا ہے اور یہ تمام کمالات سے منزّہ ذات سے وصل ہے اور یہ

اجمال ہے۔ جو ایک بحرِ عظیم ہے، جس کی بے شمار تفصیلات ہیں اِس اجمال و تفصیل کو اُس اجمال و تفصیل پر قیاس نہیں کرنا چاہیے، جو نچلے مرتبوں میں پائے جاتے ہیں، کیونکہ ان میں تشبیہات، حجابات، تلبیس اور غلطیاں بھی ہیں۔ یہ دونوں مرتبے۔ یعنی ولایتِ انبیا اور ان کی نبوّت، انہی تک مخصوص ہے، اللہ تعالےٰ نے یہ مقرر کر دیا ہے کہ ان کے بعض کمالات ان کے بعض اولیا پر، پیروی اور متابعت کی بدولت مکمّل اور حقیقی طور پر، محض تشبیہ اور سایے کے طور پر نہیں، ظاہر کیے جائیں اور یہ اللہ کا فضل عظیم ہے، جسے چاہے، اسے دیتا ہے۔ یہ خوش بختی کی بات ہے۔ دیکھیں کس تک پہنچتی ہے۔ ان دونوں بلند مرتبوں میں خیال و جذبہ کی بُو تک نہیں ہوتی۔ بلکہ ان میں توجّہ، اللہ تعالےٰ کی طرف سے پسندیدگی اور برگزیدگی ہے۔

مکتُوب : ۶

یہ مکتُوب اُس حدیثِ قدسی کی تحقیق میں ہے، جس میں فرمایا گیا ہے کہ "میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں۔ چنانچہ میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ پہچانا جاؤں۔

اللہ تعالےٰ اپنی تمام صفات شانوں اور اُن کے تقاضوں کے مطابق واحد حقیقی ہے اور عین وحدت و توحید میں اس کی تمام صفات، شانیں، اور ان کے تقاضے مجمل و مفصّل اسی کو معلوم اور محقّق ہیں اور اُن کے ظہور کے مختلف مراتب میں پابند ہونے کے بارے میں وہ مکمل طور پر بے نیاز ہے جیسا کہ میرے ایک عزیز نے کہا ہے ؎

ہر شان و صفت کہ ہستیِ حق دارد　　در خود ہم معلوم و محقّق دارد

(اللہ تعالےٰ کی ذات جو شان و صفت رکھتی ہے، اسے اپنے طور پر پُوری طرح معلوم ہے)۔

وہ پابندیوں کے بارے میں آپ اپنا محتاج ہے اور ان کے دیکھنے سے بالکل بے نیاز ہے۔ چنانچہ کتابوں میں یہ جو خزانۂ پوشیدہ کا ذکر ہے، تو یہ پوشیدگی دراصل پوشیدگیِ عُرقی نہیں ہے۔ بلکہ اپنی کمال ذاتی اور صفاتی بے نیازی کے باوجود اُسے اپنی صفات اور ان کے تقاضوں کا ظہور پسند آیا، جیسا کہ اس نے فرمایا "میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں" اور چونکہ وحدتِ حقیقی کا مرتبہ صفات و ملزومات کے تمام مراتب کا جامع ہے، اس لیے وہ غیبِ حقیقی کے مرتبے میں اپنی جامعیت کے ساتھ ظاہر ہے، اور اس کی محبّت کے تقاضے سے اس کی تمام صفات و ملزُومات کے ظہور کا مرتبہ ایسا ہے کہ اسے "غیب الغیب" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ پہلے اجمالی طور پر شہُود کے مرتبے پر اور دوسرے تفصیلی طور پر، کہ کہا "پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ جانا جاؤں"۔ چنانچہ اپنی حکمتِ کاملہ سے اس "غیب الغیب" کے جامع مرتبے کو شہُود کی جامعیت سے ظاہر کیا۔ چونکہ وحدتِ حقیقی اپنی تمام ذاتی صفات کے ساتھ ازل سے ظاہر اور شہُود کی قید سے پاک ہے، اسلیئے عین شہُود کے عالم میں بھی ظاہر و حادث ہونے کی قید سے آزاد ہے۔ یہ صرف کہنے کے لیے ہے جیسا کہ فرمایا۔ "صرف اللہ تھا اس کے ساتھ اور کوئی شے نہیں تھی اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے، جیسا کہ پہلے تھا" جس طرح وہ پہلے کسی قید کے بغیر ظاہر تھا، اسی طرح وہ اب بھی اپنے ظہُور سے ظاہر ہے۔ کوئی حلول، کوئی اتصال، کوئی قید اور کوئی فصل نہیں۔ اور صاحبِ بصیرت اپنی آنکھوں سے مطلق غیب کو اُسی طرح دیکھ سکتا ہے، جس طرح دنیا کے ظہُور کے بعد اور اس کے سامنے کوئی پردہ نہیں۔ اس پہلے دیکھنے کے مرتبہ کو شہُودِ اوّل کا نام دیا جاتا ہے اور شہُودِ اوّل کا یہ مرتبہ ذات کے ظہُور کے ضمن میں اسمائے جامعہ اور صفاتِ حقیقی کی بدولت ہر اسم، صفت اور اس کے ملزُومات کو اپنے اندر شامل رکھتا ہے، خواہ انسان اور فرشتے کے حقائق ہوں اور خواہ جو کچھ زمین و آسمان میں اور ان کے اندر ہے اور چونکہ شہُودِ اوّل کے مرتبہ میں انسانی صفات

کے انوار دوسری تمام مخلوقات کے انوار سے افضل ہیں، اور انبیا حضرات کے انوار تمام انسانوں کے انوار پر محیط اور عالی ہیں، اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اس حدیثِ قدسی کے مطابق "اگر تو نہ ہوتا، تو میں اپنی ربوبیت ظاہر نہ کرتا" تمام کائنات کے سرتاج اور حاصلِ موجودات ہیں، کا نور تمام انبیا (سب پر سلام و درود) کے نور سے زیادہ افضل، کامل، قابل اطاعت اور ظاہر ہے، وہ شہودِ اوّل کے مرتبہ میں واجب الاطاعت ہیں، کیونکہ آنحضرت کا نور مرتبہ اوّل کے غیبِ مطلق اور وحدتِ حقیقی اپنی تمام صفاتِ ذاتی کے ساتھ ظاہر و موجود ہے اور صفات کے ملزومات جو غیب الغیب ہیں اور ذاتی پوشیدگی کا درجہ رکھتے ہیں، اس لیے نورِ محمدی جو اللہ تعالےٰ کی شان کا مظہر جامع ہے، شہودِ اوّل کے مرتبہ میں خارجی طور پر ظاہر و موجود ہوا اور دوسرے تمام مراتب شہودہ اس شہودِ اوّل کے مرتبہ میں مخفی اور پوشیدہ ہیں چنانچہ ثابت ہو گیا کہ اگر شہودِ اوّل کے مرتبہ کو مجموعی طور پر نورِ محمدی کا مرتبہ کہیں، تو مناسب ہے اور جب شہودِ اوّل کے مرتبہ کی جامعیت کی حقیقت "جو نورِ محمدی ہے" بیان ہو گئی، تو اس کے بعد اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اس کے مفصّل مراتب کو بیان کیا جانا چاہیے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اللہ کے نور میں سے ہوں اور تمام عالم میرے نور سے ہے"، اگرچہ حکمتِ بالغہ سے نورِ محمدی کے ضمن میں، کہ اسے شہودِ اوّل کہتے ہیں، اسماء صفاتِ حسنہ کے تقاضوں کے انوار کو مخلوق فرمایا گیا اور ہر فرد کے نور کو روحانی اور جسمانی ظہور کا مقتضیٰ قرار دیا۔ لیکن چونکہ تخلیق سے مقصود اللہ تعالےٰ کی معرفت کا ظہور تھا، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "تاکہ میں جانا جاؤں"، اس لیے معرفت کا ظہور معرفت کے نور کے ظہور کے بغیر اور ہر فرد کے نور کے ظہور کے بغیر ایک دوسرے سے روحانی اور جسمانی طور پر اجمال کے مرتبے سے حاصل نہیں ہوتا اور تمام توابع کا ظہور تمیزی، ادلّیِ واجب الاطاعت کے ظہور پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے، موقوف ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

کے نُور میں دو قابلیتیں ہیں یعنی ایک روحانی ظہُور کے مقتضیٰ کی قابلیت اور دوسری جسمانی ظہُور کے مقتضیٰ کی قابلیت۔ پہلی قابلیت کے تقاضے کے مطابق کہ ظہُور روحانی کی مقتضی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی روح اعظم کی بدولت تمام ارواح، مرتبۂ خارج میں پیدا ہوئیں اور تمام انسانوں کی ارواح کو مراتب کی تفصیل سے درجہ بدرجہ ایک دوسرے سے تمیز کرنے کے لیے نام دے کر روح اعظم سے جو اُمّ الارواح ہے، ظاہر کیا' اور پردہ پوشیدگی سے رہائی دی۔ دوسری قابلیت کے تقاضے کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے نُور سے جو جسمانی ظہُور کی مُقتضی ہے، آنحضرت کے اصلی بدنِ مبارک کو کہ تمام عناصر کے مراتب کا اجمال ہے، عرش کے اُوپر پیدا کیا گیا، اور وہاں سے عناصر کے مراتب کے اجمال کو عرش کے نیچے رکھا گیا، اور وہاں سے مناسب ترتیب کے ساتھ عناصرِ مفصّل کو آسمانِ دنیا پر بھیجا گیا اور ان تمام عناصر کو اجسامِ مُفصّلہ کا سرچشمہ قرار دیا گیا اور "عالم میرے نُور سے ہے" کا مطلب یہی ہے۔ لیکن ارواح و عناصر کی تمیز شدہ کثرت کے باوجود اصل مقصد یعنی معرفت ابھی میسّر نہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ بزرگ (اللہ ان کی روح کو پاک کرے) کا قول ہے کہ رُوح اپنی پیدائش کے وقت خدا سے بیگانہ تھی، لیکن اس بیگانگی کو پہچانتی نہیں تھی، کیونکہ شناخت اور پہچان شہُود سے پیدا ہوتی ہے اور شہُود وُجود کے منافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رُوح نے جو اپنی لطافت کے باوجود اپنے وُجود کا احساس رکھتی ہے، اور ماسوا کو فراموش کرنا جسمانی تعلق پر موقوف ہے، اپنی تخلیق کے اصل مقصود کے حصول کے لیے اور رضائے خداوندی کی خاطر جسم کی ظلماتِ میں داخل ہونا گوارا کیا۔ لیکن چونکہ اس ظُلماتِ

---

[1] اہل تصوّف کے ہاں مجاہدہ و مشاہدہ سے یہ بات طے شدہ ہے کہ روح عالمِ ارواح میں فرشتوں کی طرح تھی، اور فنا کی نسبت سے منسوب نہ تھی، کہ وہ تلاش کرتی۔ پس اسے سمجھئے۔

جسمانی سے نجات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہورِ واجب الاطاعت کے بغیر نہیں ہوسکتی تھی، اس لیے اللہ تعالےٰ نے سرورِ کائنات کے ظہور کے تمام مقدمات کو اوّل و آخر کے مراتب کی ترتیب سے ہر امّت میں ظاہر کیا اور ان کی محبّت کی برکت سے اپنی اپنی استعداد کے مطابق بعض انبیا نے درجۂ کمال کو پہنچ کر معرفت حاصل کی. لیکن چونکہ معرفت کا حصُول واجب الاطاعت کے نُور کی پیروی کرنے سے ہے، ہر امّت کے لوگوں نے اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق اپنے اپنے واجب الاطاعت کی پیروی سے معرفت کا کچھ حصّہ حاصل کیا۔ اور مکمّل معرفت جو حضرت سرورِ کائنات کے ظہورِ جامع پر دار و مدار رکھتی ہے، آنحضرت کے ظہور کے بعد اس امّت کے ہر فرد کو اس کی استعداد کے مطابق مرحمت فرمائی اور قیامت تک اُمید ہے کہ معرفت کے کمال کی انتہا جو خدائے لم یزل کو محبُوب ہے، اس اُمّت کے خاتمے پر ختم کی جائے گی یہی وجہ ہے کہ قرآن کی موجودگی سے تمام گزشتہ الہامی کتابیں منسوخ ہوگئیں، اور قرآن خود ہر قسم کے نسخ سے محفوظ رہا ہے۔ اے اللہ میرے لیے معرفت اُسی طرح آسان کر دے جس طرح تو نے ہمارے نبیؐ پر کی تھی، اور ہمارا خاتمہ ایمان اور اسلام پر فرما۔ اے لوگو! حضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجو، جیسا کہ ان کی شان کے شایاں ہے۔

مکتُوب : ۷ (الف) سوال

شیخ سعید ساکن تہارہ کے بعض سوالات کی تحقیق میں۔

سُوال۔ نَحمدہٗ ونَصلّی علی النّبی الکریم۔ حقائق و معارف کی پناہ اور بزرگی و کمالات کی بارگاہ حضرت شاہ عبدالنّبی جیُوؒ کی خدمت میں خداوند تعالےٰ انہیں سلامت رکھے۔ وہ فقر کی مَسند پر متمکن رہیں اور اہل دنیا کو فیض پہنچاتے رہیں۔ از طرف فقیہ محمد سعید۔

سلام مسنونہ کے بعد عرض ہے کہ آپ کی بزرگی کے اوصاف، اور حقائق و معارف

کے کمالات بعض لوگوں کی زبانی سُنے، اس وجہ سے آپ سے ملاقات کا شوق بے حد وانتہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ کوئی ایسا ذریعہ پیدا کر دے، کہ یہ دُوری کا حجاب اور مہاجرت کا پردہ اٹھ جائے اور آپ کی زیارتِ پُرمسرّت حاصل ہو۔ بعد ازاں آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ چند سوالات کے جوابات ضمیرِ پُرتاثیر سے مل جائیں، تو اس فقیر کی تسلّی ہو جائے۔ **پہلا سوال**: تمام درویش اس دنیا (عالم ناسُوت) کی بات تو کرتے ہیں، لیکن کسی نے اس کی حقیقت کو اتنا مفصّل بیان نہیں کیا یعنی کہ اس کی ابتدا کیا ہے؟ اس کی انتہا کیا ہے؟ جس سے بات پُوری طرح سمجھ میں آجائے۔ **دُوسرا سوال**: رُوح کے ذکر کی کیفیّت کے بارے میں بزرگوں نے فرمایا ہے کہ زبان کا ذکر اس کی سخت آواز ہے، دِل کا ذکر اس کا اندیشہ ہے اور رُوح کا ذکر اس کی راحت ہے۔ اس کا مقام کہاں ہے؟ اور اس کا ذکر کیا ہے؟ **تیسرا سوال**: درویش کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایسا ہے، جہاں نہ کوئی عاشق رہتا ہے، نہ معشوق۔ وہ مرتبہ کونسا ہے؟ اور دونوں کس طرح محو اور ختم ہو جائیں گے؟ **چوتھا سوال**: حضرت رسُولِ مقبُول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے ربّ کو معراج کی رات ایک بے ریش لڑکے کی صورت میں دیکھا اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو معراج کی رات عورت کی شکل میں دیکھا۔ بے ریش لڑکے اور عورت کا کیا مطلب ہے؟ امید ہے کہ آپ براہِ کرم دُرست جواب سے ممنون فرمائیں گے۔

مکتُوب: ۷ (ب) جواب

سیّد محمّد سعید کے مذکورہ بالا سوالات کے جواب ہیں۔

باسمہٖ۔ تمام عظمت اور بزرگی خدا کے لیے ہے اور جتنی عظمت کا خیال دل میں آئے، اللہ تعالےٰ اس سے بہت آگے ہے۔ چنانچہ جب تُم نے یہ بات جان لی، تو سمجھ لو کہ

جو کچھ تمہارے دل میں آئے گا۔ وہ عالم ناسُوت سے ہے، اور جب اس سے تجھے چھٹکارا حاصل ہو جائے، اور جب تیری قوّتِ متخیّلہ اللہ تعالےٰ کے ذکر کے سوا ہر شے سے خالی ہو جائے، تو پھر وہاں رب کی شان ہوتی ہے۔ اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ جو شخص ناسُوت میں پھنسا ہوا ہے، اس پر نسیان کا غلبہ ہوتا ہے۔ عاشق و معشوق میں نقطۂ وحدت سے تعلق رکھنے کے بعد کثرت ختم ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ علم، جُوان دونوں میں تمیز کر سکتا ہے، وہ حقیقت مطلُوبہ سے ناواقف ہوتا ہے۔ اس لیے اس سالک پر واجب ہو گیا کہ وہ اس مقام سے اللہ تعالےٰ کی طرف ترقّی کی دعا کرے، تاکہ وہ حقیقی مومن بن جائے۔ پس جان لیا جائے کہ یہ ناسُوت کا مقام ہے، جس کی تحقیق کلام کے شرُوع میں ہو چکی ہے اور یہ سب قلب کا کمال ہے، جس کا ذکر مقامِ روح کے نیچے ہے اور جب قلب کے مقام میں وسوسہ اور اندیشہ پیدا ہو، تو یہ مقام سالک کے ٹھہرنے کے لیے نہیں، بلکہ اُسے اس سے آگے بڑھ جانا اور کمالِ روح سے مل جانے چاہیے اور وہاں ربّ کے سوا اور کوئی نہیں اور یہ مقامِ راحت ہے، جو ایک طویل ذہنی سفر طے کرنے کے بعد ملتا ہے۔ پس جاننا چاہیے کہ مقام ناسُوت میں متوسّط سالک کے لیے مختلف صورتوں میں تجلیّات ہوتی ہیں، جو بعض اوقات انسان کی صورت میں خواہ مرد یا عورت، کبھی گھوڑے کی شکل میں بھی اور کبھی اس دنیا کی دوسری مختلف صورتوں میں پھرتی ہیں اور ناسُوت کا لفظ الناس (انسان) سے نکلا ہوا ہے، اور انسان کی بزرگی کی وجہ سے اس ساری دنیا کو عالم ناسُوت کہتے ہیں اور چونکہ انبیا کی شان، قوّتِ متخیّلہ اور متصوّرہ سے بلند ہوتی ہے۔ اس لیے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اللہ تعالےٰ کو ایسی صورت کے لباس میں دیکھیں۔ اس لیے ہم پر واجب ہے کہ رب کے نام کو جبرئیلؑ سے منسوب کریں، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت یوسف کی حکایت میں بیان کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا

کہ میرے رب نے میرے لیے کیا عمدہ ٹھکانا بنایا۔ اور بعض مفسّرین نے ایسے مقامات کی تحقیق میں کہا ہے کہ ایسے الفاظ متشابہات میں سے ہیں۔ ان پر ایمان لانا چاہیے، لیکن ان کا کھوج نہیں لگانا چاہیے۔

مکتوب : ۸ (الف) سوال

حضرت میر علیم اللہؒ کی طرف سے، جو ظاہری و باطنی کمالات رکھتے ہیں، تخلیقِ عالم کے بارے میں استفسار۔ کہو، تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، اور سلام اُس کے منتخب بندوں پر۔ فقیر علیم اللہ کی طرف سے یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ تخلیقِ عالم کے بارے میں بزرگ مجتہدین اور صوفیائے کرام کے بیانات میں بظاہر تضاد پایا جاتا ہے، اس لیے کہ بزرگ مجتہد اس دنیا کی پیدائش عدم سے جانتے ہیں۔ اور صُوفیائے کرام نُور سے سمجھتے ہیں۔ یہ دونوں گروہ اپنی اپنی تائید میں کتاب وسنّت سے دلیل پیش کرتے ہیں اور یہ دونوں گروہ دین کے سرخیل ہیں۔ لیکن ان کے اقوال میں تضاد ہونے کی وجہ سے کسی ایک قول کو قبول کرنا مشکل ہے، کیونکہ ایک کی بات کا اقرار کرنے کا مطلب، دوسرے کی بات کا انکار کرنا ہے۔ لیکن محقّق دونوں اقوال میں مطابقت پیدا کرنے کے لیے تخلیقِ عالم کو منفی صفات کے نُورِ خاص سے جانتا ہے، جو عدم اور وجود سے مخلُوط ہے۔ ان دونوں اقوال میں سے ہر ایک، دونوں مذکورہ ارکان، یعنی عدم اور وجود سے ثابت ہے۔

نکتہ :

واجب الوجود کا وجُود اسی طرح ہے، جس طرح حق تعالےٰ کی ذات کا وجُود صفات کے ساتھ، اور عدم مانعِ وجود ہے، اور اللہ تعالےٰ سے شریک کی مانند ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان برزخ ہے، جسے ممکن الوجود عدم اور ممکن العدم وجُود قرار دیتے ہیں۔ اور تخلیقِ عالم کو ممکن الوجود عدم سے محال نہیں سمجھتے۔ اسی طرح ممکن العدم

marfat.com

وجود سے اس کی عدمیت کو ناممکن نہیں سمجھتے اور منفی صفات مثلاً لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (اس کی طرح کوئی اور شے نہیں) اور لم یَلِد ولم یُولَد (نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ کسی نے اس کو جنا) اور لا شریک لہٗ (اس کا کوئی شریک نہیں) وغیرہ وغیرہ، اور مذکورہ صفات کے وجُود کو جو عدم و وجود سے ملا جُلا ہے، نُور کے علاوہ نہیں مانتے. جیسا کہ حضرت جیو قدس سرہٗ نے ایک رباعی میں فرمایا ہے :- رباعی

نُور است وجُود، عینِ نُور است وجُود!

ظاہرِ علمی بمقتضیاتِ وجُود!

وجہی مخفی کہ بود حیث العرفاں

اظہر شدہ باظہورِ عرفان بشہُود!

ترجمہ :- وجُود نُور ہے۔ اور نُور وجُود کا عین ہے۔ وجُود کے تقاضوں سے علم کا ظہور ہوتا ہے۔ عرفان کے حساب سے ایک رُخ پوشیدہ رہتا ہے۔ اور وہ عرفاں کے ظہُور سے شہُود میں ظاہر ہوتا ہے۔

اور یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ محقّقین کے نزدیک ذات وصفات میں سے کوئی شے سمجھ میں نہیں آسکتی. چنانچہ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ قول دلیل ہے "ادراک، ادراک کو سمجھنے سے قاصر ہے"۔ اس مرتبہ کو علم الیقین اور علمِ حضُوری مانا جاتا ہے۔ اور جب سالک اس مرتبہ سے بلند ہو جاتا ہے، تو اس علم کو حق تعالےٰ کا علم جان کر اپنے آپ کو اس علم سے حاضر محسُوس کرتا ہے۔ اس مرتبہ کو عین الیقین اور حضوریِ علم سمجھتا ہے اور جب اس مرتبہ سے بھی بلند ہوتا ہے، تو اس علم کو حق تعالےٰ کی ذات کے سوا نہیں سمجھتا۔ اس مقام پر اللہ کی صفات لَاغیرہٗ ولا عَینہٗ (اس کے سوا اور اس کی مثل کوئی نہیں) کے معانی واضح ہوتے ہیں۔ اس مرتبہ کو حق الیقین اور

حضوریِ حضور گنا جاتا ہے ۔ مزید برآں چونکہ بزرگوں کے نزدیک اللہ تعالےٰ کی صفاتِ "لاغَیْرَہٗ ولاعَینَہٗ" کو ذات کے ساتھ صفات مقرر کر کے واجب الوجود کے واحد مرتبہ سے الگ نہیں گنا جاتا۔ اور چونکہ حق تعالیٰ خود بخود قائم ہے اور اس کی ذات کے ساتھ اس کی صفات ہمیشہ سے ہیں۔ اس لیے اس کا کوئی مثیل نہیں اور لاغَیْرَہٗ ولاعَیْنَہٗ" کی یہی نسبت اس کی تمام صفات کے ساتھ لازم ہے۔ اس لیے اس کی منفی صفات (کہ اس سا کوئی نہیں)، اور مثبت صفات کے درمیان یہی نسبت جان کر اس کی مثبت صفات کو اس کی منفی صفات سمجھتے ہیں اور اس کی ہر مثبت اور منفی صفت اس مقام پر غیریت کی وجہ سے ظاہر ہے اور ممکن الوجود جو منفی نور کی بدولت کہ عدم اور وجود سے مخلوط ہے، غیریت کی ان دو وجوہ سے مخلوق ہے یعنی نہ وہ واجب الوجود کے مرتبہ پر ہے اور نہ قیام کے مرتبہ پر، کیونکہ وہ خود بخود قائم ہے اور شریک، اللہ تعالےٰ کی صفات کے برخلاف اگرچہ خود بخود قائم نہیں لیکن واجب الوجود کے مرتبہ میں شریک ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ممکن الوجود ہر حالت میں ذات وصفات سے الگ ہوتا ہے، اور جو لوگ تمام وجوہ سے یا کسی وجہ سے عَینّیت کے قائل ہیں، واضح غلطی سے منسوب کیے جاتے ہیں اور اللہ ہی جانتا ہے کہ اُس کی شان کے امور کیا کیا ہیں اور وہی ہدایت دینے والا ہے۔ چونکہ منفی صفات کا نور عدم و وجود سے مخلوط ہے، اس لیے بزرگ مجتہد اور صوفیائے کرام تخلیقِ عالم کے سلسلے میں عدم و وجود دونوں کے قائل ہیں۔ اور چونکہ ذات اور اس کی مُثبت صفات دونوں مثبت ہیں، اس لیے مثبت صفات اس کی ذات کے زیادہ قریب ہیں، اس لیے اللہ تعالےٰ کی ذات کو مثبت صفات سے پکارا جاتا ہے۔ اور مفعول و مخلوق کے مرتبہ میں فاعل و خالق کی ممکنات، منفی صفات کے برخلاف پوری طرح ظاہر ہیں۔ کیونکہ منفی صفات کی ذاتِ ممکن سے قربت ہے۔ وہ عدم و وجود سے مخلوط ہیں۔ لہذا مفعول و مخلوق کی ذاتِ ممکن منفی صفات

کے خاص نُور کی بدولت ثابت ہے۔

عطیہ:

غیریت کے تمام پہلوؤں کے حساب سے ممکن کا مرتبہ، منفی صفات کے نُور کے مرتبے سے کہ اُسکے نور سے وہ مخلُوق ہے، وہی تعلق رکھتا ہے، جو متکلم کی باتوں کی آوازیں کہ وہ آناً فاناً عدم و وجود میں ہوتی ہیں۔ متکلّم اور کلام سے ان آوازوں کو مَوت کی سی نسبت ہے۔

عطیہ:

واضح ہو کہ خالق، جس طرح مخلوقات کی تخلیق سے پہلے، تخلیق کے وقت اور تخلیق کے بعد باقی ہے اور مخلوقات اپنے خالق کی عینیّت کے بغیر یا غیریت کے باوجود آناً فاناً فنا پذیر اور ہلاکت پذیر ہیں، اسی طرح متکلّم بھی کلام سے پہلے۔ کلام کے وقت اور کلام کے بعد، ثابت و قائم اور اس کا کلام عینیّت کے بغیر اور غیریت کے باوجُود فنا پذیر اور ہلاکت پذیر ہے۔ نیز اس پر اللہ تعالیٰ کا کلام شاہد ہے کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (اس کی ذات کے سوا ہر شے ہلاک ہو جانے والی ہے) اور كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (ہر شے فانی ہے) اس لیے کہ ہلاک اور فانی دونوں دوام کا مفہوم رکھتے ہیں۔ یعنی بلا قیدِ زمانہ اس کے لیے ہلاکت اور فنا ہے۔

مکتُوب: ۸ (ب) جواب

متقی و سیّدی سید علیم اللہؒ کے نام جو حضرت پیر دستگیرؒ کے خلیفہ ہیں۔ اس مسئلہ کی تحقیق میں کہ تخلیقِ عالم عدم سے ہے، یا نُور سے اور اس بیان میں کہ تخلیقِ عالم مثبت صفات سے انتساب رکھتی ہے، یا منفی صفات سے۔

اوّل و آخر، ظاہر و باطن تمام تعریف صرف اللہ کے لیے ہے۔ حضرت پیران پیرؒ کے آستانِ سیادت پناہ کے کمترین خادم کی طرف سے نیازمندانہ سلام کے بعد عرض

ہے ۔اگرچہ اس سے پہلے بھی آپ کی مُلاقات کا شوق تھا۔لیکن ان چند صفحات کے مطالعہ نے،جو آپ نے تخلیقِ عالم کی تحقیق کے بارے میں لکھے ہیں،آپ کی کشش کی وجہ سے اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کی ملاقات سے استفادہ کروں۔ لیکن یہ امر وقت پر موقوف ہے۔

آپ کی تحریر کے مطالعہ سے چند شبہات جو اس خاکسار کے دل میں پیدا ہوئے ہیں، وہ پیش خدمت ہیں۔اُمید ہے کہ آپ ان کی تفصیل فرمائیں گے۔آپ کے علمِ مبارک میں ہے کہ محققین کے نزدیک اشیاء کی حقیقت سات[1] صفات کے متعلقات سے وابستہ ہے۔مثلاً معلُوماتِ علم کے متعلق،مقدوراتِ قدرت کے متعلق اور مرادوں کے ارادے کے متعلق،اور علےٰ ہذالقیاس۔ان صفات اور ان کے متعلقات کا ظہور خود 'لا' سے واقع ہوا ہے اور اشیاء کے وجود، صفات کے متعلقات سے عبارت ہیں۔جیسا کہ خلّاقی، رزّاقی وغیرہ اور آپ نے معرفت کی جو باتیں لکھی ہیں،ان سے معلُوم ہوتا ہے کہ تخلیق عالم منفی صفات کی وجہ سے ہے،جو عدم و وجود سے مخلُوط ہیں۔آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ مثبت صفات ذات کے قریب ہیں اور منفی صفات ممکن کے قریب اس مقام پر چند سوال پیدا ہوتے ہیں۔ **پہلا**: یہ کہ چونکہ آں جناب کی کوئی بات خلاف سنّتِ رسول نہیں،پھر یہ کہنا کہ منفی صفات عدم و وجُود مخلُوط ہیں،کس بُنیاد پر ہیں اور کس لیے ہیں۔اور اگر بالغرض یہ مان بھی لیا جائے،تو بھی یہ عجیب بات ہے،کیونکہ جب یہ بات طے شدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی صفات وجُوب کا مرتبہ رکھتی ہیں اور عدم محض "لا شۓ" ہے،تو پھر صفاتِ واجب، عدم کے ساتھ کس طرح اختلاط کر سکتی ہیں؟ اور کیوں کر سکتی ہیں؟ کیونکہ یہ سب امکان و اعتبار سے تعلق رکھتی ہیں۔ **دوسرا**: یہ کہ جس

---

[1] سات صفات ، حیات ،علم ،قدرت ،کلام ، سمع ،صبر اور ارادہ

marfat.com

طرح ذات کے ساتھ صفات کی معیّت برابر ہے، اسی طرح صفات تمام ممکنات کے ساتھ ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے کے ساتھ قریب یا اقرب کی نسبت کس طرح دی جاسکتی ہے؟ کیونکہ یہ مطلق ہیں۔ نیز اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ مخلوقات میں منفی صفات کے سوا کوئی مُثبت صفات موجود نہ ہوں۔ جیسا کہ سُننے، دیکھنے، جاننے اور رکھنے وغیرہ کی صفات ہیں اور اگر بالغرض یہ مان بھی لیا جائے کہ مخلوق کی صفات منفی صفات کی اُمّ الصفات (ماں) ہیں اور باقی تمام صفات ان کے ماتحت ہیں۔ کیونکہ اگر منفی صفات کا ظہُور دوسری تمام صفات کے ظہُور پر سبقت رکھتا ہے۔ تو پھر ماننا پڑے گا کہ اس سبقت کی وجہ سے، اپنے سوا، ہر قسم کے ظہُور پر اس کو بالا دستی حاصل ہو گی۔ اور صُورت یہ ہے کہ تمام اولیا اللہ کے نزدیک سات صفات اُمّ الصفات (تمام صفتوں کی ماں) ہیں، خواہ یہ وجُوب کا مرتبہ ہو اور خواہ امکان کا مرتبہ۔ کیونکہ قابلِ اطاعت ہونے اور اطاعت کرنے کا اطلاق، صفاتِ واجب پر ان کے متعلقات کو دیکھنے سے ہوتا ہے نہ کہ خود ان پر۔ کیونکہ وہ سب تو اللہ تعالےٰ کی ذاتِ واحد کی قابلیتیں ہیں، کیونکہ یہ سب سمجھ میں آنے والی ہیں اور اُس مرتبہ میں ہمارے اِدراک کا کوئی مقام ہی نہیں۔ **تیسرا** یہ کہ منفی صفات مثلاً لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ، لَم یلد ولم یولد، وغیرہ ذات کا نقصان پُورا کرنے والی اور کسی دوسرے شریک کے وجُود اور مثبت صفات کو مانع ہیں، جیسا کہ علم غیب و حاضر اس کے خالق، بارِی، اور مصوّر ہونے کا ظاہری مقتضیٰ مخلُوق ہے۔ اگرچہ یہ بھی مخفی طور پر نقصان کو پُورا کرنے اور شریک کے وجُود کو منع کرنے والی ہیں۔ اس لیے اس لحاظ سے زیادہ صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ تخلیق عالم کا سبب مثبت صفات کے نُور کو کہا جائے۔ اور یہ حقیقت کے لحاظ سے بھی درست ہے۔ کیونکہ پہلے پہل تمام وجُوہ سے کہ اس سے پہلے موجُود ہوں، علم کے معلُوم ہونے، قدرت کے اندازہ کرنے اور ارادے پا لینے کا استعمال اطلاقاً ہوا ہے، اور یہ سب ازل سے مقرر

شدہ وقت پر اعتبار کے مرتبہ پر مشہودات کی موجودگی کی مقتضی ہیں، اور یہ وقت کا مقرر ہونا بھی معلوم و مقدور کی شان رکھتا ہے۔ اور کُنتُ کنزاً مخفیاً (میں ایک مخفی خزانہ تھا) اسی مرتبہ کے اعتبار سے کہا گیا ہے۔ اور اس صورت کے لحاظ سے بھی کہ تخلیقِ عالم اپنی ہر حیثیت سے پابند ہے خواہ ظاہر کرنے، خواہ ظاہر ہونے کی حیثیت سے۔ اور ایک دوسرے کی نسبت سے مظہریّت، تقدیر ازل کے حساب سے مقرّرہ اوقات پر پیدا کرنے اور موت دینے میں موجود تھی، موجود ہے، اور موجود رہے گی۔ یہ حالت ابد تک رہے گی فَخَلَقتُ الخلقَ لاُعرَف (میں نے مخلوق کو اس لیے پیدا کیا کہ پہچانا جاؤں) کا مقام اِسی حیثیت سے ہے، اور اس کا ایک حاصل یہ بھی ہے کہ اس سے بزرگ مجتہدین اور صوفیائے کرام کے اقوال کا تضاد بھی ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ موجودیت کے لیے اور ممکن الوجود عدم کے ظاہر ہونے کے لیے ایک ایسے نُور کی ضرورت ہے، جو ازلی اور ابدی ہو۔ اور وہ صفاتِ ذات کا نُور ہے کہ ازل ہی سے اس کے انوار کے کمالات دنیا کی ظاہر و مخفی موجودات پر حکم چلا رہے ہیں اور یہ دنیا تقیّد و حدوث کے مرتبے سے ایک قدم اِدھر اُدھر نہیں جا سکتی۔ سوائے عدم کے مرتبہ کے، اور جب تک ازل سے مقرّرہ وقت وجود میں نہ آجائے، زندگی، موت اور دوسری صفات دنیا کے کسی ذرّے سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ اور کوئی شے عدم سے وجود میں نہیں آتی۔ پس دنیا تقیّد، حدوث، اور وجود کی مختلف حیثیتوں سے کہ انہی خصوصیات سے اس نے نام پایا ہے، عدم سے الگ ہے، اور معلُومیت، مقدُوریت اور مرادیت کی حیثیت سے نُورِ ازل و مطلق سے اس کا کوئی تضاد نہیں رہتا اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے، اس کا مطلب پوری طرح واضح نہیں ہوا کہ کس قسم کا تضاد پیدا ہوتا ہے، اور امید ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو جس حقیقت سے آگاہی بخشی ہے، تحریر فرمائیں گے۔ تاکہ

ہم درماندہ لوگ سچّی سعادت حاصل کرسکیں. کیونکہ یہ بندۂ حقیر لکھنے کے معاملے میں اُمّی ہے، اگر کوئی غلطی ہوگئی ہو تو درگزر کریں اور اصل بات کی طرف نگاہ رکھیں. اللہ تعالےٰ آپ کو اجر دے گا. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰے عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

مکتوب: ۹ (الف) سوال

فضیلت مآب شیخ علی احمد سہارن پوری کی طرف سے بعض حقایق کے بارے میں چند سوالات۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس کے کے حبیب پر درُود بھیجتے ہیں. عبدالصمد علی احمد کی طرف سے سلام. عرض ہے کہ ہردوار کے اس علاقے میں کُفّار کا ایک عبادت خانہ ہے. ہر سال ہر طرف سے ہندُو یہاں جمع ہوتے ہیں. خاص طور پر بارہ سال کے بعد کفّار کا زبردست اجتماع ہوتا ہے اور عقل ان کی تعداد شمار کرنے سے عاجز ہے، جب اس معاملہ پر غور کیا گیا، تو معلُوم ہوا کہ اس عبادت خانے کے اندر بھی ایک حقیقت ہے، جس طرح کعبہ معظمہ جو اللہ تعالےٰ کے نام کا مظہر ہے، کے اندر ایک حقیقت ہے اور انسانوں کے دلوں کو، جو مناسبتِ ازلی کے مطابق اس حقیقت سے تعلق رکھتے ہیں، بے اختیار اپنی طرف کشش کرتی ہے، بلکہ ظاہر بیں نظروں میں وہ حقیقت اُسی ہیئتِ اجتماعی سے عبارت ہے، جس طرح کسی سلطنت کی حقیقت اس کے بادشاہ اور فوج سے ظاہر ہوتی ہے. چنانچہ ہندو پُرخطر رستوں کے باوجود ہزاروں منزلیں مارتے. گرتے پڑتے یہاں آتے ہیں اور ایک مقرّرہ وقت پر دریائے گنگا کے کنارے اشنان کرتے ہیں. اس لیئے اِن دونوں عبادت گاہوں میں وہ فرق معلُوم نہیں جس کی وجہ سے

ایک کا برحق ہونا اور دوسرے کا باطل ہونا ثابت ہو۔ حافظ شیرازی نے کہا ہے ؎

درعشقِ خانقاہ وخرابات فرق نیست

ہر جا کہ ہست، پرتوِ رُوئے حبیب ہست

ترجمہ، (خانقاہ اور شراب خانے کے عشق میں کوئی فرق نہیں۔ جو بھی جگہ ہے، وہاں دوست کے چہرے کا جلوہ ہے)

اگر ایک کو ہدایت دینے والے کا مظہر کہیں، اور دوسرے کو گمراہ کرنے والے کا مظہر کہیں، تو پھر کافی نہیں، کیونکہ ہدایت وگمراہی اضافی باتیں ہیں۔ اسی طرح جمال وجلال، اور سعادت وبدبختی بھی اس قسم کی چیزیں ہیں مثلاً لاہور جانے والے کی نسبت ہادی کی ہے اور دہلی جانے والے کی نسبت گمراہ کُن کی ہے، اور اس کے برعکس۔ اور یہ کہ اپنے ربّ کی نسبت سے جو بندہ شاہراہ پر ہے، وہ دوسرے کے رب کی نسبت گمراہ ہے اور کعبۂ معظّمہ کی حقیقت کا روشن ہونا سب پر مشترک ہے۔ چنانچہ یہ حقیقت کسی پر کم، کسی پر زیادہ تجلّی ڈالتی ہے۔ چنانچہ اُس کی حقیقت بھی بعض پر کم اور بعض پر زیادہ پرتو ڈالتی ہے۔ بلکہ ہندوؤں کے کئی فقیر جو وحدت کے شہود سے واقف ہیں، راقم الحروف کے ساتھ بھی راہ ورسم رکھتے ہیں۔ قبلہ گاہی! آپ پر سلام ہو دنیا کا کاروبار عجیب ہے، اللہ تعالےٰ کی ذات جہاں تک سمجھ میں آتی ہے، ورا الورا (پرے سے پرے) ہے۔ اور اُسے مخلوق سے کسی طرح کی کوئی نسبت نہیں۔ سوائے اس کے کہ خلق اللہ تعالےٰ کی مظہر ہے لیکن ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک (مٹی کو عالم پاک سے کیا نسبت) اور خُدا کی قسم کسی نے خوب کہا ہے ؎

کس ندانست کہ منزل گہِ معشوق کجاست

ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

ترجمہ (کسی کو معلوم نہیں کہ معشوق کی منزل کہاں ہے، بس اتنا ہے کہ گھنٹی کی آواز آ

رہی ہے)

حق تعالےٰ کی صفات کے ناموں کی مختلف شانوں اور حالتوں نے جو اعتبارات سے عبارت ہیں ہستی کے آئینوں میں روشنی ڈال کر اپنا ظہور کیا ہے اور اس ظہور کا نام عالم ہے۔ اور افرادِ عالم اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے متحد ہیں، لیکن مظہر کے تعین کے اعتبار سے ایک دوسرے کے برخلاف ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام مخلوق اپنے رب کے حوالے سے ہدایت یافتہ ہے اور اپنے علم اور ارادے کے مطابق عمل کرتی ہے، جیسا کہ تحریر کیا جا چکا ہے۔ مزید برآں یہ مشہور حدیث کہ "ہر شخص فطرتِ اسلامی پر ہے" کے مطابق ہے اور حدیثِ قدسی کے مطابق بھی کہ اللہ کی رحمت کو اس کے غضب پر سبقت حاصل ہے۔ چنانچہ ہر شے کو اپنی ذات سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہے، اور گمراہی اور غضب جو عذاب کا سبب ہیں، اللہ تعالےٰ کی نسبت سے سب سے آخر میں طاری ہوں گے۔ کیونکہ "عرض" کو "جوہر" پر ہمیشہ کے لیے غالب تصور نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ شیخ محی الدینؒ عربی، شیخِ اکبر نے یہ جو فصوص الحکم میں فرمایا ہے کہ "اہلِ شقاوت بھی طویل و شدید عذاب سہنے کے بعد سعادت و نیک بختی سے ہم کنار ہوں گے" درست ہے۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ اس فقیر کا اس معاملے میں کہ کتاب و سنّت کے قطعاً خلاف ہے، حضرت شیخِ اکبر کے ایک ماننے والے سے بہت بحث و مباحثہ ہوا، جس کو تحریر کی صورت میں ملاقات کے وقت آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ اس وقت ہندوؤں کا یہ مسئلہ پیش خدمت ہے کیونکہ اس نے میرے دل و دماغ پر قبضہ کر لیا ہے چنانچہ ایک درویش کے ہاتھ یہ عریضہ آپ کی خدمت میں بھجوا رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اس پریشاں دل کے حال پر توجہ اس طرح فرمائیں گے، کہ اس الجھن کا حل ہاتھ آجائے۔ اگر اس کے اندر کوئی حقیقت ہے تو بھی اور اگر نہیں تو بھی، آپ

marfat.com

کی توجّہ سے میرے دل سے یہ اُلجھن نکل جائے۔ اے اللہ ہمیں اشیا کو اس طرح دکھا جس طرح کہ ان کی حقیقت ہے۔

مکتُوب: ۹ (ب) جواب

فضیلت مآب علی احمد سہارن پوریؒ کا مکتوب ملا۔

شرُوع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے" وہ اللہ ہی ہے جو ایمان لانے کو ظُلمات سے نکال کر نُور کی طرف لے جاتا ہے اور جو کُفر کرنے والے ہیں، وہ شیطان کے ساتھی ہیں، جو اُنہیں نُور سے نکال کر ظلمات کی طرف لے جاتا ہے" اے سچے دوست اور علم کے چاہنے والے، سلام مسنُون۔ ان دونوں باتوں کے درمیان کا فرق مندرجہ بالا آیات کریمہ کے اچھّی طرح مطالعہ سے سمجھ میں آ جائے گا۔ انشاءاللہ اس کی تفصیل تحریر کی جائے گی۔ آپ کا مکتوب ملا۔ اور اس کے مضمون سے آگاہی ہوئی یہ جو پوچھا گیا ہے کہ دریائے گنگا کے کنارے اجتماعِ کُفّار سے (اللہ ان پر لعنت کرے) ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ عقل اس کا شمار کرنے سے عاجز ہے، بالکل اسی طرح جسطرح کعبہ معظمہ میں ہوتا ہے۔ پس ان دونوں عبادت گاہوں میں کیا فرق ہے، کہ اس میں ایک کے حقیقت اور دوسرے کے باطل ہونے کا سبب معلُوم نہیں، اس کے جواب میں ہادیِ مُطلق کی مدد سے یہ عرض کرتا ہوں (اور میں اُسی سے مدد مانگتا ہوں) کہ معلُوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ ہی حقیقتِ واحد ہے، اور تمام ذاتی وصفاتی کمالات، اس میں جمع ہیں۔ اور اس کے کمالات میں سے کوئی کمال، اور اس کی صفات میں سے کوئی صفت، ایک دُوسری سے اور اس کی ذات سے کسی لحاظ سے بھی متضاد اور مخالف نہیں۔ اگر حقیقت، جمال اور اس کے تمام کمالات کی صفت ہے، تو جلال اور اُسکے کمالات کی صفت سے محبّت رکھنے والا اُسکا عین (مثل) ہے، اور اسی

طرح جلال کی صفت کی حالت ہے۔ جس طرح جمال کی صفت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اپنی پوشیدہ قابلیتوں کو مخصوص شکلوں میں ظاہر کرے ، اسی طرح صفتِ جلال کی پسند اور اس کا تقاضا ہے اور اس کے برعکس بھی۔ اور صفات کا ایک دُوسرے سے محبت کرنا اور ایک دوسرے کا محبُوب ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ انہیں ایسے مراتب کی تفصیل کی موجُودگی میں ذاتِ واحد سے محبت ہے اور اس کے تقاضے سے وہ ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ چونکہ صفتِ جمال کا تقاضا اور مقصدُ اللہ تعالےٰ کی ذات کی نزدیکی اور ہمراہی ہے ، جو مخصوص مظاہر سے حاصل ہو سکتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (اللہ احسان کرنے والوں کے قریب ہے) اس لیے اُس کی عبادت کی جاتی ہے، جو قُربت اور ہمراہی کے مراتب کا تقاضا کرتی ہے اور مقدس عبادت گاہیں، جو معبُودِ حقیقی کے قربت کے نُور سے معمُور ہیں ، اس کے جمال کے مظاہر کا حصہ ہیں۔ اور چونکہ صفتِ جلال کا تقاضا ذاتی غضب کی وجہ سے دوزخ کے مختلف طبقات میں دُوری اور محرُومی ہے ، اس لیے ان کے اعمال سراب کی طرح ہوتے ہیں ، جن کا تقاضا دُوری اور گمراہی کے دوزخ کے درجات ہوتا ہے اور اُن کی تاریک اور پوشیدہ عبادت گاہیں قُرب و نزدیکی کے مراتب سے دُور ہیں ، صاحب نظر لوگوں کے نزدیک یہ جلال کے مظاہر ہیں۔

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۔ (پھر اسے الٹا پھیر کر ہم نے سب نیچوں[1] سے نیچ کر دیا)

---

[1] پھر ہم نے اُسے سب سے نچلے مقام یعنی عالم طبیعت میں لوٹا دیا۔ تاکہ اس کے ذریعے ظہُور ، اظہار ، اطوار ، اور شعُور کے آثار کو زندہ کیا جائے۔ چونکہ اس آیت کے بارے میں حقائق تفسیر میں ایک نہایت دل پذیر طریقے سے بیان کیے گئے ہیں۔ ان احوال کی خبر زیر مطالعہ ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے انسان کو اس طرح زمین میں پیدا کیا ، کہ اُسے ایک صورت دی ، اور عمر کی ابتدا ایسی ہوتی ہے کہ اس حالت میں وہ کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اور اس عمر میں کسی میں کوئی طاقت نہیں ہوتی سُورہ والتین کی یہ تفسیر ، تفسیر حسینی کے مطابق ہے

کا ارشاد اسی مطلب کو واضح کرتا ہے۔ پس عبادت اور عبادت گاہوں کی حقیقت صفتِ جمال کے تقاضے سے جمال کا مَظہر ہیں اور اپنے اپنے مُظہر کے اعتبار سے مرتبۂ وصال کے قریب۔ پس یہی حقیقتِ حق سے ملانے والی ہے اس کے مقابلے میں پرستش اور پرستش گاہوں کی حقیقت صفتِ جلال کے تقاضے سے غضب کے مظاہر ہیں اور وہ بھی اپنے اپنے مُظہر کے اعتبار سے محرُومی و دُوری کے مراتب پر ہیں اور ان دونوں کامل صفات کا تقاضا ازل ہی سے پہلی حالت میں اللہ تعالیٰ کی قُربت اور دُوسری حالت میں اللہ تعالیٰ سے دُوری ہے۔" اس سے نہیں پُوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتا ہے، بلکہ لوگوں سے پوچھا جائے گا۔"

چنانچہ انبیاء کی عبادت گاہوں اور مردُود شیاطیں کی پناہ گاہوں میں فرق ظاہر ہو گیا۔ اللہ انبیاء اور ان کی اطاعت کرنے والوں پر رحمت کرے اور شیاطین اور اُن کی اطاعت کرنے والوں پر لعنت کرے۔ اور مومنوں کی عبادت گاہوں کا نتیجہ اس ذاتِ کامل سے قُربت و وصل ہے اور عبادت گزار مومنوں کو یہ چیز ہمیشہ حاصل رہے گی۔ اور شیاطین کی عبادت گاہیں دوزخ کے طبقات میں ڈالنے والی ہیں، اور ہمیشہ کی دُوری اور محرُومی ہے، جس میں کبھی کمی نہیں آئے گی اور" اللہ تعالےٰ کی سُنّت میں کبھی تبدیلی نہیں پاؤ گے"۔ اور یہ تبدیلی کس طرح ہو سکتی ہے کیونکہ اِن دونوں کامل صفات کا ظہُور اپنے اپنے مخصُوص مقام پر ہوتا ہے، اور اللہ تعالےٰ کی ذات پاک کا یہی تقاضا ہے۔ بے شک اللہ پاک ہے اور یہ جو حدیثِ قُدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لے جائے گی، تو اپنے تقاضے کی وجہ سے ایک قُربت معبُود کی مَظہر ہے اور دوسری محرُومی کے دوزخ کے طبقات میں ڈالے جانے کی کیفیت ہے۔ یقیناً یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہو گی۔ " اللہ نے انسان کو وہ سکھایا، جسے وہ نہیں جانتا" اور" حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ" اور" حق کو مت چھپاؤ جب کہ

تم اسے جانتے ہو" اور یہ جو لکھا گیا کہ" ہر شے کو اپنی اصل کے اعتبار سے حق تعالےٰ کا قُرب حاصل ہے" اس کی حقیقت یوُں ہے کہ اللہ تعالےٰ کو اپنی ذات وصفات سے مخلوُقات کے ہر ذرّے کے ساتھ کسی قسم کی روک ٹوک، حجاب، سمت کے بغیر صاف صاف آیات کے مطابق قُربت ومعیت کا حاصل ہونا ثابت اور طے شُدہ ہے۔ لیکن یہ قُرب ومعیت اشیاء کے ساتھ عام ہے، اور اس عام قُربت کا خاص نتیجہ اُن کا موجُود ہونا اور نیست ونابُود نہ ہونا ہے اور" اللہ کافروں کو گھیرنے والا ہے"۔ پس عام قُرب کے اعتبار سے مومن اور کافر برابر ہیں اور قُربِ خاص کا پھل پانا دو وجہ سے بندہ کو توفیق کیا گیا ہے۔ ایک انبیاء کی موافقت اور اطاعت کے حصُول کے لیے، دُوسرے ان کی اطاعت کی بدولت، علمِ لُدنی سے بہرہ ور ہونے کے لیے۔ اور یہ قُرب جو ہمیں ملا ہے۔ انبیاء پر اعتقاد رکھنے کی وجہ سے نصیب ہوا ہے اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔ اور اطاعت واعتقاد کے نُور سے محرُوم لوگ ازل ہی سے اس قُرب سے بے بہرہ ہیں۔ بمطابق آیت کریمہ" جو لوگ ایمان لائے، پھر انہوں نے کُفر کیا، وہ پھر ایمان لائے، پھر کافر ہو گئے، اور پھر اس کُفر میں دُور نکل گئے۔ اللہ ان کو ہرگز معاف نہیں کرے گا اور ہدایت نہیں دکھائے گا"۔

میرے عزیز! جب ذات وصفات کی وجہ سے دُوری ومحرُومی، قہر کے مظاہر ہوں، تو کس میں یہ طاقت ہے کہ قہر کے مخصوص مظاہر الگ کر کے اُسے وقت کے سپُرد کر دے۔ اور جو اللہ تعالےٰ کے قہر کا مظہر ہے، اُسے قبُولِ رحمت کا مظہر بنانا، ذات حقیقی کے تقاضے کے برخلاف ہے۔ پس ان دونوں کامل صفتوں میں کس طرح حقیقی موافقت پیدا کرنا ثابت ہو سکتا ہے" اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے"۔ اور" جو شخص اللہ، اس کے ملائکہ اس کی کتابوں اس کے رسُولوں، جبرئیل، میکائیل کا دشمن ہے" اور" تحقیق، اللہ کافروں کا دُشمن ہے" کے مصداق کون ایسا ہو سکتا ہے۔ جو اس دُشمنِ غالب

marfat.com

کو کسی شرط کے پُورا کیے بغیر صُلح پر آمادہ کر سکے۔ اور اللہ کی باتیں تبدیل نہیں ہوتیں"۔ البتّہ رحمت و غضب کے مشترکہ مظاہر جو گنا ہگار مومن ہیں۔ کئی زمانے گزرنے کے بعد ظاہر ہوں گے اور غضب، رحمت کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ اور چونکہ گنہگار کُفر کے طریقے پر ہوتے ہیں، اور ایسا کُفر کرنے والا دراصل اللہ کے ساتھ ایمان کی بدولت قُربت رکھتا ہے، اسلیئے اگر اس پر اس گناہ کی وجہ سے عذاب نازل ہوتا ہے، تو ہم 'عرض' کو 'جوہر' پر ہمیشہ کے لیے غالب تصوّر نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ اہلِ سنّت والجماعت کا مسلک ہے، اور چونکہ شیخِ اکبر (محی الدین عربیؒ) طریقت کی بلندیوں پر فائز تھے، اور شریعت کا کافر اس مرتبے سے نیچے گرا ہوا ہے، اور اس کا منظُور نظر اس مرتبے کا منکر ہے، اسلیئے اگر مخالفین کے خدشے کو دُور کریں اور اہلِ حق کی بات کے پیش نظر یہ کہیں کہ اہل شقاوت کا انجام، یعنی ایسے شقی لوگ جو کفر کے طریقے پر چل رہے ہیں، ہزاروں زمانے گزُرنے، اور ہزاروں عذاب سہنے کے بعد سعادت کو حاصل کرلیں گے، تو مناسب ہے، اور دین کے مقرّرہ امور کے قطعاً مخالف نہیں۔ وہ شخص عجیب دانا ہے کہ اس نے شیخِ اکبرؒ کی بات کو وہ معنی پہنا دیے، جو ان کے مقام سے بہت دُور اور ہزاروں انبیاء، اور تمام آسمانی کتابوں کے مخالف ہے۔ اور اُس مطلب سے جو حضرت شیخِ اکبرؒ کی شان کے شایاں اور آیات واحادیث کے مطابق ہے، غافل و بے خبر ہے اور اس کے باوجود اپنے آپ کو حضرت شیخِ اکبرؒ کا اطاعت گزار کہلواتا ہے، اور ہر طرف اللہ ہی اللہ ہے ؎

حرفِ درویشاں بدُزدد مردِ دُون تا بخواند بر سلیمی زاں فسوں

(ترجمہ:۔ کمینہ آدمی درویشوں کی باتیں چُرا لے جاتا ہے، تاکہ ان کی بدولت سلیم الطبع آدمی پر اپنا جادُو چلائے)

اور جہاں تک حافظ شیرازیؒ کے شعر ؎

درعشقِ خانقاہ وخرابات فرق نیست ہر جا کہ ہست پرتوِ روئے حبیب ہست!

کا تعلق ہے، اس کے معنی کتنے عمدہ ہیں، یعنی چونکہ خانقاہ وخرابات دونوں اللہ تعالےٰ کے جمال وجلال کی صفات کا ازل کی حکمتِ کامل کے تقاضے کے مطابق مظاہر ہیں، اس لیے عاشق کو خانقاہ وخرابات کے عشق میں کس طرح فرق محسوس ہو سکتا ہے، کہ وہ ایک کا اقرار اور دوسرے کا انکار کرے، حالانکہ دونوں اس کی ذاتِ محبوب کے جمال وجلال کے مظہر ہیں۔ لیکن خرابات کا مالک اور ایسے مقامات کا بانی جو انبیا کی اطاعت کے برخلاف ہے، عشق سے دور کا واسطہ بھی نہیں رکھتا اور اس کی ذاتی استعداد کفر اور محرومی کی تاریکی میں پوشیدہ ہے اور جیسا کہ محبِ حقیقی نے اپنے سچے کلام میں کہا ہے "اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا"۔ اس لیے محروم لوگ اطاعت وپیروی کو کس طرح ایسے عشق سے منسوب کر سکتے ہیں کیونکہ ان کا میلان حرص وہوا کی طرف ہوتا ہے۔ بدترین شخص وہ ہے، جو دوسرے انسان کو گمراہ کرتا ہے اور چونکہ اللہ تعالےٰ نے حکمت بالغہ سے اس کا نام ازل سے گمراہ لکھا ہے، ایسے شخص کو عاشق کہنا اللہ تعالےٰ کی مخالفت کرتا ہے۔

ایک اور لطیف بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ خانقاہ وخرابات کے عشق میں کسی فرق کا نہ ہونا حقیقت ومرتبۂ فنا کی حیثیت سے ہے۔ لیکن ان میں بقا کی فضیلت ومرتبہ کے اعتبار سے واضح فرق ہے۔ اور کیوں فرق نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مظاہر جمال کو محبوب فرمایا ہے اور مظاہر جلال کو ناپسند کہا ہے اور کون ایسا محبت کرنے والا اور بقاء غیر کے مرتبہ سے واقفیت رکھنے والا ہوگا۔ جو حقیقی بقا کے مالک سے دشمنی کرے گا اور اس کے ناپسند کو پسند کرے گا۔ ایسا وہی کر سکتا ہے، جو دائرہ محبت سے دور ہو اور ناپسندیدہ لوگوں کی صف میں شامل ہو اور "ہم اپنے نفوس کی برائیوں اور اپنے اعمال کی خرابیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں"۔ صاحبِ کمال لوگوں نے یہ

اقرار کیا ہے کہ اوسط درجے کے لوگ وصلِ غیر حقیقی سے ملبوس ہوتے ہیں، اور مظاہر کے مرتبوں میں ظاہر ہونے والے کے مرتبہ کو نظر انداز کر کے سوائے نظر آنے والے کے کسی اور کو نہیں دیکھتے۔ چنانچہ اپنی نارسائی کی وجہ سے ان کی یہ دید حقیقت تک نہیں پہنچتی اور دونوں مظہروں کے درمیانی فرق کو معلوم نہیں کرتی، لیکن جب اُسے مرتبۂ بقا مل جاتا ہے اور حقیقی دید میسّر ہو جاتی ہے، تو پھر اسے معلوم ہوتا ہے کہ محبوب کا محبوب کونسا ہے اور محبوب کا مبغوض کون ہے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے اسے دیتا ہے"۔ اور جو یہ لکھا گیا کہ حق تعالےٰ کے ناموں کی مختلف شانوں اور حالتوں نے جو اعتبارات سے عبارت ہیں ہستی کے آئینوں میں روشنی ڈال کر اپنا ظہور کیا ہے ..... " تو اے مہربان! اللہ تعالےٰ کی صفات اور شانیں بھی ذات کے رنگ میں منزّہ اور پرے سے پرے ہیں۔ ظالم کے ساتھ اس کی ذات کی عدم مناسبت اس معنی میں ہے کہ وہ ہمارے ادراک کی قید میں نہیں آتی، اور چونکہ اس کی صفات اور شانیں بھی ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں، اس لیے ہستی میں مناسب طور پر شریک ہیں۔ لیکن چونکہ اُس کی قربت و معیت استغنا اور بے کیفی کی انتہا کی وجہ سے، حقیقی اور ہر ذرّے سے منزّہ و پاک ہے، اور اس کا فیض بخشا اور فیض پانا ظاہر ہے اور مناسبت کا نور پیدا ہے، اس لیے اس نور کی مناسبت نے انہیں مرتبۂ اعلےٰ پر پہنچایا اور واقف اِسرار کر کے بے کیفی کی حقیقت سے آگاہ کیا ہے۔ اگر نور متناسب نہ ہوتا، تو پھر مطلوب کی حقیقت کون پا سکتا تھا۔ اللہ تعالےٰ کو عدم مناسبت کے خیال سے دُور نہیں کرنا چاہیے۔ جو اُسے دور تر رکھتا ہے، وہ اس سے دُور تر رہتا ہے کیونکہ وہ پکارنے والے کے قریب ہے، اور جو یہ لکھا گیا کہ "بعض ہندو شہودِ وحدت کے نشہ سے سرشار ہیں"، میرے عزیز! وحدت کے شہود کے تین مرتبے ہیں۔ اوّل: اللہ تعالےٰ کی ذاتِ وحدت کا شہود۔ یہ رتبہ انبیاء کی پیروی کے بغیر حاصل نہیں ہوتا

جیسا کہ ..... اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو..... "سے آگاہ کیا گیا ہے، چونکہ ہر ذرّے کے وجُود کا تعلق اس وجودِ شریف (اللہ تعالےٰ) سے ہوتا ہے اس لئے اس منبعِ حقیقی سے بے واسطہ کسی وجود کا شہُود محال اور ناممکن ہے اللہ تعالےٰ اپنا طریقہ تبدیل نہیں کیا کرتا۔ دوئم : روحِ جامع کی وحدت کا شہُود ارواحِ مفصّلہ کے مراتب میں ہے ان ارواح کا تعلق اجسام سے ہوتا ہے اور یہ شہُود بھی ان مومنوں کا حصّہ ہوتا ہے جو طریقت کے درمیانی راستہ پر گامزن ہیں اور وہ یہاں سے اللہ پاک کے فضل سے اور ایمان کے نُور کے ذریعے اپنی اصل منزل کی طرف ترقّی کرتے ہیں اور کبھی کبھی اہلِ ہوا میں بھی اس شہُود کا ظہُور ہوتا ہے یہ اس میں مقیّد ہوتا ہے اور ایمان کے بغیر باطن میں دکھائی نہیں دیتا۔ سوئم عُنصرِ مجمل کی وحدت کا شہُود جو عرش کے نیچے ہے، آسمانِ دنیا کے تحت مختلف عناصر کے مراتب میں ہے۔ اور انبیاؑ کے اکثر منکرین کو اس شہُود کے ذریعے مصیبت میں ڈالا جاتا ہے، اور خواہش کی شدّت سے یہ مرتبہ ان کج اندیش لوگوں کی نظروں میں تحقیق شدہ دکھائی دیتا ہے اور عناصر اربعہ کی تاریکی کے دشت و صحرا سے ان کی نظر اُوپر نہیں جاتی۔ اور اگر ریاضت اور مجاہدہ کی کثرت و شدّت سے تزکیۂ نفس کر بھی لیں، تو پھر بھی اسی شہود میں محصُور رہتے ہیں۔ اہلِ ہوا دل کی صفائی سے محرُوم رہتے ہیں۔ اگر یہ دونوں شہود، اہلِ ہوا کے مشاہدہ کو حضرات انبیاء کے اعتقاد کے سرچشمے کے ذریعے، مظہریت میں صفتِ جمال کے مشترک ہونے کی بدولت رہنمائی کر دیں، اور حرص و ہوا سے باہر نکال لائیں، تو پھر درجات میں ترقّی ہو گی، ورنہ تاریکی کے دوزخ میں جا گرائیں گے۔ اور ان پر ابدی عذاب نازل ہوگا۔ ایسا مشاہدہ کرنے والا اطاعت و پیروی سے محرُوم رہ کر عذاب میں مبتلا رہے گا۔ اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ شہودِ وحدت کے ہر دیکھنے والے کو حقیقی واحد کی ذات سے ملا ہوا نہیں سمجھنا چاہیے۔ جب تک اس میں انبیاؑ کی پیروی کی دلیل نظر نہ آجائے۔

marfat.com

اور "تم خواہشات کی پیروی نہ کرو، کیونکہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گی"۔ بلکہ پختہ ایمان نہ رکھنے والے مومنوں کو اس قسم کے مشاہدہ کرنے والے سے دُور رہنا چاہیے، تاکہ اس کی تیرگی اس مومن کے اندر بھی سرائت نہ کر جائے، کیونکہ اس قسم کے لوگوں کی مذمت میں "وہ گمراہ ہیں اور گمراہ کرتے ہیں" کا انتباہ ہوا ہے۔ ع

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است

ترجمہ (اب میں اسی پر بات ختم کرتا ہوں، کیونکہ سمجھداروں کے لیے اتنا ہی کافی ہے)
آپ پر اور جو آپ کے نزدیک ہیں اُن سب پر سلام۔

مکتوب : ۱۰

اللہ تعالےٰ کی ذات سے اُس کی صفات کی نسبت کے بارے میں حقیقی تحقیق۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ بزرگوں کی کوشش نے اللہ تعالےٰ کی ذات سے اس کی صفات کی نسبت کو ایک مختصر بات یعنی "لاھُو" اور "لاغَیْرَہ" میں بیان کر دیا ہے۔ اور یہ بظاہر سوال کرنے والے کے جواب میں ہے جس نے عَینیّت، اور غیریّت، کے بارے میں سوال کیا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں 'عینیّت، اور 'غیریّت، کا اِطلاق شریعت عطا کرنے والے نے نہیں کیا۔ اور یہ دونوں الفاظ قوّتِ ادراک کی سمجھ کے اعتبار سے نئے ہیں، اور اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات، اس کی تقدیس اور بے کیفی کے کمال کے ساتھ موجود ہیں۔ اس لیے اس کی تعریف کرنا اس فانی علم کے ذریعے، جب کہ اس نے علم قدیم کی تعلیم نہیں دی، پرلے درجے کی بے ادبی ہے۔ "پاک ہے وہ تیرا ربّ، عزّت والا ربّ، ان تمام باتوں سے، جن سے اسے موصوف کرتے ہیں۔ اس لیے عینیّت کی نفی اور بے کیفی کی غیریّت پر ایمان لانا، ہر ایک کے لیے دائمی طور پر لازم ہے، حتیٰ کہ

خود بے کیفی کا مفہوم بھی ختم ہو جائے۔ اور بے کیفی کے مفہوم کی طرف توجہ کرنے کی بجائے اللہ کے علم کے ساتھ حاضر رہے۔ بلکہ ایسی حالت ہو کہ یقین رکھنے والا جب خود غور کرے، تو یقین کے خفی بلکہ اخفی مرتبوں کے حصول سے بھی اپنے آپ کو پاک اور صاف سمجھے۔ اگرچہ اس صفا کا یقین رکھنے والا ایسی خلوت کے کمال پر کھڑا ہے جس کے خاص الخاص درجہ کا ولایت کے کمالات کے حصول کے بغیر تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اجتہاد کرنے والے حضرات اجتہادی قیاسات کی جرأت کے ذریعے ایمانِ بے کیف کہنے کے سوا، خوف زدہ ہیں اور انبیائے پاک بھی اپنی ذات میں کہتے ہیں کہ (اے اللہ) جیسا کہ تو ہے، اس طرح تیری تعریف نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ نفس، قیاس کے ذریعے خطا و صواب کا مرتکب ہو سکتا ہے، جبکہ ہمارا مقصد محض ایمانِ بے کیف کے ذریعے ہی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ہے، حاصل ہوتا ہے اور "اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے وجود سے خوف دلاتا ہے" کی آیت کے مطابق اس کا نفس، مرتبۂ کمال کو پہنچتا ہے، اور اصل حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا میں غلطی اور درستی کے اس قسم کے احتمال کے ساتھ غلط اور صحیح کی کوشش کرنا، اور جرأت دکھانا کسی بھی بزرگ مجتہد کی شان سے دُور، بلکہ دُور ترین ہے، کیونکہ جو مقامِ یقین کے لائق ہے، اسے گمان و قیاس کے سپرد نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ گمان و قیاس سے جو شے ظاہر ہوتی یا تصور کی جاتی ہے، وہ مخلوقات کی قسم سے ہے۔ دنیاوی معاملات کو تفصیل کے بجائے مختصر طور پر بیان کرنے سے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوتا، لیکن شرع میں اس طرح اکثر مقامات پر معاملہ معطّل ہو جاتا ہے۔ صورت یہ ہے کہ دنیاوی مسائل کے بارے میں مناسب اجتہاد کے بغیر معاملہ اکثر پابندی و تبدیلی کے مقام پر ہوتا ہے۔ الغرض جب قدیم بزرگوں کی یہ مختصر بات بعد کے بزرگوں تک پہنچی، اللہ اُن کے اسرار کو پاک رکھے۔ تو انہوں نے مذکورہ تحقیق اور اللہ تعالےٰ کی تقدیس کے بارے میں تفصیل کا دروازہ کھول

marfat.com

دیا اور "لاھُو"، اور "لَا غیرہٗ" کے متعلق بیان فرمایا۔ اور ان دونوں پہلوؤں سے یہ طے کیا کہ اللہ تعالےٰ کی صفات نہ اس کی ذات سے زاید ہیں نہ الگ اور اسی بات کو اختیار کرنا چاہیے کہ ایسے قیاسی علم میں بزرگوں کی یہی تحقیق ہے۔ اور اللہ ان کی کوششوں کو مشکور کرے۔ اور اللہ تعالےٰ کے مقدّس مرتبوں پر بے کیفی کے ایمان سے کمال بے نیازی کا حصُول اُمّت کے ان لوگوں کے دل کی کجی دُور کرنے کے لیے ہے، جن کے خیال میں اس مختصر سے کلمہ کے ذریعے دو متضاد باتوں میں مفاہمت ہو جاتی ہے اور اس تفصیل سے ان کے دل کی تشفّی ہو جاتی ہے لیکن دانشِ کامل کے نزدیک یہ طے شُدہ امر ہے، کہ خواہ اس امّت پر ان کی شفقتیں کتنی ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالےٰ کی "ورا الورا جناب" کے بارے میں یہ ایک قیاسی تحقیق ہی ہے، جسے اختیار کر لیا گیا ہے، لیکن ان کی یہ تحقیق اس مرتبۂ قیاس میں بھی بلا وجہ معتبر نہیں، کیونکہ یہ مجتہد کی شان سے بعید ہے۔ چنانچہ اس دینِ متین کے علماء سے جو مجتہدوں کے وارث ہیں، ان وجوہ کے بارے میں پوچھا جاتا ہے کہ اُن کا اِن مجتہدین کی قیاسی بات کو تحقیق کے بغیر قبُول کر لینا محض تقلید نہیں ہو گا، کیونکہ ان کی کامل نظر میں بزرگوں کے کلمۂ جامعہ کی پیروی ہی بہتر ہے، کیونکہ اس میں غلطی کا امکان نہیں۔ یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ ذات کے ساتھ صفات کی نسبت میں لفظ زاید سے متاخر حضرات کی تحقیق کے مطابق بڑے بڑے سوال پیدا ہوتے ہیں۔ **پہلا** یہ کہ لفظ زاید کے اطلاق میں ایک پوشیدہ غیریت ہے، اور غیریت کو اختیار کرنا خواہ وہ پوشیدہ ہی ہو، بزرگوں کے کلمۂ جامعہ کی مخالفت کرنا ہے، **دوسرا** یہ کہ یہ لفظ اکٹھا آیا ہے اور زاید (بڑھا ہوا) اور مزید (بڑھایا گیا) دو چیزیں ہیں۔ چنانچہ دو چیزوں کے درمیان عدم انفکاک، ان کے اتّحاد و اتّصال کی دلیل ہے **تیسرا** یہ کہ اگرچہ زاید خارج میں قابلِ انفکاک نہیں ہوتا، لیکن فہمِ ذہن کے مرتبے میں، کیونکہ ہمارے علوم کی تحقیق کا دارومدار ہی اس پر ہے، یہ قابلِ انفکاک ہے۔ مثال کے طور پر حیات، وجُود، علم اور

marfat.com

قدرت کی صفات، جو اس کی ذاتی قابلیتیں ہیں، اگر ذات پر زاید کہیں، تو ذہنی نظر سے دیکھئے، کہ اس کی ذات اس حیثیت سے کس شان کی ہو گی، یعنی صفات کی ضد کے بغیر اس کو دیکھا نہیں جا سکتا **چوتھا** یہ کہ آیا زاید اور مزید بلندیِ مرتبہ میں دونوں برابر ہیں یا ایک، دوسرے سے برتر ہے۔ اگر برابر ہیں، تو شرکت یقینی ہے اور ایک دوسرے کی اطاعت ثابت نہیں ہوتی اور ایک کا دوسرے سے جدا ہونا، دوسرے کا نقصان ہے، کیونکہ صورت یہ ہے کہ صفات کا ایک دوسرے کا تابع ہونا، اُن کی ذات سے مقرر ہے اور ذات کو صفات سے جدا کرنے سے اوّل الذکر کا نقصان ہے اور آخر الذکر کی فنا ہے، اور اگر ایک، دوسرے پر غالب ہے، تو پھر غالب کا مغلوب سے بے نیاز ہونا، کرنا، اور مغلوب کا غالب سے کمال حاصل کرنا قابل فہم۔ حالانکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ ذات سے صفات کی بے نیازی اور صفات سے ذات کا کمال حاصل کرنا غیر معقول ہے اور اگر ہم اس کے برعکس ہیں، تو انہی کا یہ طے شدہ اصول ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات صفتِ وجود سے موجود ہے، حیات کی صفت سے 'حی' ہے اور صفت علم کی وجہ سے 'علیم' ہے، جو ان کے نزدیک ذات میں نہیں، بلکہ ذات پر زاید ہیں۔ چنانچہ جب موجود، حی، اور علیم کی ذات، وجود، حیات اور علم کے بغیر نہیں ہو سکتی، تو ذات کی حقیقت کا پوچھنا اور صفات کا تکمیل حاصل کرنا کس طرح تصور کیا جا سکتا ہے۔

پانچواں یہ کہ اُنہی کا طے شدہ مسئلہ ہے کہ ذات خود بخود قائم ہے اور صفات ذات کی وجہ سے قائم و موجود ہیں، کیونکہ اگر ذات صفت کی بدولت قائم ہو، تو مطاع کا وجود مطیع کا مرہونِ منت ہے اور یہ بات دو حالتوں سے خالی نہیں۔ اوّل یہ کہ ذات کو اپنی حیثیت سے ازلی طور پر مکمل و کامل تسلیم کریں یا کہ تسلیم نہ کریں۔ اگر تسلیم کریں، تو اُن کے قول کے مطابق اُسے خود بخود قائم جانیں۔ نہ کہ زاید صفت سے، جو قیام ہے اور اسے ذات سے موجود سمجھیں نہ کہ زاید صفت سے، جو موجود ہے اور اگر ذات سے

حیّ جانیں نہ کہ صفت زاید ہے جو حیات ہے اور اسی طرح اور۔ اور یہ بات بھی انہی کے طے کردہ اصول کے خلاف ہے، کیونکہ وہ ذات کو اس کی ذات سے قائم قرار دیتے ہیں، نہ کہ صفت کے ذریعے سے۔ موجود، حیّ، علیم، وغیرہ کے برخلاف، اور اسی طرح اور۔ اور اگر ان کے اقرار کے خلاف تسلیم کریں یعنی ذات کو ذات کی بدولت موجود، اور حیّ اور علیم جانیں نہ کہ وجود اور حیات اور علم کے ذریعے، چنانچہ اُسے خود بخود قائم جانیں، صفت کی بدولت نہیں، نیز زائد صفات کی تحقیق و ثبوت، محض تحصیلِ حاصل ہے۔ اور اگر ہم ان کی مسلّمہ بات مان لیں، یعنی ذات کو خود بخود قائم جانیں اور موجود اور حیّ، وجود اور حیات کے مثل جانیں، تو پھر بھی دو مشکلیں پیدا ہوتی ہیں۔ **پہلی** یہ کہ اگر اسے اس کی ذات سے قائم جانیں، اور موجود اور حی، وجود اور حیات کی وجہ سے، تو اس میں تفریق کی کیا وجہ ہے؟ **دوسری** یہ کہ قائم کا اطلاق اگرچہ اس کی ذات ہی سے کریں، پھر بھی قیام کی صفت لازمی طور پر متحقق نہیں ہوتی خواہ یہ لازمی نہ بھی ہو، کیونکہ اسم صفاتی ہے اور اسم صفاتی صفت کے بغیر نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس کا مصدر ہے۔ اور معاملہ برعکس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لازم ہے کہ ذات قیام کی صفتِ زائد سے قائم ہو، اور تمام صفات کے نفوس، قیام کی صفت اور صفتِ قیام کے نفس سے اپنے قیام میں دوسرے کے تابع نہیں ہوتے، سوائے اس کے کہ وہ خود قائم ہوں۔ اور صورت یہ ہے کہ یہ بھی اُن کے ضابطے کے خلاف ہے۔ پس اے اہل فہم، بات کو سمجھو۔ اگر ذات کو کاملِ ازلی کی حیثیت سے خود بخود قائم مان لیں، تو تمام قوموں میں یہ بات ناپسندیدہ ہوگی۔ اور خود بخود قیام ثابت نہیں ہوتا۔ اگر یہ کہیں کہ زاید کا اطلاق صرف سمجھنے کی خاطر ہے کیونکہ تفہیم کے مقام پر ذات کا مفہوم کچھ اور ہے، اور صفات کا مفہوم کچھ اور، تو پھر حقیقت کو پانے کی حیثیت سے کچھ نہیں کہا گیا اور حال یہ ہے کہ ہماری بحث وجوب کے مرتبہ کے بارے میں ہے جو قدیم اور ازلی ہے اور مفہوم

وتفہیم پر مقدم ہے۔ ایمان کے لائق یہ ہے کہ یہ دونوں مرتبے اس کے پیدا کردہ ہیں۔ اس لیے اس آیت شریفہ کے مطابق واللہ خلقکم وما تعلمون (اللہ نے تمہیں پیدا کیا، اور جو کچھ تم جانتے ہو)، یہ دونوں قابلِ فنا اور تغیّر پذیر ہیں (آیت شریفہ: جو شے ہے، فانی ہے، سوائے تیرے رب ذوالجلال والاکرام کے) اور جو چیز قابلِ فنا اور تغیّر پذیر ہو اس سے وجوب کا مرتبہ تلاش کرنا انصاف سے دُور ہے، اور پراگندہ تصورات سے علم میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ گذشتہ دَور کے عظیم مجتہد بزرگوں کی تحقیق کو جو بزرگوں کے متفقہ قول کو لفظ زاید سے بیان کرتا ہے، اسی ایک درجہ پر مذکورہ معنی کے اعتبار سے پابند کرنا کمال کی بدگمانی ہوگا۔ کیونکہ ان مجتہدین کا ارادہ، وجوب کے حقیقی مرتبہ کی تخفیق سے ایک کلمہ جامعہ کے ذریعے جو اللہ تعالےٰ کی بے کیفی کے کمال کو ظاہر کرے، خلقت کی ہدایت کرنا تھا۔ تاکہ ہر مقلّد اور محقّق تقلید یا تحقیق کے ذریعے ایمان کی حقیقت سے باخبر ہو جائے۔ اور اس خیالی اور تفہیمی تحقیق سے کوئی ترقی حاصل نہیں ہوتی۔ اور اس عبارت سے نفیِ مطلق کی سمجھ نہیں آتی، کیونکہ جب تک میں بات نہیں سمجھوں گا، کس کو منزّہ سمجھوں گا؟ اور کس کی عبادت کروں گا؟ بلکہ فہم کی نفی سے مطلوب کو سمجھنے کا احتمال ہے۔ کیونکہ جب تک میرے یقین کے آئینے سے موجودات کے نقش صاف نہیں ہو جاتے، کیف کے ہونے یا نہ ہونے کا علم میرے خانۂ یقیں میں پوشیدہ رہتا ہے، خواہ اس کا علم نہ بھی ہو اور نہ نفسِ معلوم غیر معلوم ہے، بلکہ وہ معلوم ہے، اور اس نقصان پر قابو پانا جب کہ یہ غیب سے واقع ہو۔ ایک نفس ہے، اور چونکہ اللہ تعالےٰ کو سمجھنا ناممکن ترین بات ہے، اور اس قولِ مفصّل کی تحقیق، حقیقی تحقیق سے ظاہر نہیں ہوتی۔ اس لیے یہی بہتر ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات سے اس کی صفات کی نسبت جاننے کے سلسلے میں ایمانِ بے کیفی کے ذریعے اس کلمۂ جامعہ کو مان لیں اور ان بزرگوں کی منشا کے مطابق جیسے کہ اسلام کے دوسرے مسائل میں مجتہدین کی باتوں

marfat.com

پر ہم ایمان لاتے ہیں زاید کے اطلاق کو بھی مان لیں۔ ان کی تحقیق انہی کے سپرد کریں اور کلمہ جامعہ کو اپنا معمول بنائیں کہ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں، کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کی تقدیس وعظمت کا کمال ہے کہ بے شمار ذاتی قابلیتوں کے باوجود جن کو صفات کا نام دیا گیا ہے، اس کی نسبت، صفات کی جانب، صرف بے کیفی کی ہے، کیونکہ بے کیف اور بے کیفی سے بے کیف کی نسبت عینیت وغیریت کی ہے، بلکہ عینیت وغیریت کا مفہوم اس کی مخلوقات سے ہے نہ کہ اس کی عظیم صفات سے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

مکتوب : ۱۱

صفات کے ساتھ صفات کی قابلیتوں کے بارے میں تحقیق۔

سلام کے بعد۔ جیسا کہ ہم نے ذات سے صفات کی نسبت کے بارے میں تحقیق کی ہے کہ وہ لَا هُوَ اور لَا غَيْرُهٗ ہے۔ یعنی ذات، جو بے کیف ہے کی نسبت صفات سے، جو بے کیف ہیں، بے کیفی کی ہے، اور عینیت وغیریت کیفیات کی سی چیزیں ہیں۔ اس لیے ذات وصفات کے وجود کو ایک دوسرے پر غیریت وعینیت کا اطلاق کرنا منع ہے۔ اسی طرح صفات کی قابلیتوں کے وجود کو صفات سے بے کیفی کی نسبت ہے، کیونکہ صفات کی قابلیتیں بھی بے کیف ہیں، اور جو کچھ اس مقام پر ظاہر ہے، وہ صفات کی قابلیتوں کے کمال کا ظہور ہے نہ کہ خود کمالات کا۔ کیونکہ صفات کے کمالات بذاتِ خود غیب الغیب ہیں، خارج میں ظہور کرنے سے پہلے، اور ظہور کرنے کے بعد، اور یہ کہنا کہ صفات کمالات کے لباس میں ظہور پذیر ہوئی ہیں، حضرت جیوؒ کے مسلک کے خلاف ہے۔

---

marfat.com

مکتوب : ۱۲

منفی صفات کے بارے میں۔

اوّل و آخر ہر تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ میاں حافظ مکمّلؒ اور فقیر اللہؒ کے مکتوب ملنے سے خوشی ہوئی اور اس کے مطالعہ سے اس کی حقیقت واضح ہوئی۔ یہ جو آپ نے اللہ تعالےٰ کی منفی صفات کے بارے میں تحریر کیا ہے، کہ بعض بزرگوں نے منفی صفات کو بھی مثبت صفات کی مانند کہا ہے اور موجود سمجھا ہے، تو عزیز من! غور سے دیکھنا چاہیے کہ منفی صفات کا اطلاق کرنا، صفت کی نفی کرنا ہے، نہ کہ صفت کا اثبات کرنا۔ مثلاً "لم یَلِدْ" (وہ پیدا نہیں کرتا) صفتِ توحید کی نفی ہے۔ نہ کہ اس کا ثبوت۔ اسی طرح "لیس کمثلہٖ" (اس کی مثل کوئی نہیں) 'مثل' کی نفی ہے، اثبات نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ منفی صفت سے اللہ تعالےٰ سے وہ ناقص صفت خارج کرنا ہے نہ کہ اسے ثابت کرنا۔ سوائے اس کے کہ یہ کہیں کہ اس کی منزّہ ذات میں اس نقصان کا ہونا اُسی کا ذاتی وصف ہے، کیونکہ وہ ناقص صفات کو اپنی ذاتِ پاک میں جگہ نہیں دیتا۔ چنانچہ یہ شان اور صفت، مثبت صفت ہے نہ کہ منفی صفت۔ چنانچہ ان دونوں باتوں میں تطبیق کرنی چاہیے کہ منفی صفت کو مثبت کہنے والا اس کی شان و صفت کو گھٹانے والا ہے اور منفی صفت کو منفی کہنے والا اس کی شان و صفت کو ناقص کرنے والی صفت کو صفات میں سے خارج کرنے والا ہے۔ اگر کہیں ملاقات کا موقعہ ملا، تو اس کی تشریح روبرو کی جائے گی۔

مکتوب : ۱۳

مرتبۂ صفات و کمالاتِ صفات پر غیب الغیب کے نام کے اطلاق کی تحقیق۔

اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا کی ہیں، ان پر اس کی بے حد حمد و ثنا۔ میرے عزیز خوش نصیب

بھائی، بعد سلام آپ کے مشفقانہ مکتوب کی آمد نے خوشی پیدا کی۔ مدّت سے یہ خواہش تھی کہ عزیز کوئی گہرے مطلب کا سوال کرے۔ اس خط کے مطالعہ سے وہ خواہش پوری ہوگئی۔ اے سعادت مند! اس عاجز نے اس تحقیق میں ہر دو اختلاف کو حاجی سلطانپوری (اللہ ان کے راز کو پاک کرے) کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ انہوں نے اس عبارت کے چھ لطیف نکات پر تعجّب کرکے فرمایا تھا کہ جو کچھ نکات میں ہے، یہی ہے اور اسے ہی دیکھنا چاہیے اور اس کے بعد اور کچھ نہ کہا اور دوسرے عزیزوں سے بھی اس وقت تک کوئی تحقیق ظاہر نہیں ہوئی۔ اس موقعہ پر اس عاجز کے دل میں خیال آیا، گویا غیب سے ڈالا گیا، کہ ذات وصفات اور ملزُومات کی دو شانیں ہیں، پہلی شان تو یہ ہے کہ "میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا" اس شان کے مطابق ظاہر ہے کہ ظاہری ذات وصفات کا مرتبہ اپنی ظاہریت سے غیب سے موسوم ہے، اور اس شان میں ملزُومات کا درجہ پوشیدگی اور دخلِ محض کا ہے، اور ان کی انتہا غیب الغیب کی مُسمّیت کی متقاضی ہے۔ دوسری شان یہ ہے کہ "میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں چنانچہ میں نے مخلوق کو پیدا کیا، تاکہ وہ پہچانے" اِس دوسری شان کے مطابق ظاہر ہے کہ ملزُومات کے رُتبے اپنے ظہُور کے لباس سے اس شان میں ظاہر ہیں۔ اور اپنی ظاہریت کے سبب غیب کے نام اور ذات وصفات کے مرتبے سے، ملزُومات کے ذریعے اس مرتبہ پر اطلاق کی وجہ سے ہویدا ہیں۔ پس اس معنی کے اعتبار سے اس شان میں "ذات وصفات" یہ ہے کہ اس کا نام غیب الغیب رکھا جائے اور جب شان کی تحقیق سے یہ ظاہر ہوگیا کہ ان دو باتوں کے دو پہلو ہیں، یعنی حضرت پیرِ دستگیرؒ نے پہلی شان کے مطابق، ذات وصفات پر غیب کا اطلاق اور ملزُومات پر غیب الغیب کا اطلاق فرمایا ہے۔ اور حضرت محمد شریف جیؒ، چونکہ پیرو کار ہیں اور چونکہ اُن کے مُرشد نے غیب کا اطلاق ذات وصفات پر اور غیب الغیب کا اطلاق ملزُومات پر جیسا کہ دُوسری شان کے مطابق مرتبہ ظہُور

ہے، بیان نہیں فرمایا، اس لیے مجبوراً دُوسری شان کی تحقیق کو، جو پہلی شان کے تحت ہے، مراتب ظہُور کے پیش نظر خصوصیت سے ہر مرتبہ کے مطابق بیان فرمایا اور غیب کا اطلاق مناسب ملزومات سے، اور غیب الغیب کا اطلاق ذات وصفات پر زیادہ مناسب سمجھا۔ اور پھر چونکہ ذاتِ انسانی کا راز واحدِ حقیقی کی ذات کے راز کو ظاہر کرتا ہے۔ اور ہر لحاظ سے اُس کا مظہر ہونے کی وجہ سے اس کی ذات، صفات وملزُومات کی سردار ہے، اس لیے مجبُوراً تمام لطائف پر سرِ انسانی کی سرداری کو حق مان لیا۔ اور وہ جو فرمایا کہ غیب علمِ حضُوری کا مظہر اور غیب الغیب حضُورِ علم کا مظہر اور نفس ذاتِ رَبّانی کے راز کی حقیقت ہے۔ اس سب کچھ کے باوجود حضُور کی حیثیت سے اس کا وجود حرف کے مرتبہ میں ہے۔ یہ اس معنی میں ہے کہ چونکہ عرُوج کی حیثیت سے اُن کی تحقیق دوسری طرف سے ہے، اس لیئے عرُوج کی سمت حصول کے مرتبے سے، جو نفس ظہُور ہے، ملزومات کے مرتبہ سے جو غیب، سے اس شان کے اندر اسم یافتہ ہے، اس شان سے شرُوع ہوتی ہے۔ اور جب حصُول کے علم کے مرتبہ سے عرُوج حاصل ہو گیا، تو علمِ حضُوری نے ظہور فرمایا علمِ حضوری کے مظہر اں نے غیب کا مرتبہ جو ملزومات میں ہے۔ واقع اور ظاہر کیا، اور علمِ ظہُوری ظہورات کے لباس میں ملزومات کی وصولی ہے اور یہ بات تحقیق شُدہ ہے اور جب اس مرتبہ سے ترقی ہوئی اور صفات کی وصولی میسّر ہوئی تو حضُورِ علم نے ظہُور فرمایا۔ پس اس حضور علم کا مظہر، مرتبہ صفات ہے اور صفات اس شان میں غیب الغیب ہیں۔ اور ان کی اطلاع کے مطابق یہ امر تحقیق شدہ ہے اور جب اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس مرتبہ سے عرُوج ہوا۔ اور ذاتِ جامع کمالات کا وصل میسّر ہوا، اور علمِ حضُور کی حضُوری میں حضُور حاصل ہوا۔ اور اس علم کا حضُور اس عارف کے حصہ میں دے دیا گیا۔ چنانچہ اس بات کو سمجھ لیجئے۔ یہ وہ مظہریت نہیں

جو مخلوق ہے۔ نہیں۔ بلکہ جب ہر غیب اور غیب الغیب کے مرتبہ کا وصول ظہور میں آئے گا، تو اصل کا نتیجہ، علم ضرور کی شکل میں نکلے گا۔ لاچار علم حضوری مرتبہ غیب میں اور حضورِ علم غیب الغیب کے مرتبہ میں چھ مفصل لطائف صاف ظاہر ہیں، جن کا بیان انسانی راز ہے اور انسانی راز ظہور ثانی کے مرتبہ میں داخل ہے اور ظہور ثانی دوسری شان کے ماتحت ہے اس لیے ملزومات کو غیب سے اور صفات کو غیب الغیب سے موسوم کرنا زیادہ مناسب ہے ع

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است

(ترجمہ میں اسی پر بات ختم کرتا ہوں کیونکہ زیرک انسانوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے)

اگر کبھی مُلاقات کا موقعہ ملا۔ تو جو کچھ باقی رہ گیا ہے روبرو کہا جائے گا۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے اور عبادت میں غفلت نہ کیجئے۔

مکتوب: ۱۴ (الف) سوال

احاطۂ ذاتی کے بارے میں تحقیقات، کے متعلق۔

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں ہدایت بخشی، اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے اور ہمارے ربّ کی طرف سے حق کے ساتھ انبیاء و رسُول آئے۔ میں شیطانِ مردُود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ خبردار۔ اللہ ہر شے پر حاوی ہے عُلمائے ظاہر اللہ تعالےٰ کا احاطہ علمی اس آیت کریمہ کی تعبیر و تاویل کے ذریعے کرتے ہیں اور "اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا" کی آیت کریمہ کو مفسّرین اسی معنی میں سمجھتے ہیں، اور حضرات صُوفیہ پہلی آیت سے احاطۂ ذاتی بیان کرتے ہیں۔ اور دوسری آیت سے احاطہ علمی سمجھتے ہیں۔ اور اگر ذہن کی نظر سے دیکھا جائے تو احاطۂ علمی والی بات، بلاشبہ درست معلوم ہوتی ہے، اور احاطۂ ذاتی کی بات پر جسم

اور ظرف کے ہونے کا گماں ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی تحقیق بیان فرمائیں تاکہ دونوں باتوں کی تفصیل ظاہر ہو جائے۔

مکتوب : ۱۴ (ب) جواب

میرے عزیز! اس عاجز کو اتنا حوصلہ کہاں، کہ اکابرانِ دین کے اقوال کے متعلق زبان کھولے، لیکن چونکہ سوال کرنے والے کو جواب دینے کے بغیر چارۂ کار نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ "سوال کرنے والے کو مت جھڑکو"۔ اس لیے اپنی کمزورِ عقل کے مطابق میں نے صوفیائے کرام کے آفتابِ نُور سے جو کچھ حاصل کیا ہے، اس کو بیان کیا جاتا ہے۔ علمائے ظاہر کی سمجھ نے جو کچھ سمجھا اور کہا ہے، ہم لوگوں کی بساط کیا ہے کہ اس پر بات کریں، لیکن سائل کے ساتھ چونکہ معاملہ بے تکلّفی کا ہے۔ اس لیے اگر ہمارے حضراتِ ظاہر اور صُوفیہ کے درمیان اس بارے میں جو بحث کی گئی ہے اس کو بیان کیا جائے، تو درست ہوگا۔ چنانچہ اس لحاظ سے کچھ بات کہی جاتی ہے۔ لیکن سب سے پہلے سائل کے سوال میں جو کمی ہے، اسے بیان کرتا ہوں۔ اس کے بعد عقیدہ کی تحقیق ہوگی۔ یعنی چونکہ سائل حق تعالےٰ کو جسم اور جوہر سے پاک سمجھتا ہے اور احاطہ ذاتی کی تعلیم جو "اِنّہٗ" کی ضمیر سے ظاہر ہے، اللہ تعالےٰ کی طرف سے سمجھتا ہے۔ نہ کہ کسی اور شے سے، اس لیے جسمیت کا وہم کہاں سے پیدا ہو گیا۔ اکثر لوگ بات کرتے ہوئے تو نفی جسم کرتے ہیں۔ لیکن جب اچھی طرح جانچا جائے تو ان کا باطن عقیدۂ جسم سے ملوّث ہوتا ہے، اور جسم کے لیے لازم ہے کہ احاطہ ذاتی کی نفی ضروری سمجھی جائے، اس لیے مجبوراً احاطہ علمی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کیونکہ احاطہ ذاتی کے ثبوت میں اُن کے عقیدہ کے مطابق ذات کی مظروفیّت اور اشیا کی مظروفیّت ثابت ہوتی ہے اور مجسّم جسم کا احاطہ اس حیثیت کے بغیر تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔ اور چونکہ اہلِ سنّت والجماعت جسم، عرض، بلکہ اللہ تعالےٰ کی ذات سے تمام حادث قیود

کی نفی کرتے ہیں، اور چونکہ وہ یہ بات اللہ تعالےٰ کی پہلی اور دوسری مذکورہ بالا آیت سے سمجھتے ہیں۔ اس لیے جسمیت، ظرفیت اور مظروفیّت جو حادث اشیا کا خاصہ ہیں، کا وہم اس جگہ کس طرح پیدا ہوتا ہے اور چونکہ سائل اپنے اعتقاد میں اللہ تعالےٰ کی ذات کو الطف (بے حد لطیف) اور متبوع (فرماں روا) اور صفت کو لطیف اور تابع (فرماں بردار) سمجھتا ہے اِس لئے ذات کا جو الطف اور متبوع ہے کسی شئے سے احاطہ کرنے سے جسمیّت، ظرفیت اور مظروفیّت کا وہم پیدا ہوتا ہے اور یہی وہم، لطیف اور تابع کے مرتبہ میں، جو صفات ہیں، احاطہ کے قابل ہونے سے ضروری ہے کہ اور بڑھ جائے۔ اس لیے اس وہم کی وجہ سے کیا احاطۂ ذاتی اور کیا احاطۂ صفاتی سب کو چھوڑ دینا چاہیے۔ اور حقیقت یوں نہیں بلکہ اس سے نفی اوّل اور ثبوت ثانی ظاہر ہوتا ہے اور یہ مرجِح (ترجیح دینے والے) کے بغیر ترجیح ہے۔ نیز چونکہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی ذات خود بخود قائم ہے اور اس کی تمام صفات، ذات کی بدولت قائم، اور ذات سے صفات کا قیام احاطہ ذات کی خبر دیتا ہے۔ اس لیے وہ صفات کو اپنے عقیدے کی رُو سے کیوں نہیں دیکھتے۔ کہ اس عقیدہ کا باعث اشیا سے صفات کا احاطہ کرنا اشیا کو ذات کے احاطہ کی خبر دینا ہے، کیونکہ بے شک احاطہ گھیرنے والے کی گھری ہوئی جگہ ہے۔ اور چونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ کسی وجہ سے صفات، ذات سے الگ نہیں، اس لیے کسی شئے سے صفات کا تعلق کہنا اور پھر اس سے تعلقِ ذات کی نفی کرنا، صفات کے انفکاک (الگ ہونے) کے عقیدہ کو ظاہر کرتا ہے اور پھر چونکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ صفات، ذات پر زاید ہیں۔ عین ذات نہیں۔ پس جب ذاتی علم کو زاید سمجھا، تو اس کے احاطہ کرنے کا قائل ہو گیا اور اس سے کیا چیز سامنے آئی کہ احاطہ ذاتی کا قائل نہیں ہوتا۔ کیونکہ علم اس کی ذات کی ایک صفت ہے، اس لیے اس کی ایک صفت کا احاطہ ہے۔ چونکہ سائل سوال کے دقائق و رموز سے بے خبر ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ

کے احاطہ کرنے سے، جو اس کے ذہن سے بہت دُور ہے، کیا حاصل کرے گا، قصہ کوتاہ میں بات کو مختصر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ احاطہ تین قسم کا ہوتا ہے۔ صُوری، معنوی اور حقیقی۔ احاطۂ صُوری ادنےٰ سے لے کر اعلےٰ تک کی مخلُوقات کے مراتب کا خاصہ ہے، اور اس احاطہ میں ظرفیت و مظروفیّت یا تو ظاہر ہے یا پوشیدہ۔ اگرچہ بعض جگہ واضح نہیں ہوتا۔ اور احاطۂ معنوی حقیقی صفات کا احاطہ ہے خواہ اشیا کی صفات ذاتی ہو یا فعلی۔ کہ اللہ تعالےٰ ازل سے ابد تک تمام ممکنہ مراتب کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے، جس طرح قدرت کی صفت ہے، کہ قدرتی معانی کے تصرفات تمام اشیا کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے ہیں، اسی طرح علم، ارادہ وغیرہ کی صفات ہیں۔ اور احاطۂ حقیقی اللہ تعالےٰ کی ذاتِ پاک کا خاصّہ ہے۔ اور احاطۂ حقیقی یہ ہے کہ خواہ صفات و کمالات کی وجہ سے مراتبِ وجُوب ہوں، اور خواہ جوہر، جسم، عرض کے مراتبِ امکان، اللہ تعالےٰ کی ذات سے ظاہر و باطن، قلّت و کثرت اور قیام و وجود رکھتے ہیں۔ اور اس کے سوا کسی اور سے نہیں، اور یہ حقیقتِ حقیقی باقی ہر شے کو گھیرنے والی متحقّق ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل سے احاطۂ حقیقی کی حقیقت سے باخبر کیا۔ اور اس تحقیق سے جسمیت و ظرفیت کے وہم ختم ہو گئے۔ اور جس کی ضرورت تھی صفحۂ اعتقاد پر جلوہ گر ہو گیا۔

اس بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ علمائے ظاہر کا احاطۂ ذاتی پر رُک جانا، اس احاطہ کی نفی ہے، جسے عوام احاطۂ صُوری سمجھتے ہیں۔ اس سے احاطۂ حقیقی کی نفی کا پتہ نہیں چلتا۔ کیونکہ اس احاطہ کا ثبوت ایمان محض ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

مکتُوب : ۱۵

شریعت کے بعض عقائد پر یقین رکھنے کی تحقیق کے بارے میں۔

تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے کفر کی تیرگی سے نکالا اور اپنی مدد اور کامیابی سے دارالایمان میں داخل کیا۔ پاک ہے وہ ذات، جو مُردوں کو زندہ کرتی اور انہیں ولایات کے درجوں پر پہنچاتی ہے۔ وہ اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے مخلوقات میں اتحاد وحلول سے منزّہ ہے۔ اور اس کی ذات کے سوا جو کچھ ہے، وہ اس کی شانوں اور کمالات کے حسن کا عین ظہور ہے۔ پاک ہے وہ ذات، جس نے غافلوں کی آنکھوں سے پردہ فرمایا اور اپنے حضور میں حاضرین کو مُتحیّر بنا دیا۔ آپ کے پُرخلوص اور بے کینہ، محبت سے بھرے ہوئے مکتوب کی آمد نے دل کو آسودہ کیا اور پیاسے دل کو طالبین کے سوالات کے پانی سے سیراب کر دیا۔ یہ جو لکھا گیا تھا کہ مفصل جواب لکھا جائے گا، تو انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا، جس مسئلہ کو واضح طور پر میں بیان کرتا ہوں، اس کو غور سے سنیئے۔ اگرچہ توحید کے مسائل اور اللہ تعالےٰ کی اپنی مخلوق سے قُربت اور ہمراہی، بہت سے مجاہدوں اور بے شمار ریاضتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالےٰ کے اس حکم کی تعمیل میں کہ "سوال کرنے والے کو مت جھڑکو"، جو کچھ عبارت برداشت کر سکتی ہے، اسے حوالۂ قلم کرتا ہوں۔ ہو سکتا ہے، نفع بخش ثابت ہو۔

اوّل یہ جو لکھا گیا تھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر عالم کو حق تعالیٰ کے علاوہ کہیں، تو مخلوق کے ساتھ خالق کا کیا تعلق ہوگا۔ میرے عزیز! یہ اہم حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالےٰ صانع (بنانے والا) ہے۔ اور مخلوقات اس کی مصنوع (بنائی ہوئی) ہیں۔ اگر ان کی حقیقت معلوم کرنا چاہیں، تو اپنی صورت متخیّلہ کی مثال سے دلیلِ مقصد سمجھ لیں۔ خیالات کی تراش کے بعد اپنی صورتِ متخیّلہ کے مرتبہ پر غور کریں اور جان لیں کہ قوتِ متخیّلہ نے سر سے پاؤں تک اس تمام عرصہ و مکان میں، جو تمام صورتیں وضع کی ہیں، وہ محض وہم کے مرتبہ پر ہیں اور ان متخیّلہ صورتوں کا بنانے والا، جو شخص ہے، وہ خارج میں موجود ہے۔ اس لیے صاف صاف غیریت، اور اس صورت کے ساتھ اس شخص کی معصیّت کے

باوجود وہ اس صورت سے اِتّحاد و حلُول کی حد تک منزّہ اور پاک ہے ۔ مرتبۂ دوم کو حقیقی خارجی مرتبہ سے قریب کی یا دُور کی نسبت نہیں۔ اور یہ مذکورہ باتیں قرب یا دُور کی جنسیّت کے بغیر ثابت نہیں ہوتیں، جیسا کہ غور کرنے والے شخص پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہتی۔

میرے عزیز! جب دو چیزوں کے درمیان حدُود کی تحقیق ظرفِ زماں اور ظرفِ مکان سے ثابت شدہ ہے تو پھر وہ شخص عجب نادان ہے جو اللہ تعالےٰ کی لامکانی پر ایمان لانے کے باوجود حد کا احتمال پیدا کرتا ہے۔ حالانکہ ہر حادث صریح طور پر قدیم کی ضِد ہے اور تمام اَضداد ایک دوسرے کے سوا حادث پر غیر قدیم کے اطلاق پر رک جاتی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ دانا کی نظر میں مخلوق، خالق کے بغیر اور خالق و مخلوق کے درمیان غیرّیت کے اطلاق سے حدُود کی تحقیق کرنا غیر معقول ہے۔

اور یہ جو لکھا گیا تھا کہ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالےٰ کی تمام معلُومات وجُود میں آگئی ہیں، تو اس سے ضرُوری ہو جاتا ہے کہ ان کے حقائق کی اشیا، ایک واحد شے ہوں اور یہ درست نہیں کیونکہ اشیا کے حقائق کو ان متصوّف حضرات نے اللہ تعالےٰ کی معلُومات قرار دیا ہے۔ اے نیک بخت! متصوّف، تکلّف کرنے والے کو کہتے ہیں، یعنی اس شخص کو جو زبردستی صوفی بنا بیٹھا ہو اور ایسا شخص منزل پر پہنچا نہیں ہوتا اس لیے حضراتِ متصوّفہ کی بجائے حضراتِ صوفیہ کہنا چاہیے۔ تاکہ ان کی باتیں قابلِ اعتماد ہوں۔ پس جاننا چاہیے کہ معلُومات کے پہچاننے میں بزرگ صُوفیہ کی باتیں بہت ہی دقیق ہیں۔ اتنی کہ اگر میں یہ کہوں کہ تمام معلُومات وجُود میں آگئی ہیں۔ تو ضرُوری ہو جاتا ہے کہ اشیاء اور ان کے حقائق ایک ہی ہوں اور اگر یہ کہوں کہ موجود غیر معلُوم ہے، تو پھر یہ دو صورتوں سے خالی نہیں۔ یا تو یہ کہوں کہ معلُوم اور تھا اور موجود اس کے علاوہ۔ اس لیے لازم آیا کہ جو وجُود میں آیا، وہ حق کو معلُوم نہ ہو۔ تو یہ نقصانِ علم ہے کہ دُوسرے کو معلوم

ہو۔ اور موجود اپنے وقت میں غیر معلوم ہو۔ یا پھر یہ کہوں کہ معلوم علم میں تھا اور جو کچھ وجود میں آیا وہ اس کی شبہ اور مثال ہے۔ اس سلسلے میں وجودِ مثالی اللہ تعالےٰ کے علم میں لازم ہو جاتا ہے اور یہ مخلوقات کی صفات میں سے ہے۔ پس ثابت شدہ بات یہ ہے کہ ہر موجود مخلوق شے کو اللہ تعالےٰ کی ذاتی صفات سے دو طرح کا تعلق ہے، جیسا کہ قدرت، علم اور ارادے کا ہے۔ اور اس تعلق سے ہر شے ٹھیک ٹھیک مقدور و معلوم ہے اور حق کی مراد 'لا' سے ہے اور ان بلند صفات کا تعلق اشیا کے وجود سے پہلے، اور اُن کے وجود کے بعد سے برابر کا ہے اس تعلق میں کوئی کمی یا زیادتی یا کوئی پہلے اور بعد کا فرق نہیں۔ اگر کمی اور زیادتی ہے یا پہلے اور بعد کی کیفیت ہے، تو وہ اس شے کی نسبت سے اللہ تعالےٰ کے علم و قدرت کے اعتبار سے نہیں۔ اللہ تعالےٰ اس سے پاک ہے اور وجودِ مثالی کے حصول کے بغیر ہر شے اس کے علم بلکہ علمِ حضوری میں ہے۔ اور ہر شے کو تمام وجود اور اعتبار سے وہ مرتبہ حاصل ہے، جو شُدنی (ہو جانے والا) ہے، جس میں زماں و مکاں کے تمام مراتب شامل ہیں، جو ازل سے ابد تک حق کو جانتا ہے اور ہر شے اپنی اصل شکل میں اُسے معلوم ہے، نہ کہ ان کے حصول کی شے۔ جس سے بعض صُورِ علمیہ مراد لیتے ہیں۔ ہرگز ہرگز نہیں صُور اور حصول کی اللہ تعالےٰ کے علم میں گنجائش نہیں۔ بلکہ یہ شے اپنے موجود ہونے سے پہلے اور بعد میں اس کے علم میں ہے۔ اور یہ وہ نادر معارف ہیں جو اللہ تعالےٰ طریقہ نقش بندیہ میں، طریقہ اجنیہ کے مالک کے دل پر نازل کرتا ہے۔ اور اس کا تعلق صفاتِ فعلیہ سے ہے، جیسا کہ خالقیت اور رازقیت ہے اور اس تعلق سے ٹھیک اسی طرح مخلوق، رزق پانے والی، اور فنا ہونے والی ہے۔ چنانچہ ہر چیز صفاتِ فعلیہ کے تعلق کی حیثیت سے مخلوق، موجود اور حادث (تغیر پذیر) ہے اور صورت یوں نہیں کہ معلوم کوئی اور شے ہو اور موجود کوئی اور شے۔ یہ محض تنازع ہے۔ پس

تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہی زید معلوم ہے اور یہی زید موجُود ، نہ کہ غیر زید.

اور یہ جو لکھا گیا تھا کہ ضُروری ہے کہ شے کی حقیقت عین شے ہو ، تو میرے مُشفق ! یہ بات اس وقت ہو سکتی ہے جب میں یہ کہوں کہ معلُوم ہے ۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ حیوانِ ناطق ، حیوانِ ناطق ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ جو موجُود ہے وہ معلُوم ہے. اور اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ انسان حیوانِ ناطق ہے . پس انسان حیوان ناطق کے سوا اور کچھ نہیں . اس لیے کسی شے کی حقیقت دُرست شے ہوتی ہے ، فرق عبارت میں ہے ۔ شے اور حقیقت میں نہیں ع

بس کنم خُود ز زیرکاں را ایں بس است

(ترجمہ : میں بات کو اسی پر ختم کرتا ہوں کیونکہ داناؤں کے لیے اتنا ہی کافی ہے)

اور وہ جو لکھا گیا تھا کہ مُتصوّف حضرات نے مخلوقات کو واحدیت (ایک ہونے) کے مرتبہ میں رکھا ہے اور خالق و مخلوق میں صرف نام کا فرق رکھا ہے ، جیسا کہ اولے اور مینہ ، حالانکہ وہ ایک ہی شے ہیں . میرے مُشفق ! اگر مخلوقات کو واحدیت کے مرتبہ میں اس معنی میں کہوں کہ واحدیت کے مرتبہ کے اجزا میں سے ایک جُزو ہے . تو یہ صاف غلطی ہے . کیونکہ واحدیت مرتبہ صفات ہے اور مرتبہ صفات ، حِصّے بخرے کرنے سے پاک اور منزّہ ہے . صُوفیا میں سے کوئی بھی اس مرتبے کے حِصّے بخرے کرنے کا قائل نہیں . البتہ اگر کوئی متصوّف ایسی بات کہے ، تو بعید نہیں . کیونکہ وہ ظِلیّت (سائیہ) کے مرتبہ پر ہوتا ہے اور صاحبِ ظِل غلطی سے محفُوظ نہیں . اور وہ جو اولے اور مینہ کی مثال دیتے ہیں ، اس سے مراد جُزو کی نہیں ، میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں بلکہ میری یہ مثال بعض لحاظ سے صفاتِ مطلق کے ظہُور سے ہر شے کی تحقیق و ثبوت کے لیے دی گئی ہے . جیسا کہ اولہ صاف صاف پانی کا ظہُور ہے لیکن جزئیت کے مرتبے سے بالکل الگ ہے . لیکن اگر صرف نام کے الگ الگ ہونے سے کہیں ، اور

حقیقت، کو ایک جانیں، تو یہ اہل صفا صوفی کی بات نہیں ہوگی، بلکہ اہلِ ہوَس متصوّف کی بات ہوگی۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی رحمتِ خاص عطا کر اور ہمارے معاملے کو درست کر دے!

مزید یہ کہ اگر تخت پوش کا ایک تختہ پلید ہو جائے، تو یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر ان سب تختوں کو ایک دوسرے سے میخوں سے اس طرح جوڑا گیا ہے گویا کر ایک ہی تختہ بن گیا ہے، تو پھر وہ تخت پوش ایک تختہ کی حیثیت رکھے گا۔ اس سارے تخت پوش پر نماز جائز نہیں خواہ پاک جگہ پر نماز ادا کرے یا ناپاک جگہ پر۔ لیکن اگر تختوں کو لکڑی کے ساتھ جو تختے تختے ہو، میخوں سے جڑا گیا ہو، اور اس لکڑی کی بدولت وہ تختے آپس میں ملے ہوئے ہوں اور اسی لکڑی کی وجہ سے وہ تختے جدا جدا ہو سکتے ہوں، تو پھر پاک تختے پر نماز ادا کرنا جائز ہے۔ اُس طویل تختے کا جواب بھی، جس کی ایک طرف پلید ہو گئی ہو، اسی میں پوشیدہ ہے اور چادر کی کیفیت بھی یہی ہے۔ اس کے بھی پاک کونے پر نماز جائز نہیں اگر مقتدی کو غفلت کی بنا پر امام کے رکن کا پتہ نہ چلے، تو چھوٹے ہوئے رکن کو ادا کرنے کے بعد امام سے ملنا درست ہے، اور اگر کوئی رُکن درمیان میں سے چھوٹ جائے، اور امام سے ملے، تو درست نہیں۔

اپنی مسواک کے سوا کسی دوسرے کی مسواک پکڑنا جائز نہیں، گری پڑی چیز اٹھانے میں یہ نیت رکھے کہ اس کے مالک تک پہنچا دے گا۔ اگر کوئی حائضہ اپنی عادت سے پہلے پاک ہو جائے، تو طہارت کے بعد روزہ اور نماز ترا دا کرے، لیکن شوہر کے نزدیک نہ جائے۔ قرآن مجید میں حرفِ 'لا' جیسا کہ "یَتْلُوا" میں لکھتے ہیں، جیسا کہ معلوم ہے، صیغہ جمع اور صیغہ واحد میں فرق ظاہر کرنے کے لئے ہے، کیونکہ بعض واحد صیغے، جمع کے صیغے کی شکل میں آتے ہیں، جس جگہ "لا" کی علامت ہو، ٹھہرنا نہیں چاہیے۔ اور بعض قاری بعض ایسے مقامات پر، جہاں وقف کرنا بہتر ہے، وقف نہیں کرتے اور

اس کی سند صحابۂ کرام سے لاتے ہیں جو سارا قرآن وقف کئے بغیر پڑھ جاتے تھے۔ اور سورہ فتح میں 'افواجا' پر حاشیہ لکھا ہوتا ہے: وقف نبی ص۔ وہاں تھوڑا سا رکنے میں عذر ہے۔ بزرگوں نے اس کے نہ ہونے کی حالت کو بہتر سمجھا اور کہا ہے، اگرچہ ان کا نام نہیں لکھا گیا۔ الغرض قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص ترکیبِ الفاظ کی بدولت معانی سے باخبر ہے، اگر وہ الفاظ کے فرق کو سامنے رکھے، تو اس کے لیے وقف کرنا ضروری نہیں۔ اور یہ وقف اور دوسرے مسائل جو سمجھ میں نہیں آتے، بالمشافہہ صحبت سے دُور ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ پر رحم کرے اور میری خطائیں معاف کرے۔

مکتوب : ۱۶

کلام اللہ کی حقیقت کی تحقیق کے بارے میں۔

اللہ گنتی کے بغیر ازل سے کلام کرنے والا ہے، ازل سے واحد حقیقی کے کلام سے مخاطب ہے، اور مخاطبوں سے اس کے کلام کا ظہور متعدد الفاظ میں مرتبۂ حدوث میں کمال فضل وکرم سے، ایک دل پذیر بات کی صورت میں، جو دوستانِ مہجور کا شرف بڑھانے والی ہے نہایت پیارے نورانی دوستوں کے ذریعے نہایت اچھے وقت میں ہوئی، اور اُس نے ضروری امور کی حقیقت سے آگاہی بخشی۔ چونکہ میں نے آں عزیز کو عقائد کی وضاحت نہ رکھنے والے چند مکتوب لکھے تھے، اور ان دنوں عزیزوں میں ایسے مسائل سر اٹھا رہے ہیں، اور ان کے حل میں وہ بہت کوشش کر رہے ہیں، اس لیے ان عقائد کی تصحیح کے لیے اللہ کے فضل سے جو باتیں بڑی واضح ہو گئی ہیں۔ انہیں قلم بند کر کے آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ امید ہے کہ اللہ کے حکم سے اس سے بھی مسلمانوں کی خدمت ہو گی۔

چونکہ اہلِ سنت والجماعت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ حق تعالےٰ ازل الازل سے خود

اپنے کلام سے بے حد وحساب کلام کرتا ہے ، اور گنتی حروف والفاظ سے پیدا ہوتی ہے اسلیئے ان دونوں کی اس مرتبہ عالی میں گنجائش نہیں ،اور گنجائش بھی کس طرح ہو سکتی ہے کہ حق تعالےٰ کلام نفسی سے خیالی اور زبانی کلام کرتا ہے اور حروف وتعداد کا خاصّہ ایسے ہی ہے جیسا کہ خیال وزبان ۔ اور خیال وزبان کا نہ ہونا کمال کو ثابت کرتا ہے ۔ اور چونکہ اس معنی کی تحقیق اکثر لوگوں کے لیے کئی ایک وجوہ سے مشکل تھی ، مثلاً اوّل یہ کہ چونکہ اللہ تعالےٰ ازل میں کلام کرنے والا تھا ۔ اور اس کے سوا اور کوئی شے نہ تھی (آیت کریمہ) "اللہ تھا اور اس کے ساتھ اور کوئی شے نہ تھی" اس لیے اللہ تعالےٰ کے کلام کا ظہور کسی مخاطب کے بغیر تھا اور مخاطب کے بغیر کلام کرنا بالعموم لغو سمجھا جاتا ہے ، اور اگر فرض کرو، ہم بے مخاطب سے بھی مثبت معنی نکال لیں ، تو ظاہر ہے کہ کسی شخص کا بات کرنا سمجھنے سمجھانے کی غرض سے ہوتا ہے اور چونکہ اللہ تعالےٰ اپنے ازلی علم کی بدولت وجوب وامکان کے تمام مرتبوں کا بے کم وکاست جاننے والا ہے اس لیے جو بات کلام سے سمجھی جائے گی ۔ وہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہو گی ۔ یا تو معلوم سے زیادہ یا عین معلوم ۔ پہلی صورت میں علم کا نقصان ہے اور دوسری صورت میں تحصیلِ حاصل ۔ اور پھر یہ کہ جو کچھ اس سے ظاہر و واضح ہے اور اس سے ہم تلاوت وقرأت کے ذریعے شرف حاصل کرتے ہیں ، وہ متعدد ہے اور کثرت سے ہے اور از روئے شریعت عقیدہ یہ ہے کہ حق تعالےٰ کا کلام ہماری زبانوں پر جاری ، ہمارے دلوں میں محفوظ اور کتابوں میں تحریر ہے اور جو کچھ جلد کے اندر ہے ، وہ قرآن ہے اور اللہ کا کلام ہے ۔ اور صورت یہ ہے کہ شریعت کے مقرّرہ مراتب کے لحاظ سے جو کچھ تحقیق اور ظاہر ہوا ہے ، وہ مقدار اور اجزا والا ہے ۔ اس لیے اگر ہم کلام مطلق کو ان مذکورہ مرتبوں سے پرے جانیں ، تو پھر جو کچھ پڑھا جاتا ہے ، اور جو کچھ محفوظ ہے ، اسے کیا کہا جائے ؟ کیا انہیں مخلوق اور غیر کلام سمجھیں ؟ اس صورت میں ہم نے کلام اللہ کی تلاوت نہیں کی ہو گی ۔

اور یہ بات نجات یافتہ فرقہ کے طے شُدہ اصُول کے خلاف ہے۔

اور اس معنی کی حقیقت بزرگوں کے طفیل (خدا اُن کے اسرار کو پاک رکھے) اس عاجز پر یُوں ظاہر کی گئی ہے کہ حق تعالےٰ ازل سے اپنی ذاتِ قدیم کا خود مدح کرنے والا، خود وصف بیان کرنے والا اور خود تعریف کرنے والا ہے۔ اور اس میں، وحدتِ حقیقی کے تمام محامد اور تمام اوصاف شامل ہیں۔ یہ مدح و تعریف نُورِ مطلق کے ذریعے بے خوف اور بے آواز۔۔۔۔۔ اس طرح ہے، جس طرح کہ چاہیے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کی صفات میں سے ہر صفت، اور اس کے ناموں میں ہر نام نفسِ ذات کی مدح و تعریف ہے، اور اس کی لاانتہا قابلیات میں سے ایک قابلیت ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنی ذات کا سب سے بہتریں تعریف کرنے والا۔ اور اعلےٰ ترین ثنا کرنے والا ہے۔ اور یہ مرتبے لاانتہا اور بے نہائت ہونے کے باوجود گنتی سے پاک اور بری ہیں۔ بلکہ وہی حقیقی طور پر بے کیف ہے کہ لاانتہا کمالات کے باوجود اس میں گنتی اور حصّے بخرے کرنے کی گنجائش نہیں۔ "سُبحان اللہ" کا کلمہ جس کی کوئی انتہا نہیں اور جو اس کے اوصاف میں سے ہے، گنتی اور اجزا کی نفی کرنے کے لیے کافی ہے، کیونکہ جو شے گنتی اور اجزا میں آجائے، بے شک اس کی کوئی نہ کوئی انتہا ہوتی ہے۔ بلکہ ہر عدد اپنے طور پر مُنتہی ہے، کیونکہ جب نہائت ختم ہوگئی تو عدد اور اجزا بھی ختم ہو گئے۔ اور چونکہ متکلّم کے بغیر مدح اور وصف کی تکمیل نہیں ہوتی، اس لئے اسم متکلّم سے موسُوم، اور صفت کلام سے موصوف ہے۔ اس اصلی حقیقت اور وحدتِ تحقیقی کے پیش نظر اُس کے لیے اپنے سوا کسی غیر سے مخاطب ہونے کی ضرُورت نہیں۔

چنانچہ اس تحقیقِ کامل سے اللہ تعالےٰ کا کلام بلا عدد اور بلا جُزء، اور ازل کے ازل سے بے شک و شبہ موجود و ثابت ہے۔ چونکہ کلام کی صفت اس کی ذاتی صفات میں سے ہے اور ذاتی صفات کا ظہُور دو مرتبوں میں ہے، قدیم کے اعتبار سے مرتبہ

واجب، اور حدوث کے اعتبار سے درجۂ امکان۔ اس لیے مذکورہ بالا سنتِ کلام کا ظہور پہلے مرتبہ میں قدیمی اور ازلی ہے اور اس ظہور سے اللہ تعالیٰ اسم سے مسمّٰی ہوتا ہے۔ اور اس ظہور میں اسے اپنے سوا کسی غیر سے مخاطب ہونے کی ضرورت نہیں اور دوسرا مرتبۂ ظہور ایسا ہے کہ اس کی صفات میں سے ہر صفت، اور اس کی تمام تعریفوں میں سے ہر تعریف، غیب الغیب کی پوشیدہ قابلیات میں سے ہے جن کی کوئی انتہا نہیں۔ اور یہ مخفی قابلیات ظہورِ ثانی اور موجودیتِ خارجی کا تقاضا کرتی ہیں اور اس کے لیے حقیقی ارادہ اور حکمتِ بالغہ کی ضرورت ہے، جو ازل سے مقرّر کردہ اوقات پر موقوف ہے اور یہ اوقات بھی صرف انہی قابلیتوں کے تقاضوں کا ظہور ہیں، تاکہ مخفی قابلیتوں کے ظہور سے اس مرتبۂ ظہور پر ظاہر ہوں۔ اور مدح و ثنا کے تمام مرتبے اپنی لانہایت قابلیتوں کے ساتھ، کہ خزانۂ پوشیدہ انہی سے عبارت ہے، غیب کے مرتبے سے شہادت کے مرتبہ میں محبت کی بدولت اپنے نفوس کی حیثیت میں ظہور پاتے ہیں۔ اور اندماج (پیوستگی) کے مرتبہ سے عرفاں کے مرتبہ میں اپنی قابلیتوں کے نفوس کی حیثیت سے تقیّد یا حدوث کی حالت میں تفصیل سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور جب اِن کے ظہور کے اوقات اپنی مقدورہ شرائط کے ساتھ آپہنچتے ہیں، تو وجودِ حقیقی کے فیض کے ظہور سے موجودیت، عدم کے پردے سے محسوسات کے اس مرتبہ میں ظاہر ہوتی ہے، اور اس کو اس کی نمود کے حساب سے زندگی دی جاتی ہے۔ اس طرح یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کی مدح و ثنا کی بدولت ظہور میں آگیا۔ اور غیب کا معاملہ عرفان کے مرتبے میں شہادت اور تفصیل سے ظاہر ہو گیا اور ان مراتب کے شہود میں آجانے سے مکمّل ذات و صفات کا ظہور خوبی بخت سے واقع ہو گیا۔ اور اس مقام پر آیت کریمہ "جو کچھ آسمانوں میں ہے اللہ کی حمد کرتا ہے" کے معنی سمجھنے چاہیں، چنانچہ کائنات کا ہر ذرّہ اپنی ذات کے ذریعے اللہ تعالےٰ کی مدح و تعریف کا ظہور ہے اور اس کے کلامِ مطلق

کے ظہور سے دوسرے مرتبہ میں کلمہ ہے جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تعریف میں ہے۔ اور لفظِ کلمہ سے مراد حق تعالےٰ ہے اور "مَاتقدتْ کَلِمَاتُ اللّٰہِ" (اللہ کے کلمات کو قید نہیں کیا جاسکتا) اس مدعا کو ثابت کرنے والا اور اس دعوے کی وضاحت کرنے والا ہے۔

مکتوب : ۱۷

حضرت پیر دستگیر بنوری قدس سرہٗ کے قولِ منظوم کی تحقیق میں۔

من ترا کیستم، ہمیں حمد است تو منی نیستم، ہمیں حمد است

(ترجمہ۔ میں تیرے لیے کیا ہوں، یہی تعریف، اور تو میرے لیے نہیں، سوائے اسی تعریف کے) اور اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ تو ہے، میں نہیں ہوں۔ چنانچہ صفتِ کلام کے اس ظہور سے دوسرے مرتبہ پہ حدوث و تقیّد تھا۔ اس ظہور سے اللہ تعالےٰ، اسم سے مسمّٰی ہوکر بعدِ کمال ظاہر ہوا۔ اور واحدِ حقیقی کے کلام سے دونوں مرتبوں پر متکلّم تحقیقی تھا۔ اور کائنات کا ہر ذرّہ کلامِ مطلق کے کمالات کا ظہور ہوتا ہے اور مذکورہ بالا تحقیق کی رُو سے اور اس دوسرے ظہور کی بدولت کلام کی صفت دو قسم کی ہے ایک عام اور دوسری خاص۔ اور عام قسم میں مخلوقات کا ہر ذرّہ حصّہ دار ہے، اور سب سے نہائت عام مرتبۂ ظہورِ عام کے مرتبہ میں نُورِ محمّدی کا ظہورِ انوار کے مرتبہ میں ہے، اور جسموں کے مرتبے میں آنحضرت کا جسم ہے۔ اور اس درجہ کا عام ہونا اس معنی میں ہے کہ کائنات کا ہر فرد اگرچہ "کُن" کے حکم سے کلمہ کا ظہور ہے اور تمام حمد و ثنا کے لائق اپنے کمالات کے ظہور کی بدولت صرف وہی محمُودِ حقیقی ہے لیکن افعال و اقوال وغیرہ میں سے جو کچھ اس فرد کے پاس ہے، وہ ان پابندیوں سے منسُوب اور ان کے متعلق ہونے کی حیثیت سے ہے، جو اس مرتبۂ پابندی کی وجہ سے حاصل ہے اگر کلام مخلوق ہے، تو وہ مخلوق

کی طرف مُضاف ہے، اور اگر شنید وغیرہ ہے، تو پھر بھی اسی سے متعلق ہے۔ کیونکہ ان کی تخلیق میں مخلُوق کا بھی تھوڑا بہت واسطہ رہا ہے، بلکہ ان کی تخلیق میں مخلُوق کی طرف انتساب کی تخصیص بھی تخلیق کی گئی ہے اور اس خصوصیت کی حفاظت کرنا ہر فرد پر لازم ہے اور یہ خاص قسم آسمانی کتب کی لفظ و معنی کی حیثیت سے ہے، فقط لفظ کی حیثیت سے نہیں۔ اور احادیثِ قُدسی کے الفاظ گو یا عام اور خاص کے درمیان برزخی حالت رکھتے ہیں اور خاص قسم میں بے حد مکمل اور بے حد جامع قرآن مجید ہے۔ اور اس کتاب مُبین میں کسی فالتو لفظ کا نہ ہونا، اس دعوے کی دلیل ہے اور اس مرتبہ پر اس کے خاص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ اور معنی کے حساب سے اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب ہے۔ اور اس کے مطلقِ حقیقی کا کلام ہونے کی دلیل یہ ہے، کہ اس صفت میں کوئی دوسری شے اس میں شریک نہیں، اور سوائے ظاہری الفاظ کے کوئی مخلوق درمیان میں حائل نہیں، اور کسی غیر کا تصرف نہیں۔ بلکہ عین تخلیق میں ان مبارک الفاظ و حروف نے اللہ تعالےٰ سے ذاتی انتساب حاصل کیا اور ان کی اس خصوصیت کی حفاظت تمام زمانوں میں تمام مسلمانوں پر عائد کر دی گئی۔

پس یہ بات ثابت ہو گئی کہ مظہریّت میں قابلیات کا ظہور ہے اور خود خالقِ حقیقی کا کلام اپنی تمام قابلیتوں کے ساتھ، جیسا کہ اطلاق کی جاتی ہیں، ظاہر ہے۔ اور عین ظاہر ہونے کی حالت میں پڑھا ہوا اور پڑھنے والا زیرِ حفاظت اور حفاظت کرنیوالا اور ہمارے صحیفوں میں لکھا ہوا ہے۔ وہ قرأت کے بغیر قاری، حفاظت کے ادراک کے بغیر حفاظت کرنے والا اور حروف و کاغذ کے بغیر بلکہ تمام ذرّات کو گھیرنے والا ہے اور صرف بے کیفی کو ظاہر کرنے والا ہے اور جو کچھ سمجھا جاتا ہے اور جس میں وہ گھرا ہوا ہے وہ قابلیتوں کے ظہور کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور اسے (قرآن) اللہ تعالےٰ کے دیدار سے

قیاس کرنا چاہیے جو آخرت میں مومنوں کو کرایا جائے گا، اور اس وقت اللہ تعالےٰ کو دیکھا جاسکے گا۔ لیکن اس کا احاطہ اور ادراک نہیں کیا جاسکے گا۔ اور اس دیدار میں کوئی شک وشبہ کی بات نہیں۔ اور کلام کی حقیقت کا تعلق اللہ تعالےٰ کے ساتھ اس کی صفتِ ذاتی کی نسبت سے ہے اور الفاظ وحروف کا انتساب اللہ تعالےٰ کی طرف، اس کے مخلوق ہونے کے رتبۂ عالی سے ہے۔ اور اس کا ظاہر ہونا کلامِ مطلق کا خاصہ بلکہ حقیقت ہے کیونکہ یہ منظم بیان جو تختیوں کا غذوں وغیرہ پر ثبت کیا ہوا ہے، ایسا ہے کہ اس میں کسی مخلوق کا حصہ دار ہونا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ سوائے اس کی مظہریت کے۔ اور "میں نے اس میں اپنی روح پھونکی" کے یہی معنی ہیں۔ اس جگہ مراد روحِ مطلق سے ہے، جو ساری مخلوقات کا مبداو منشا ہے، سُبحَانَ اللہ، اسی سے قرآن کے حُروف اور الفاظ کا بلند مرتبہ سمجھ لینا چاہیے کہ روحِ مطلق کی اضافتِ تعظیمی کو آنکھ سے جوہرِ بسیط کا مرتبہ دیا گیا ہے۔ ان حروف والفاظ کو اس مرتبہ محسُوس ومرکّب کو مخلوقیت کی رہ سے بے واسطہ تخلیق کیا گیا ہے۔ پس ان حروف کے معنی اور حقیقت کے متعلق کوئی کیا بیان کرے۔

الغرض قرآن کی تمام آیات سے نہایت مکمل، نہایت جامع اور نہایت شامل، آیتِ تسمیہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ہر سُورت کے شرُوع میں واقع ہوتی ہے اور ہر سورت کی ابتدا اور اس کا آغاز، بلکہ ہر کام کی ابتدا اس سے ضروری ولازم ہوگئی ہے۔ پس جامعیت کے اعتبار سے تمام کمالات کے مقابلے میں یہ واحد النفسی کلام اس آیتِ عظیمہ کی حقیقت ہے اور اس مبارک آیت کی لفظی صورت ایسی صورت ہے کہ اپنی اصل کی حقیقت ہے، جو کلامِ مطلق ہے اور اس کلامِ مطلق کے کمالات پڑھنے اور سمجھنے کے اعتبار سے حقائق ہیں، بلکہ قرآن مجید کی دوسری آیات، اور دوسری آسمانی کُتب کے حقائق بھی اسی میں ہیں۔ اور کلامِ نفسی کا مرتبہ جامعیت

اور مدحِ مُطلق کے اعتبار سے جو تسمیہ کی حقیقت ہے، اپنے تمام کمالات کی مبتدع (سردار) ہے اور تمام ظاہری مراتب، جو قابلیتوں کے ظہور ہیں، کلامِ مطلق کے کمالات ہیں۔ اور مقررہ اوقات کے مطابق ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور یہ محض 'کُن' کے حکم کے بلند تقاضوں کے مطابق کلامِ مطلق کی قابلیت سے دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ تسمیہ الف، لام، میم کی حقیقت اور صورت کے لیے ایک جامع نقطہ ہے۔ اور الف لام، میم سے وجوب کے تین مرتبے[1] مُراد ہیں ------- اور یہیں سے ان اشعار کی تحقیق کرنی چاہیے جو حضرت پیرؒ نے تسمیہ کے حق میں ارشاد فرمائے ہیں۔ والسّلام والاکرام۔

گرچہ دُورم در لے قریب ترم　　طالبِ روئے دوستان خودم

(ترجمہ: اگرچہ میں دُور ہوں لیکن (حقیقت میں) بہت قریب ہوں (کیونکہ) دوستوں کی دید کا طالب ہوں۔)

اور جان لینا چاہیے کہ تسمیہ حق تعالےٰ کا کلام ہے۔ اگر یہ سوال کریں کہ اہلِ تحقیق کی یہ طے شُدہ بات ہے کہ حق تعالےٰ بے حرف و آواز ہے اور تسمیہ تو تمام حروف پر مشتمل ہے، اس لیے اس پر کلام کا اطلاق کرنا کس طرح جائز ہے؟ جیسا کہ تمام آسمانی کتابیں صحیفوں میں لکھی ہوئی ہیں، زبانوں سے پڑھی جاتی ہیں۔ اور ہمارے دلوں میں محفوظ ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تسمیہ اور تمام آسمانی کُتب پر کلام کا اطلاق دو وجہ سے ہوتا ہے یا تو تعلقِ تخلیق کی وجہ سے یا تعلّقِ توصیف کی وجہ سے۔ اگر انہی لکھے ہوئے حُروف پر اللہ کے کلام کا اطلاق کریں، تو یہ بھی درست ہے۔ لیکن اس تعلّق کو تعلقِ تخلیقی کہتے ہیں کیونکہ اس کے تمام حروف حق تعالےٰ کی تخلیق ہیں اور یہ مطلقِ حقیقی کے کلام کا مظہر ہے، جو حرف و آواز سے پاک ہے اور اس کی تخلیق میں کسی مخلوق کے ہاتھ کا دخل تصور نہیں کیا جا سکتا۔ سوائے مختصر بیان کے اور چونکہ یہ مبارک اور بلند

---

[1] یعنی الف سے ذات، لام سے صفات اور میم سے مُراد اللہ تعالےٰ کی ذات کے کمالات ہیں۔

الفاظ تمام مخلوقات کے دخل سے پاک ہیں اور الفاظ کو بولنے والے کی طرف نسبت کرنے کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں، اس لیے مجبوراً ان الفاظِ عالیہ کو اللہ تعالےٰ کے کلام سے منسوب کیا گیا ہے، تاہم اس تخلیقی تعلق کی وجہ سے شانِ عظمت ملاحظہ کی جانی چاہیے کہ روح اعظم کو، جو تمام مخلوقات میں سے مخلوقِ اوّل ہے اور پاکیزگی کا بلند مرتبہ رکھتا ہے، رُوحانی اور نُورانی مرتبوں میں تعلقِ تخلیق سے مشرف کیا گیا ہے، جیسا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ "میں نے اس میں اپنی رُوح میں سے کچھ پھونکا" اس سے مراد وہ لکھے ہوئے، محسوس کیے ہوئے، قید کیئے ہوئے، اور جسم رکھنے والے الفاظ ہیں۔ جو بے شمار واسطوں سے حقیقی اور قدیمی کلام کے مظہر ہیں۔ انہیں اس حقیقتِ حقیقی سے منسوب کر کے کیا بیان کیا جائے کہ اس کی صفات قدیم، ازلی اور ابدی ہیں۔ کس کو حوصلہ ہے کہ ان مظاہر کے لباس کے بغیر اس کے وصال سے عزت پائے۔ بمطابق آیت کریمہ اور "انسان کے لیے نہیں کہ وہ اللہ سے کلام کرے بجز اس کے کہ وحی کی جائے، یا پردے کے پیچھے سے بات کی جائے"۔ اگر حُروف سے نظر اُٹھالی جائے، تو ان حروفِ مبارک کے ذریعے ہمیں حق تعالےٰ کے کلام سے جو حصّہ عطا کیا گیا ہے، اور اس کے بولنے اور اس کے یاد کرنے سے محض ان حروف کو تقدیم و تاخیر کے بغیر ادا کرنے سے صحبتِ حقیقی میسّر ہو جاتی ہے۔ اگر اُس مرتبۂ حقیقی پر کلام کا اطلاق کریں، تو بجا ہے۔ لیکن یہ تعلقِ توصیفی کا معاملہ ہے، کیونکہ بات کرتے وقت یہ مبارک الفاظ کہنا مطلقِ حقیقی کے کلام کا ادا کرنا ہے نہ کہ کسی غیر کا۔ اس لیے اگر ان الفاظ کے بولنے سے کلامِ حقیقی کا بولنا میسّر نہ ہو، تو پھر ہم نے کیا کام کیا؟ وہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے، دیتا ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ ہم کلامِ مطلق کی شانِ عالی کے باوجود جو حروف کی گرد سے پاک اور منزّہ ہے، ان الفاظ بابرکت کے اظہار سے اللہ تعالےٰ کے کلام سے کمی بیشی کے بغیر فیض یاب ہوتے ہیں۔

marfat.com

جاننا چاہیے کہ کلامِ مطلق کا ظہُور اوّل تو نفس مدعا کے اعتبار سے ہے کہ اس مقام پر حرف و آواز نہیں، اگرچہ وہ نُورانی ہوتے ہیں اور یہ پہلا ظہُور، پہلے نُور میں ہے، جو حضرت محمدؐ کا نُور ہے۔ اور لطیفۂ پوشیدہ اس سے ظاہر ہوا ہے۔ دوسرا ظہُور نُورانی حرف و آواز سے حضرت جبرئیلؑ کا نُور ہے، جو اس آواز کو سنتا اور کلام کرتا ہے۔ اور "جو کچھ اللہ تعالےٰ ارادہ کرتا ہے" سے یہی مراد ہے تیسرا ظہُور حرف و آواز کا وہ ظہور ہے، جس سے جبرئیلؑ انبیا سے کلام کرتا ہے، چوتھا ظہور حرف و آواز کا جسمانی ظہور ہے، جس سے انبیا کلام کرتے ہیں، پانچواں ظہُور حرف و آواز کا کتابی ظہُور ہے، جس سے مقدّس کتابوں کی کتابت کی جاتی ہے۔

اس لیے مومن کو چاہیے کہ وہ ان پانچوں مرتبوں سے جس مرتبہ پر وہ مشرّف ہو، اس مرتبہ کے عین وصول ہونے پر کلامِ مطلق کے مرتبۂ حقیقی بلکہ متکلّم ازلی کا کسی حلول اور اتحاد کے بغیر وصول ہونا سمجھے۔ اور اس پر یقین کرے تاکہ کوئی حُجّت باقی نہ رہے ؏

یار در خانہ و من گردِ جہاں گر دیدم

(دوست گھر میں تھا اور میں دنیا بھر میں پھر رہا تھا)

مکتُوب: ۱۸

محمد صادق جالندھریؒ کے نام اس عقیدہ کی تحقیق کے متعلق کہ انسان فاعلِ مختار ہے۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو عظیم ہے اور سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو کریم ہے۔ عرض ہے کہ سچے دوست کو صدقِ حقیقی سے حصّہ ملا ہوا ہے اور سچّے عقیدے کی پہچان عطا کی گئی ہے، اہلِ سنت والجماعت کے عقیدے کے مطابق مسئلہ اختیار[1] میں اللہ تعالےٰ کا بے نہایت فضل عطا ہو۔

---

[1] مثنوی معنوی کے اشعار کی طرف اشارہ، جن کا ترجمہ درج ذیل ہے۔
۱۔ اگرچہ اس کا کوئی کام اختیار کے بغیر نہیں، لیکن اختیار اس کے اختیار میں نہیں۔
۲۔ اگرچہ وہ نیکی کرنے سے دُور ہے، لیکن وہ اس اختیار کے ہاتھوں مجبُور ہے۔
۳۔ جس پشیمانی سے وہ کانپتا ہے، اس کی پشیمانی کب لرزاں ہوتی ہے۔

میرے عزیز! تم نے اسم قہار کی نسبت سے اختیار کے مسئلے میں، اور گناہگار بندے کے مبتلائے عذاب ہونے کے بارے میں پُوچھا تھا کہ جب یہ ذرہ اور ہر مخلوق ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے ارادے اور قُدرت کی پابند ہے اور کسی زمانے بلکہ کسی گھڑی میں جو کچھ بھی وہ کام یا آرام کرتی ہے، وہ سب اس کے اپنے اختیار اور ارادے کے خلاف ہوتا ہے، اس لئے بندہ کو مختار کہنے اور اس فعل اختیاری کو مُوجب عذاب ٹھہرانے کا مطلب کیا ہے اور اس بے انتہا اضطراب کے باوجود اس کو مختار کا نام دینے کا ثبوت کیا ہے اور اس قدر بے اختیاری کے باوجود اس کو عذاب دینا کہاں کا انصاف ہے؟

میرے عزیز! اس مسئلے کو سمجھنے کی دو راہیں ہیں۔ ایک تقلید کی راہ سے اور دوسری تحقیق کی راہ سے۔ تقلید یہ ہے کہ چونکہ میں نے نجات پانے والے اہل سنت والجماعت کو تمام دوسرے مذاہب سے زیادہ حق پر پایا ہے، اس لیے تمام مسائل میں جیسا کہ انہوں نے طے کیا ہے، مسائل مذکورہ کو سُن کر ہر خاص و عام کو پُورے خلُوص سے ان پر یقین و اعتقاد رکھنا چاہیے، خواہ ہم ان کے دلائل سے واقف نہ ہوں اور دل کے پورے یقین کے ساتھ جاننا چاہیے کہ اہل حق کی اس جماعت نے جو کچھ مقرر کر دیا ہے، وہ برحق ہے، جیسا کہ ایک ابتدائی طالب علم کو اعلےٰ علوم کی حقیقت کے بارے میں، جس میں اسے دسترس نہیں ہوتی، کوئی شک نہیں ہوتا، اگرچہ وہ بات کو پُوری طرح نہیں سمجھتا، لیکن وہ اس اعلیٰ علم کی حقیقت پر ایک غیبی اور تقلیدی ایمان رکھتا ہے، اس میں اُسے کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا۔ لیکن اس کی حقیقت کی تحقیق کرنا، اشیا کی حقیقت کی تحقیق کرنے پر موقوف ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ ہمیں بے ہُودہ مشاغل سے بچا اور ہمیں اشیا کی حقیقت جیسی کہ وہ ہے، دکھا"۔ اور وہ تحقیق بلند مقام رکھتی ہے کہ خاص الخاص میں سے بھی کسی کسی کو یہ بلند مقام حاصل ہوتا ہے اور وہ نبی پاک کے اتباع

ہی سے سرفراز ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور چونکہ آں عزیز کی روشن بیان زبان سے یہ بعید نہیں کہ اس نے مبتدیوں کے سادہ دماغوں میں مسئلے کے سمجھانے کے لیے اس قسم کی باتیں دماغ میں ڈال دی ہوں، اس لیے چند باتیں جو بزرگوں کی طرف سے امانت ہیں، حق کی تلاش کرنے والوں کے لیے بیان کی جاتی ہیں۔

جان لینا چاہیئے کہ وجُود میں آنے سے قبل ہر مختار و مجبُور اللہ تعالےٰ کے علم، ارادے اور قدرت کی وجہ سے اس کی ذات، صفات اور کمالات کی بدولت معلُوم و مقدُور تھا، سب کچھ اللہ تعالےٰ کے اختیار میں تھا۔ اور یہ سب کچھ مرتبہ خارج میں اس کے اسماء کے حُسنِ کمال کے اظہار کے لیے ہے۔ لیکن اسے اس کے اظہار اور اس حکمتِ بالغہ میں کوئی فائدہ نہیں تھا۔ چنانچہ ان معلُومات، مرادات اور مقدُورات میں سے بعض اپنے مقام پر مخصوص لطائف کی صفات کی مظہر ہیں اور بعض صفات قہریت کی مظہریت۔ ان دونوں صفات میں سے ہر صفت اپنے مخصوص مظاہر کی صورت اختیار کرتی ہے۔ اور چونکہ ان عالی شان مرتبوں میں ظہور کے لیے وہ تمام مظاہر میں کامل تر اور قوی تر ہے اور اس لم یزل کی تمام صفات کے ظہُور کے بغیر اس کی مظہریت کی مکمل تحقیق نہیں ہو سکتی اس لیے وہ اعلیٰ علم و ارادت اور قدرتِ ازلی کے مرتبہ میں اپنی موجودیت سے پہلے ہی وجُود، حیات، علم، ارادت اور قدرت اور سمع و بصر وغیرہ کی صفات سے لائق و موصوف تھا۔ اور معلوم، مراد اور مقدُور بن گیا، جیسا کہ صفتِ اختیار سے اور اس بلند درجہ میں موجُود و حَی، عالم و مرید، قادر و سمیع اور بصیر وغیرہ کے نام سے موسُوم ہوا بغیر اس کے کہ موجود ہوں یا خارج اور اسی طرح اسم مختار سے اور چونکہ موجودیت کے بعد جو کچھ ان کی طرف سے ان کی بدولت ان کے اندر ظاہر و پیدا ہے خواہ وہ ان کی ذات و صفات ہوں، خواہ افعال و آثار: کسی کمی و بیشی کے

بغیر وہی ظہور پہلے مرتبہ کا ہے، اس لیے اس مرتبہ میں بھی ان اسما کے مسمّٰی اور ان صفات کے موصوف انہی مخصوص صفات کے ساتھ سامنے آئے ہیں۔ بغیر کسی کمی یا بیشی کے اور وہ دوسری تمام مخلوقات میں سے زیادہ مختار اور زیادہ صریح ہے اس لیے ذی علم اور صاحب عقل پر لازم و واجب ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اسے جس نام اور جس صفتِ موجودیّت سے قبل مسمّٰی اور موصوف کیا ہے، اور اپنے ناموں اور صفتوں میں تصرّف کرنے والا بنایا اور اُس کی اِس مرتبہ علم و ارادہ میں استعداد بخشی اور اس نے قبول کرنے سے انکار نہ کیا اور اُسے قبول کر لیا، جیسا کہ اس آیت کریمہ میں آیا ہے کہ "ہم نے اپنی امانت پہاڑوں۔۔۔" اُسے اپنی استعداد کے مرتبہ سے آگاہی دی گئی ہے اسلیئے اُسے چاہیے کہ موجودیّت کے بعد بھی اس مرتبہ میں اپنے آپ کو اپنی اِن تمام خامیوں اور خوبیوں کو جاننے اور اپنے آپ کو اپنی خواہشات کا غلام بنا کر طبعی ناموں سے موسُوم نہ کرے اور اپنے آپ کو جاہل و مجبُور قرار نہ دے اور جان لے کہ دنیا کی تخلیق، صرف اللہ تعالےٰ کی جمالی اور جلالی صفات کے کمالات کے حُسن کے اظہار کے لیے ہے اور ہر صفت اپنے قدیم اور ازلی تقاضے کے مطابق اس بات کی متقاضی ہے کہ مخصوص خارجی مظاہر میں جلوہ گر ہو۔ اور اس کے تقاضے میں ہر خارجی مظہر کو مخصوص نام سے موسُوم اور ذاتی اور فعلی صفت سے موصُوف کیا گیا ہے اور چونکہ انسان کو تمام دوسرے مظاہر کی نسبت زیادہ مکمّل اور زیادہ عُمدہ مظہر کے لیے مقرر کیا گیا ہے، اس لیے اگر ہر اسم کے حُسنِ کمال کے ظہُور کا ثمرہ مظہر میں پیدا نہ ہو سکے اور اس معاملے میں اگر مظہر میں دلیلی تمیز اور علم پیدا نہ ہو، تو اس مظہر کے حق میں مکمّل مظہریت کس طرح ثابت و محقّق ہو گی۔ اِس لئے صفاتِ جمالی کا پھل مظہر کے راحت و آرام میں ظاہر ہوتا ہے اور اس صفت کو ازل میں ثواب کا نام دیا گیا ہے اور جلالی صفات کا پھل درد اور رنج ہے۔ اور اس کو عذاب کا نام دیا گیا ہے اور اس علمی امتیاز کا وجُود تمیزِ حقیقی اور علمِ قدیمی کی صفت

سے ہے اور چونکہ اللہ تعالےٰ کی تمیز اس کے قدیمی علم سے اختیار کی صفت کے بغیر واجبی نہیں ہے اس لیے کون وحدوث کے اختیار کو واجبی اور ازلی اختیار کے ظہور کے لیے ایک معلوم مرتبے کے مطابق خارجی وجود عطا کیا گیا ہے، تاکہ دوسری ہر شان کے مظاہر سے الگ ظاہر ہو اور اپنی جنس سے فعلِ اختیاری کے سبب جو اگرچہ کوئی ہے، الگ تمیز حاصل کرلے اور خبیث وطیّب کی تمیز اسی بات کی دلیل ہے اور چونکہ خبیث کو طیّب سے پہچاننا امر و نہی کے ظہور کے بغیر نہیں ہو سکتا، اس لیے وہ اس معلومیت اور مقدوریت کے مرتبے میں امر و نہی کے لیے جس کا اُسے حکم دیا جاتا۔ اور منع کیا جاتا ہے، خارجی وجود کے مرتبہ میں اُسی طرح مامور اور منہی ہے اور امر و نہی کے ظہور کے سبب اپنے اندر کمالِ امتیاز پیدا کرلیتا ہے تاکہ جہالت سے نکل آئے اور ظہورِ کامل کے لائق بن جائے۔

میرے عزیز! لوگوں میں مسئلہ اختیار کے معاملے میں جو شبہ و انکار پایا جاتا ہے، وہ بھی ان کے اختیار سے اس مرتبۂ معلوم میں اللہ تعالےٰ کے اختیارِ حقیقی کے کمالات کے ظہور سے معلوم و مقدور ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ سے اپنے کمالاتِ علمی کے اظہار کے لیے جو صفاتِ جمالی کا خاصہ ہے۔ انہیں مکرّم و معزّز نہیں بنایا اور یہ بھی ان کی حقیقی استعداد کی نااہلی کی وجہ سے ہے۔ اگرچہ یہ بات بعض کے حق میں دائمی اور بعض کے حق میں وقتی ہوتی ہے اور چونکہ انہیں مرتبۂ امکان اور مرتبۂ وجوب کے درمیان اتنی قوتِ تمیز نہیں دی گئی جتنی کہ چاہیے تھی۔ اور انہیں ظاہر ہونے اور ظاہر کرنے والے کے درمیان تحقیق کرنے کی لیاقت نہیں دی گئی، اس لیے وہ کہتے ہیں کہ چونکہ وہ اپنے ہر فعل، قول، اسم اور صفت میں مصروف، اور اللہ کی قدرت و اختیار کے ماتحت ہوتے ہیں، اس لیے ہم اپنے حق میں مختار و قادر کا نام، اور اختیار و قدرت کی صفت کس طرح مان لیں، کیونکہ کسی فعل و قول میں اللہ تعالےٰ کی اطاعت کے

تعلیم دی، جو اس مہربان ذات کے لائق ہے، اور اسے کثیف اوہام کے گرداب سے بغیر اپنے آپ کو مستقل اور فاعل پالیں، تو پھر البتہ اس فعل و قول میں اختیار کی صفت ہم میں مانی جا سکتی ہے اور چونکہ ایسا نہیں۔ اس لیے اختیار میں نہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ حق تعالےٰ اپنے بے انتہا فضل سے اگر اُن کے حق میں ازلی ارادہ سے مخصوص اوقات میں کوئی مقدر شے ---- ان کے سینے میں ڈال دے، تاکہ وہ جان لیں کہ ہم اور جو کچھ ہم میں پیدا و ظاہر ہے وہ ممکن ہے، ہماری ذات سے، ہماری صفت سے ہمارے فعل سے۔ اور ممکن اس کو کہتے ہیں۔ جس کا ذات و صفات اور افعال کی حیثیت سے ہونا اور نہ ہونا واجب الوجود کے زیرِ اختیار ہو۔ اور حق تعالےٰ کے سوا اور کچھ واجب نہیں، اس لیے اگر ذات ہمارا وجود ہے کہ اس سے ہمارا وجود موسوم ہے اور اگر سُننا، دیکھنا، جاننا اور ارادہ کرنا ہماری صفات ہیں، جن کی بدولت ہم سُننے والے دیکھنے والے، جاننے والے اور ارادہ کرنے والے ہیں، تو ہونے اور نہ ہونے میں ہم پُوری طرح واجب الوجود کے سمع، بصر علم اور ارادہ کے محتاج ہیں۔ جس طرح ہماری اختیار کی صفت کہ چاہیں تو لیں، چاہیں تو چھوڑ دیں، اس درجہ میں ہے کہ اس کی بدولت ہم تمام دیگر مخلوق سے اپنے آپ کو الگ شمار کرتے ہیں اور اس صفتِ اختیار کے لیے ہم واجب حقیقی کے محتاج ہیں۔ اور اختیار اللہ تعالیٰ کا خاصّہ ہے، جو واجب قدیمی ہے، ازلی اور لم یزلی ہے، جو غیر، تغیّر، اور تبدیلی کی شرکت سے پاک ہے۔ اور اللہ تعالےٰ مختارِ کُل ہے۔ اور جو اختیار ہماری صفت ہے، وہ ممکن اور حادث (مٹ جانے والا) ہے۔ وہ فانی اور ہلاک ہونے والا ہے اور ہر آن اپنے بغیر اور اپنے ساتھ ہے۔ اور اختیارِ واجب سے کسی طرح شرکت کی بُو نہیں رکھتا۔ اور ہم شرکت کی آرزو کس طرح کریں، کہ اللہ تعالےٰ نے تخلیقِ کائنات میں اپنے حُسن اور کمال کا اظہار کر کے اپنی حکمتِ بالغہ سے مخلوقات کو اپنی ذات اور صفات کا مظہر بنایا ہے۔ اگر ہم اپنے لیے مستقل اختیار، تلاش کریں، تو یہ اللہ تعالےٰ کی جناب میں ناموافقت کا اظہار کرنا اپنے

ہوئے احاطہ میں لے لے، جبکہ ایک کامل اور مکمّل عارف، جس کا میں نے اُوپر ذکر کیا ہے، جب جہالت کی پستی سے حقیقی علم کے درجے تک پہنچتا ہے، تو جان لیتا ہے کہ مُنعمِ حقیقی کے لیے دعوےٰ کمال کرنا، اور اس کے کمال میں کمی تلاش کرنا ہے۔ اور یہ بالکل نادانی ہے۔ اور اس عقیدے کو اس نادان کا اختیار کرنا، اللہ تعالےٰ کے اسم مختار کی وجہ سے قہر کی تجلّی ہے۔

میرے عزیز! اگر تو دیکھے، تو تُو پائے گا کہ تیرے مَولا نے تجھے فاعل و مختار کہا ہے، چنانچہ آیت کریمہ "عمل کرو، جیسا تم چاہتے ہو" سے یہ ظاہر ہے اور اللہ تعالےٰ کی مخالفت کرکے تُو اپنے آپ کو غیر مجبُور اور غیر مختار قرار دے رہا ہے، تو یہ مخالفت خود تیرے اختیار کی کھُلی دلیل ہے، کیونکہ اگر تو مختار نہ ہوتا، تو یقیناً جو کچھ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے تیری زبان سے بھی کمی بیشی کے بغیر وہی کچھ نکلتا۔ اور جان لے کہ اختیار سے انکار کرنا بذاتِ خود اختیار ہے اور اختیار سے انکار کرنا اسی اختیارِ حقیقی کے ظہُور کا مظہر ہے۔ اور صفتِ جلالی کے حُسنِ کمال کی جلوہ گری ازل سے ہے۔ یہ کوئی نئی شے نہیں۔ اور نہ ہی کوئی مزید۔ جب تو اس کو دیکھ لے گا تو پھر قدر و صبر کے کنوئیں سے باہر نکل آئے گا۔ اور اہلِ حق کی خصوصیّت سے مخصوص ہو جائے گا۔ اے ہمارے ربّ اپنی رحمت عطا کر بے شک تو بے حد عطا کرنے والا ہے۔

مکتُوب : ۱۹

باکمال اور حقیقت آشنا میاں شیخ محمد فاضل جیوؒ کے نام، اس بارے میں لکھا گیا کہ اپنے روزمرّہ کے علم پر نظر رکھ کر اور اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ سے دُور سمجھ کر، اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا سے باز نہیں رہنا چاہیے اور ترقّی درجات کی خواہش کرنی چاہیے، اور شہُود کے مرتبے سے ترقّی کی آرزو کرکے خلوت کے مقام کو حاصل کرنا چاہیے۔

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اِنسان کو اس وصف و توصیف کی

نے اسے خاص نعمت سے نوازا ہے ، اور اسے اپنی صفات کی حقیقت کے مظہر کی، اپنے علم قدیمی کے ذریعے تعلیم دی ہے، جو پوری طرح محیط ہے ، اور پھر وہ انہی اوصاف سے متصف ہوتا ہے جس کی اُسے علم اور حمد سے تعلیم دی گئی ہے، جو اس قدیم ذات نکالا ، اور اپنی تعلیم کے ذریعے حقِ عرفان کی شناخت کرائی اور اوصافِ قدیم سے اپنے آپ کو موصوف کیا، جو احاطۂ کاملہ کے سبب متفقہ طور پر مسلّمہ ہے . پس انسان کے لیے اللہ سبحانہ نے تعلیم کے ساتھ اسے بیان کیا اور اس کے علم کی مظہریت علمِ لدنی سے ہوئی، جو اصلی اور قدیمی ہے . یہ بات اس امر سے خالی نہیں کہ انسان نے علم کا اطاعت سے احاطہ کیا ہے اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے " وہ لوگ علم سے میرا احاطہ نہیں کر سکتے"، یعنی مخلوق کے عام علم سے، جو اللہ تعالےٰ کی مظہریت سے عاری ہے اور عام علم کے ساتھ اسے اپنے اوصاف سے استغنا زیادہ محبوب ہے ، اور اس کی ذات کا تقاضا ہے، کہ ہم اس کی توصیف انہی اوصاف سے کریں، جو اس نے ہمیں سکھائے ہیں، اور اس کی تعریف حمدِ حقیقی سے کریں، جیسا کہ ہم نے اُسے وصفِ قدیمی سے متصف کیا ہے ، جب یہ متحقق ہو گیا، تو ثابت ہو گیا کہ وہ عالمِ عارف ، عام ، وہمی اور خیالی علم سے ملنے والے وصف سے ترقی کر گیا ہے اور تعلیمی و قدیمی وصف کے درجے پر جا پہنچا ہے بس وہ عارف عجیب ہے ، جس نے اس دوسرے عالی مرتبے کو ترک کر دیا، جو اُسے محض فضیلت کی وجہ سے حاصل ہوا تھا۔ اور پھر وہ اپنے متروک ادنےٰ مقام میں گر گیا پھر وہ اس کی طرف دیکھے گا اور گمان کرے گا کہ اس کا نفس محرُوم ہے اور وہ پُرانے ذاتی اوصاف تک نہیں پہنچ سکتا . یہ ربّ کی تعلیم کی عدم تحدیث ہے اور اس کے اس قول کی صریح مخالفت ہے کہ " پس تو اپنے رب کی نعمتوں کی تحدیث کر"۔ آپ کو معلوم ہو کہ اس مکتوب کے عین لکھتے وقت مجھے یہ خیال آیا کہ وہ عارف ، صرف وہمی اور رسمی عارف تھا، اور اس کی نظر عالی مرتبے کی وہمی طور پر مقلد تھی. لیکن اس کا مقام مرتبے میں اسفل تھا . پس یہ ضرُوری ہے کہ وہ اپنے نفس کو حقیقی وصف تک نہ پہنچتے

کے لائق ہے۔ وہ ذات اللہ کی ہے، جو ظاہر اور غنی ہے اور جسے غنا محبوب ہے۔ اس کے غنا کا تقاضا ہے کہ وہ ظاہر ہو، اور یہ باطنِ حقیقی ہے، اس کی یہ باطنی کیفیت اور شہود سے منزّہ، محبوب چیز ہے۔ اس کے کمالات کا اظہار اس کے شہود کے اعلےٰ مقامات کا تقاضا کرتا ہے، تاکہ اس کے دوست جان لیں کہ انہیں اسمِ باطن کے ساتھ مشاہدہ کرایا جا رہا ہے اگر اللہ چاہتا، تو انہیں ہدایت پر جمع کر دیتا، لیکن ایک خاص مدّت تک انہیں مُہلت دی جا رہی ہے اور پھر اس کے ہاں حقیقی غائب کا اطلاق عدم متضادات پر مبنی ہے، جس کا تقرّر کیا گیا ہے۔ محققین کے نزدیک کیا اس کی کوئی نقل یا خبر ہے؟ پھر کاملین مکمّلین کے ہاں یہ واضح ہو چکا ہے، کہ طالب کی نظریں تمام ظلّی مرتبوں کا ارتفاع عرفانِ شہودی تک ہے، جس کا حصول خرد ج کی بجائے لطیفہ روحیہ سے ہے اور اس معروفِ ظاہری سے ہے، جو حضورِ سرّی میں نورِ اوّل ہے۔ پس حضور سے خرُوج، غایت التصوّر میں دخُول کی انتہا ہے، اور وہ خدائے تعالیٰ کی ذات ہے۔

حاشیہ: وہ لوگ یہ کہتے ہیں، کہ جو احدّیت اضافات سے مجرّد ہے، معلوم نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ انہوں نے گمان کر لیا، کہ اس (احدّیت) کی بارگاہ تک کسی شخص کی رسائی وحدتِ احدّیت کے تعیّنات کے ظہُور کے لباس کے سوا کسی اور طرح نہیں ہو سکتی۔ یہ ظہُور مرتبۂ مقیدّہ میں ہوتا ہے۔ عارف کی حضوری، مرتبۂ مقیدّہ سے آگے نہیں ہوتی اور ان کا یہ قیاس اللہ سے غافل ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اصل بات یہ نہیں، کیونکہ عین ممکن ہے کہ اصحابِ معرفت کیلئے یہ ایک ایسا آئینہ ہو، جس کے ذریعے حقیقی حضوری کا علم حاصل ہو جائے اور ایسی حقیقی تعلیم سے وہ عارف، اللہ کی ذاتِ جامعِ حقیقی سے بلا حجاب واصل ہو جائے، تاکہ اس کا اِسم اُس عارف کے آئینے میں پوری طرح واضح ہو جائے۔ گویا یہ اس کے محبوب کا ظہُور ہے اور ازل کا مقتضیٰ ہے۔ پس عارفِ اوّل، مرتبۂ ظلال والوں میں سے ہے اور یہ اسمِ باطن کا مقتضیٰ ہے اور عارفِ ثانی جو عارفِ کامل اور عالمِ مکمّل ہے۔ اور فی الواقع علمِ باری تعالیٰ کا مظہر ہے، مرتبۂ اصلیّہ میں سے، اور ذاتِ جامعِ قدیم تک اس کے فضل سے پہنچنے والوں میں سے ہے۔ یہ اس کے اسمِ ظاہر کا مُقتضیٰ ہے۔

مکتوب : ۲۰ (الف) سوال

میاں عبدالکریم وزیرآبادیؒ کی طرف سے چند سوالات کی تحقیق میں :-
حقائق و معارف سے آگاہی رکھنے والے، اور تصوّف و کمالات میں دسترس رکھنے والے اور محققین کے سردار اور عظمت پناہ میاں محمد جانؒ اور حاجی الحرمین شیخ محمد طاہر جیوؒ خُدا کرے ہمیشہ مسندِ ارشاد پر قائم رہیں اور خلقِ خُدا کو فیض بخشتے رہیں.
یہ عریضہ عبدالکریم وزیر آبادی کی طرف سے ہے جو نیازمندانہ سلام کے بعد آپ کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ آپ سے ملنے کا شوق بے حد و نہائت ہے، لیکن ملاقات وقت پر منحصر ہے جب بھی اللہ تعالےٰ نصیب فرما دے. امید ہے کہ آپ اپنی یاد سے خوش فرماتے رہیں گے، اور اپنی عافیت کے حالات سے اطلاع دیتے رہیں گے کہ اس بات میں فقیر کی سربلندی ہے .

عرض یہ ہے کہ بعض عزیزوں نے سوال کیا ہے کہ تکوین (تخلیق) کی صفت ، صفات سے مشرُوط ہے. اور بعض کہتے ہیں کہ صفات سے غیر مشرُوط ہے. اور ماہرین کا مسلک بھی یہی ہے کہ صفات سے غیر مشرُوط ہے. اس لیے اس کا بذاتِ خود ظہور مشکُوک ہے کیونکہ فرض کیا، اگر باری تعالےٰ کی حقیقی صفات میں سے کوئی ایک صفت سلب کرلیں. مثال کے طور پر اگر صفتِ قدرت سلب کرلیں، تو اس سے عجزِ لازم آتا ہے. اسی طرح اگر تکوین کی صفت سلب کرلی جائے. تو کیا نقیض پیدا ہوگا؟

مزید یہ کہ تجدّدِ امثال میں حضرت پیر دستگیر حضرت جیوؒ نے لکھا ہے کہ تغیّر مُطلق ہے اور عدم مقیّد، اور نفس منبع ابدی ہے. اس موقع پر سائل سوال کرتا ہے کہ اگر عالم ایک ہی آن میں معدُوم اور موجود بھی ہو سکتا ہے، تو جہاں تک عرضِ دنیا کا تعلق ہے، اس میں تو کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا. لیکن جہاں تک جوہر عالم کا سوال ہے، یہ سوال تشنۂ جواب رہتا ہے. اگر اسی طرح کا ایک اور عالم اسی وقت پیدا کرلیا جائے، تو

غیرِ فاعل پر فعل کی جزا لازم آتی ہے اور اگر جوہرِ اوّل کو وہی پیدا کرتا ہے تو اس سے تحصیلِ حاصل لازم ہوگی (یعنی حاصل شدہ کو حاصل کرنا ہوگا)۔ امید ہے کہ ان سوالات کا جواب ایسی زبان میں لکھیں، جو عوام کی سمجھ میں آسکے۔

اور یہ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وہ ہر روز ایک نئی شان میں ہوتا ہے حق تعالےٰ ہمیشہ مصروف ہے اور اس کی صفات میں تعطیل جائز نہیں، جب یہ دنیا نہیں تھی، تو حق تعالےٰ کیا کر رہا تھا؟ اگر اس کے ذاتی و صفاتی کمالات کے ظہور سے پہلے تعطیلِ صفات کی تفصیل تھی، تو یہ جائز نہیں، کیونکہ اس سے نقص لازم آتا ہے اور اللہ ایسی بات سے پاک ہے اگر وہ کسی کام میں لگا ہوا تھا، تو اس سے عالم کا قدیم ہونا لازم آتا ہے۔ تسلی بخش جواب عطا فرمائیں۔

مکتوب : ۲۰ (ب) جواب

عبدالکریم دزیرہ آبادیؒ کے سوالات کے جواب میں مسئلہ تجدیدِ امثال کے بارے میں تحریر کیا گیا۔

سب تعریف اس کے لیے ہے، جس کے لیے تمام عظمت و کبریائی ہے جس نے آدم کو تمام اسماء سکھائے اور درود ہو نبی کریمؐ پر، اس کی آل اور تمام اصحاب پر۔ اس فقیر کی طرف سے سلامِ غائبانہ عرض ہے۔ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ جو سوال درج تھے، ان کا مطالعہ کیا۔ اگرچہ یہ احقر نادانِ محض ہے، اور اس بات کی بساط نہیں رکھتا کہ اتنے اعلےٰ مضامین کے جوابات دے سکے، لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیبؐ اور اولیا کے ذریعے جو تعلیم دی ہے اور اپنے دین کے بھائیوں کو بتانے کا حکم دیا ہے، اور وہ اُس کی ضروری امانت ہے، اس لیے جواب تحریر ہے۔

پہلے سوال کا جواب یہ ہے: جیسا کہ معلوم ہے، خلق کو خالق نے پیدا کیا ہے اور حق تعالےٰ کا تعلق عالمِ حدوث و امکان سے نہیں، بلکہ وجوب و قِدَم سے ہے اور اس

مرتبہ میں کیا عالم اور کیا صُوَر و امثال۔ وہ بے کیفی سے معلوم ہیں اور یہ شُبہ معلوم و موجود کے درمیان تفریق نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔ حق تعالےٰ کے علمِ حضوری کو خلق کے علمِ حضوری پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ دونوں کے درمیان بہت فرق ہے۔ علمِ حصولی میں کسی شے کی صُورت کا حصول ذہن میں ہوتا ہے، جب کہ علم حضوری میں خود نفس شے کا تصوّر شے کے بغیر حاضر ہوتا ہے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ تکوین فعلِ حقیقی کی صفات میں سے ہے فعل حدوثی کی صفات میں سے نہیں، جیسا کہ شیخ ابوالحسن اشعریؒ اور معتزلہ نے قیاس کیا ہے اور وہ تفرقہ جس کی ہر صفت اس کی ذات کی ضد سے موصوف نہ ہو حقیقی ہے اور وہ صفت جس کی ذات ضد سے موصوف ہو، فعلی ہے اور شیخ ابوالحسن اشعریؒ بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن لازم آتا ہے کہ کلام میں ارادے کی صفت حقیقی نہ ہو، کیونکہ ذات ان کی ضد سے موصوف ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، تنگی نہیں چاہتا اور اسی طرح "اللہ ان سے کلام نہیں کرتا اور نہ ان کو پاک کرتا ہے اور ان کے واسطے سخت عذاب ہے" اور اگر شُبہ دُور نہ ہو تو عقیدۂ حافظیہ، اس کے حواشی اور علم کلام کی دوسری کتابوں کی طرف رجُوع کریں۔

میرے مخدُوم! تمام صفات حقیقی ہیں اور جیسا کہ پیرِ دستگیرؒ نے بیان فرمایا ہے، صفاتِ فعلی اور صفاتِ ذاتی ہیں، باوجود اس کے کہ سب حقیقی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ صفات ذاتیہ کا ظہُور قدیم ہے اور صفاتِ فعلیہ کا ظہُور حادث ہے، اور تمام ذاتی اور فعلی صفات بذاتِ خود قدیم ہیں۔ اور صفاتِ فعلیہ کا ظہُور حدوث ہے کیونکہ یہ ان کی خصوصیت کہی جاتی ہے۔ لیکن ظہُورِ تبعی میں جو صفاتِ ذاتی کے تابع ہے، یہ قدیم ہے کیونکہ ان کے درمیان "لاھُو" اور "لاغیرہٗ" کی نسبت ہے۔ اور یہ بات بہت کم سے سُنی جاتی ہے اور اس کی واقفیت کا دارومدار ان کی اصطلاحات کے جاننے پر ہے۔

marfat.com

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ تجدّدِ امثال کا مطلب یہ ہے کہ ہر مخلوق، خواہ اس کا تعلق جوہر سے ہو یا عرض سے، ہر لحظہ اور ہر آن متغیّر ہے یہ تغیّر ظاہر میں بھی ہے اور باطن میں بھی، یعنی ذات میں بھی اور صفات میں بھی۔ اور حدُوثِ عالم پہ علماء کی یہی دلیل ہے، اگرچہ وہ تجدّد کے قائل نہیں اور اللہ تعالےٰ کا ارشاد "ہر شے ہلاک ہو جانے والی ہے سوائے اس کے چہرے کے" اس پر دلیل قوی ہے۔ اس لیے یہ ہلاکت تمام مخلوقات کے لیے، کیا جوہر میں کیا عرض میں بلکہ ذات پر لازمی طور پر ہر لحظہ واقع ہوتی رہتی ہے، اور اگر اس آن میں عین ہلاکت میں اس عطا کردہ وجود کی وجہ سے معزّز و مکرّم نہ ہوں، تو محض عدم میں چلے جائیں گے، اور اللہ سبحانہ تعالےٰ کے اقتدار کے کیا کہنے۔ ایسی فوری ہلاکت کے باوجود بعض کا ظہُور نہیں کیا، اور بعض کو ابدی طور پر ظہُور بخشا۔ جیسا کہ عقیدہ شریعت میں مقرّر ہے، آٹھ چیزیں فنا نہیں ہوتیں۔ اور اس کا مطلب یہ ہے، جسے حضرت جیوؒ نے تغیّر مطلق اور عدم مقیّد کہا ہے اور نفس کو جو جزوِ ابدی کہا گیا ہے، تو وہ اس معنی میں نہیں کہ عالم اس واحد میں سے عدم مطلق میں چلا جائے گا۔ اور اس کے بعد پھر اسی مثل میں وجود میں آئے گا۔ کیونکہ یہ خلافِ واقع اور قابلِ اعتراض ہے اور اگر بعض صوفیہ کے کلام میں لفظ عدم آیا بھی ہے، تو اس سے ان کی مراد یہی تغیّر مطلق ہوگا۔ نیز یہ بات صُوفیہ اور اشاعرہ کا جواب ہے۔ چونکہ صوفیہ عدم مطلق کے قائل ہیں، ان کے لیے جواب عدم مقیّد کا ہے یعنی عدمیّت مقیّدہ ہے، اعراض سے اور تغیّر مطلق، اشاعرہ کا جواب ہے، جو جوہر کے بغیر تجدید اعراض کے قائل ہیں، یعنی تغیّر کی حیثیت سے تجدّد جوہر اور عرض میں شامل ہے کیونکہ جوہر و عرض سب دائرہ امکان میں داخل ہیں۔ اور ہر ممکن حادث ہے اور اس کے حدُوث کی دلیل اس کا تغیّر ہے۔ اس بات کو سمجھیے!

چوتھے سوال کا جواب ..... کہ وہ ہر روز نئی شان میں ہوتا ہے" اس معنی میں ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذاتی صفات اپنے متعلّقات کے ساتھ ہر وقت کام

میں لگی رہتی ہیں اور صفات فعلی میں جو تعطیل آتی ہے، اضطراری نہیں بلکہ اختیاری ہے۔ اگر صفاتِ منفی کو جو صفاتِ ذاتی کی بدولت ہیں، غور سے دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ سو جان کے بدلے میں بھی سستی ہیں۔ چونکہ ہم حق تعالیٰ کو اس کی تقسیم کی بدولت حال، ماضی اور مستقبل سے منزہ جانتے ہیں، اس لیے تعطیل[1] کو جسے ہم زمانۂ مستقبل سے پاک جانتے ہیں، کیوں نہ درمیان سے نکال دیں۔ پس غور کیجیے۔ سلامتی ہے اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

مکتوب : ۲۱

دنیا میں اللہ تعالےٰ کی رویت کے عدم وقوع کے بیان میں، سوائے رسولِ کریم کے۔ دنیا کے اندر بیداری کی حالت میں سر کی آنکھوں سے اللہ تعالےٰ کے دیدار کے جواز کے بارے میں اہلِ سنت والجماعت کے چاروں مذاہب متفق ہیں۔ اس پر اللہ کا شکر ہے۔ لیکن معتزلہ اس جواز کے منکر ہیں، کیا دنیا میں اور کیا آخرت میں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی رؤیت کے وقوع کے بارے میں دنیا میں ہی سر کی آنکھوں سے دیکھ لینے کے متعلق مذاہبِ اربعہ میں سے کوئی شخص انبیاء و اولیا کے دیکھ لینے کا قائل نہیں لیکن سردارِ انبیا کے بارے میں صحابۂ کرام کے درمیان اختلاف ہے۔ حضرت عائشہؓ اور کئی دوسرے صحابہ دنیا میں رؤیت بصری کے قطعاً نہ ہونے کے قائل ہیں۔ نہ شب معراج میں اور نہ کسی اور موقع پر۔ بعض صحابہ آنحضرت کے شبِ معراج اور ایک اور موقعہ پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت بصری کے قائل ہیں، ان دونوں گروہوں میں بھی اختلاف قیاس کی وجہ سے نہیں، بلکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہے۔

---

[1] ۔ کہ لَاھُو اور "لاغیرہٗ" ہیں، اس سے قطعاً تعطیل کا مفہوم برآمد نہیں ہوتا۔ میرے محترم اس سے آگاہ ہونا چاہیئے یہ ایک بہت باریک بات ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ اور بعض صحابہ نے آنحضرت کے معراج سے واپس آنے کے بعد ان سے پوچھا۔ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا؟ یعنی کیا آپ نے معراج کی رات اپنے رب کو دیکھا۔ انہوں نے کہا اللہ نور ہے، پس میں اسے کیسے دیکھ سکتا؟ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اللہ کو دل کی آنکھ سے دیکھا۔ بعض دوسروں نے پوچھا۔ کیا آپ نے معراج کی رات اللہ تعالےٰ کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ نورانی ہے، میں نے اسے دیکھا۔ اور ایک بار یا دو بار دیکھنے میں بھی اختلاف ہے۔ لیکن زیادہ تر اتفاق اس کے خلاف ہے۔ حضرت امام اعظم رضؒ نے فرمایا کہ احتیاط کا تقاضا ہے کہ چشم سر سے معراج کی رات یا کسی اور وقت رؤیت کے وقوع یا عدم وقوع کے بارے میں خاموشی اختیار کروں اور کچھ نہ کہوں۔ اور اس بات کا علم اللہ تعالےٰ کے سپرد کردوں۔ اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ اصحابِ کبار میں سے اور بزرگ مجتہدین میں سے کوئی بھی دنیا میں اپنے طور پر رؤیتِ بصری کا قائل نہیں، اور کسی کو بھی کمال کے باوجود دنیا میں یہ چیز حاصل نہیں کیونکہ انبیاء کا پہلا قدم اولیا کی انتہا ہے، اس زمانہ کے بعض جاہلوں[1] کا عجیب حال ہے کہ آنحضرت کے حق میں ایک بار بھی رؤیت ثابت نہ ہونے کے باوجود، اپنے اور اپنے تابعین کے حق میں رؤیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ نتائج اخذ کرنا بھی نہیں جانتے، اور پھر بھی ہر گھڑی اور ہر زمانے میں

---

[1] - میرے عزیز، یہ جاہل کہنے والے بے دلیل دعوے کرتے ہیں، کیونکہ عین دعوے کرتے ہوئے تین احادیث کا ذکر کرتے ہیں اور ان سے بے کھٹکے قوتِ ظلمانی کی خاطر لذت اندوز ہوتے ہیں، حالانکہ رویت کے وقت بہشت کی نعمتیں فراموش ہو جائیں گی، جیسا کہ قصیدۂ امالی میں کہا گیا ہے "جب وہ اسے دیکھیں گے، تو تمام نعمتوں کو بھول جائیں گے"

marfat.com

بے توقف اس رؤیت کے قائل ہیں. بلکہ وہ کہتے ہیں کہ بغیر رؤیت کے ایمان مکمل نہیں ہوتا، بلکہ ناقص رہتا ہے، ان کی یہ بات رؤیت کی بات سے بھی زیادہ سخت ہے. کیونکہ ان کی اس بات سے لازم آتا ہے کہ ان کا ایمان اس شخص کے ایمان سے بھی عالی ہو جس کے حق میں "لَنْ تَرَانِیْ" کا واضح خطاب آیا ہے۔ اور یہ صاف کفر ہے۔ وہ گمراہ ہیں اور گمراہ کرتے ہیں۔ وہ شیطان کی جماعت ہیں۔ خبردار! بے شک وہ شیطان کی جماعت ہیں، وہی خسارے میں ہیں، اور یہ جو بعض اولیا کی طرف سے رؤیت کی بات ہوئی ہے، وہ خفیہ رویت ہے، رؤیتِ بصری نہیں، کیونکہ یہ گمان اہلِ سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہے اور ان کے حق میں ایسا کہنا انتہا درجہ کی بدگمانی ہے ایک قصیدۂ منظوم میں کہا گیا ہے:۔ ترجمہ:

(۱) جس شخص نے یہ کہا کہ اس نے دنیا میں آنکھوں سے اللہ تعالےٰ کو دیکھا ہے، وہ زندیق ہے۔ اس نے سرکشی کی اور غرور کیا۔

(۲) اس نے اللہ کی کتاب اور تمام رسولوں کی مخالفت کی، اور وہ شرعِ شریف سے بھٹک گیا۔ اور دور ہو گیا۔

(۳) جس شخص نے بھی ایسا کہا، قیامت کے دن وہ روسیاہ ہوگا۔

تفسیر بیضاوی میں اس آیت کریمہ "لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً ....." کی شرح دیکھ لی جائے کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔ اس تفسیر سے یہ بات تحقیق تک پہنچ گئی کہ وہ جو بعض نادانوں نے تفسیر بیضاوی میں سے "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" کے معنی سے رویتِ بصری مراد لی ہے، وہ ان کی محض نادانی ہے۔ اور یہ

لہ اور یہ وہ شخص ہے جس کی شان میں کہا گیا ہے کہ اس دن بعض چہرے سفید ہوں گے، اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے

نادانی تفسیر کی عبارت نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے ہے۔ اور دنیا کے اندر رویتِ الٰہی کے بارے میں عقیدے کی وضاحت کے لیے کُتبِ حدیث میں سے معتبر اسناد کے ساتھ حسب ذیل عبارتیں پیش کی جاتی ہیں :۔

فصل اوّل

حضرت جریر ابن عبداللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کہ بے شک تم جلد ہی اپنے رب کو کُھلم کُھلا دیکھ سکو گے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تم عنقریب اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے، جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اور اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی دقّت نہیں ہو گی۔ اس لیے اگر تم سے ہو سکے۔ تو سُورج کے نکلنے سے پہلے اور سورج کے غرُوب ہو جانے سے پہلے کی نماز کو فراموش نہ کر دینا۔ پس انہیں ادا کرو۔ اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا (سُورج کے طلُوع اور سُورج کے غروب سے پہلے اپنے رب کی حمد بیان کرو) متفق علیہ۔

اور حضرت صہیبؓ نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب جنتی لوگ جنّت میں داخل ہوں گے، تو اللہ تعالےٰ اُن سے فرمائے گا: "کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں مزید انعام سے نوازوں"، وہ عرض کریں گے "کیا آپ نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں بنا دیا؟ کیا آپ نے ہمیں جنّت میں داخل نہیں فرما دیا؟ اور کیا آپ نے ہمیں دوزخ سے نجات نہیں دی"؟ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ اس موقع پر پردہ اٹھا دیا جائے گا۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کے روئے مبارک کو دیکھیں گے اور جو کچھ بھی انہیں دیا گیا ہو گا۔ اس میں سب سے زیادہ محبُوب انہیں اپنے رب کو دیکھنا ہو گا۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا

الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ" (صحیح مسلم)

فصلِ ثانی

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، آپ نے کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ ادنےٰ ترین جنتی کی قدر و منزلت یہ ہوگی، کہ جنت میں اپنی جگہ سے ایک ہزار برس کی مسافت تک اپنے باغوں، اپنی عورتوں، اپنی نعمتوں، اپنے خدمت گاروں اور اپنے تختوں کو دیکھ سکے گا، اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک گرامی قدر وہ ہوگا، جو صبح و شام اپنے رب کی ذات کو دیکھے گا۔ پھر آنحضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی "وُجُوْہٌ یَوْمَئِذٍ نَاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ" (اسے احمد اور ترمذی نے روایت کیا)

حضرت ابو رزین العقیلیؓ سے روایت ہے، آپ نے کہا کہ میں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو خلوت میں دیکھ سکیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ "ہاں"۔ ابو رزینؓ نے کہا، میں نے عرض کیا کہ کیا اس کی مخلوق میں اس کی کوئی نشانی ہے؟ حضور نے فرمایا، اے ابو رزینؓ کیا تم میں سے ہر ایک چودھویں کے چاند کو روک ٹوک کے بغیر نہیں دیکھ سکتا۔ ابو رزینؓ نے کہا کہ "ہاں"، حضور نے فرمایا کہ چاند اللہ تعالےٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے اور اللہ تعالےٰ بزرگ و برتر ہے (روایت ابوداؤد)

فصلِ ثالث

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا؟ آپ نے فرمایا کہ وہ تو نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا تھا؟ (روایت مسلم) ابن عباسؓ نے آیت مَاکَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ○ وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی ○ "نظر نے جو کچھ دیکھا، دل نے اس میں جھوٹ نہ ملایا۔

اور ایک بار پھر اُس نے سدرۃُ المنتہیٰ کے پاس اترتے ہوئے دیکھا) کے متعلق فرمایا۔
کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ تعالےٰ کو اپنے دل کی آنکھوں سے دو دفعہ
دیکھا (روایت مُسلم) اور ترمذی کی روایت ہے کہ ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربّ کو دیکھا اور عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ میں نے ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا اللہ تعالےٰ نے نہیں فرمایا "اُسے
بینائیاں نہیں پاسکتیں، مگر وہ بینائیوں کو پالیتا ہے" اس پر ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہ نے
فرمایا افسوس ہے تم پر۔ یہ اُس وقت ہے، جب اللہ تعالےٰ اپنے ذاتی نُور سے
تجلّی فرمائے گا۔ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا۔
حضرت شعبیؓ سے روایت ہے کہ ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہ حضرت کعبؓ سے
میدانِ عرفات میں ملے اور انہوں نے حضرت کعبؓ سے ایک بات پوچھی انہوں
نے زور سے اللہ اکبر کہا، جس سے پہاڑ گونج اٹھے۔ حضرت ابنِ عبّاسؓ نے کہا کہ
ہم بنی ہاشم ہیں حضرت کعبؓ نے کہا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے رؤیت اور کلام کو حضرت
محمدؐ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو
دفعہ اللہ تعالےٰ سے کلام کیا اور حضرت محمدؐ نے دو دفعہ اللہ تعالےٰ کو دیکھا۔ حضرت
مسرُوقؒ نے کہا کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور
کہا: کیا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے ربّ کو دیکھا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ تم نے
ایسی بات کہہ دی ہے، جس سے میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں، میں
نے کہا ذرا ٹھہریئے اور پھر میں نے اس آیت، کی تلاوت کی "لَقَدْ رَاٰی مِنْ
آیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی" اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں" حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کدھر بھٹکے جا رہے ہو۔ وہ تو جبریل علیہ السلام تھے (جن،
کو حضُور نے دیکھا) جو کوئی تم سے کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب

کو دیکھا یا کوئی ایسی چیز چھپائی، جس کے اعلان کرنے کا حکم تھا یا یہ کہ حضورؐ پانچ چیزوں کو جانتے تھے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "صرف وہی جانتا ہے، قیامت کب ہوگی، اور یہ کہ بارش کب ہوگی..... الخ" تو اس نے حضورؐ پر بہتان باندھا۔ اس آیت سے مُراد یہ ہے کہ حضورؐ نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا حضورؐ نے جبرئیل کو اس کی اصل صورت میں دو بار دیکھا۔ ایک دفعہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور ایک دفعہ اجیاد (جگہ کا نام) میں۔ ان کے چھ سو پَر تھے، جنہوں نے سارے افقِ آسمان کو روک رکھا تھا۔ (اسے ترمذی، بخاری اور مسلم نے کچھ اضافے اور فرق کے ساتھ روایت کیا، اُن کی روایت میں یُوں آیا ہے۔ حضرت مسروقؒ کہتے ہیں، کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اگر حضورؐ نے اپنے ربّ کو نہیں دیکھا، تو پھر اس آیت "ثُمَّ دَنٰی، فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْاَدْنٰی (پھر قریب آیا، اور اور پر معلّق ہوگیا یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا) کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا، "وہ جبرئیل علیہ السلام تھے، جو انسانی شکل میں آیا کرتے تھے۔ اور اس دفعہ وہ اپنی اصلی صُورت میں آئے اور سارے افق پر چھا گئے"۔

اللہ تعالےٰ کے قول فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْاَدْنٰی، اور "مَاکَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی"، اور "لَقَدْ رَاٰی مِنْ آیَاتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی"، کے بارے میں حضرت ابن مسعودؓ نے کہا کہ ان سب میں مراد یہ ہے کہ حضورؐ نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا۔ جن کے چھ سو پَر تھے۔ (متفق علیہ) اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے "مَاکَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی" سے متعلق کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ایک سبز جوڑے میں دیکھا اور اس نے زمین و آسمان کے درمیان سارے افق کو بھر دیا تھا۔ اور ایک روایت ترمذی اور بخاری میں ہے، کہ اللہ تعالےٰ کے قول

لَقَدْ رَاٰی مِنْ آیَاتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی کے متعلق ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز رَفرف کو دیکھا، جس نے اُفقِ آسمان کو روک رکھا تھا۔

حضرت مالک بن انس رضؓ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالےٰ کے قول "اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" سے کیا مراد ہے؟ آپ سے کہا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد اپنے رب کے ثواب کو دیکھنا ہے۔ حضرت مالک رضؓ نے کہا کہ یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں۔ بھلا وہ کفّار کے بارے میں اللہ تعالےٰ کے اس قول سے کیا مراد لیں گے "کَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ" (اس دن وہ اللہ تعالےٰ کے دیدار سے محرُوم ہوں گے) حضرت مالک رضؓ نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ اپنی آنکھوں سے اللہ تعالےٰ کی طرف دیکھیں گے۔ نیز فرمایا کہ اگر مومن قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کو نہیں دیکھ سکیں گے، تو پھر اللہ تعالےٰ کفّار کو یہ عار کیوں دیتا ہے کہ اس دن وہ اللہ تعالےٰ کے دیدار سے محروم ہوں گے (اسے شرح السُنّۃ میں روایت کیا گیا)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت اہلِ جنّت اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے، اس وقت اچانک ان پر اللہ کا نور چھا جائے گا۔ وہ اپنا سر اٹھا کر دیکھیں گے، کہ یہ ان پر اللہ تعالےٰ کی تجلّی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا "اے اہلِ جنّت السلام علیکم"۔ یہ اللہ تعالےٰ کے قول "سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ" کا مطلب ہے۔ حضُور نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ان کی طرف دیکھے گا اور وہ اس کی طرف دیکھیں گے۔ جب تک وہ اس کی طرف دیکھتے رہیں گے، وہ کسی اور نعمت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ ان کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں گے۔ اور صرف اس کا نُور باقی رہ جائے گا (روایت ماجہ)

مکتوب : ۲۲

بعض بزرگ مشائخ کے اقوال کی تحقیق میں، جیساکہ "میرا یہ قدم تمام اولیا کی گردن پر ہے" تحریر کیا گیا۔

پاک ہے اللہ تعالےٰ اور سب تعریف اسی کے لیے ہے۔ اس نے اپنے مقبول بندوں کے حق میں کتنا فضل فرمایا کہ ان کو اپنے اخلاق کے نمونہ پر پیدا فرمایا، جیسا کہ اس نے اپنے کلامِ مبارک میں، آیاتِ محکمہ اور آیاتِ متشابہہ دونوں میں فرمایا۔ اسی طرح اس نے انبیاء علیہ السلام اور اولیاء کرام رح کو بھی کلماتِ محکمہ اور کلماتِ متشابہ سے الہام پذیر فرمایا۔ تاکہ اہلِ صفا اور اہلِ کجی ایک کسوٹی سے متشابہہ آیات کو پہچان لیں، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "... لیکن جن کے دلوں میں کجی ہے وہ آیاتِ متشابہ کی کھوج میں لگے رہتے ہیں"۔

سوال بعض اولیاء کلمۂ عینیّت اور ہمہ اوست کے قائل ہیں۔ اور بعض لوائے (پرچم) محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی پرے اپنا "لوا" رکھنے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ اور حضرت الیشاںؒ کی طرف سے بھی ایک بات کہی جاتی ہے کہ میں نے اپنا مقام حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام سے بھی بلندی پر پایا اور حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف سے بھی یہ کلمہ مشہور ہے کہ میرا یہ قدم اللہ کے تمام ولیوں کی گردن کے اوپر ہے۔ کیا آپ اس قسم کی مثالوں کو متشابہات میں سے گنتے ہیں، یا ممکنات میں سے؟

جواب۔ یہ تمام اقوال تشابہات میں سے ہیں کیونکہ تاویل کے بغیر یا سیدھی طرح مان لینے سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

سوال۔ اگر کوئی شخص ان اقوال کے ظاہر پر تاویل کے بغیر اعتقاد لے آئے، تو کیا خرابی واقع ہو گی؟

marfat.com

جواب۔ ان دونوں قولوں میں سے پہلے قول پر کفر لازم ہے کیونکہ پہلے قول کے ظاہر سے ناحق کو حق کہا گیا معلوم ہوتا ہے، جبکہ دوسرے قول میں اپنے آپ کو خاتم الانبیا محمدؐ سے بھی اعلےٰ تر سمجھنا ظاہر ہوتا ہے اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔ اور دوسری دو باتوں پر عقیدہ رکھنے والا ان کے معانی کے لحاظ سے بدعت میں مبتلا ہے۔ کیونکہ پہلی بات کے ظاہر سے، جو حضرت ایشاںؒ سے منسوب ہے، ان کی حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ پر بزرگی ظاہر ہوتی ہے، جبکہ دوسرے قول سے جو حضرت غوث الثقلین شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف منسوب ہے۔ تمام صحابہ (اور اگر صحابہ کو صدرِ اوّل کا دیکھا ہوا کہیں، کہ وہ اس بیان سے مستثنیٰ ہیں، تو کم از کم) امام مہدی پر تو بزرگی کا ادّعا ظاہر ہوتا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ حدیثِ پاک، اور اجماعِ جمہور کے مطابق امام مہدی کو صحابۂ کرام کے بعد تمام اولیا پر قیامت تک بزرگی حاصل ہے یہ ایک طے شدہ اور مسلّمہ امر ہے۔ اس لیے یہ بات مسلّمہ امر کے خلاف ہے۔ اور بدعت اور گمراہی ہے۔

میرے عزیز۔ حضرت غوثِ اعظمؒ اپنے اوپر امام مہدی کی فضیلت کو بُرا نہیں سمجھتے، اور جب وہ بُرا نہیں سمجھتے، تو پھر بُرائی کیسے کریں گے، کیونکہ عالم کو علمِ لدنّی کی تعلیم محض اللہ کے فضل سے ہے۔ اور احادیث کے مطابق ایسا عالم بھی امام مہدی کی فضیلت کو اپنے اوپر روا سمجھتا ہے۔

سوال۔ اگر ان بزرگوں کا ماننے والا کوئی شخص ان چاروں باتوں کا قائل ہو۔ اور عبارت کے ظاہر پر عقیدہ رکھتا ہو۔ اور اس کو فرطِ محبّت کا نام دے، تو اس کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟

جواب یہ فرطِ محبّت کی وجہ سے نہیں، بلکہ فرطِ حرص و ہوا سے ہے۔ اور اپنے پیر کی مخالفت کرنا، اس سے بدی کرنا ہے، اور اس بات میں ان کی ناراضگی ظاہر ہے۔

مشکل یہ ہے کہ حضرت عیسےٰؑ کی طرح، پیروکاروں کے عقیدوں سے خود پیشوا بھی زیرِ عتاب آجاتے ہیں. جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے فرمایا "کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ تعالےٰ کے علاوہ خُدا مانو...." تو متبوع (جن کی پیروی کی جاتی ہے) سجدہ میں گر کر نجات چاہیں گے۔ اور کہیں گے "تیری ذات پاک ہے، ہم نے انہیں نیرے اس حکم کے سوا کچھ نہیں کہا، کہ اللہ کی عبادت کرو، جو ہمارا اور تمہارا ربّ ہے۔" اس لیے ہر پیروکار پر لازم ہے، کہ ان کی اطاعت کرے اور ایمان لائے، اور اس کے پیشوا حق پر ہیں. جو کچھ وہ کہیں، اس پر ایمان لائے، اور اس میں کوئی باطل دخل نہیں دے سکتا یا پھر ایسی دلیل دے، جو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دے۔

سوال۔ چونکہ ایسی باتوں کے ماننے سے چھٹکارا شاذونادر ہی ہوتا ہے، اس لیے ان چاروں اقوال سے جو کچھ مقصود ہے، ان کی تاویل بیان فرمائیں۔

جواب۔ ہم جیسے کم علم رکھنے والوں کی کیا بساط ہے کہ اپنی طرف سے ان متشابہ اقوال میں دخل اندازی کریں، لیکن ہمارے عزیزوں نے ان اقوال کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، وہ اللہ تعالےٰ کے اس حکم کے مطابق کہ "اپنے ربّ کی نعمت کا اعتراف کرو" کچھ عرض کرتا ہوں. اسے غور و فکر سے سنیئے۔ جب عَینیّت کی بات ماننے والے نے یہ جان لیا کہ دو عدموں کے درمیان غیر کا وجُود اس طرح ہے، جس طرح دو خُونوں کے درمیان خرابی کو پاک کرنا ہے اور یہ بات کہنے والا تمام داخلی اور خارجی تعلقات کا مُنکر ہے اور حقیقت میں وہ کلمہ طیبہ کے معنی سے چھٹکارا پاکر یہ چاہتا ہے کہ توحید کی حقیقت کے متعلق بات کرے۔ وہ دیکھتا ہے کہ علم کا وجُود، جو غیر کی نفی کرنے میں تمیز رکھتا ہے، باقی ہے اِس لیے وہ کلمہ طیبہ کی حقیقت میں پناہ تلاش کرتا ہے. تاکہ علم کی دُوئی بھی ختم ہو جائے اور موجُودِ حقیقی کی مدد سے علم بھی عالم کے ساتھ صحرائے

نیستی سے نکل جائے۔ پس جب شہود کے لواحق میں سے کوئی شاہد باقی نہیں رہتا اور مشہودِ حقیقی اور اس کی صفات میں سوائے شہود کے، کوئی علم اور تمیز باقی نہیں رہتی، تو پھر اس کی تحقیق کیجیے۔ اور جب صورِ حقیقی پھونکا جاتا ہے، تو اس کے سوا ہر شے مٹ جاتی ہے "لا" کا لفظ بھی اسی طرح ہر شے کو مٹا دیتا ہے، جس طرح اسرائیل صور پھونکنے کے بعد کوئی شے باقی نہیں رہتی تو پھر اللہ تعالیٰ شہود کے تمام لواحق کے سامنے "کلمہ ہمہ اوست" سے کلام کرتا ہے، یعنی جب اس کے سوا کوئی باقی نہیں رہتا، جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "جس روز صور پھونکا جائے گا، تو پھر اللہ کے سوا کوئی باقی نہیں رہے گا۔ صور اور صاحب صور (اسرافیل) سمیت سب کچھ مٹ جائے گا۔ تو پھر وہ بلا واسطہ، بلا مظہر، اور بلا مخاطب کلام کرے گا۔ "آج خدائے واحد القہار کے سوا کون بادشاہ ہے"۔ پس جب یہ تحقیق ہو گئی، تو یہ دونوں طرح ثابت ہے۔ یہ قولِ حق ہے اور کسی غیر کی شرکت کے بغیر سوائے پہلی مظہریت کے اس کا کلام ہے۔

جہاں تک "لوائی فوق لوائی محمد" کا تعلق ہے۔ یہاں لوا سے مراد پیش رو (آگے آگے چلنے والا) ہے۔ جیسا کہ معراج میں حضرت جبرئیلؑ، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش رو تھے۔ اس لیے پیش رو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فوقیت نہیں رکھتا اور اگر کہا جائے کہ آنحضرت کی پیش روی میں تمام دنیا شریک ہے، تو اس دعوے کرنے والے کی خصوصیت کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ عوام آنحضرت کے بے شمار سایوں کے وسیلوں کی نسبت سے پیچھے پیچھے چلنے والے ہیں، جبکہ بات کہنے والا ان سایوں کو قطع کر کے آگے نکل گیا ہے، اسلیئے وہ پیچھے چلنے والا نہیں رہا، بلکہ آگے آگے چلنے والا ہے۔ دونوں میں فرق صاف ظاہر ہے۔

اور حضرت ایشاںؒ کا قول کہ میں اپنا مقام حضرت صدیقِ اکبرؓ کے مقام سے بھی

بلند پاتا ہوں۔ اس معنی میں ہے کہ جب انہوں نے اولیائے طریقت کے قدموں سے اپنی استعداد کے مطابق عُروج کا مرتبہ حاصل کر لیا، تو صحابہ کرام کے زیرِ قدمی ہونے کی صفت پالی۔ اور جہاں یہ زیرِ قدمی ختم ہوتی ہے وہاں حضرت صدیقِ اکبرؓ کی زیرِ قدمی شروع ہوتی ہے اور چونکہ حضرت ایشاںؒ نے اپنی استعداد کے مطابق اس زیرِ قدمی سے نصیب حاصل کیا ہے۔ اور پھر اس زیرِ قدمی میں اگر حضرت صدیقِ اکبرؓ کے کمالات کی بدولت وہ کسی خاص مقام پر متمکن ہو گئے، تو انہوں نے اس صاحبِ قدم اور ترقی کی استعداد رکھنے والے کو آنحضرت کے قدموں میں لا ڈالا۔ اور چونکہ ہر زیرِ قدمی کو اس صاحبِ قدم کی قوتِ استعداد کے طفیل اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے خاص مقام عطا کیا ہوا ہے، اس لیے حضرت صدیقؓ نے بھی اپنی قوتِ ہدایت سے حضرت ایشاںؒ کو ان کے رُشد و ہدایت قبول کرنے کی اہلیت کی وجہ سے (اپنے زیرِ قدم کو) مقامِ خاص عطا فرمایا اور اس طرح انہوں نے حضرت رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیرِ قدمی میں استعداد کے مطابق خاص مقام پایا ہے۔ اس لیے عُروج میں یہ تمام مقامات جو ہر زیرِ قدمی میں حضرت ایشاںؒ کو عطا کیے گئے تھے، حضرت ایشاںؒ کے نام سے بحال ہیں اور انہی کی ملکیت میں ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک کو دوسرے پر برتری اور قومیت حاصل ہوتی ہے، اسی طرح صحابہ کرام میں بھی فوقیت و اوّلیت مسلّم ہے۔ چنانچہ اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت ایشاںؒ کے قول میں بلا تردّد بعض باتیں چھوٹ گئی ہیں یعنی وہ مقام جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مجھ کو عطا کیا ہے اس مقام کے نیچے ہے، جو حضرت سرورِ کائنات کی زیرِ قدمی نے ہم کو عطا فرمایا ہے اور یہ بات ظاہر ہے، کسی سے پوشیدہ نہیں۔

میرے عزیز! حضرت ایشاںؒ کا یہ قول کہ میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا پس رو (پیچھے چلنے والا) ہوں؛ بلا دہم خلافتِ مذکورہ کے معنی کو پیش کرتا ہے۔

اَب میں حضرت غوث الثقلینؒ کے قول کا مطلب بیان کرتا ہوں، میں اللہ سے مدد مانگتا ہوں، تاکہ کسی غلطی میں نہ پڑ جاؤں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت حمادؒ حضرت غوث الثقلینؒ کے ہم عصر تھے جضرت غوثؒ اس وقت ابھی چھوٹی عمر کے تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بچہ اپنے وقت کے تمام اولیاء پر فضیلت رکھے گا۔ نیز حضرت غوثؒ کی وفات کے ایک مدّت بعد حضرت شیخ فریدؒ سے اس قول کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں بھی اس وقت موجود ہوتا، تو ان کے قدموں کو اپنی آنکھوں پر رکھتا۔ بزرگوں کے ان دو اقوال سے معلوم ہوا کہ اُن کے قدم اس وقت کے اولیاء اللہ کی گردنوں پر تھے، بعد کے اولیا کی گردنوں پر نہیں۔ اور حضرت پیر دستگیر بنوریؒ نے اس قول کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی ولی کو قطبیت اور غوثیت کے دونوں مراتب پر بیک وقت فائز نہیں کیا گیا۔ چونکہ ان کو ان دونوں مرتبوں پر ایک ہی وقت میں فائز کیا گیا، چنانچہ یہ ان کی خصوصیت تھی۔ اس لیے اگر یہ کہوں کہ وہ قطب اور غوث، جن کو آپ کی وفات کے بعد قطب یا غوث کا مرتبہ الگ الگ بخشا گیا، اُن کے قدموں کے تلے ہیں، تو جائز ہے، اور یہ کہنا بھی جائز ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو ان مناصب پر حضرت غوثؒ کی رُوح کے طفیل فائز کیا ہے، اور ان کی زیر قدمی دوسروں کے لیے غوثیّت کا مرتبہ رکھتی ہے اور جو غوثیّت کے مرتبہ سے آگے نکل گیا، وہ امامت کے مرتبے سے جا ملا۔ وہ اس زیر قدمی سے باہر ہے، اور یہ جائز ہے کہ اس مرتبہ پر جو غوثیّت سے اُوپر ہے، ان کے برابر ہو جائے۔ سبحان اللہ کتنی کم اندیشی ہے کہ عروج کے مراتب، غوثیت تک محدود کرتے ہیں، امامت کا مرتبہ غوثیّت کے رتبہ سے اُوپر ہے اور خلافت کا مرتبہ امامت کے مرتبہ سے اُوپر ہے۔ اُسے محدود کرنا جہالت ہے۔

میرے عزیز! وہ حضرت غوثؒ سے مخاطب ہیں نہ کہ امام یا خلیفہ سے حضرت امام مہدی، امامت اور خلافت، دونوں پر فائز ہیں، جو کہ مرتبۂ غوثیت سے اُوپر

ہیں۔ اور خلافت و امامت دو ایسے مرتبے ہیں جو جلی اور خفی ہیں اور ہر ولی جو اصحاب کرام اور حضرت امام مہدی کے علاوہ ہے اور غوثیت کے مرتبہ سے بلند ہو گیا، وہ امامت یا خلافت کے کمالات تک پہنچ گیا۔ وہ امامتِ خفی یا خلافتِ خفی تک پہنچا ہے اور خلافتِ جلی صرف صحابۂ کرامؓ کی خصوصیت ہے۔ اور ان کے بعد حضرت امام مہدی کا حصہ ہے، اس لیے سمجھنا چاہیے کہ جس وقت کوئی ولی خلافتِ خفی سے بہرہ مند ہوتا ہے، تو وہ اس شخص سے جو غوثیت کے مرتبہ پر فائز ہے، خواہ اس میں دو مناصب جمع ہو گئے ہوں۔ یعنی قطبیت اور غوثیت، پھر بھی اعلیٰ و برتر ہے۔ خلیفۂ جلی، خلفائے راشدین سے نسبت رکھتا ہے اور اُن کی فضیلت احادیث میں ثبت ہے۔ اُن کا کیا بیان کیا جائے اور کون ہے، جو ان کی گہرائی کو پائے؟

میرے عزیز! حضرت غوثؒ کا یہ قول کہ اگلوں کے سُورج ڈوب گئے۔ اور ہمارا سُورج ہمیشہ بلند افق پر رہے گا اور کبھی نہیں ڈُوبے گا، اُن لوگوں کے بارے میں ہے، جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ اور جو لوگ ان کے بعد آئیں گے اور آئے ہیں، ان کی خبر نہیں دیتے اور یہ جائز بلکہ واقعہ ہے کہ بعض آنے والوں کے سُورج کبھی غروب نہیں ہوں گے، اور آخری سُورج خاتم الانبیا کی سنت پر خاتم الولایت ہو گا اور اُسے تمام توابع پر بزرگی اور فضیلت حاصل ہو گی۔ ظاہر ہے کہ تمام اولیاء کا خاتم امام مہدی ہے اور سوائے صحابۂ کرامؓ کے، جس کسی نے خود کو امام مہدی پر فضیلت دی، تو اُس نے صاف صاف غلطی کی۔ اس پر واجب ہے کہ وہ توبہ کرے اور عقیدہ سلف کی طرف لوٹ آئے۔

---

marfat.com

مکتوب : ۲۳

مومنوں کی اقسام کی تحقیق میں.

مومن چار قسم کے ہوتے ہیں (۱) منحرف (۲) مقید (۳) متوجہ (۴) سالک۔
منحرف وہ ہے جو محبوب تک پہنچنے والا اور حاضر سے ملنے والا ہو۔
مقید وہ ہے، جو غفلت کے حجاب میں پڑ کر گناہ میں مبتلا ہو گیا ہو اور قید میں پڑ گیا ہو۔ اُس کا علاج ندامت اور اللہ تعالےٰ سے توبہ کرنا ہے. جب تک توبہ کی قبولیت کے آثار پیدا نہ ہوں، اُس کے حق میں دُوسرے تمام کلمات سے زیادہ نفع بخش استغفار ہے۔ جب توبہ قبول ہو جائے اور اللہ کا خاص فضل رہبری کرے، تو پھر منزل طے کرنے کی طرف متوجہ ہو گا۔ اس دوران اس شخص کو توجہ کی بنا پر سالک کہا جائے گا۔ اور جب راہ کے پردے مثلاً شہوت اور خواہش ہوں، جن کا تعلق جھوٹے خدا سے ہو، تو ان دونوں سے تعلق وحدت خدائے حقیقی کے انوار کے ظہور کو روکتا ہے۔ اس کا علاج کلمہ طیبہ کی تکرار (وِرد) ہے۔ جب تک خواہش و شہوت کی رکاوٹوں کے دُور ہونے کے آثار یقینی نہ ہو جائیں، کلمہ طیبہ کی تکرار بالخصوص اس کے پہلے جُز یعنی لاَ اِلٰہ اِلاَّ اللہ کی تکرار اس کے حق میں شفا بخش اور کافی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے خصوصی فضل کے بعد جب مذکورہ بالا رکاوٹیں دُور ہو جائیں گی، تو وہ محبوب تک پہنچنے والا ہو جائے گا۔ اگرچہ بعض لوگ یہ منزل طے کر لیتے ہیں، لیکن وہ مجلسِ خاص کی دربانی پر ہی رہ جاتے ہیں اور انہوں نے صاحبِ خانہ سے واقفیت پیدا نہیں کی ہوتی۔ اس مقام پر اس شخص کو کلمہ کی صورت کی ضرورت کم پڑے گی، بلکہ اس کو نفع پہنچانے اور پردہ اٹھانے کے لیے لفظ اللہ زیادہ کام آئے گا، کیونکہ یہ اسم مُعظّم ہے اور اللہ تعالےٰ کی، جو محبوبِ حقیقی ہے، تمام صفات کا مجموعہ ہے۔ جب اللہ تعالےٰ کی حقیقی محبت مدد کرے گی اور اس لفظِ معظّم کی تکرار اسم کو یاد کرے گی، تو اس اسم کی یادداشت اسے اس اسم کے مسمّٰی سے

marfat.com

واقف کر دیگی. اور پھر آناً فاناً شہود و حضور کے مرتبے اس صاحب ولایت پر کھل جائیں گے. اس موقعہ پر اس واصلِ حاضر کا کلام کے ذریعے بولنا اور لفظ کو ادا کرنا، اگرچہ وہ لفظ اللہ ہی ہو، مسمّٰی کے حضور میں بے ادبی سمجھا جاتا ہے، سوائے اس کے کہ اُسے ایسا کرنے کا حکم دیا جائے. اس مقام پر شہود کا مطالعہ اس خاص شخص کو ایسے مقام پر پہنچا دے گا، جہاں اُس کی آنکھوں میں متعدد خارجی اور باطنی اشیا کا ظہور و شہود سوائے اس واحد حقیقی کے وُجود کے کچھ نہیں ہوگا. چونکہ متعدد اشیائے ظلّی کی موجُودات، وجُودِ حقیقی کے سوا کوئی ثبوت و قیام نہیں رکھتیں، اس لیے ہر وہ وجُود جو اپنی بقا کے لیے دُوسرے کا محتاج ہو. درحقیقت اپنا اطلاق صُورت پر کرتا ہے، وجودِ حقیقی پر نہیں کرتا. اس لیے اگر ساؤں کے تمام مراتب میں وجُود ہے، تو وہ اُس موجُودِ حقیقی کا ظہور ہے. اگر ثبوت نفسی ہے، تو اسی ثابت نفس الامری کا ظہُور ہے. اس لیے یہ عارف اس مرتبہ پر پہنچ کر ان مظاہر کے اندر سوائے وجُودِ واحد کے اور کچھ نہیں پاتا. اور یہ باطنی دید "ہمہ اوست" (سب کچھ وہی ہے) کہلاتی ہے اور اس کے باطن پر واضح ہو جاتی ہے اور بعض اوقات باطن میں اس نسبت کے ظہُور کے غلبہ کی وجہ سے یہی کلمہ اس کی زبان پر آجاتا ہے اور چونکہ وہ ظاہر ہیں، اس سایہ کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا، اس لیے کُفر کے سایہ سے وجُود کی نفی شمار کرتا ہے، اور نہیں جانتا کہ سایہ نُورِ وجُودِ حقیقی کی نسبت کی نفی سے گواہ ہے. اگرچہ کوئی عقل مند ظِل کی ظلیّت سے انکار نہیں کرتا لیکن جو اصل کی حقیقت ہے، اُس کی نسبت سایہ کی طرف اصل میں سایہ کی شرکت سمجھتا ہے، اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "اس کے حکم میں کوئی شریک نہیں".

میرے عزیز ظِل (سایہ) کچھ نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالےٰ اپنے کمالاتِ ذاتی کے ظہور سے ظِلّی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، لیکن کوئی حلُول یا اتحاد نہیں ہوتا.

اور چونکہ وجودِ حقیقی، جو اصل ہے، کا سایہ میں ظہور دو مرتبوں میں ہے، ایک علمِ حقیقی کے کمالات سے فیضِ کمال کے ظہور کے بغیر۔ لہٰذا وہ سایہ، جو ظہورِ علمی سے فیض یاب نہیں ہوتا اور وجودِ ظلّی کی ہستی کی حقیقت سے آگاہی نہیں رکھتا نیز وجودِ صوری کو وجودِ حقیقی سمجھتا ہے، اس کا نام ظابین (دو ہم زلف) رکھا گیا ہے اور دوسرے کو چونکہ علمی ظہور سے نوازا گیا ہے۔ اس لیے اسے سایہ میں وجودِ حقیقی کے مشاہدہ سے سرفراز کیا گیا ہے۔ یہ ہے اربابِ شہود کی کثرت میں وحدتِ وجود۔ اور وحدتِ وجود کے دو مرتبے ہیں۔ پہلا مظاہرِ کثیرہ میں مشاہدۂ وحدت، اس کو کثرت میں وحدتِ وجود کہتے ہیں۔ اس مرتبہ کا مالک ظلیّت (سایہ بین) کے درجے سے ترقی نہیں کرتا۔ اگر مثال کے طور پر درمیان میں سے ظلّ کو دور کر دیں، تو وہ محجوب ہو جائے گا، اس وصل کو جعلی وصل کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ ظاہر بینی کی منزل سے آگے نکل گیا ہو، اور اُسے راہِ حقیقت مل گئی ہو، لیکن ظلیّت کے لباس کے بغیر اسے اصل تک راستہ نہیں ملتا۔ اس لیے کہ ابھی اس کا کام نامکمل ہے اور ظلیّت کی حجّت درمیان میں حائل ہے اور جب اللہ تعالےٰ کا خاص فضل رہبری کریگا، اور اسے کھینچ کر قبولیت تک پہنچا دے گا، تو اس شخص کا معاملہ اصلی علمِ لدنی کے ذریعے دوسری طرح کا ہوگا۔ اور وہ ظلیّت سے نکل کر وحدتِ وجود سے کثرت کی طرف تحقیق کرے گا۔ اور اگرچہ یہ دونوں ظلّ سے وجودِ حقیقی کی نفی میں اتفاق کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ کثرت میں صاحبِ وحدتِ وجود مُظہر کی قید میں ہوتا ہے، اس لیے وہ غلبۂ ظہور کی وجہ سے مَظہَر در مَظہر کو عین مُظہِر سمجھتا ہے اور ظہور کے غلبہ کی شدّت کی وجہ سے مَظہَر کو مُظہِر نہیں سمجھتا، کیونکہ مَظہَر کو عین مُظہِر جاننا غیر کو وجود کی حقیقت میں شریک جاننا ہے اور کثرت میں واصلِ وجودِ وحدت سایوں کی کثرت کے باوجود، وجودِ حقیقی کی حقیقت کو مراتبِ ظلال سے ماورا پانا

ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ سمجھ لیتا ہے کہ میرے وجُود کی حقیقت اپنے کمالات کے ظہور کی وجہ سے تمام مظاہرِ بے قید"میں". ایک قسم کی قید کے اطلاق سے ظاہر ہے اور اس عارف کے زمانے میں مطلقِ حقیقی کے علم کا مظہر بلاشبہ ظلیت ہوگا اور یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ اور اتنی تشریح و توضیح کے باوجود اگر کوئی شبہ ہے، تو وہ اس مسئلہ کی گہرائی کی وجہ سے ہے، جو دلیل کے اُٹھ جانے پر موقوف ہے۔

مکتُوب : ۲۴

میاں الہ دینؒ کے نام جو طریقۂ قادریہ میں ہیں۔

میں شیطانِ مردُود سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور" اپنے دل میں اپنے اللہ کو یاد کر! گڑگڑا کر، اور چھپ کر، صبح اور شام، بغیر اس کے کہ آواز بلند ہو"۔

سعادت منداور عزیز بھائی میاں الہ دینؒ۔ فقیرانہ سلام کے بعد عرض ہے کہ ایک عزیز سے سُنا تھا کہ آپ مراقبہ اور سکُوت کے بارے میں شک و شبہ رکھتے ہیں، حالانکہ یہ طریقہ فقرا کو اولیا اللہ سے اور ان کو اصحابِ رسول سے اور صحابہ کرامؓ کو خود رسُول مقبُول صلی اللہ علیہ وسلّم سے ملا ہے۔ امید ہے کہ عزیز کا یہ شک و شبہ استفسار کی غرض سے ہوگا، انکار کی غرض سے نہیں۔ کیونکہ اس امر کا انکار بہت بڑی مصیبت ہے۔ چنانچہ فقرا کے اس طریقۂ مراقبہ و سکُوت کے بارے میں چند باتیں لکھی جاتی ہیں۔ ممکن ہے کہ ان سے آپ کے شکُوک و شبہات دُور ہو جائیں۔

معلُوم ہونا چاہیے کہ ایمان کے دو رُکن ہیں۔ تصدیق اور اقرار۔ اصلی اور دائمی رکن تصدیق ہے اور اقرار عارضی اور وقتی رُکن ہے۔ اور یہ تصدیق کی

شاخ[1] ہے۔ اقرار ساری عمر میں ایک بار کافی ہے۔ بلکہ بعض جگہ قوّتِ گفتار کے باوجود اگر جان کا خطرہ ہو یا تصدیق کے باوجود اقرار کا اظہار نہ بھی ہو، تو یہ پھر بھی ایمان کے منافی نہیں۔ چنانچہ سمجھ لینا چاہیے کہ اِن دونوں ارکان کے کئی متعلقات اور توابع ہیں اور وہ جو ذکرِ قلبی ہے، وہ تکرار، یادداشت، حضوری، دائم آگاہی غم۔ فکر، خضوع وخشوع کی بدولت ہے۔ اور یہ دل کی خاصیت ہے۔ اور تصدیق کے متعلقات اور توابع میں سے ہے اور وہ جو زبان کے ذکر کی بدولت الفاظ تسبیح، تہلیل، نماز، تلاوت قرآن وحدیث وغیرہ، دین کے ظاہری علوم کا پڑھنا ہے، وہ اقرار کے متعلقات وتوابع میں سے ہے۔ اس لیے مومن کو اصلی رکن یعنی تصدیق سے کسی وقت بھی گریز نہیں۔ بلکہ اگر خانۂ دل ایک لمحہ کے لیے بھی تصدیق سے خالی ہو جائے، تو کفر پیدا ہو جاتا ہے اور ایمان اٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح تصدیق کے متعلقات وتوابع کے بغیر ایک لحظہ کے لیے بھی نہیں رہا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم ہر وقت غم وفکر اور خشوع وخضوع میں

---

[1] جب کوئی شخص رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سامنے اسلام قبول کرتا تھا، تو حدیث پاک کہ "اللہ اور بندے کے درمیان ستر ہزار حجاب ہیں" کے بموجب ایمان لاتے ہی وہ تمام پردے اٹھ جاتے تھے۔ رسولِ کریم کے بعد جو ظاہری علوم اور باطنی اسرار کے جاننے والے تھے، ان کے توابع روزِ قیامت تک اتنے بلند استعداد ہیں کہ بعض صرف تعلیم سے ہی اہلِ انکشاف بن جاتے تھے۔ اور بعض کو ریاضت اور توجہ کی ضرورت ہوتی تھی، اسی لیے طریقۂ سلوک شرع کے مطابق مقرر کیا گیا، تاکہ پراگندہ نہ ہو جائیں اور آنکھیں بند کرنا۔ کان بند کرنا اور گوشہ نشینی اختیار کرنا مقرر کیا گیا۔ اے صاحب تمیز! غور سے دیکھ ان میں کون سی بات شرع کے خلاف ہے۔

ہوتے تھے، اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ اُس وقت میرے ساتھ ہوتا ہے، جب کوئی مقرب فرشتہ یا کوئی اور نبی وہاں نہیں آسکتا"۔ آپ نے یہ بھی فرمایا "میری آنکھ سوتی ہے، لیکن میرا دل نہیں سوتا"۔ اور اسی قسم کی متواتر اور مشہور احادیث موجود ہیں، جو حضور کے باطنی ذکر و فکر کی وضاحت کرتی ہیں۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح کا یہ قول کہ "میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے" چشمۂ باطنی سے جوش مار کر اُبھرا ہے۔ اور دوسرے اولیا اللہ کے بارے میں کہاں تک بیان کروں کیونکہ کاغذ تنگ ہے۔ اور اتنی تفصیل کی گنجائش نہیں رکھتا۔

اور اقرار رکنِ فرعی ہے اور یہ تصدیق کی شاخ ہے چونکہ یہ عارضی و وقتی ہے، دائمی نہیں، اس لیے اس کے متعلقات بھی وقتی اور عارضی ہیں، جیسا کہ نماز وغیرہ کہ بعض حالات میں اِن کا ادا کرنا ممنوع ہے جیسا کہ جنابت کے وقت، بیت الخلا میں یا جماع کے وقت، اور استنجا کے وقت، برہنگی کی حالت میں اور پیشہ درانہ بات چیت کرتے وقت، اقرار کے ان متعلقات کے ادا کرنے کو ممنوع فرمایا گیا۔ اس لیے دانا آدمی کو چاہیے کہ حقیقتِ کار پر نظر کرے، اور جان لے کہ وہ ذکر اور حضوری، جو صبح و شام چاہیے، ایسا ذکر ہے کہ تصدیق کی طرح ہم اس سے ایک لحظہ کے لیے بھی غافل نہیں رہ سکتے اور یہ ہماری ذات پر لازم ہے اور چونکہ یہ بات علمائے ظاہر کے درس کے ذریعے ہاتھ نہیں آسکتی، کیونکہ وہ شرعِ ظاہر کے وارث ہیں اور تکرار لسانی کے لیے وقت مقرر کیے گئے ہیں، اسلیئے ضروری ہے کہ علمائے باطن کا دامن مضبوطی سے پکڑیں، جو فقرا ہیں، اور شرع کی باطنی حقیقت کے وارث اور دائمی اور حقیقی حضوری سے بہرہ یاب ہیں، جیسا کہ اولیائے کرام کی سنت ہے۔ تاکہ اُن سے فیض یاب ہوں۔ اور میں بعض اہل جہر کے ذکر کے متعلق بات نہیں کرتا، جو مدعا تک پہنچنے کی خبر نہیں دیتا کیونکہ زبان کا ذکر لقلقہ (سخت آواز) ہے۔ قلب کا ذکر وسوسہ (زیور کی جھنکار)

ہے۔ اور روح کا ذکر خوشی و مسرت ہے۔ یہ اصُول اولیا کا مقرّر کردہ ہے۔ لیکن جس شخص کو دل اور روح کا ذکر حاصل نہ ہو، اس کے لیے ضرُوری ہے کہ زبان کا ہی ذکر کرے اور طلب کرتا رہے، حتیٰ کہ اسے باطنی ذکر بھی نصیب ہو جائے۔

مکتُوب : ۲۵

نُورِ محمّدی کے اظہار کے بارے میں۔

سب تعریف اس کے لیے ہے، جس نے نُور محمّدی کی تخلیق کی۔ اس نے ارادہ کیا، اور اُسے الہامی علم کے مرتبے میں تعیّنِ اوّل کہا اور اُسے الوحدت کا نام دیا اور وحدتِ حقیقی میں نور محمّدی کے تمام مُتضمّنات شامل ہیں اور اسے تعیّنِ ثانی کا نام دیا گیا ہے، اور یہ اصطلاح نُزلاتِ خمسہ والوں کی رکھی ہوئی ہے۔

ہمارے شیخ المشائخ شیخ آدمؒ نے فرمایا کہ حقیقتِ محمّدی ایک جامع ذات ہے، جو ہر قسم کے زوال سے پاک اور منزّہ ہے۔ پس جاننا چاہیے کہ حقیقت کا اطلاق کئی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہاں حقیقت سے مراد مبداء فیض ہے۔ وہ حقیقت نہیں، جو جنس اور نوع سے مرکب ہوتی ہے کہ اس پر اعتراض کیا جا سکے۔ چونکہ اس بات کی تحقیق بالمشافہہ طویل گفتگو کی متقاضی ہے، اس لیے اسے آپ کی حاضری پر اٹھا رکھا جاتا ہے۔

فقیر کو ان دنوں سے جب کہ مکمّل جلاب لیا تھا، اب تک پیٹ میں مروڑ اٹھتا ہے اور ہر روز آٹھ سے لے کر دس تک دست آ رہے ہیں۔ آپ کے یہاں آجانے کے بعد مفصّل بات کی جائے گی۔ ابیات۔

چونکہ بے رنگی اسیرِ رنگ شد موسیٰؑ با موسیٰ اندر جنگ شد
چوں بہ بے رنگی رسی، کاں داشتی موسیٰ و فرعون دارند آشتی

(ترجمہ) چونکہ بے رنگی، رنگ کی قید میں آگئی، اس لیے موسیٰ، موسیٰ کے ساتھ لڑ پڑا جب تو بے رنگی تک پہنچ جائے گا، تو موسیٰ اور فرعون کے درمیان آشتی ہو جائے گی۔

یہاں بے رنگی سے مراد وہ مرتبہ اطلاق ہے جس کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ رنگ سے مراد مظاہر کی کثرت ہے، اور اسیر ہونے سے مراد نورِ آفتابِ وحدت سے آبگینوں میں روشنی کا انعکاس ہے اور موسیٰ سے موسیٰ کا جنگ کرنا ایک نبی کی شریعت کا دوسرے نبی کے ہاتھوں منسوخ کیا جانا ہے۔ اور بے رنگی کا حصول ہدایت کی طرف رجوع کرنا ہے اور موسیٰ و فرعون کا صلح کرنا، ظاہری مقابلے کا ختم ہونا اور ذمہ داری کی بساط کا اُٹھ جانا اور رنگا رنگ کے مختلف آبگینوں کو ختم کر دینا ہے کیونکہ وہ کثرتِ اعداد کا سبب ہے۔ مندرجہ بالا ابیات کی یہ شرح میر محمد رضا عفی عنہٗ نے کی ہے۔

لیکن فقیر یہ کہتا ہے کہ جو کچھ مخدومی میر محمد رضاؒ نے مذکورہ بالا اشعار کی شرح میں کہا ہے، اگرچہ بہت پاکیزہ اور خوبصورت ہے، لیکن یہ مطلب شیخ فانی کی مناسبت سے معلوم ہوتا ہے، کیونکہ صاحبِ فنا کے لیے ظاہری کمزوری اور تقیدات کے مرتبے ہیں۔ حتیٰ کہ علمِ فنا بھی جب فانی شخص میں باقی رہ جائے، تو پھر بھی انہوں نے اس کے حق میں آدھی فنا ثابت کی ہے۔ اس لیے میر مرحوم نے ان اشعار کی شرح میں بیرنگی تک پہنچنے کو اضمحلال کا پابند ہونا ایک عارف کی نظر سے کہا ہے۔ عارف کا تعین کیا ہے اور غیر عارف کا تعین کیا؟ اس معنی میں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ بیرنگی کا اسیر ہو جانے کی وجہ سے آفتاب کے نور سے بے شمار آبگینوں کے انعکاس سے جو مراد لی گئی ہے، اس میں دو شبہات پائے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ جو کچھ آبگینہ میں منعکس ہوتا ہے، اس کی

marfat.com

حقیقت تو بیان کر دی گئی ہے، لیکن خود آبگینہ کی حقیقت کے متعلق کچھ نہیں بتایا گیا، کہ آیا وہ مستقل ہے یا نورِ آفتاب کا پرتو ہے۔ دوسرا یہ کہ بیرنگی تک پہنچنے کو ہر لحاظ سے سالک کا اضمحلال بیان کیا گیا ہے، اور پھر اس مقام پر حضرت موسیٰؑ کی فرعون کے ساتھ صُلح قرار دی گئی ہے اور صُورت یہ ہے کہ اس مقام پر ان دونوں کا نام و نشاں بطورِ ذات تصور میں نہیں لایا جا سکتا، کیونکہ اس مرتبہ پر نام کا ثبوت پیش کرنا اضمحلال کے منافی ہے۔ اس لیے صُلح جو اُن کی صفت ہے، اسے ثابت نہ کرنے کے بغیر ان کی ذات تحقیق شدہ نہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ موسیٰؑ کی موسیٰؑ سے جنگ کرنے سے مراد دوسری شریعت کو منسُوخ کرنا ہے۔ اور چونکہ جنگ مخالفت کا تقاضا ہے اور ناسخ و منسُوخ کی وجہ سے کسی ایک کو دوسرے سے کوئی مخالفت نہیں ہوتی۔ بلکہ منسُوخ خود اپنے وقت پر منسُوخ کرنے والے کا محبُوب ہوتا ہے، اس لیے جنگ کی تحقیق میں شبہ ہے۔ المختصر مذکورہ بالا اشعار کے معانی کسی شخصِ باقی کی شان کے شایاں ہیں، ایسا شخص جو باقی کامل ہو۔ تحقیق کے مطابق اللہ تعالےٰ ہی ازلی اور باقی اور جمال و جلال کی صفات سے مَوصُوف ہے اور ان دونوں عظیم صفات میں ہر صفت اپنے ظہور کے اقتضا کے باوجُود، بالخصوص اپنی خصوصیت کے لحاظ سے، کسی دوسری صفت کے ظہُور کی مقتضی ہے، اور ظہورِ ازلی کے وقت ہرگز ایک دوسرے کی مخالف نہیں تھی۔ جیسا کہ لَا ھُوَ اور لَا غیرہٗ سے ظاہر ہے۔

حضرت مولانا رومؒ کے مذکورہ بالا[1] اشعار کی شرح بعض عزیزوں نے یوں

---

[1] اسیر رنگ کہنا اسی بات کی دلیل ہے ورنہ اس کا اطلاق عالمِ ارواح اور حق تعالےٰ پر کیسے کیا جا سکتا ہے، اور کون کر سکتا ہے رُوح نہ سرخ ہے نہ سفید اور نہ سیاہ و زرد، وہ مجہُول الکیف ہے اور حق تعالےٰ بے کیف ہے۔ پس اسے سمجھئے۔

کی ہے کہ بے رنگی سے مرتبۂ اطلاق، اور رنگ سے مرتبۂ تقیید اور اسیر ہونے سے مختلف مراتب میں ظہورِ انعکاس مراد ہے اور تقیید میں صُلح کو محال سمجھا ہے، لیکن اس عاجز کے دل میں یہ خیال ڈالا گیا ہے کہ بیرنگی سے مراد ان کا شرعی تکالیف سے مبرا ہونا اور مرغُوباتِ طبیعت کی طرف عدم میلان ہے اور یہ دونوں عالمِ ارواح کے مرتبہ سے متعلق ہیں۔ اور وہ بھی اس وقت جب کہ ابھی انہوں نے جسمانی تعلق اختیار نہیں کیا تھا۔ کیونکہ ارواح کی حیثیت سے سب کی آپس میں صُلح ہے، اور جنگ کی وجہ شریعت کی پابندیاں اور طبعی مرغُوبات سے تعلق رکھنا ہے جن کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ اور جب ہر ایک روح جسم میں اسیر[1] ہو جاتی ہے اور طبعی مرغوبات کی طرف مائل اور شریعت کی پابندیوں کی مکلف ہو گئی، تو اس وقت لُطف کے مظاہر اُن کے قبُول واختیار میں ظاہر ہونے۔ اور قہر کے مظاہر اُن سے مُنہ پھیر لینے کے سبب واقع ہوئے۔ چنانچہ ہر مُظہر کو اپنے مَظہَر کا حق ادا کرنے میں ایک دوسرے سے جنگ پیش آئی۔ جیسا کہ فرعون سے حضرت مُوسےٰ[ع] کو، اور کبھی حضرت مُوسےٰ[ع] کو حضرت خضر[ع] سے رضائے حق کے خلاف کام کرنے پر جنگ کی صورت پیدا ہوئی، لیکن چوں کہ وہ فی الواقع جنگ نہ تھی، اس لیے اُسی مجلس کے اندر جنگ صلح میں تبدیل ہو گئی، اور بہت سے علوم کے حصُول کا سبب بن گئی جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "اُن کی برائیاں نیکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں"۔ غرض یہ کہ جب صاحبِ صفا کو جو صفاتِ لطیفہ کا مَظہَر ہے، اس جسمانی مرتبہ سے روح اور علم کا

---

[1] اس دنیا کا تقاضا ہے کہ اسیرِ رنگ ہو، اسی لیے بھائی بھائی کے ساتھ لڑتا ہے۔ خواہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہوں، جیسا کہ حضرت موسےٰ[ع] نے حضرت ہارُون[ع] کے ساتھ کیا۔ چنانچہ ہارون نے کہا "اے میرے ماں جائے، مجھے میری داڑھی اور سر سے نہ پکڑ"۔

عُروج حاصل ہوا، اور وہ روح کے اعلےٰ مراتب تک جا پہنچا، اور شریعت کی پابندیوں کو، جو جسم کے تعلّق کی وجہ سے تھیں، اس نے وہاں نہ پایا، اور لڑائی کرنے کو اپنی ہمّت سے زیادہ پایا، تو وہ صلح کرنے پر مائل ہو کر، اور جنگ سے فارغ ہو کر حقیقی مطلُوب کی طرف متوجہ ہوا، اور اس جنگ کا، جو جسم کے تعلّق کی خاطر صرف اللہ تعالےٰ کی خاطر واقع ہوئی تھی، ثمرہ حاصل کر لیا۔ اور اس کے برعکس فرعون جو صاحبِ ظُلمت تھا، اللہ تعالےٰ کی صفاتِ قہر کا مَظہر تھا اور اس کی جنگ محض کینہ کی وجہ سے تھی، چنانچہ وہ مطلُوبِ حقیقی تک نہ پہنچ سکا۔ اور آخر کار مبتلائے عذاب ہوا جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اور "اُن کا آخری ٹھکانہ دوزخ ہے" اور چونکہ اس کی جنگ شریعت کے احکام کی حقیقت سے ناواقفی کی وجہ سے تھی اور جب اُسے تکالیف کی حقیقت کا علم ہو گیا، تو پرانی جنگ پر نادم ہو کر صُلح کی طرف مائل ہو گیا، لیکن چونکہ اس کی جنگ شَیطنت کی وجہ سے تھی، اس لیے خوف زدہ ہو کر صُلح اختیار کرنے کے وقت وہ قہر کے ظہُور کے ثمرات سے، جو عذاب اور دوزخ کی آگ ہے، ممتاز ہو گیا، اور عین عالمِ تمیز میں خباثت کو پاکیزگی سے جدا کر لیا۔ سُبحان اللہ۔ پالنے والے کا یہ کیا کمال ہے، کہ عین جنگ میں ہر ایک مظہر دوسرے سے ممتاز تھا۔ اور عین صُلح میں دونوں مظاہر، جو صلح کے تقاضے کے مطابق تھے، ظہُور پذیر ہوئے۔ نیز انہوں نے ان دونوں کمالات کے ظہُور کے نتیجے میں تمیز پیدا کر لی۔ اللہ خبیث اور طیّب میں تمیز کرتا ہے۔ یہ عجب کاروبار ہے

بعض عزیزوں نے نقش بندی طریقے کو رنگ سے تعبیر کیا ہے اور آشتی کو اس میں ناممکن سمجھا ہے۔ اور اس تحقیق میں جس کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے، جنگ کے بعد پابندی کی حیثیت سے صُلح ظاہر ہوئی ہے۔

مکتوب : ۲۶

آیت کریمہ "آسمانوں اور زمین میں ہے، جو کچھ ہے، وہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے" کے معنیٰ کے بیان میں۔

میرے معنوی بھائی حافظ عیسیٰؒ کو فقیرانہ سلام۔ اللہ کی تسبیح کرنے والوں میں جمادات، نباتات اور حیوانات ہیں۔ اور انسان بھی اس لازمی تسبیح میں ان کے ساتھ شریک ہے، کیونکہ وہ ان تینوں مراتب میں بھی برابر کا شریک ہے، اور یہ تسبیح ان میں سے ہر ایک کے لیے لازمی ہے۔ انسانی تسبیح جو انسان کامل کا خاصّہ ہے، ہمتِ کامل سے ہوتی ہے، اور ان میں اوامر پر چلنے اور نواہی سے بچنے پر، جو انسان کامل کا خاصّہ ہے، انحصار ہوتا ہے اور اس مخصوص تسبیح کو مومنوں بلکہ کامل انسانوں کا خاصّہ سمجھا جاتا ہے اور اسے اعلیٰ درجات اور مثبت نیک اعمال کا تقاضا گردانا جاتا ہے اور اس نیک جماعت کی تسبیح کو اللہ تعالےٰ کی صفاتِ لطیفہ کے انوار کا مظہر پہچانتے ہیں۔ اور کافر، جو حیوانوں کی طرح بلکہ ان سے گئے گزرے ہیں، اس تسبیح سے محروم ہیں اور حیوانوں سے تشبیہ دیئے جانے کی وجہ سے وہ انسانوں کے سے ناموں اور رسموں کے باوجود انسانیت کے دائرۂ قواعد سے مکمل طور پر الگ ہیں اور چونکہ ان کی تسبیح، صفاتِ قہر کے کمالات کے ظہور، اور ان صفات کے حکم سے عدم انحراف کی وجہ سے ہے، ان میں سے ہر فرد کی تسبیح، صفاتِ لطیفہ کی مظہریت کی مناسبت اور مطابقت سے ہر لحاظ سے معدوم ہوتی ہے۔ لہٰذا اعمالِ حسنہ خواہ وہ صوری تماً ہوں، صفاتِ لطیفہ کے ظہور سے، جو امانت کی طرح ہیں، اس موقع پر تصویری طور پر ظہور میں آتے ہیں۔ اس وقت جبکہ پوشیدہ حقیقی مناسبت صفاتِ قہریہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ تو صاحب امانت اپنی امانت کو ان لوگوں سے واپس لے لیتا ہے۔ اور امانت کی یہی واپسی جو احاطۂ اعمال

کے نام سے موسُوم ہوتی ہے اور انسانی صورت کی یہ جماعت انسانِ حقیقی کے درمیان برزخ ہوتی ہے اور انسان کے علاوہ باقی تین صفات یعنی جمادات ،نباتات اور حیوانات کے درمیان بھی برزخ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صفاتِ قہر کی یہ پابندی ،اُس صفتِ اختیار سے ہے ،جو انسان میں پائی جاتی ہے ، اور یہی وجہ ہے کہ دل میں صفتِ قہریہ کی فرماں برداری کے باوجُود ،وہ آخرت کے درجات سے محرُوم اور بے بہرہ ہیں اور ان اصناف میں شامل ہیں، جن کے بارے میں حق تعالےٰ نے یہ کہا ہے کہ "وہ جانوروں کی طرح ہیں،" لیکن چونکہ باقی تین اصناف درجات کی بلندی سے محرُومی کی طرح عذاب سے بھی محفوظ ہیں ۔ اور یہ برزخیہ جماعت ، عذاب سے محفُوظ ہونے کی کوئی مناسبت نہیں رکھتی اور وہ اس مقام سے بہت دُور ہے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ،کہ "ان کا رستہ اِس سے بھی بُرا ہے"

جان لینا چاہیے کہ چونکہ صفاتِ قہریہ کے کمالات تسبیح خاص کے اقتضا سے اپنے مخصوص مظاہر کی وجہ سے ان کے اعمالِ حسنہ کو سلب کرتے ہیں ۔ان کی استعداد کا تقاضا اس سلبِ توجہ سے اپنے مظاہر کو عذاب کے درکات میں ڈالنا چاہتا ہے، اس لیے اس جماعت کی اپنے ربّ کے احکام کو قبُول کرنے کی استعداد محض تسبیح اور اس کے امر کی اطاعت سے ہے ، اور یہ نہ سمجھے کہ ہر تسبیح کرنے والے کی تسبیح ، بہت بڑے اجر کا تقاضا کرتی ہے ۔نہیں، بلکہ مخلُوق کے بعض افراد کی تخلیق صرف اطاعت کے لیے ہے ، بعض صرف صفاتِ لطیفہ کی اطاعت کے لیے اور بعض دوسرے صفاتِ قہر کی فرماں برداری کے لیے پیدا کیے گئے ہیں. جنّت کے درجات، صفات لطیفہ کی اطاعت کرنیوالوں کیلئے اور دوزخ کے طبقات، صفاتِ قہریہ کے متّصفین کے لیے ہیں کہ وہ سب اپنی تسبیح کے عوض میں اجر کے طلبگار

marfat.com

ہیں. اس بات سے آگاہ رہیے، کہ مظاہرِ قہریہ، دل میں اطاعت کرنے کی وجہ سے درجات کا تقاضا کرتے ہیں. حالانکہ ان کے مربّی کا محبُوب طبقاتِ دوزخ کا مقتضی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ تسبیح کے دائرے سے باہر نکل جاتے ہیں، اور مربّی کی مخالفت کرتے ہیں عاقل کو اشارہ ہی کافی ہے. ؎

من ترا کیستم، ہمیں حمد است تو منی نیستم، ہمیں حمد است

میں کس لیے تیرا ہوں، صرف اس حمد کے لیے، اور تو میرے لیے اور کچھ نہیں، صرف اس حمد کے لیے.

مکتُوب : ۲۷

نمازی کی اپنے رب سے مناجات کرنے کی تحقیق میں۔

شرُوع اللہ کے نام سے، جو رحمٰن اور رحیم ہے. نماز میں کلامِ حقیقی سے کلام کرنے والا وہی ہے، اور وہی نماز ادا کرنے والے میں ظاہر ہوتا ہے. نیازمندانہ سلام کے بعد عرض ہے کہ فقیر کو خدشہ تھا کہ نمازگزار اپنے رب کے عذاب سے نجات پاتا ہے، اور جب میں نے نمازگزار کی قرأت پر نظر ڈالی. تو ثناء فاتحہ کو مناجات کے معنی میں پایا، لیکن بعض سورتوں میں دیکھا، کہ آیات، مناجات کے معنی رکھتی ہیں. مثلاً "ربّنا آتنا" وغیرہ صاف صاف مناجات ہیں. لیکن اس کے برعکس "قُل ھُوَ اللہ احدٌ" اور "قل یاایُّھا الکافرون" جیسی سُورتیں نماز کی حالت میں نمازگزار کی مناجات سے کیا مناسبت رکھتی ہیں؛ اسی طرح وہ سورتیں اور آیتیں جو فرعون اور ابلیس کے قصّوں کی خبر دیتی ہیں. اس لیے مناجات کرنے والے کے لیے اس قسم کی مناجات کس طرح مناسب ہے، اور اس قسم کے قِصّے تفرقہ پیدا کرتے ہیں. اس لیے اس طرح حضُورِ قلب کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟

marfat.com

اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس خدشہ کو دُور کرنے اور قرأت کے معنی کی تحقیق میں بمطابق "اِقرا....." جو کچھ اس فقیر پر ظاہر ہوا ہے، اس کو ظاہر کرتا ہوں اور یہ صرف آپ کی آواز کی اصلاح کے لیے ہے۔ "جب نمازی ارادہ کرتا ہے کہ وہ اس حکم کی تشریح کرے، جس کا مناجات میں اسے حکم دیا گیا ہے، تو پھر عالم علم کے حصول کی قوت کی طرف دیکھتا ہے اور اس میں بہت نقصان پاتا ہے۔ جب اُسے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی ملجا و ماوےٰ نہیں، پھر وہ بلند آواز سے پکارتا ہے، اور اللہ اکبر کہتا ہے: اے اللہ تو سب سے بڑا ہے، یہ مناجات ہی میرا سرمایہ ہے اور پھر اللہ تکبیر کے ساتھ اس کی حمد کو سنتا ہے، اس کی مناجات کا پتہ، قدیمی اور حقیقی کتاب میں سے سُورہ فاتحہ کے ذریعے ملتا ہے۔ اسے پوشیدہ الہام کے ذریعے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ مناجاتِ تعلیمی میں حضورِ قلب کے ساتھ حاضر رہے۔ چنانچہ نمازی کے لیے ضرُوری ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے یہ سُننے کے بعد، نماز کی حفاظت کی طرف متوجّہ رہے اور جب فاتحہ ختم ہو جائے، اور نمازی نے اس کے معانی کی حفاظت کر لی ہو، اور اپنی مناجات کا آغاز پھر فاتحہ سے کرنے کا ارادہ کر لیا ہو، تو اس سے فاتحہ کی تکرار ہو گی، جو ممنُوع ہے۔ اس مقام پر نمازی کے لیے مناسب ہے کہ مولائے حقیقی کی طرف اپنے علم کے ساتھ توجہ کرے اور اسے آمین کے لفظ سے یاد کرے اور اس کے معانی میں کلامِ حقیقی یعنی فاتحہ کے جُملہ معانی شامل ہیں اور پھر نمازی الہامی تعلیم کے ساتھ آمین پڑھتا ہے اور اللہ کے حضور میں حمد و ثنا کے بعد اپنے مقصد کی التجا کرتا ہے اور یہ مقصد صراط مستقیم کی طرف ہدایت ہے۔ پھر وہ غور کرتا ہے، تو اللہ تبارک کو غنی اور عظیم پاتا ہے، اور پھر عاجزی کے ساتھ خاموش ہو جاتا ہے۔ گویا اسے جواب مل گیا ہو، اور اللہ نے اس کی التجا کو دلی دعا کی بدولت قبول کر لیا ہو۔ پھر وہ قدیمی کلام مثلاً قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، یا قُلْ یَاۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ"

anjuman-e-tarfat.com

یا دوسری سورتیں اور آیات پڑھتا ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے، جس کے ساتھ وہ کلام کرتا اور سنتا ہے اور حضورِ قلب کے ساتھ حاضر رہتا ہے اور اس سے اور اس کے بعد اپنے اعمال کی اصلاح کرتا ہے۔ اور ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ نمازی یہ جانتا ہے کہ مناجات کے لفظ سے مراد "آمین" اور "فاتحہ" ہے۔ جو اللہ کا کلام ہے اور مناجات کی تعلیم کے طور پر اس سے کلام کرتا ہے اور پھر صراطِ مستقیم کی وضاحت کے لیے، قرآن مجید کے ساتھ کلام کرتا ہے اور نمازی یہ دیکھے گا کہ وہ اللہ سے دو طرح کلام کرتا ہے۔ کلامِ حقیقی ہے جس میں نمازی کی طرف سے سوائے "آمین" کے اور کچھ نہیں، یا الہامِ خفی ہے، اور دونوں بار اور ساری قرأت میں حضورِ سرّی کے ساتھ حصول اور تقیید کے بغیر متکلمِ حقیقی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور ولایتِ خاص الخاص سے اس کی شان کے مطابق استفادہ کرتا ہے۔

مکتوب : ۲۸

نمازِ جمعہ کے فریضہ کے بارے میں حقایق آگاہ جناب محمد اشرفؒ کے نام لکھا گیا۔

اوّل و آخر تمام تعریف صرف اللہ تعالےٰ کے لیے ہے اور یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ ہمارے پیر و مرشد شیخ المشائخ حضرت آدمؒ نے اپنے ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ نمازِ جمعہ قطعی طور پر فرض ہے اور علماء نے اس کی شرائط میں اختلاف کیا ہے مجھے اللہ تعالےٰ کی تعلیمات کے بارے میں انتظار تھا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے صحیح تحقیق حاصل ہو جائے۔ اگر اللہ تعالےٰ کسی بہانہ کے بغیر یہ تحقیق والہام فرما دیں، تو اس پر عمل کروں۔ لیکن اس انتظار کے باوجود میں طرفین میں سے ایک طریق کار پر عمل کیا کرتا تھا۔ اچانک اللہ تعالےٰ کے محض فضل

سے کسی بہانہ کے بغیر میں نے سرورِ عالم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو تین دفعہ کسی شک و شُبہ کے بغیر خواب میں دیکھا۔ آپؐ نے کمال شفقت سے فرمایا کہ نمازِ جمُعہ میں شک کرنا شیطانی وسوسہ ہے۔ اس طرح اللہ تعالےٰ نے میری دُعا قبُول فرمائی۔

اس کے بعد میرے دل میں آیا کہ چونکہ اولیائے امّت کی تحقیق اور کشف، ظنّی اور قیاسی ہے، اس نے اسے شرع کے ترازُو پر بھی تولنا چاہیے۔ جب فقہی مسائل پر گہرا غور کیا، تو کئی رؤیتیں بزرگوں کی طرف سے ایسی ملیں، جو میرے الہام کے مطابق نکل آئیں۔ چنانچہ ہمارے عُلماء پر یہ اختلاف پوشیدہ نہیں، اگرچہ انہوں نے دونوں کو مرجُوع سمجھ کر اس بات کو ختم کر دیا ہوا تھا۔ اللہ کا شُکر ہے جس نے ہمیں اس طرح ہدایت بخشی۔ پس ہمارے دوستوں اور مخلِصوں کو چاہیے کہ جمُعہ کی نماز میں کوئی شک نہ کیا کریں اور اطمینانِ قلب سے اللہ تعالےٰ کی طرف سے عاید کردہ فرض کو ادا کریں۔ الہام شدہ حقیقت اس فقیر پر اس طرح واضح ہوئی کہ اس کے بعد بات کرنے کی ضرُورت ہی نہیں۔ یہ بزرگانِ عظام پر اظہارِ حق کے لیے ہے، بعض مسائل کے معاملے میں وہ اسمِ ہادی کی صفت کا مظہر ہے۔ اور بعض میں صفتِ اسم دلیل کا مظہر ہے۔ کیونکہ پہلے ظہُور کے ساتھ سیدھا راستہ عطا کرتے ہیں اور دوسرے ظہُور میں ان تمام بزرگوں کے اعمال میں اعتدال نظر آتا ہے اور دونوں کامل صفتوں کا ظہُور پُوری طرح ثابت ہو جاتا ہے اور خلافت کا معاملہ آیت کریمہ " انِی جاعِلٌ فِی الارضِ خلیفۃ" (میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں) خلیفۂ حقیقی حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت سے واضح ہوتا ہے، اور ذاتی استعداد جو حفظِ مرتبہ کے مطابق ہے، کے باوجود صلاحیت سے بہرہ وری ان کی اطاعت سے رونما ہوتی ہے۔ اس لیے اس بات میں کوئی شک نہیں

کہ ہر اختلافی مسئلہ میں ایک پہلو اسم ہادی کا مَظہر ہے اور دوسرا پہلو صفت اسم دلیل کا مظہر ہے اور ان دونوں اسمائے مبارک میں سے ایک کی خصوصیت اسمِ ستّار کے ظہور کی بدولت حالات کی پردہ پوشی ہے، سوائے اس کے جو اولیا پر کشف کر دیا گیا، یا جیسا کہ عُلما پر قیاس کے ذریعے ظاہر کر دیا گیا. جب اس تحقیق کا پتہ چل گیا، تو اب نمازِ جمعہ کے اختلاف کی طرف نگاہ دوڑائیے۔ جب اس مرتبہ کے ولی کامل کے کشف سے، جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے تعلیم دی ہو۔ اور جسے اللہ تعالےٰ نے قبول کیا ہو، اُن کی بات اور روایت کا صراط مستقیم پر ہونا تحقیق شدہ اور مدلّل ہے، تو وہ پیروی کے لائق اور مناسب تر ہے۔ یا وہ اقوال جو دیکھنے میں علمائے ظاہر کے قیاس سے اس قابل ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے ارادہ سے اُن کا اجر عطا کیا جائے۔ اگر اس کشف کے انوار جو بہت واضح ہیں، ان کی نظروں میں اپنے ہی نُور میں محجُوب ہو گئے ہیں اور نُورِ بصیرت کی کمزوری سے انہیں معلُوم نہیں ہوتے، تو پھر یہ لائق اور مناسب تر ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو، جب کہ ستار حقیقی نے، ان حق کے قاصدوں اور سچے مجتہدین کے قول پر پردہ ڈالا ہو گا، اور ان کی وفات کے بعد وہ لوگ، جو ان سے نسبت رکھنے کے بعد بھی ان کی پیروی نہیں کرتے، اگر اس مسئلہ میں ان کی متابعت نہیں کریں گے، تو سعادت کی چمکدار دلیل اس شخص کو حاصل ہو گی، جو اس نادرِ روزگار کے برحق کشف کو بے تردّد اختیار کر لے گا. اور دوسری طرف کے قول کو مختلف اقوال میں سے سمجھ بُوجھ کر ظاہری ادب کی خاطر کسی شک وشبہ کے بغیر نمازِ جُمعہ کو نیّتِ عام اور دلی خلوص کے ساتھ بطورِ عبادت ادا کرے گا۔ یہ نماز عوام کی نماز کی طرح نہیں ہو گی. بلکہ ان کا معاملہ شک وشبہ کے بغیر ہو گا۔ اور ان کے کام کاج میں دِلی اطمینان ہو گا۔ اور کشف کے ذریعے ثابت شُدہ

بات روحانیت پرستوں کی عین رضا کے مطابق ہے۔ یہ عین حق ہے اور ان کے بارے میں حقیقی ادب چاہیے، یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے، اُسے دیتا ہے۔

مکتوب : ۲۹

جناب محمدؐ اشرفؒ کے نام لکھا گیا۔

درُود وسلام کے بعد خاکسار عبدالنبیؒ کی طرف سے اپنے معنوی سعادت آثار بھائی محمدؐ اشرفؒ کے نام، جو جب بھی یاد آئے، اس دُعا کے قابل ہے" اے ہمارے اللہ، اس کو اپنے افضل بندوں میں سے اشرف بنا۔ کیونکہ شرف فرشتوں کے لیے ہے، اور فضل انسانوں کے لیے۔" سلامِ فقیرانہ کے بعد عرض ہے کہ سعادتمند میاں غلام رسُولؒ کو جو ایک دل پذیر کیفیت کے حامل ہیں، استخارہ کیے بغیر طریقۂ احسنیہ میں داخل کر لیا گیا ہے، اور اسمِ ذات سے واقف کر کے درویشی نام بھی رکھ دیا ہے۔ حق تعالےٰ اسے سعادت مند کرے۔ اچھا ہے کہ اُسے اپنی صُحبت میں تربیت دیں، تاکہ اس راہ کی لذّت حاصل کرے۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔ اس ماہ کے آخر میں نفی واثبات سے مطلع کریں۔ اور تمام دوستوں اور حال پُوچھنے والوں کو سلام واکرام۔

مکتوب : ۳۰

جناب محمدؐ اشرفؒ کے نام جو لَقَد کرّمنا بنی آدم وحَملناھم فی البرّ والبحر ورزقناھُم من الطیبات وفضّلناھم علیٰ کثیرٍ مِمّن خلقنا تفضیلاً" (ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی، اور اُسے بحر و بر میں اٹھایا اور ہم نے اسے پاکیزہ

اشیاء سے رزق دیا اور ہم نے اسے اپنی تمام مخلوقات پر فضیلت عطا کی" کی خلعت سے مشرّف ہوں۔ نیازمند عبدالنبیؒ دعائے غائبانہ اور توجہ مربیانہ کا امید وار ہے۔

فقیر از سلام کے بعد عرض ہے کہ آپ سے ملاقات ہوئے کئی ماہ کا عرصہ گزر چلا ہے۔ اگر فرصت میسّر ہو، تو اس عاجز کو کمالِ تکلیف کے بغیر ملاقات سے نوازیں۔ اور بڑی امید یہ رکھتا ہوں، کہ دُنیا و مافیہا کو فانی اور ہلاکت پذیر سمجھ کر اپنے آپ کو، اپنے آپ کے سپُرد نہ کریں اور اس شیرینی کو جو باطن کا خزانہ اور اصل مراد ہے، ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ اور جب ظاہر ہی باطن کے مطابق ہو جائے، تو توقع رکھنی چاہیے۔ کہ دل کی برکت سے بات کرنا، کھانا کھانا اور سونا بھی باطنی نسبت سے مرتبۂ بدنی پر ظاہر ہوگا۔ اور خداوند تعالےٰ اپنے فضل و کرم اور مظہریت کی نظر کو ذرّاتِ کائنات سے الگ نہیں کرے گا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گریائی اور سکُوت بھی فکر و نظر کے ساتھ عبرت کے لیے تھی۔ اور اس عریضہ کے حامل کو اس سے پہلے ہی تعلیم کی خاطر آپ کے سپُرد کیا ہوا ہے۔ یقین ہے کہ آپ نے وقت کی ضرُورت کے مطابق اس کو تعلیم دی ہوگی اور اس اثنا میں رُوحانی صحبت کے حصُول کے بعد اطلاع دیں گے اور اسی طرح دوسرے لطائف سے بھی بتدریج واقف کرائیں گے۔ نیز اپنے دوستوں کو اپنے تقویٰ اور ہمت سے نصیحت فرمائیں گے، اور کم گوئی، اور کم خوری کی تعلیم دیں گے۔ اے ہمارے ربّ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہمیں اچھائی عطا فرما!

مکتُوب : ۳۱

اشرف الاخواں مُحمد اشرفؒ کے نام، خدا کرے کہ بہترین وقت اور بہترین زمانہ، بہترین عزیز کے شاملِ حال رہے۔ میرے عزیز۔ وقت کو غنیمت سمجھئے، آس

پاس سے خود کو بلند کیجیے، لمحاتِ زندگی کی حفاظت کیجیے، تاکہ کوئی وقت بھی غفلت میں صرف نہ ہو اور ہمارا کام عبادت میں کوشش کرنا ہے۔ رزق کے بارے میں تشویش کرنا اور غم کھانا، دانا کا کام نہیں، کیونکہ زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں، جس کا رزق اللہ تعالےٰ کے ذمہ نہ ہو۔ چونکہ ہر ذی جان کا رزق، اس حیوانات کو زندہ کرنے والے نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے اور بڑا پکّا وعدہ کیا ہے، اس لیے وہ شخص بے حد احمق ہو گا، جس کو اس بارے میں شک و شبہ ہو۔ آپ کے کام کا تعلق بے شبہ محکم و مضبوط ہے، لیکن کام بہت زیادہ ہے۔ جب تک زندگی باقی ہے، ترقی کا امیدوار رہنا چاہیے اور یہ ترقی تشبیہ سے تنزیہ کی طرف نہیں، بلکہ تنزیہ میں ترقی ہے۔ آدمی وہ ہوتا ہے جو دنیا کو فانی سمجھ کر ایک جَو کے بدلے میں بھی نہ خریدے۔ سعادت مند میاں علی محمدؐ یہاں موجود ہیں۔ انہوں نے اسم ذات سُنا تھا۔ چاہیے کہ انہیں نفی و اثبات کی تعلیم دی جائے۔ اور وعظ و نصیحت، اور مزید فوائد سے بہرہ مند کیا جائے۔ آپ کم گو بنیں، اور اپنے دوستوں کو بھی کم گوئی کی تعلیم دیا کریں۔ نیز کبھی کبھی اس عاجز کو بھی یاد کر لیا کریں۔ فقیر کے لیے لازم ہے کہ اپنی ذات کو سمجھے، اور اپنے عقیدت مندوں کو فقر کا خواہش مند بنائے، تاکہ ان کی برکت سے وہ بھی مقبولوں کے سلسلے میں اکٹھے ہو جائیں۔ سلامتی ہے اس شخص کے لیے جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

مکتوب : ۳۲

محمد اشرف جیو سلمہ اللہ تعالےٰ کے نام۔

نیازمندانہ سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ میرے عزیز! ولایت میں اصلی اور ظلی مراتب کی تحقیق کے بارے میں آپ کی تحریر بہت خوب ہے، لیکن ان تحریر شدہ

تمام مراتب کا مقصد، ابھی مخصوص دائرہ کے اندر ہے اور ولایت ونبوت کے مرتبہ کی حقیقت اس سے زیادہ ہے، اور تعلیم پر موقوف ہے مغز، جو اس کے نُور سے معطّر ہے، اس مرتبہ کی بشارت سے فیض یاب ہوگا۔ اس لحاظ سے خود ہی احتیاط کا اہتمام کرنا چاہیے اور وہ جو واسطہ کے دُور کرنے کے بارے میں لکھا گیا ہے، تو میرے عزیز! واسطہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک واسطۂ تعلیم، جو مشیت الحجاب (حجاب چاہنا) ہے، دوسرا واسطۂ طفیل جو مرتفع الحجاب (حجاب اٹھانا) ہے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے اور اولیا اور انبیا کی جسمانی اور رُوحانی تعلیم کے نُور سے سالک کی نورانی استعداد قوّت و وسعت پیدا کر لیتی ہے اور اس کے اندر اللہ تعالےٰ سے علمِ لدنّی حاصل کرنے کی قابلیّت پیدا ہو جاتی ہے، تو اس وقت جائز ہو جاتا ہے کہ جسمانی اور روحانی تعلیم کے بغیر اللہ تعالےٰ سے علُوم کی تعلیم حاصل کرے۔ لیکن اس کی دو شرطیں ہیں: ایک یہ کہ کسی وقت بھی رُوحانی تعلیم سے فارغ نہ ہو، خواہ اسے کوئی مرتبہ ملے یا نہ ملے۔ دوسرا یہ کہ کسی وقت بھی واسطۂ طفیل کو قطع نہ کیا جائے۔ جو کوئی اس کو قطع کرے گا، وہ عدمِ قُربت کا نشان ہوگا۔ سُبحان اللہ۔ بعض لوگ رفعِ واسطہ کو ہی کمال سمجھتے ہیں۔ حالانکہ صورت اس کے برعکس ہے۔ بعض اولیا، کا نفیِ واسطہ کے قابل ہونا، اس واسطہ سے مراد ہے، جو واسطۂ تعلیم ہے۔ سلام آپ پر اور آپ کے ہم نشینوں پر مفصّل بھی اور مُجمَل بھی۔

مکتُوب : ۳۳

محمّد اشرف جیوؒ کے نام لکھا گیا۔

جو میری راہ پر چلا، وہ میرا بیٹا ہے اور جو میری راہ پر نہ چلا، وہ میری اولاد

میں سے نہیں۔

اللہ تعالےٰ آپ کو اِسراف سے سلامتی میں رکھے۔ اوراق کے مسوّدوں پر پر جس طرح کی عبارت لکھی ہوئی تھی، اگرچہ لکھنے والے کے لیے فرحت بخش تھی، لیکن یہ اسراف میں داخل ہے۔ اس کے معانی کو مختصر یا مفصّل طور پر باطن کے صفحہ پر لکھیں، اور رات اور دن کے عمل کے وقت کام میں لائیں، تاکہ اس کا نتیجہ برآمد ہو، راقم کو حاضری کا مُشتاق سمجھیں۔

مکتُوب : ۳۴

میاں محمّد اشرف جیوؒ کے نام۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ سعادت کی شرف اندوزی اشرف کے نصیب میں ہو اور اللہ غفور کی یاد سے وہ غرُور کی زیادتی سے محفُوظ و مسرُور رہے اگرچہ درمیان میں فاصلہ بہت ہے، لیکن جَاناں درجان، کے مصداق وہ قریب اور پوشیدہ ہے۔ صُورت کی دُوری، نقصان کی صُورت نہیں۔ اس سے محبّت میں کمی نہیں آتی۔ بلکہ کوشش کرتے ہیں کہ جام محبّت پیئیں۔ قطعہ

تواُو نشوی دلے اگر جہد کنی جائے برسی کز تو توئی برخیزد

(ترجمہ) تُو وہ تو نہیں بن سکتا، لیکن اگر تو کوشش کرے، تو تُو ایسی جگہ پہنچ جائے گا کہ تو اپنے آپ سے الگ ہو جائے گا۔

چنداں بَرد ایں رہ کہ دوئی برخیزد درہست دوئی، براہ روی برخیزد

(ترجمہ) اس راہ پر اتنا چلتا جا کہ غیریت ختم ہو جائے۔ اگر کوئی غیریت ہوئی بھی، تو راستہ طے کرنے سے ختم ہو جائے گی۔

اللہ تعالےٰ سچّی محبّت کو صِدق کی حقیقت سے بہرہ مند کرے کہ حقیقی فنا و بقا اُسی میں جمع ہے، اور آں عزیز (مکتوب الیہ) کے رُوداں رُواں کو مطلُوب کے

شہود کے غلبہ سے مضمحل اور معدوم کر دے۔ اور دنیا کے ننگ و ناموس کی بجائے بے رنگی اور بے نامی کی خلعت پہنائے، جیسا کہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے ؎

از ننگ چہ پرسی کہ مرا نام ز ننگ است وز نام چہ پرسی کہ مرا ننگ ز نام است

ترجمہ: مجھ سے شرم کے بارے میں کیا پوچھتے ہو کہ میری شہرت شرم سے ہے اور شہرت کے بارے میں کیا پوچھتے ہو کہ مجھے شہرت سے شرم آتی ہے۔

اور ظاہری و باطنی متعلقات کو آنعزیز سے متفق کرے، کیونکہ جب دو (۲) دل متفق ہو جائیں، تو پھر پہاڑ کو بھی توڑ سکتے ہیں۔ میرے عزیز، لوگ بے نامی کو نام دیتے ہیں اور بے ننگی کو ننگ پکارتے ہیں۔ تمام لوگ تم سے حال اور مال میں جدا ہیں۔ ایک دوسرے پر کوئی اعتماد نہیں رکھتے، سوائے اللہ تعالےٰ کی ذات کے جو تمہیں اپنے آپ سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں۔ بلکہ ان کی کوئی غرض اور مراد باقی نہیں رہتی۔ اس کی محبت میں ذاتی محبت معلوم ہوتی ہے۔

اور تم نے اپنے خط میں جو واقعہ تحریر کیا تھا، بہت اچھا ہے الحمدللہ۔ اللہ کا شکر بجالاؤ۔ کیونکہ بزرگوں نے اس نعمت کو بڑی محنت کے بعد حاصل کیا ہے۔ اس خاندان میں ریاضتِ شاقّہ کے عوض میں پیر و مرشد اور سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مضبوط اعتقاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگرچہ ریاضت اور مجاہدہ کے بغیر کام جیسا کہ چاہیے، مستور رکھا گیا ہے لیکن وہ ریاضت جو نبی پاکؐ کی پیروی میں کی جائے وہ "ریاضت کی ماں" ہے۔ کیا لکھوں، خدا کے سپرد کیا۔ خدا کے سپرد کیا، خدا کے سپرد کیا، امیدوار ہوں کہ حق تعالےٰ تمہارے جیسے مخلص جوانوں کی برکت سے اس ناکارہ عاجز کی بھی مغفرت فرما دے۔ اور اس گناہگار کو بھی سعادت مندی سے بہرہ مند کرے، کیونکہ اپنے جیسا اور کوئی خراب اور گناہگار

نظر نہیں آتا، اس لیے شفاعت کرنے والا بھی کوئی کامل ہونا چاہیے۔

مکتوب : ۳۵

میاں محمدؐ اشرفؒ کے نام لکھا گیا۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے پاک نام سے۔ دُور و نزدیک کے تمام دوستوں کے کام کاج خدائے تعالےٰ کے سپرد ہیں، بلکہ سپرد کہنے کی بھی ضرورت نہیں، کیونکہ سب اُسی کا ظہور ہے، بلکہ اپنے مفصّل مظاہر کی بدولت وہی ظاہر و حاکم ہے۔ اس عاجز دُعاگو عبدالنبیؒ کے سلامِ فقیرانہ کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ چونکہ کافی مدّت سے آں عزیز کی طرف سے کسی جسمانی اور رُوحانی اطلاع سے سعادت حاصل نہیں ہوئی تھی، اس لیے عین تنہائی کے وقت بھی آنکھوں میں آنسو تھے اور دل درد سے معمور تھا۔ حق تعالےٰ اس عاجز کو ان عزیزوں کے پُرنور چہروں کی زیارت سے مشرّف کرے۔ مجھے توقع ہے کہ عزیز روزی کمانے کے تفکّرات میں اتنے مشغول نہیں ہو جائیں گے کہ عبدیّت کا طریقہ ہی ختم ہو جائے۔ بلکہ آخرت کی عمارات کے طلب کرنے میں لگے رہیں گے اور مصلحت کے مطابق کوئی پیشہ اختیار کریں گے۔ اور اختیار کرنے میں اپنے آپ کو فارغ رکھیں گے۔ آپ پر اور آپ کے ہم نشینوں پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے رحمت نازل ہو۔

مکتوب : ۳۶

میاں محمّد اشرفؒ کے نام۔

قدم کا شریف ترین آدمی وہ ہے، جو اس میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ برادرِ مشفق، سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ میاں مکمّلؒ اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ رُخصت

marfat.com

ہو گئے۔ اگر زندگی باقی رہی، تو پھر کسی وقت آنے کا ارادہ فرمائیں گے۔ زندگی کے دن بڑی تضرع وزاری سے بسر کرتے ہیں۔ اور جناب شیخ صاحب میاں محمد فاضل جیو کی خدمت میں جواباً خط لکھا گیا۔ دن گزر رہے ہیں اور دعائے خیر کرتے ہیں۔

مکتوب: ۳۷

میاں محمد اشرفؒ کے نام۔

صدق کا ایک ذرہ ہزاروں برس کی عبادت پر بھاری ہے۔ میدانِ خیال مثال کے اعتبار سے وسیع ہے۔ لیکن سچے دوستوں کے اوصاف کی گنجائش نہیں رکھتا۔ کاغذ کا صفحہ عجز سے بھرا پڑا ہے قلعہ ؎

خواهم زتو تو خود نباشی باحق باشی، زخود ترا شی

(ترجمہ) میں چاہتا ہوں کہ تو اپنے آپ میں نہ رہے۔ تو حق کے ساتھ مل جائے اور اپنے آپ سے کٹ جائے۔

ہر چیز کہ رہزنِ طریق است ہستی است کہ راندۂ ہر فریق ہست

(ترجمہ) ہر وہ شے جو طریقت کی رہزن ہے، ایسی ہستی ہے، جو ہر طرف سے دھتکاری جاری ہے۔

میرے عزیز! یہاں انار تو مل جاتا ہے، لیکن ہر کہ انگوری نہیں ملتا۔ اگر وہاں سے قیمتاً مل جائے، تو لے لیں۔

میری طرف سے سلام اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے فضل و محبت۔ میرے عزیز! یہ آخری نسبت حقیقت میں فنا و بقا کی جگہ ہے۔ لوگ اس میں اس طرح مشغول رہتے ہیں کہ اپنے اور اپنے سوا کا ذرہ، ذرہ سوائے اللہ تعالیٰ کے عرفانی شہود کے ظہور کے۔ بے تکلف اور بے تاویل کوئی اور شے سمجھ میں نہیں آتی۔ اور اس

مرتبہ کی حقیقت اس کے حکم کے ماننے اور اس کی منع کردہ شئے سے بچنے میں ہے۔ بلکہ مباح اُمور کا کرنا بھی گناہ ہے۔ اس گروہ کے نزدیک نیکوں کی نیکیاں مقربین کی برائیاں مشہور ہیں۔ برکت کے ساتھ رہیں، بیس دن تک اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں، اس کے بعد اختیار ہے

مکتوب : ۳۸

میاں محمدؐ اشرفؒ کے نام لکھا گیا۔

"اشرف العرب اور افضل العجم کی اطاعت کی جائے"۔ سلامِ فقیرانہ ملاحظہ فرمائیں، چونکہ بڑی مدّت ہوئی کہ آپ سے جسمانی مُلاقات نہیں ہوئی، اور یہ عاجز حقوقِ دینی کی پابندی کی وجہ سے متعلقہ لوگوں کی خدمت میں لگا ہوا ہے، اس لیے اگر آپ قوّتِ اخلاص کی رہنمائی میں تھوڑا بہت صحبت کے شرف سے بہرہ ور فرمائیں، تو زہے نصیب! اگرچہ ایسا کہنا ہے تو بے ادبی، لیکن میں معذور ہوں۔

مکتوب : ۳۹

میاں محمدؐ اشرفؒ کے نام لکھا گیا۔

"اور اپنے رَبّ کو گڑگڑا کر اور چھُپ کر یاد کر"۔ اپنے وقت کو اہلِ حرص و ہوا کی صحبت میں بات چیت میں ضائع نہ کریں۔ کسی بات کو اللہ کے ذِکر سے بہتر نہ سمجھیں، خواہ یہ ذِکر تکلیف سے ہی کیوں نہ ہو۔ اپنا تمام وقت اسی فکر و غم میں صرف کریں۔ اور اس بات کا دھیان رکھیں کہ کسی اور کام سے خوشی کا راستہ نہ کھُلے، اگرچہ یہ فعل عرفان، عبادت کے ساتھ ہی ہو، سوائے مُنعم کی تعریف کے۔ اگرچہ

نعمت کا اظہار کرنا خود کو اور دوسروں کو بھی فرحت بخشتا ہے، لیکن وہ فرحت اور ہی شے ہے، جس کی تعلیم نبی پاکؐ نے دی ہے اور تعریف اور شے ہے کیونکہ کہا گیا ہے کہ الحمد للہ کہو. چاہیے کہ امورِ باطنی میں سے کسی امر کے ارتکاب کے وقت خشوع کی حقیقت سے، جو فنا ہے، غافل نہ ہو. یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے، دیتا ہے. طریقہ احسنیہ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت نفس کو قلب سے جدا کرنا ہے اگر یہ نہیں ہے، تو نفس قلب سے جدا نہیں۔ اور وہ کام میں اپنا حصہ وصول کرے گا. تمہارا رب تمہیں ہدایت دے گا۔

مکتوب : ۴۰

میاں محمدؒ اشرفؒ کے نام

بزرگ ترین بھائی پیٹ کی بھوک[1]، بدن کی عریانی اور مکر کی تیرگی سے سیراب ہو کر اپنے متعلقین بلکہ تمام مسلمانوں کو کھانا کھلانے، تن ڈھانکنے، اور پانی پلانے سے دریغ نہیں کرتے۔ عزیز مکملؒ کے بارے میں آپ کا شکایت آمیز رقعہ ملا جس میں لکھا تھا کہ آں عزیز کھانا کم کھاتا اور لباس وغیرہ مختصر پہنتا ہے۔ حیرت ہوئی کہ آپ جیسے دانا اور محرم نے کھانے اور کپڑے کی کمی کے بارے میں لکھا ہے، گویا لباس پہننا اور سیر ہو کر کھانا ہی اُس مخلص کو پسند ہے۔ اے عقل مند! ایسی باتوں سے چمٹا نہیں کرتے، والسلام.

---

[1] حاشیہ: جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اپنے پیٹوں کو بھوکا رکھو، اپنے بدنوں کو ڈھانپو، اور اپنے بزرگوں کی اطاعت کرو، جو اپنے رب کی عاجزی سے اطاعت کرتے ہیں۔

مکتوب : ۴۱

میاں محمد مکمل ؒ کے نام۔ تخلیقِ نور کی اولیت کی تحقیق اور رُوحِ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں۔

اے برخوردار! ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اپنے نُور اور رُوح کی تخلیق میں تمام پیغمبروں پر مقدم ہیں، اس لیے اِن تمام مراتب میں بھی وہ ان کے سردار ہیں۔ اور چونکہ پیروکار کا ہر کام خواہ وہ وجُودی ہو یا فعلی، اپنے سردار کی طرف رجُوع کرتا ہے، اور خواہ وہ رجُوع جلی ہو جس کا تعلق فعلِ اختیاری سے ہے، خواہ رجُوع خفی سے، جس کا تعلق فعلِ اضطراری سے ہے۔ اس لیے اگرچہ عالمِ ارواح کو تکلیفِ شرعی کا مرتبہ حاصل نہیں، لیکن تعلیم حاصل کرنے کے لیے، جس کی اس مرتبہ میں ضرُورت ہے، اسے معلّم کی ضرورت ہے اور اس مرتبہ میں معلّم ہی ان کا سردار ہے اور وہ روحِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ نبی کے معنی خبر دینے والے کے ہیں۔ اور معلّم بھی خبر دینے والا ہوتا ہے چونکہ عالمِ ارواح میں اس کا مطلب درست ہے، عالمِ اجسام میں جو نبی بھی ظاہر ہوا، وہ اُن کے ظہُور کا پیش رَو ہے اور تمام تعلیم کا منشا اُن کی حقیقت ہے۔ مصائب کے وقت صبر و قناعت ضرُوری ہے اور عین وصل کی حالت میں مصائب آتے ہیں۔ اس لیے ان دونوں کا ایک وقت میں جمع ہو جانا درست ہے۔ والسّلام۔

مکتوب : ۴۲ (الف) سوال

میاں محمد مکمل ؒ کی طرف سے سوال

خاکِ پا مکمل، فیضِ مآب کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ افعالِ عزیمت پر استقامت کی اور افعالِ رُخصت سے پرہیز کی تعلیم ضرُوری ہے۔ اسی طرح

ایفائے وعدہ کی تعلیم، جو بندے اور اللہ کے درمیان، جو اس عاجز سے وقوع میں آئے۔ نقوشِ ملامت کی تعلیم سے دِل کی تختی پر ان کا نقش جاگزیں نہیں ہوتا اور ملامت سے غم میں اضافہ نہیں ہوتا۔ حفظِ اوقات کی تعلیم بزرگوں کا قول ہے۔ بہترین عمل حال کی حفاظت کرنا ہے۔ اس کے ساتھ ہی حقوق کی ادائیگی بھی ہے، جیسے والدین کی خدمت (اللہ تعالےٰ انہیں سلامت رکھے) کم کھانے، کم بولنے اور کم سونے کی تعلیم کس طرح میسّر ہو اور اس کے اعلےٰ نتائج کی ترغیب دینے اور ان کی زیادتی پر ڈرانے کی تعلیم کس طرح ہو، اوقات کو معیشت میں کس طرح صرف کرے۔ اور اگر اس ضمن میں کوئی پریشانی آجائے، تو اس کا کیا علاج کرے؟ مُبتدی اور متوسّط کی تعلیم کے لیے گوشہ نشینی بہتر ہے یا محفل کی رسم و رہ سے آگاہی بھی لوگوں کے لیے بید کے بغیر بھی اعتناب کی تعلیم مناسب ہے، یا نہیں؟

مکتُوب: ۴۲ (ب) جواب

میاں محمّد مکمّلؒ کی طرف جواب

عزیزِ من! اللہ تعالےٰ سے ہمیشہ آگاہ رہنا، اور نفس کا فنا ہونا، جو پہلی جڑ ہے، دو وجُوہ سے تعلّق رکھتا ہے۔ ؎

بے فنائے کُلّ و بے جذبِ قوی کے حریمِ وصل را محرم شوی

(ترجمہ) مکمل طور پر فنا ہونے اور جذبۂ قوی کے بغیر تو حریمِ وصل سے کس طرح واقف ہو سکتا ہے؟

عزیمت یہ ہے کہ صرف انتہائی ضرُورت کے وقت کسب (کمانے) سے تعلّق پیدا کرے، جیسا کہ اللہ سبحانہٗ نے فرمایا ہے۔ "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللّٰهِ" (یہ وہ لوگ ہیں جنہیں خرید و فروخت، اللہ کے ذکر سے غافل

نہیں کرتی) اور اگر ایسی مشکل پیش آجائے، تو اس مشکل کو بھی اللہ کے ظہورات میں سے ایک ظہور سمجھے، اور اسے دُور کرنے میں اللہ تعالےٰ ہی سے مدد مانگے. اگر مُبتدی ہو یا متوسّط، تو پیر کی صحبت کے سوا تنہائی بہتر ہے. اس شخص کا احتساب زبان سے یا حق تعالےٰ کی درگاہ میں دُعا سے کرنا چاہیے.

سوال۔ جس وقت سالک کو عوارض کی وجہ سے یا عوارض کے بغیر قبض ہو جائے، اور حقِ سُبحانہٗ سے جو پُرانا تعلق تھا، زوال پذیر ہو جائے، تو اس کا کیا علاج؟

فائدہ : آپ کے دونوں خطوط مل گئے ہیں. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جواب. اس کا علاج اللہ تعالےٰ کی طرف رجُوع ہے، ندامت کے طریقے سے، اور اس بات کی تحقیق سے، جسے تو نہیں سمجھتا، الگ رہنا رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، جب میرے دل پر کسی جذبہ کا غلبہ ہوتا ہے، تو میں سو بار اور دوسری روایت کے مطابق ستر بار استغفار کرتا ہوں.

سوال۔ اللہ کے نام پر کوئی شے، کمالِ صنعت سے اللہ کی بنائی ہوئی شے محرُوم کے پاس اللہ کی خاطر ایک کاسہ ہے. کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرتؐ کو اپنے ذاتی وصفاتی کمالات کے اظہار کے لیے پیدا کیا، اور محض اپنی کمال مہربانی سے نوازا. اگر کوئی ازل سے محرُوم ہے، تو اس کا کوئی علاج نہیں. اور یہ اس کی مرضی ہے۔ اللہ تعالےٰ تمہیں دونوں جہانوں میں اس کی اچھی جزا دے.

جواب۔ وہ محرُوم نہیں، اللہ تعالےٰ کا حکم یہی ہے، کیونکہ اس کے نزدیک ہر شے کی مقدار عالمِ غیب میں مقرر ہے. اللہ تعالےٰ کی تقدیر پر ہر حالت میں شاکر وصابر رہنا چاہیے اور اس اثنا میں جو کچھ اور جتنا کچھ مل جائے، اس پر شکر کرنا چاہیے اور جو کچھ مستقبل میں پیش آنے والا ہے، اس پر بھی صبر کرنا چاہیے اور شک کرنا ابلیس کی طرف سے وسوسہ اندازی ہے. اللہ تعالےٰ تمہیں معاف کرے. صحبت یافتہ

فقیر دل جمعی سے اپنے کمال وتکمیل کے کام میں مشغول رہتے ہیں، اور اس طرف دھیان نہیں کرتے. والسّلام

مکتوب : ۴۳

میاں محمّد اشرفؒ کے نام طلب عتاب کے بارے میں سوال.

آنان[1] کہ خاک را بنظر کیمیا کنند آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

(ترجمہ کیا ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ جو ایک نظر سے خاک کو اکسیر بنا دیتے ہیں، ہماری طرف بھی ایک نظر کریں.)

یک نظر فرما کہ مُستثنیٰ شوم زبنائے جنس سگ کہ شُد منظور نجم الدینؒ، سگاں را سر دراست

(ترجمہ) مجھ پر ایک نظر ڈالئے تاکہ میں ابنائے جنس سے مُستثنیٰ ہو جاؤں وہ کُتا جو نجم الدینؒ کو پسند آگیا، کُتوں کا سردار بن گیا۔

خاک شَو خاک، تا بر دید گُل کہ بجُز خاک نیست مظہرِ کُل

ترجمہ. مٹی ہو جا مٹی، تاکہ پھُول اُگیں، سوائے مٹی کے مظہرِ کُل کہیں اور نہیں.

حق تعالےٰ آں عزیز کے باطن کی خرابی کو اور زیادہ کرے، تاکہ اس میں جو گزشتہ آبادی ومعمُوری تھی، وہ ختم ہو جائے. اور اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے، تاکہ وہ بقا کے مظہر کے لائق ہو جائے. میرے عزیز! مٹّی چونکہ مٹّی ہے، اس لیے مخلُوقات میں سب سے افضل واعلےٰ ہے. جب یہ کیمیا ہو گئی، تو حقیقت بدل گئی، اس نے شرف حاصل

---

[1] سائل، صاحب نظر سے رحمت کی نظر چاہتا ہے تاکہ اس مرتبہ کو پہنچ جائے کہ خاک کو کیمیا بنا سکے نہ کہ اپنے آپ کو کہ خاکی ہونے کی وجہ سے جو آخری مکمل مرتبے پر ہے، سونے میں بدلنے کی آرزو کرے۔

کر لیا اور فضیلت چمک اٹھی۔

اور مٹی سے یہ عام مٹی قیاس نہ کیجئے۔ بلکہ اس سے مراد معروف قابلیت ہے، جو نورِ اوّل کے مرتبہ میں تمام لاانتہا قابلیتوں کی سرتاج ہے۔ اور اس سردار اور صفتِ انسانیت رکھنے والے تمام تابعینِ برگزیدہ کا خاصّہ اور واجب الوجود کی صفات کا جامع مظہر ہے۔ اور مٹی ہونے سے مراد اصل سے مل جانا ہے اور وہ پیوستگی کی دلیل کے بغیر خود بخود اصل سے قطعِ نسبت اور اضافے رکھنا تھا۔ اور اب اللہ تعالےٰ کی صفاتِ ذاتی کے کمالات کے ظہور سے نسبت رکھنا، محبوبی طریقہ پر چلنا ہے۔ جب ایسا ہو گیا تو پھر مکمل فنا[1] حاصل ہو گئی۔ ایسی حالت میں مستثنیٰ کون اور اِستثنا کس کے لیے ہے؟ عزیزِ من! اگرچہ یہ دو اشعار بظاہر کمال کو ظاہر کرتے ہیں، لیکن جو مطلب اوپر بیان کیا گیا ہے، اس کو دیکھئے۔ تو معلوم ہو گا۔ کہ معاملہ برعکس ہے اور کامل کو اس جنگ طلبی سے بچنا ضروری ہے۔ حق تعالےٰ اس کی حقیقت سے باخبر کرے اور حسد کو نکال دے۔

کہاں تک لکھوں کہ کاغذ چھوٹا ہے اور قلم کا فیض بے انتہا۔ والسلام والاکرام بہتر یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو نمازِ جمعہ شہر کی مسجد میں ادا کریں۔ اور اگر آپ کے قصبہ کی مسجد گنجائش رکھتی ہے، تو قاضی کی اجازت سے شہر کی شرط پوری ہو

---

[1] اعلیٰ درجہ کی فنا حاصل ہونا استثناء ہے حضرت سلیمان رضؑ نے کہا (رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ) ترجمہ (اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما، جو میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہو تو ہی بہت بڑا عطا کرنے والا ہے) اور یہ استثناء شرک و نفاق و بدعت کے شرکا سے ہے اور ظاہری اور باطنی کر خفی (پوشیدہ) بلکہ اخفیٰ (پوشیدہ تریں) ہے۔

جاتی ہے۔

مکتوب : ۴۴

میاں اللہ دادؒ کے نام، جنہیں پیراہن، چادر اور مسواک دی گئی اور جنہوں نے حضرت جیو کے خادموں کے لیے ٹوپیاں بھجوائیں۔

اللہ تعالےٰ نے میاں اللہ دادؒ کو جو فطرتاً نیک اور پرہیزگار ہیں، پرانے پیراہن کی جگہ جو رسمی پرہیزگاری کا نشان ہے - اور ظاہری صورت سے ہٹا کر جو فیض پہچانے کا عام طریقہ ہے ایک ایسی نئی نورانی قمیض عطا کرے، جو تنہائی و دانائی کی حقیقت سے بُنی ہوئی ہو اور صرف خاص الخاص اولیا ہی اس قابل ہیں کہ انہیں نوازا جائے۔ اور ابتدائی مراحل سے ترقی دی جائے، اور انہیں چادرِ عصمت عطا کرکے اور استغفار کی مسواک سے سرفراز کرکے حقیقتِ کلمہ کا زرومال بخشے، کیونکہ نفس اسی کی برکت سے مطیع ہے، اور کثرت کی اجناس کی بجائے اسے وحدت کی نقدی سے مالا مال کرے، اور دو ٹوپیوں سے یعنی، 'محبی' اور 'محبوبی' کے کمالات سے آراستہ و پیراستہ کرکے معزز و مکرّم ٹھہرائے اور لفظ و معنی سے ترقی دے کر مطلوبِ حقیقی کے حضور میں، جو بے کم و کیف ہے اور چھ جہات اور انعام کے ثمرے سے دُور ہے، ہمیشہ کامل امداد سے اُن کے باطن کو اپنی توجّہ سے حاضر رکھے اور کائنات کے ہر ذرّے کو دل کی نظر سے اللہ تعالےٰ کی ذاتی صفات کی قابلیتوں کے ایسے مظاہر بنائے، جو ابھی ظاہر نہیں ہوئے، اور اصلی بشریت تک ہر شے بے حجاب ہو جائے اور کامل فنا حاصل ہو جائے حتّٰی کہ نہ تو کوئی نام رہے نہ نشان، جو کچھ دکھائے، خدا خود دکھائے اور جو کچھ بتائے وہ خود بتائے اور اس قدر توجّہ دی جائے کہ توجّہ کرنے والا اور توجّہ لینے والا ایک ہی رنگ میں رنگے جائیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ترقی ملے اور

اصلی نشیر نبی اور پوشیدہ نجات مل جائے۔ اس کے بارے میں لکھا جانا چاہیے اور سالکِ منزل تفصیل سے اجمال کی طرف مضبوط ہوتا ہے۔

عزیزِ من! اہلِ غفلت کی صحبت سے بچنا چاہیے، بالخصوص ایسے شخص سے، جو اس طریقۂ کار کا انکار کرے۔ ایسے شخص کو دشمن سمجھنا چاہیے، اگرچہ بظاہر وہ تمہارے ساتھ دوستی میں شکّر کی طرح ہو، لیکن حقیقت میں وہ زہرِ قاتل ہوگا اور آخری بات کے متعلق جو تمہارے رخصت ہونے سے پہلے تمہیں کہی گئی تھی، پوری پوری کوشش کریں تاکہ ہمیشگی کا مُلک ظاہر ہو اور اس کا نتیجہ برآمد ہو۔

اور یہ عجیب بات ہے کہ عزیز نے اطلاع کا جو پرچہ بھجوایا ہے اس میں جسمانی مرض کا تو ذکر کیا گیا ہے، لیکن باطنی صحت اور کیفیتِ پوشیدہ کا، جو آپ سے مطلوب تھی، کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ میرے عزیز! ابھی بہت کام باقی ہے۔ آپ کمرِ ہمت باندھ کر رات دن مراقبہ میں گزاریں اور لوگوں کی تعریف سے دھوکہ نہ کھائیں اور کسی مصیبت میں نہ پڑ جائیں۔ اور تم جو ایک فقیر ہو، تم سے فقیری کام کے سوا کسی امیری کام کی ضرورت نہیں۔ جس جگہ بھی رہو، اپنے طریقے کے آدمیوں کے ساتھ رہو۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی صحبت نُور بخش بھی ہے اور نُورانی بھی۔ رہیں کسی جگہ، مطلب کام سے ہے۔ اگر کہیں یاد کا موقع مل جائے، تو دعائے مشفقانہ میں یاد رکھیں، اور دو سادہ سی باتیں اپنے ہاتھ سے لکھ کر یا کسی عزیز سے لکھوا کر حقیقتِ حال سے آگاہ کرتے رہیں۔ تم جہاں بھی رہو، اللہ تمہارے ساتھ ہو۔ والسلام علیٰ من اتّبع الھدیٰ (سلامتی ہے اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی)

مکتُوب: ۴۵

اسفند یارؒ کے نام لکھا گیا۔

اے کعبۂ مراد کے طالب، اے سعادت کے پُرخطر راہ کے راہی، اے میرے عزیز۔ جس اندیشہ نے بیس سال سے پرورش پائی ہو۔ اور ابھی تک اس کی جگہ خیال نے نہ لی ہو، وہ اچانک اپنے وطنِ مالوف کو کس طرح چھوڑ سکتا ہے البتہ اتنا ہے، کہ چونکہ ذکر کے نُور کو پکڑ لیا گیا ہے، امید ہے کہ اگر ریاضت اور مجاہدے کو جاری رکھا گیا، تو تمام خطرات دُور ہو جائیں گے۔ اور اس راہ میں گھڑی روز، ماہ، سال کو کوئی حیثیت نہیں دینی چاہیے، بلکہ ہمّت بلند رکھنی چاہیے اور ساری زندگی کو مقصدِ حقیقی کی طرف ایک گھڑی سمجھ کر مراقبہ و مجاہدہ کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ اگر ہزار سال کی کاوش کے بعد بھی اصل مقصد حاصل ہو جائے، تو عتاب کی نسبت غنیمت ہے، یوں سمجھو کہ ایک گھڑی میں کعبۂ مقصود تک پہنچ گئے۔ ذرا اولیا اللہ کی حکایات کے حالات پر نظر دوڑائیے، تو پتہ چلے گا کہ اس میں بیسیوں برس بلکہ عمریں گزر گئیں۔ بے شک پراگندہ خیالات، ہجوم کریں، کمربستہ رہنا چاہیے اور خوف نہیں کھانا چاہیے، کیونکہ اللہ کے فضل سے حق کے لیے ایک گھڑی بھی ضائع نہیں جاتی، بلکہ فائدہ بخشتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ذاتی نام کے نقش کی طرف پُوری ہمت سے توجہ دینی چاہیے اور نفی و اثبات میں لگے رہنا چاہیئے تاکہ پراگندہ خیالات کا خس و خاشاک، جل کر خاک ہو جائے۔ اولیا اللہ کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ بس ایک پَل میں کعبۂ مقصود سے واقف کرا دیں اور اصل منزلِ مقصود تک پہنچا دیں، لیکن چونکہ مخلوقات میں سے افضل ترین انسان کے متعلق بھی اللہ تعالےٰ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ منزل تک بتدریج پہنچایا گیا ہے، اس لیے اولیا اللہ کے گروہ کو بھی کہ نبی پاکؐ کے پیروکار ہیں، مشقت و محنت میں ڈالا گیا ہے اور یہ مشقت جو دشمن کو دُور کرنے میں صرف کی جاتی ہے، درحقیقت عاشقوں کے لیے راحت و لذت ہے، تم پر، جسے حُکم دیا گیا ہے۔ اور تمہاری اولاد پر سلام اور

marfat.com

اگر خدا توفیق دے، تو بہتر یہ ہے کہ تہجّد کی نماز کے بعد حضرت جی کا درُود اِلحاح وزاری سے پڑھیں. اگر اس وقت موقع نہ ملے، تو اِشراق کے بعد یا کسی اور وقت پڑھ لیا کریں.

مکتُوب: ۴۶

میاں محمّد صادقؒ کے نام لکھا گیا۔

اے ہمارے اللہ! ہمیں سچّا ایمان اور یقیں عطا فرما کہ اس کے بعد کُفر نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ ایمان و یقین سے بہرہ ور کرے، تاکہ اس کے بعد کُفر نہ ہو. پس ہر یقیں جو اس کی قید میں متعیّن ہے اور کمال تک نہیں پہنچا، اس کا انجام کُفر ہے. اس سے آگے کی طرف ترقّی کرنے کی کوشش کی جانی چاہیئے - جس یقیں کی تلقین کی گئی ہے اس پر پورا یقیں ہے، کیونکہ رسُولِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں اس کی خبر دی ہے۔ الغرض جو مرتبۂ یقین میں مقیّد ہو جاتا ہے، اور یقین کی قید میں ہے، اس کی نفی کرنے میں دریغ نہ کریں اور اُسے کاٹنے میں غم نہ کھائیں. حتیٰ کہ غیر مقیّد اور غیر مُدرک کے مُتعیّن ہونے کا یقین ہو جائے۔ الغرض چونکہ تمہیں یہ امتیاز دیا گیا ہے، اس لیے اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لاؤ. اور ترقیّات کے امیدوار رہو اور اس حمد کی حقیقت، اگر اس کے لائق نہیں، تو اس کی نفی کرنے میں سخت محنت سے کام لو، حتیٰ کہ "حق آگیا اور باطل مٹ گیا"، کے مرتبہ پر پہنچ جاؤ۔

والسلام والاکرام۔

مکتُوب: ۴۷

میاں محمّد قاسم ساکن سیام کے نام لکھا گیا۔

marfat.com

بوا ہوس گر لافِ عشقت می زند، باور مکن، اے سرت گردم، محبت را نشانِ دیگر است

(ترجمہ) اگر بوا ہوس تمہارے عشق کا دعوےٰ کرے، تو یقین نہ کرنا۔ میں تم پر قربان جاؤں، محبت کی علامت کچھ اور ہی ہوتی ہے۔

دنیا کا طریق کار عجب ہے، مثلاً لوگوں نے سُنا ہے کہ حضرت ابراہیم ادہم کتنے صاحبِ کمال تھے، اور اُن کا شیشۂ دل ہوس کے زنگ سے کس قدر پاک تھا۔ لوگوں کو ان کے درجے کی کتنی ہوس ہے، لیکن اُن کی طرح تعلقات کو ترک کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ حق کے ماسوا دوسرے تعلقات میں گرفتار ہونے کے باوجود ان درجات کے خواہش مند ہیں، جو صرف ماسوا کی نفی کرنے ہی سے مل سکتے ہیں۔ بے شک جو محبت وہم کی وجہ سے ہوتی ہے، وہ وہم کی قوت رکھتی ہے، اور قوتِ وہمی کو تعلقات پر رتی بھر غلبہ میسّر نہیں۔

میرے عزیز! آپ نے اپنے مراسلے میں جو اس ہیچ مداں، گمراہ و جاہل کے بارے میں تعریف کی ہے، میں اس کے قابل نہیں بخدا ہرگز قابل نہیں، ہرگز نہیں۔ کچھ نہ جاننے کے باوجود عقیدت مند اور ملنے والا سوائے سچا جاننے کے اور کچھ نہیں چاہتا، کیونکہ اس نے حق کی طلب کی ہوتی ہے، اور اپنے آپ کو آناً فاناً راہِ حق میں پاکر حالتِ قبض کو اپنی استعداد کی قابلیت سمجھ لیتا ہے۔ اور بسط کو مُرشد کی توجّہ کے نُور سے تعبیر کرتا ہے، لیکن حکم کے مطابق ریاضت و مجاہدہ کی بدولت جسے خُوب کیا گیا ہو۔ اگر میرے نصیب میں مُرشد کی زندگی میں کچھ میسّر ہو، تو بہت بہتر، ورنہ بظاہر عبادت گزار ہوں اور ممکن ہے طالبوں اور مجاہدوں کے گروہ میں شمار کر لیا جاؤں۔ اور اگر کوئی اتنا باہمت ہو، تو اس سے بہتر کیا ہے، کہ اس کے باطن کی زمین شفقت و مرحمت کے پانی سے تازہ و سیراب رکھی جائے اور وہ امانت جو عزیزوں کی طرف سے پہنچی ہے، اسے پہنچا دی جائے۔

marfat.com

عزیزِ من۔ اس معاملے میں بہت کوشش کی گئی، لیکن چونکہ اکثر اس کے اہل نہیں تھے، اس لیے چھوڑ دیے گئے۔ آپ کو اور آپ کے ہم نشینوں کو سلام۔

مکتوب : ۴۸

اپنے بھائی حافظ عیسیٰؒ کے نام۔

میرے بھائی حافظ عیسیٰؒ، عرفانِ حقیقی سے بہرہ ور ہوں۔ تحریر کیا گیا تھا کہ حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ "میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ میں نے چاہا۔ کہ میں پہچانا جاؤں، اس لئے میں نے خلق کو پیدا کیا، تاکہ وہ پہچانے" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالےٰ کی پہچان ہے۔ اس لیے یہ بات اس شخص کے حق میں بلاشبہ صادق آتی ہے جسے معرفت نصیب ہوگئی ہو، کسی دوسرے کے حق میں کس طرح ہو سکتی ہے۔ میرے سعادت اطوار بھائی معرفت کے دو درجے ہیں، معرفتِ اختیاری اور معرفتِ اضطراری۔ دنیا کی ہر مخلوق کو اس کی پیدائش ہی سے ودیعت کی گئی ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ "جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اللہ کی تسبیح کرتی ہے" اسی مفہوم کو ظاہر کرتی ہے۔ معرفتِ اختیاری کے دو درجے ہیں، ایک معرفتِ عام اور دوسری معرفتِ خاص۔ معرفتِ عام دنیا کے تمام ذی عقل انسانوں کو ملی ہوئی ہے اور اس میں کفار بھی شامل ہیں، اگرچہ وہ انبیا کی طرف مائل نہیں ہوتے اور ان کی تعلیمات کو انہوں نے قبول نہیں کیا۔ چنانچہ آیت کریمہ "کہو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو، تو میری اطاعت کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا" سے واضح ہے لیکن چونکہ خلقت کی تخلیق کا مقصد اللہ پاک کی معرفت ہے، اس لیے اس کے قبول

ہونے یا نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ معرفتِ خاص کے مزید دو درجے ہیں:
ایک معرفتِ خاص دوسری معرفتِ اخص معرفتِ خاص، توحید، ذات وصفات
اور تمام احکام شریعت کو قبول کرنا، (اس طرح کہ اُن میں کوئی شک وشبہ نہ ہو،)
احکام کو ماننا اور نواہی سے بچنا ہے، خواہ پوری طرح ممکن ہو یا نہ ہو۔ یہ معرفتِ عام
ایمان لانے والوں کے نصیب میں ہے اور معرفتِ اخص اس شخص کے نصیب
میں ہے، جسے شریعت کے تمام احکام کی پیروی کے طفیل، عمل اور پرہیز کی قوت
بخشی گئی ہے اور ایسے لوگ خاص ہوتے ہیں۔ وہ انبیا علیہم السلام اور اولیائے کرام
کہلاتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے، اور اللہ بڑا فضل
کرنے والا ہے۔

مکتوب: ۴۹

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

اے سعادت شعار! وہ جو لکھا گیا تھا کہ جس وقت رُوح سارے جسم
پر محیط ہوتی ہے، اس وقت جو افعال وہ بدن کے متعلق کرتی ہے، ان کی وجہ کیا
ہے؟ اُس کا جواب یہ ہے کہ ہر فعل جو کسی صورت میں واقع ہوتا ہے، خواہ وہ حرکت
ہو یا سکون، چلنا ہو یا ٹھہرنا، چونکہ مظاہر دیکھنے میں اس کا تعلق بدن سے ہوتا ہے،
اور روح کا معاملہ، اگرچہ وہ بہت عالی ہے، لیکن مخفی ہے، اس لیے ان حالات میں
افعال کے بدن کے متعلق ہونے کے سوا، کوئی چارہ نہیں اور چونکہ جسم کے متعلق
تمام افعال کا واقع ہونا رُوح کی وجہ سے ہے، اس لیے سُلوک کے بعد جب جسم پر
معنی کا اظہار ہوتا ہے، تو اس کی نسبت رُوح سے ہوتی ہے، بلکہ جب اسے ترقی ملتی
ہے، تو افعال کی نسبت رُوح سے ختم ہو کر فاعلِ حقیقی یعنی اللہ تعالےٰ سے ہو جاتی ہے۔
اور روح ہیچوں نہیں، بلکہ ہیچوں نما ہے، اور مجہول الکیف ہے۔ اس لیے اس میں

فی الحقیقت "کیفیت وچوں" ہے، لہٰذا حقیقی ہیچوں کے درمیان، جو معدوم الکیف ہے، اور 'ہیچوں نما' کے درمیان، جو مجہول الکیف ہے، فرق ظاہر ہے، کیونکہ جس میں 'چوں' ہے خواہ وہ مجہول ہی کیوں نہ ہو، پابندی کے مرتبے میں ہے۔ اور جو شے پابند ہے، وہ حادث اور محتاج ہے، اور آیت کریمہ " جن لوگوں نے کفر کیا، وہ طاغوت کے دوست ہیں، انہیں نور سے نکال کر اندھیرے کی طرف لے جاتے ہیں"، میں کفّار کے اخراج کی نسبت، طاغوت کے اندھیرے کی طرف ایسی ہی ہے جیسی کہ فعل کی نسبت سبب سے ہے چونکہ طاغوت ہی کفّار کے اندھیروں کا سبب بنا ہے اس لیے فعل کی نسبت طاغوت کی طرف کی گئی ہے۔ فی الحقیقت کفّار کے اخراج کی نسبت، اللہ تعالےٰ کی صفتِ قہر کے نور سے ہے، کیونکہ طاغوت اس کا سبب بنا ہے، اور چونکہ معرفتِ عام جو کفّار کو حاصل ہے، صفتِ قہر کے ظہور کی وجہ سے ہے، اس لیے کفّار مجبوراً ولایتِ حق سے محروم ہیں۔ کیونکہ ولایتِ حق خاص اہلِ معرفت کا حصّہ ہے، جو صفاتِ لطیفہ کا مظہر ہے۔ قہر کے مظاہر کو ولایتِ حق سے کیا کام؟ قہر کی صفات کا ظہور، مظہر پر ظہور کا تقاضا ہے، نہ کہ ولایتِ حق کا تقاضا۔ ولایتِ حق صفاتِ لطیفہ کے ظہور کی بدولت ہے۔ کفّار کے حصّے میں ولایتِ حقیقی میں سے کچھ نہیں، بلکہ ان کے حصّے میں ولایتِ طاغوت ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں آیا ہے۔

مکتوب: ۵۰

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

فقیر انہ سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ سالک کے کام کی ابتدا اللہ تعالےٰ کے ذکر سے لذّت پانے سے ہے، اور اس کے کام کی انتہا اس کا مشاہدہ ہے۔

اور یہ ابتدا (بدائت) وانتہا (نہایت) صوفیائے وجودیہ کی اصلاحات ہیں۔
ہدایتِ کار، ولایتِ اخص میں، جو ملاءِ اعلیٰ کی ولایت ہے، مطلوب و مذکور کی طلبِ نایافت ہے۔ اور نہایتِ کار حصولِ نایافت ہے۔ اگر سالک اس سے ترقی کر جائے، تو اس کی ہدایت علمِ حضوری سے ہے اور اس کی نہایت حضور در حضور میں ہے۔ اور حضورِ علمی اس مرتبہ کا وسط ہے۔ اور یہ تینوں آخری مرتبے ولایتِ خاص الخواص میں حاصل ہوتے ہیں، بحیثیت ہدایت، وسط، اور نہایت کے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ ولایت کے ان تینوں مرتبوں کی تحقیق، جن کا یہاں ذکر ہوا، پیرِ دستگیر حضرت بنوریؒ کی تحقیق و اصطلاح کے مطابق ہیں اور اس مختصر کی تفصیل بھی ہے، جس کے لیے طویل شرح درکار ہے۔
اور ولایتِ خاصّہ، ولایتِ اخص اور ولایتِ خاص الخواص میں فرق یہ ہے کہ ولایتِ خاصّہ میں مطلوبہ یافت موجود ہے، ولایتِ اخص میں یافت مفقود و غیر معدوم اور ولایتِ خاص الخواص میں "حقیقتِ نایافت" موجود ہے اور نفسِ یافت معدوم، اور حقِ نہایت اس مقام پر متحقق و ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ ولایتِ خاصّہ کے مرتبے کی یافت، جو علم کا پل ہے، حجابِ اکبر ہے، کہ سالک شہود کی لذات کے گرداب میں پھنس کر حقیقتِ مطلوبہ سے حجاب میں ہوتا ہے اور جب اس مرتبہ سے ترقی پا جاتا ہے، تو حجاب اٹھ جاتا ہے، اور اگر تو غور کرے، تو معلوم ہوگا کہ نایافتِ مطلوب بھی، جو مرتبۂ اخص میں مطلوب ہے، علم ہے، جو حقیقتِ نایافت کے مرتبے کا حجاب ہے۔ اور سالک نایافت کی لذت میں ترقی سے دور ہے (حجاب میں ہے) اور چونکہ ان دونوں مرتبوں میں علمِ حصولی ہے، اس لیے مجبوراً مرتبۂ علمِ حضوری کے لیے حجاب ہے اور ان دو مرتبوں کے بعد، مرتبۂ خاص الخواص ہے۔ چونکہ اس مرتبے کا اہل، علمِ حضوری سے بہرہ ور ہے، اس لیے وہ حجاب

سے منزّہ اور دُور ہے۔ چنانچہ اس آخری مرتبہ میں، جب حقیقتُ ایمان بالغیب پر پہنچ جاتی ہے اور ہر مومن کے علم کی ابتدا ہی 'ایمان بالغیب' سے ہے، تو گویا عین انتہا میں اس مناسبت سے رجُوع 'ایمان بالغیب' کی طرف ہوتا ہے جیسا کہ عام مومن پر ظاہر ہوا ہو۔ نیز یہ ابتدا کی طرف رجُوع (رجوع الی البدایت) ہے۔ یعنی ابتدا میں تعلقاتِ دنیا کی چاشنی تھی۔ درمیان (وسط) میں یہ تعلقِ چاشنی بھی ٹوٹ گیا اور سوائے اللہ تعالےٰ کے ہر شے فراموش ہوگئی اس کے بعد نہایت کو پہنچ کر مذکورہ تعلق پھر تازہ ہوگیا۔ اس تعلّق کا بیان مرتبۂ عالی میں ہے۔ چنانچہ اگر معرفت و توحید سے مراد تصوّف کی معرفت و توحید ہے، جو ولایتِ خاص کی خصوصیّت ہے، تو انبیا علیہ السلام کا دامن اس قسم کی معرفت کی گرد سے پاک ہے، کیونکہ صُوفیا کی معرفت و توحید کی دُنیا خیال و وہم ہے۔ اس عالی شان جماعت کے مرتبۂ ولایت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں، کیونکہ یہ وہم و خیال کی تراش ہے کہ مغلوب الحال ناظر، اشیا کو اس حال میں معدُوم سمجھتا ہے۔ ہم اس موجودیت کے عالم میں اسے معدُوم نہیں سمجھتے، لیکن اللہ تعالےٰ کی قدرت سے اس امرِ موجُود کے معدُوم ہو جانے کو محال نہیں سمجھتے۔ چنانچہ کمال کی بدولت انبیاء علیہم السّلام کو "حضُور در حضُور" کا وہ مرتبہ میسّر ہے، کہ ان کے کمالات بھی اللہ تعالےٰ کے کمالات کی طرح لا انتہا ہیں، ان کی ترقّی سے مراد ہر لحظہ اور ہر آن نئے نئے انعامات کا ظہُور ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر لحظہ اور ہمیشہ ترقّیِ درجات حاصل ہے۔ اور یہ ترقّی نہ شہُود کی حضُوری سے ہے اور نہ تنزیہ تک تشبیہ کی بدولت، بلکہ یہ ایسی ترقی ہے، جو ہر ایک کے بیان سے باہر ہے۔ اس ترقّی کی حقیقت کو اس کا اہل ہی جانتا ہے۔ دوسرا اس سے کیا سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ "ظلم اور جہالت" جو ولایتِ خاصّہ کا حصّہ ہے، اور شے ہے اور اخص اور خاص الخواص کے مرتبے میں

وہ اور ہے۔ ہر ایک اپنے سے نیچے کی تعریف کرتا ہے اور اپنے سے اوپر کی مذمّت۔ یہ باتیں تنگیٔ کاغذ کی وجہ سے محض اشارات ہیں۔ پس اے سالکِ راہ! جن مرتبوں کو میں نے بیان کیا ہے، انہیں جان لے! ذِکر کی تعلیم کا حصُول زندگی میں، خواہ روحانی تربیت سے ہو، یا جسمانی تربیت سے، اکثر کیلئے مراتب کی تکمیل کیلئے کامل مرشد کی تعلیم کے ذریعے ضروری ہے۔ بلکہ اس کی موت کے بعد بھی خواہ یہ روحانی تعلیم ہو یا اس کی زندگی میں ہی جسمانی تعلیم اور اللہ سبحانہٗ قادرِ مطلق ہے کہ وہ اس کے برعکس ظاہر کر دے۔ لیکن زیادہ تر یہی طریقہ ہے۔ جس کا ذکر کیا گیا پس سمجھ لینا چاہیے کہ ابتدا میں طلب ہوتی ہے۔ درمیان میں دَرد اور انتہا میں عشق۔ اور اس انتہا کو حقیقی انتہا نہ سمجھا جائے، کیونکہ انتہائے حقیقی سے عشق قاصر ہے۔ وہاں معاملہ عشقِ عالی و فاخر سے پرے ہے۔ چنانچہ جہاں تک عشق کا تعلق ہے وہ مرتبۂ حقیقی بہت بلند ہے۔ نیز اس اصطلاح سے، کہ "طالب فانی ہے اور مطلُوب رفیع الشان"، مراد اسکا مرتبۂ حقیقی ہے، جو اس مقام پر حقیقتِ نفس الامری کی حیثیت سے جلوہ گر ہوتا ہے۔ دیکھنے والے کو اس مقام پر اختیار نہیں رہتا کہ اس کے ثبوت کی نفی میں اختیار رکھتا ہو۔ ہاں اختیار اس وقت تک ہے، جب تک اس کی نسبت کا سبب وہم و خیال ہو، اور یہ مرتبہ بہت بلند ہے، کیونکہ یہی حقیقتِ نماز ہے۔ یہاں وسوسوں کا گزر نہیں ہوتا۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ جس پر مہربانی کرنا چاہے، اُسے نوازتا ہے۔

فائدہ: جو نُور، خیال کی گرفت میں آجائے، وہ مخلُوق ہے، قابلِ نفی ہے، یعنی ہر اس نُور کو جو حساب و تخیّل کے دائرے میں آجائے، اسے مخلُوق سمجھنا چاہیے۔ چنانچہ ہر لطیفہ کا نُور، جو عالمِ خیال میں شکل پذیر ہو کر سُرخ، زرد، سفید یا بنفشی دکھائی دے، وہ اس لطیفہ کے تزکیہ و صفا کی علامت ہے، یہ نہیں کہ سالک

marfat.com

اس رنگ کی طرف رغبت کرے اور اس کو اپنا معبود بنا لے. ہم اس سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اس طریقۂ احسنیہ کے سالک کا ارادہ، خواہ وہ مبتدی ہو، خواہ متوسط، یہ ہوتا ہے کہ اپنے ایمان میں اُس بے کیف حقیقی کی ذات کے سوا کسی کو جگہ نہ دے۔ اور جو کچھ محسوس ہو، اُسے قابلِ نفی سمجھے، خواہ وہ حسِ خیالی محسوس ہو یا حسِ ظاہری، جیسا کہ دیکھنے اور سننے کی حسیں ہیں۔ اور پھر یہاں سے عین مضغۂ دِل کی طرف توجّہ کے عالم میں ذاتِ بے کیف میں یقین رکھے اور مضغہ والفاظ کو مرتبۂ بے کیف کے حصُول کا وسیلہ سمجھے، اسی طرح اگر لطائف کا نُور شکل پذیر ہو، تو اسے وسیلہ ترقی سمجھنا چاہیئے، نہ کہ عین مقصود۔ اللہ اس سے وسیلۂ ترقی محفُوظ رکھے۔

مکتُوب: ۵۱

آپ نے جو سوال کیا ہے وہ بے ربط عبارت میں لکھا ہے۔ ہم پہلے، سوال کی عبارت کو صاف اور مربُوط کریں گے اور اس کے بعد جواب لکھیں گے۔ انشاءُ اللہ۔ سوال کی ترتیب یہ ہے:۔

سوال۔ لطائفِ خمسہ، لطافت کا درجہ رکھتے ہیں۔ چاہیے کہ کام کی ابتدا میں جسمانی ظُلمات پر غلبہ حاصل کرلیں، مگر صُورت یہ ہے کہ مغلُوب و مخفی، جسمانی ظُلمتوں پر غالب آجاتے ہیں، لیکن سلُوک اور مشقّت کے بعد اُن پر غلبہ اور صفائی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب ہر مرتبۂ لطیفہ، خواہ وہ ارواح سے تعلّق رکھتا ہو، خواہ لطائف سے، جب عناصر کی قید میں آجاتا ہے، تو اس پر جسم کا حکم نافذ ہو جاتا ہے اور نُورانی خصوصیت پوشیدہ ہو جاتی ہے اور اس میں حکمتِ خداوندی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالےٰ نے

marfat.com

سلوک کے مراتب کی تعلیم اپنے چیدہ چیدہ بندوں کو خود دی ہے: تاکہ سلوک کی ترتیب جذبۂ غیبی کے ظہور کی بدولت ان مقید لطائف میں سے ہر ایک کو ظلمت کی قید سے نکال کر اصلی خصوصیت تک، جو نورانی ہے اور صفا ہے، پہنچا کر اپنا حصہ وصول کرے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

فائدہ:۔ اسم ذات کی تعلیم سے پہلے، جب سالک کو تمیز نہیں ہوتی، اس کا تمام وجود وسوسوں کی گزرگاہ ہوتا ہے، اور عین اس حالت میں وہ خیالات سے محظوظ ہوتا ہے۔ لیکن جب اسے اسم ذات کی تعلیم مل گئی ہو، اور اس نے یہ ارادہ کر لیا ہو کہ اس اسم کے سوا دل میں اور کوئی خیال نہ آنے دے گا اور صورت یہ ہو کہ پہلے ہی دل میں بے شمار وسوسے ہوں اور اس اثنا میں جب اسمِ ذات کی وحدت خانۂ دل میں داخل ہوتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دل اسمِ ذات کا گھر ہے، تو وہ وسوسے جنہوں نے خانۂ دل کو بُری طرح اپنی گرفت میں لیا ہوا ہوتا ہے، فوراً حرکت میں آجاتے ہیں۔ اگر جذبہ، وسوسے کی مزاحمت سے فارغ ہو جائے، تو جذبہ غلبہ حاصل کر لیتا ہے، اور اچانک تمام وسوسے دل سے باہر نکل جاتے ہیں۔ اور سالک جذبے کی مدد سے وسوسوں کی مزاحمت سے فارغ ہو جاتا ہے اگر جذبہ غالب نہ آئے، تو سالک کا کام رک جاتا ہے، اور جب وسوسے، صاحبِ دل کو دل میں آنے سے منع کر دیتے ہیں، تو سالک کو اس حالت میں وسوسوں کے لشکر سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ سالک کو چاہیے کہ اسمِ ذات کی وحدت کی قوت سے وسوسوں کے لشکر کی اکثریت سے گھبرا نہ جائے اور اس بات کا تہیہ کر لے، کہ اسمِ ذات جو دل کے گھر کا مالک ہے، دل میں اپنی جگہ بنائے۔ اور وسوسوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اس

marfat.com

وقت تک کوشش کرتا رہے، جب تک وہ وسوسے دُور نہ ہو جائیں سُلوک کے معنی یہی ہیں۔ اس لیے اس بارے میں غم نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اُن وسوسوں کو دُور کرنے کے لیے بہادروں کی طرح کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

فائدہ :۔ عالمِ مثال میں قلب کا رنگ کسی وقت سالک کو سُرخ نظر آتا ہے۔ غالباً پہلی بار سالک اس طرح کے سُرخ رنگ کو پسند کرے گا۔ اور اگر ذکر غلبہ کرے، تو وہ آواز پیدا کرے گا۔ اور رنگ سُرخ، جو ضروری نہیں، ختم ہو جائے گا۔

فائدہ :۔ اسم ذات اگرچہ چند حروف سے مرکب ہے اور حروف مخلوق ہیں، لیکن ایک مُبتدی کے لیے ذاتِ حقیقی کی یاد ان حروف کی ترکیب کے بغیر مشکل ہے اس لیے بولتے وقت یہ حادث لفظ اپنے سامنے مسمّٰی کو رکھتا ہے اور وہی اس اسم کی طرف رہنمائی کرتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں لَآ کی مدّ کو ناف سے پیشانی تک کھینچنا چاہیے اور وہاں سے الٰہ کے کلمے کو دائیں طرف لانا چاہیے اور وہاں سے کلمہ لاالٰہ کی مدّ کو کھینچ کر قلب پر ضرب لگانی چاہیے اور پھر اس میں اضافہ کرتے جانا چاہیے، حتیٰ کہ ایک سانس میں اکیس ضربیں لگ جائیں، لیکن آہستہ آہستہ اور یہ سب حبس دم کی حالت میں ہوں۔ شروع میں یہ تین بار اور مسلسل ہونی چاہییں اور اگر اس سے زیادہ لگ جائیں، تو وہ بھی درست ہیں۔

فائدہ :۔ عالمِ مثال میں یہ جو زرد یا سُرخ یا کوئی اور تصور میں آتا ہے، وہ محض مصفّا ہوتا ہے کیونکہ وہ رنگِ خارجی سے باہر ہے۔ اُسے نُور قرار دینا چاہیے یا خیال۔ اگر وہ قبلۂ نُور کی طرف سے ہے، تو وہ بھی عبادت ہے اور اگر خیال کے زُمرہ میں ہے، تو وہ سابقہ خیالات سے متعلق ہوگا۔ اس وقت خیال کی نفی کی ضرورت

ہے اور وہ نُور، جو اللہ سبحانہٗ کی ذات سے مختص ہے، وہ مُنزّہ ہے، وہ بشر کے حیطۂ تصوّر میں کس طرح آسکتا ہے. اگر سالک کو اس نُورِ منزّہ سے کچھ حِصّہ حاصل ہے، تو وہ اس کا پَرتو ہے، اور بے تصوّر ہے، پس اسے سمجھیے۔

فائدہ:۔ جو کوئی محو ہو گیا، اُس حالت میں اس کا ہر فعل عُذر کے درجے میں داخل ہے. اس پر کوئی مواخذہ (پکڑ) نہیں، لیکن ابھی یہ محویت و فنا جس میں سالک ناپسندیدہ اُمور کا مرتکب ہو جاتا ہے، مرتبۂ اصلی میں داخل نہیں، اور نقصان دِہ ہے[1]

فائدہ:۔ سُلوک محبّت کے شروع میں ہے، اور عشق غلبۂ محبّت کا نام ہے۔[2]

فائدہ:۔ جن باتوں سے روکا گیا ہے، اُن سے بچنا چاہیے، کیونکہ ان کی نیرگی دل میں خلل پیدا کرتی ہے۔ اور آیت کریمہ "اللہ کی خفیہ تدبیر پر ایمان لاؤ" اسی معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

فائدہ: نیند کو مَوت کی بہن اس معنی میں کہا گیا ہے کہ بس ظاہری تعلق کٹ جاتا ہے، نہ کہ مَوت کی طرح باطنی تعلق بھی، بلکہ باطن میں معاملہ اور ہوتا ہے (حاشیہ۔ اگر سوتے میں ایک نماز فوت ہو جائے اور آدمی مر جائے، تو آدمی سے اس نماز کی باز پُرس نہیں ہوگی) سالکوں کا طریقہ گاہے بسط یعنی کشائشِ ذکر ہے اور گاہے قبض یعنی تفرقہ۔ اس صورت میں غم نہیں کرنا چاہیے اور کام میں مشغول رہنا چاہیے والسلام۔

---

[1] ترتیبِ جمال کی قابلیّت رکھنے والا مودّب ہے اور ترتیبِ جلال کی قابلیّت رکھنے والا گستاخ ہے۔

[2] اگر وہ ردّ نہ کرے تو جائز ہے، بلکہ ناز ہے۔ اس بات سے باز آ، کہ قصّہ طویل ہے۔

باسم سبحانہٗ۔ بندے کے لیے پروردگارِ عالم کا ذکر دو طرح سے واجب ہے۔ایک ذکر لباس کے ساتھ ہے اور دوسرا لباس کے بغیر۔لباس کے ساتھ، ذکر مُبتدی اور متوسط کا خاصّہ ہے لیکن جہاں تک ذِکر بے لباس کا تعلق ہے، بے لباس کو انجذاب کے غلبہ سے مغلوب ہوکر (جو اسم الدلیل کی ترتیب سے پیدا ہوتا ہے) سالک عین لباس سمجھتا ہے۔ یہ صاحب تشبیہ کا ذِکر ہے۔خواہ وہ مُبتدی ہو یا متوسط۔ اگر اللہ تعالےٰ کی حفاظت میں اسم 'ہادی' کی تربیت سے لباس کو صاحبِ لباس کے وصول کا ذریعہ پاتا ہے اور لباس کے تعلق کے باوجود اس کا باطن، صاحب لباس سے تنزیہ کی بدولت آگاہی رکھتا ہے اور لباس کو ذریعۂ وصول کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتا تو وہ صاحبِ تنزیہ ہے، اگرچہ دونوں کے معاملے میں وصلِ متلبّس (وصل بحالت لباس) سے چھٹکارا نہیں پایا ہوتا، لیکن اوّل و ثانی دونوں کے درمیان بہت فرق ہے۔ اوّل کی صاحبِ لباس سے آشنائی اضطراری اور ضمنی ہے، جب کہ دوسرے کے ساتھ یہ معاملہ اختیاری اور کُھلم کُھلا ہے۔ اسی بات سے حضراتِ نقش بندی کے کمالِ استعداد کا اندازہ لگا لینا چاہیے کہ ابتدا و توسّط میں ہی فراغت سے پہلے معنی و الفاظ کے لباس کی عین ضرورت کے وقت لباس سے عاری ہوتے ہیں۔ یہ ہوشیاری کا مرتبہ ہے۔ ان دونوں کے درمیان فرق صاف ظاہر ہے۔ اور صاحب تشبیہ کو اگرچہ یہ شے ضمنی طور پر حاصل ہوتی ہے، لیکن اس طرح کہ گویا اُسے خدائی تدبیر سے امکانِ امن حاصل ہے، کیونکہ یہ اسم الدلیل کی ترتیب کے حساب سے ہے، اور صاحبِ تنزیہ کا مُربّی چونکہ اسم الہادی ہے، اس لیے امن کی ظلمت کو اپنے مربّی کے نُور سے جو اسم ہادی ہے، دُور کر کے وہ خوف کے دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

فائدہ : البتہ وہ خوف اچھا اور لازم ہے جو آخر کار "لاخوف" "عَلَیھم" کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے۔ اس لیے 'اذکیا' پر واجب ہے کہ چونکہ آیت کریمہ" اس کے چہرے

کے سوا ہر شے ہلاک ہو جانے والی ہے" کے مطابق ہر مخلوق کی ہلاکت ایک یقینی امر ہے، اسلئے ہلاک کرنیوالے کے حکم کو عین قدیم شے، جو لم یزال ولم یزل ہے. نہ سمجھے اور اگر کہا جائے کہ ہالک کے حکم کو، جو معدوم کی طرح ہے، نظر انداز کر کے اسے عین کہنا ہے. تو میں کہتا ہوں کہ عینیت کی نسبت، طرفین کے ملاحظہ کے بغیر یقینی نہیں ہوتی. چنانچہ جس وقت طرفِ ثانی نے عدم نسبت کا مرتبہ پایا، تو اس کی عینیت، امرِ موجود کی بدولت منفی ہوگئی. چنانچہ وہی واحد حقیقی ہے، جو عینیت میں اس کے سوا کوئی شریک نہیں رکھتا. ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک (خاک کو عالمِ پاک سے کیا نسبت) دو صورتیں ہیں، یا تو وہ غیر حق کو پالیتا ہے یا نہیں پاتا. اگر پالیتا ہے، تو ہالک لم یزل کی کی عینیت محض جھوٹ ہے اور اگر نہیں پاتا، تو اس وقت عینیت کی نسبت عقل کے قاعدہ کے خلاف ہے پس سمجھئے. والسلام والاکرام.

سوال ۔ حدیثِ قدسی میں مضغہ کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور قلب، جو لطیفہ نور ہے کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب. اگر مرتبۂ ادنےٰ سے مرتبۂ اعلےٰ کی طرف جایا جائے، تو پہلے مرتبۂ ادنےٰ کا ذکر ضروری ہے، لیکن اگر اعلےٰ سے ادنےٰ کی طرف بیان کیا جائے، تو اعلےٰ کا ذکر پہلے آئے گا.

سوال ۔ جس وقت اصل لطیفہ کی کیفیت معلوم نہ ہو، اور اس لطیفہ کی قابلیات کے معانی کے ظہور سے بہرہ وری ہو، تو اس وقت ناظرِ مضغہ اور انوارِ قلبی کا منظور، جیسا کہ لکھنے میں آیا ہے، کس طرح واقع ہوتا ہے؟

جواب. ناظر کے دو مرتبے ہیں، اگر حجاب کی وجہ سے ناظر ہے، تو جب تک درمیان میں حجاب ہے، ایسے ناظر کی بہرہ وری کو منظورِ ظلّی کہا جاتا ہے، اور اگر لباس شاہد کے بغیر، بے واسطہ شہود ہے، تو اس بہرہ وری کو وصلِ اصلی کہتے ہیں.

marfat.com

سوال. حضرت پیر دستگیرؒ نے فرمایا ہے نفس، روح اور جسم سے پیدا ہوتا ہے اِس قول کی مفصل تحقیق بیان فرمائیں؟

جواب. اللہ سبحانہٗ نے جسم کو عناصرِ اربعہ سے تخلیق فرمایا ہے اور روح کو اپنی حکمتِ بالغہ سے، زندہ، عالم، بینا اور سمیع بنایا، لیکن جسم کا مرتبہ رُوح سے مُتمیّز رکھا اور ان دونوں کے درمیان ایک برزخ ہے، جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے. اور عنصرِ خاص کا تقاضا ظُلمت و کدُورت ہے، جو کُفر و معصیت کا منبع ہے اور روح کے مرتبہ کی مناسبت نُور و صفا سے ہے، جو اطمینان و اطاعت کا سبب ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک پیدائش کے مرتبے میں ایک خاص خصوصیت رکھتا ہے اور ان دونوں کی تخلیق کی غرض ترکیبِ وجود کے بعد اختیاری ہے اور یہ نُور و ظُلمت کے مجموعۂ اتحاد پر مبنی ہے. لہٰذا قدرتِ کاملہ نے جسم میں سے عناصر کی تیرگی کو بلندی بختی، اور رُوح میں سے لطائفِ نُورانی کو نزول بخشا، اور برزخیت کے مرتبہ میں ان دونوں کو جمع کر کے ایک ہیئتِ متحدہ پیدا کی، اور اس کو ایمان و طاعت، اور کُفر و معاصی کا مجمُوعہ بنا دیا، اور اسے مجبُوری کی حسیں صُورت سے نکال کر اختیار کی صفت سے مَوصُوف کیا اور اس کا نام نفس رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ جیسا کہ آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے نفس نے امانت کو اُٹھانا قبول کر لیا اور دوسروں کی طرح انکار نہ کیا اور اللہ تعالےٰ کے جمال و جلال کے کمالات کا مظہر بن گیا اور اللہ کے فضل کی طرح، جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ چونکہ اس تحقیق کے لیے تفصیل کی ضرُورت تھی، اس لیے اتنے ضرُوری بیان پر ہی اکتفا کیا گیا ہے. انشاء اللہ کسی اور جگہ زیادہ باریک فہم کے لیے پھر بیان کیا جائے گا۔

والسلام۔

---

marfat.com

مکتوب: ۵۲

ایک عزیز کے نام.

باسم سبحانہٗ. جان لیجیے کہ حدیثِ قدسی میں جن پانچ لطائف کا ذکر آیا ہے، ان میں سے ہر لطیفہ، صفا کے بعد ایک ولایت سے بہرہ ور ہے اور یہ ولایات پانچ ہیں، یعنی ولایت عامہ[۱]، ولایتِ خاصہ[۲]، ولایت اخص[۳]، ولایتِ خاص الخواص[۴] اور ولایتِ اخص الخواص[۵]۔ لطیفۂ قلبی اپنی ابتدا اور وسط میں ولایت عامہ سے بہرہ یاب ہے اور جو ولایت اولیاء کا سایہ ہے، اسے ولایتِ خاصہ کہا جاتا ہے اور پھر لطیفۂ قلبی کے آخر اور لطیفۂ روحی کی ابتدا اور وسط میں ولایت خاصہ کا حصہ ہے، اسے ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں. اور پھر لطیفۂ روحی کے آخر اور لطیفۂ سری کی ابتدا اور وسط میں ملاءِ علےٰ کے کمالات سے جو بہرہ حاصل ہے، اُسے ولایتِ اخص کہتے ہیں اور بعض اکابر کے نزدیک اس کا نام ولایتِ عُلیا ہے۔ اور لطیفۂ سری کے آخر اور لطیفۂ خفی کی ابتدا اور وسط میں ولایتِ انبیا کے کمالات کا حصہ ہے۔ اسے بعض محقق، ولایت کبریٰ کا نام دیتے ہیں اور لطیفۂ خفی کے آخر اور لطیفۂ اخفی کی ابتدا اور وسط میں نبوتِ انبیا کے کمالات کا حصہ ہے، اولیا اللہ کی استعداد کے مطابق اور لطیفۂ اخفی کے آخر میں خاص نفسِ ولایت و نبوت انبیا کا حصول ہے اور اس پر صاحبانِ نبوت اپنے اپنے مراتب کے مطابق جاگزیں ہیں.

مکتوب: ۵۳

ایک عزیز کے نام۔

؎ چوں کہ بے رنگی اسیرِ رنگ شد — موسیٰؑ با موسیٰؑ در جنگ شد

چوں بہ بے رنگی رسی کا نداشتی — موسیٰؑ و فرعون دارند آشتی

ترجمہ۔ جس وقت بے رنگی رنگ میں قید ہو گئی، تو موسیٰؑ اور موسیٰؑ کے درمیان جنگ

چھڑ گئی. لیکن جس وقت بے رنگی ملی، تو صورت یہ ہوئی، کہ موسےٰ اور فرعون کے درمیان بھی صُلح ہو گئی۔

بیرنگی سے مراد مرتبۂ اطلاق ہے کہ اس میں تعیّن کی گنجائش نہیں، اور رنگ سے مراد مظاہر کی تعداد اور تعیّنات کی کثرت ہے اور اسیر[1] ہونے سے مراد آفتابِ وحدت کے نُور کا بے شمار آبگینوں میں منعکس ہونا ہے اور موسیٰ کے موسیٰ سے جنگ کرنے سے مراد ایک پیغمبر کی شریعت کا دوسرے پیغمبر کے ہاتھوں منسُوخ ہونا ہے، اور بے رنگی کے پا لینے سے مراد آخر کار ہدایت کی طرف رجُوع کرنا ہے اور موسیٰ و فرعون کی صُلح سے مراد متقابل صورتوں کا اضمحلال، شخصی تعیّن اور تکلیف کو ختم کرنا، اور مختلف رنگوں کے آبگینوں کو جو کثرت اعداد کا باعث ہیں۔ ختم کر دینا ہے (شرح میر محمّد رضا عفی عنہٗ)،

فقیر (شیخ عبدالنبیؒ) یہ کہتا ہے کہ جو کچھ مخدومی میر رضاؒ نے مذکورہ بالا اشعار کی شرح میں فرمایا ہے۔ بہت پاکیزہ اور عمُدہ ہے۔ لیکن یہ مطلب ایک فانی انسان کے لیے زیادہ مناسب معلُوم ہوتا ہے، کیونکہ صاحبِ فنا کا کمزور ہونا ظاہر ہے اور وہ مراتب کی قید میں ہوتا ہے، حتیٰ کہ اگر کسی فانی شخص میں علمِ فنا، کمال حاصل کر لیتا ہے، تو بھی اُسکے حق میں فنا ثابت نہیں ہوتی۔ لہذا بیرنگی تک پہنچنے کو میر مرحوم نے ابیات کی شرح میں عارف کی نظر سے تعیّنات کے اضمحلال میں مقیّد کیا ہے۔ عارف اور غیر عارف کے تعیّن میں کوئی فرق نہیں۔ اس معنی پر چند سوال پیدا ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ اسیرِ بے رنگی

---

[1] اسیر رنگ کہنا عالم ارواح کی طرف اشارہ کرتا ہے نہ کہ حق کی طرف حق تعالےٰ کو کون اسیر کر سکتا ہے اور روح نہ سُرخ و سفید نہ سیاہ و زرد۔ بلکہ مجہُول الکیف ہے، جب کہ حق تعالےٰ بے کیف ہے۔

ہونے سے آفتاب کے نُور سے بے شمار آبگینوں کا انعکاس مراد لیا ہے۔ اس مقام پر دو شُبہے وارد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ جو کچھ آبگینہ میں منعکس ہے، اس کی حقیقت بیان کی گئی ہے، لیکن آبگینہ کی حقیقت کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا کہ آیا وہ مستقل بنفسہٖ ہے یا آفتاب کے نُور کا پرتو، دوسرا یہ کہ بے رنگی تک پہنچنے کو ہر لحاظ سے سالک کا اضمحلال کہا گیا ہے، حالانکہ وہاں ان دونوں کے نام و نشان کا تصور بھی نہیں، کیونکہ اس مقام پر صُلح کا ثبوت اضمحلال کے منافی ہے، اس لیے آشتی و صُلح، جو ان کی صفت ہے، ان کی ذات کے ثابت رکھنے کے بغیر متحقّق نہیں۔

دُوسرا سوال یہ ہے کہ موسیٰؑ کی موسیٰؑ سے جنگ سے مراد، ایک شریعت کی تنسیخ دوسری شریعت کے ذریعے ہے۔ اور چونکہ جنگ مخالفت کے تقاضے کی وجہ سے ہے، اور کسی نبی کو دوسرے نبی سے ناسخ و منسوخ کی بنا پر مخالفت نہیں ہے، اور مخالفت کی تو بات ہی الگ رہی، منسُوخ خود کسی وقت ناسخ کا محبُوب رہا ہوتا ہے۔ اس لیے جنگ کی تحقیق میں کوئی کسر باقی ہے۔ چنانچہ ان مذکورہ اشعار کے معانی کی تحقیق ان کی شان کے مطابق حضرات کامل نے یوں کی ہے کہ اللہ تعالےٰ ازلی و باقی ہے اور جمال و جلال کی صفات سے موصوف ہے۔ ان دونوں صفات میں سے ہر صفت، اپنے ظہُور کا تقاضا اور اپنی خصوصیّتِ خاص کی وجہ سے دوسری صفت کے ظہُورِ خاص کا تقاضا کرتی ہے اور دہرگز اس کے ظہُورِ ازلی کی مخالف نہیں، چنانچہ "لا ھُو" اور "لا غیرہٗ" اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اور اسی طرح ہر ظاہر کا ظہُور اپنی ظاہری موافقت کی وجہ سے کسی خاص وقت میں کسی دوسرے ظاہر کے ظہُور کا مُنکِر یا مخالف نہیں، اور چونکہ نے الواقع اس کے معانی اللہ تعالےٰ کے علمِ حقیقی میں ہیں، اس لیے باقیِ کامل نے جب اس حقیقتِ بے رنگی کو پالیا، اور رنگوں کو بے رنگی کے مخالف نہ پایا اور عین حالتِ شعور میں اس

اس نے اس کے مظہر و بقا کو علمِ حقیقی کے مطابق تلاش کیا، تو مظہریتِ کاملہ کے ایک مظہر کے ساتھ سوائے صُلح و آشتی کے کسی اور حالت میں نہیں پایا. لیکن جب باقیِ ہوا نے، جس نے فنا کا راستہ نہیں پایا، اور جو بے رنگی کی حقیقت سے بہرہ ور نہیں ہوا، اور جس نے بے رنگی کو مختلف رنگوں میں مخفی رکھا، بصیرت کی صفت کی بدولت اس بات کو سمجھ لیا، تو یہ پوشیدگی وہ مرتبہ نہیں رکھتی۔ وہ گویا اسیری کے ارادے کو اطلاق و بے رنگی کا مرتبہ دیتا ہے، اور یہ اُن اہلِ ہوا کی مذمت اور تذلیل میں پہلے مصرع میں کہا گیا ہے یعنی کہ جب بے رنگی اسیرِ رنگ ہو گئی. اور یہ نہیں کہا گیا کہ حقیقت، نفس الامری کی نسبت سے بے رنگی کے مرتبے میں اسیرِ رنگ ہو گئی.

اللہ تعالےٰ بزُرگ ہے وہ مرتبہ عشق ہے اور یہ بہت بڑا مرتبہ ہے. اللہ ہی ہے اور اس کے ساتھ کسی شے کا وجود نہیں اور شرُوع سے اب تک اس کی یہی حالت ہے بھلا مقیّد کو اتنی قدرت کہاں، کہ مطلق اُس میں قید ہو جائے. مطلق مقید کو گھیرنے والا۔ اور اسیری گھرنے کے بغیر ثابت نہیں ہوتی. چنانچہ مذکورہ اشعار کے معانی شخصِ باقی کی شان کے مطابق ہیں، یعنی چونکہ محجوب کی نظر میں مطلقِ حقیقی کا علم عدم مظہریت کی وجہ سے بے رنگی کے مرتبے میں مختلف رنگوں میں پوشیدہ ہے، اس لیے وہ حضرت مُوسیٰؑ کو دوسرے حضرت موسیٰؑ سے شریعتوں کی صورتوں میں اختلاف کی وجہ سے حالت جنگ میں پاتا ہے، کیونکہ حقیقت کے اِدراک سے پہلے مختلف رنگوں کی صُورت، جنگ سے مشابہت رکھتی ہے، لیکن حقیقت کے اِدراک کے بعد مرتبۂ فنا سے مرتبۂ بقا پر ترقی پا جانے کے بعد جب اسے حقیقت کا علم ہوتا ہے، تو اُسے پتہ چلتا ہے کہ صفات و شیون کا ہر مرتبہ اپنے ظہورِ خاص کا مقتضی ہے اور چونکہ صفات کی آپس میں "لاھُو" و "لاغیرہٗ" کی نسبت تصدیق شدہ ہے، اس لیے ایک خصوصیتِ خاص کا ظہور دوسری کے لیے محبُوب ہے اور مختلف انواع کے

ظہورات کے باوجود کوئی ظہور اپنے متبوع کے مخالف نہیں، اور بے رنگی کے مرتبہ کے تقاضے کے مطابق ان میں سے کسی ایک میں بھی آشتی کے سوا اور کچھ نہیں. اور آشتی کیسے نہیں ہو گی، جب کہ تمام واحد حقیقی کی ذات کے ظہورات ہیں اور شرکت کی ان میں گنجائش نہیں، اور چونکہ جنگ شرکت کا تقاضا ہے، اس لیے اللہ تعالےٰ کی لاشریکی نے مظاہر کی ذات میں آشتی کے سوا اور کچھ پیدا نہیں فرمایا۔ ع. بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است (ترجمہ:۔ اپنی بات اسی پر ختم کرتا ہوں کیونکہ داناؤں کے لیے اتنا ہی کافی ہے)

فائدہ:۔ معلوم ہونا چاہیے کہ تجلی کے چار درجے ہیں، آثاری (۱)، فعلی (۲)، صفاتی (۳) اور ذاتی (۴)۔ تجلیِ آثاری میں سالک کا فعل، حق کے فعل کے آثار کے غلبہ کی وجہ سے مضمحل ہو جاتا ہے اور اپنے فعل کے آثار کو حق کے فعل کے آثار سمجھتا ہے۔ اس طرح تجلیِ فعلی میں اپنے افعال کو مغلوب پاکر عین افعالِ حق سمجھتا ہے، یہی حالت تجلیِ صفاتی کی ہے کہ وہ اپنی صفات کو حق کی صفات سمجھنے لگ جاتا ہے اور جب وہ تجلیِ ذاتی سے بہرہ ور ہوتا ہے، تو حق کے آئینے میں اپنی صورت کو دیکھتا ہے اور تجلیات کی یہ تفصیل اس مرتبہ کے متوسطین کی حیثیت سے ہے اور انتہا کو پہنچے ہوؤں کی تفصیل دوسری طرح ہے، اور وہ ان لوگوں پر مخفی نہیں۔

فائدہ:۔ ہر تجلی، اللہ سبحانہ کی صفاتِ ذاتی کے کمالات میں سے ایک کمال ہے، لیکن اگر تجلی بسط و صفا کے وجود کے لیے ہے، تو وہ تجلی، نافع، فائض اور معطی کے اسما کے کمالات میں سے ایک کمال ہے اور اگر تجلی وجدِ قبض کے لیے ہے، تو اس تجلی کو قابض و مانع کے نام کے کمالات میں سے ایک کمال سمجھنا چاہیے۔ پہلے ظہور کے بعد عجز، حمد اور ثنا ضروری ہے۔ دوسرے ظہور کے بعد استغفار و تضرع کرنا چاہیے دلوں کا قبض، نقوش کے بسط میں ہے، اور دلوں کا بسط نقوش کے قبض میں

marfat.com

ہے، اس لیے اگر عین قبض میں استغفار و تضرع ہو جائے تو پھر بسط و صفا کی منزل شروع ہو جاتی ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے، اسے دیتا ہے۔

فائدہ:۔ وجُود کا اطلاق دو درجے رکھتا ہے، واجب الوجود اور ممکن الوجود۔ واجب الوجود وہ ہے جو اپنی ذات سے قائم ہو اور کسی اور کا محتاج نہ ہو، ممکن الوجود وہ ہے جس کا وجود و عدم اپنی ذات سے نہ ہو۔ بلکہ دوسرے کی وجہ سے ہو۔ اور یہ شریعت کے مقررہ عقاید ہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ واجب تعالیٰ پر وجُود کا اطلاق اپنی ذات میں ازل سے ابد تک ثابت ہے۔ اس لیے واجب تعالیٰ کا وجُود حقیقی ہے، اضافی و اعتباری نہیں، جو کسی دوسرے کے اعتبار سے ہو اور ممکن پر وجود کا اطلاق اس معنی میں ہے کہ اس کا ثبوت عدم کی طرف لے جاتا ہے اور اس سے کئی معنی پھوٹتے ہیں۔ یہ وجودِ حقیقی کے فیضِ وجُودی کی بدولت وجود میں آتا ہے اور وجُودِ حقیقی کی نسبت سے اس کے وجُود کو فیضِ وجُودی کہتے ہیں۔ چنانچہ وجودِ ممکن حقیقی نہیں یعنی اس کا وجُود اپنی ذات سے نہیں، اس لیے یہ اعتباری اور اضافی ہے۔ الغرض صوفیہ کی اصطلاح میں حقیقتِ وجُود کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے، جو اپنی ذات کی بدولت قائم ہے، اور وجُودِ اضافی و اعتباری کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جس نے دوسرے کے فیضِ اعتبار سے وجُود پایا ہو۔ پس اسے سمجھئے اور پیچھے نہ رہ جایئے۔ اگر شک باقی رہ جائے، جایئے، انشاء اللہ دُور ہو جائے گا۔

فائدہ:۔ جو سالک غیر حقیقی مقاصد کو دُور کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس میں یہ نفی کی تاثیر کی علامت، فساد اور حسد اور اسی قسم کی، دوسری بُری صفات کو دفع کر دیتی ہے۔ اگر سالک کی ذات سے یہ بُری صفات مضمحل ہو جائیں، تو عوام کی دشمنی اور حسد سے سالک کی ذات کو نقصان نہیں ہوتا۔ کیونکہ عوام سالک کے کھانے پینے اور سونے کو اپنے کھانے، پینے اور سونے پر قیاس کر کے مخالفت پیدا کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ کہتے

ہیں"۔ یہ کیسا رسُول ہے، جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے"۔ چاہیے کہ تمام بُری صفات کو مختصراً نفی کی زد میں لے آیا جائے اور اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں، کیونکہ مراقبہ میں "اِنّیٓ اَنَا اللّٰہُ" (بے شک میں اللہ ہوں) "تمہارا ربّ ہوں" کی صُورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالےٰ کے کلام کے ظہُور کا لطائف کی صُورت میں ظاہر ہونا مان لیجیے۔ اور اپنے آپ کو حق سبحانہٗ کے کلام کے مظہر کے سوا اور کچھ نہ جانئے۔ ان کلماتِ مقدّمہ کا ظہور، پہلے پہل اخفیٰ پر، پھر اخفیٰ سے خفی پر اور پھر خفی سے رُوح کے سرُور میں ہوتا ہے اور اس کے بعد قلب پر، پس لطیفہ کو پانے والا، اپنی استطاعت کے مطابق پاتا ہے، کوئی تو مرتبہ اخفیٰ میں پاتا ہے اور کوئی اپنی استطاعت کے مطابق نچلے درجوں میں پاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی توفیق شاملِ حال ہو۔ وہ اللہ پاک ہے۔ وجُودِ اعتباری کے معنی کی حقیقت یہ ہے کہ وجُود اَور شے ہے، اور موجُود اور شے۔ اور دونوں چیزیں حقیقی ہیں۔ وجودِ اعتباری کا مطلب کسی شے کے موجود ہونے پر غیر کے وجُود کا اضافہ ہے۔ اِس لیے وجودِ اعتباری، جس کا موجودِ اضافی پر اطلاق کیا جاتا ہے، لفظ "ہونے" کے اطلاق سے ہے اور لفظ "ہونے" سے عبارت ہے۔ یہ مصدری معانی ہیں۔ اور جب یہ ظاہر ہے کہ وجُود اور موجُود کے درمیان 'ہونا' کا لفظ اعتباری ہے، حقیقی نہیں، تو حقیقت بالآخر وجودِ اعتباری کے موجود ہونے کی عبارت سے اس طرح معتبر ہوتی ہے کہ اس کے اعتبار کے بغیر یہ ایک ایسا نام ہے، جو بے معنی ہے اور ایک ایسا لفظ ہے، جو اپنے وجُود کے ثبوت کے لیے کوئی شے نہیں۔ پس ایسی شے جو اپنے ثبوت کی محتاج ہو، محض اس لحاظ سے کہ اس کا نام بھی اپنے اعتبار سے قائم ہے نہ کہ اس حقیقت زائدہ سے، جس میں حقیقت کی کوئی بُو ہو، ہر لحاظ سے ناقابلِ اعتماد ہے۔ چونکہ حقیقت کے علاوہ تمام چیزیں ممکنات میں سے ہیں، اس لیے ظنیّت کے مرتبہ کے حساب سے احتیاج میں غرق ہیں، اور اصل کی مدد کے بغیر اپنی کوئی حقیقت

marfat.com

نہیں رکھتیں اِس لیے مجبوراً ان کی اس ذاتی ضرُورت کو فنا و عدم سے تعبیر کر کے انہیں معدُوم و فانی کہا جاتا ہے. کیونکہ جس کا اپنا کُچھ نہ ہو، وہ فی الحقیقت معدُوم و فانی ہے "وہی اوّل ہے وہی آخر، وہی ظاہر ہے وہی باطن اور اسے ہر شے کا علم ہے"۔ اِس آیت کریمہ کی تشریح رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث میں یوں وارد ہوئی ہے: رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ہمارے اللہ تو سب سے اوّل ہے، اور تجھ سے پہلے کوئی شے نہ تھی، تو سب سے آخر ہے اور تیرے بعد کوئی شے نہیں۔ تو ظاہر ہے اور تجھ سے اوپر کوئی شے نہیں، اور تو باطن ہے اور تجھ سے پرے کوئی شے نہیں"۔

فائدہ:۔ اللہ پاک ہے. میں نے دونوں جہانوں کے خیالات کو اپنے دل سے اس طرح دھو دیا ہے ع کہ شُد بر تختۂ زرّیں زیک نقطہ دو خط پیدا (کہ سنہری تختے پر ایک نقطے سے دو خط پیدا ہو گئے)

فائدہ:۔ اہلِ تصوّف کی اصطلاح میں توحید خالص کو تمثیل کے انداز میں نقطہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، نیز ان کی اصطلاح میں کیا مرتبۂ وجوب اور کیا مرتبۂ امکان سوائے توحیدِ خالص کے اور کوئی شے نہیں۔ چنانچہ جب تمثیل کے انداز میں نقطہ کا بیان کرتے ہیں اور نقطہ کی سَیر سے مراد خط کا وجُود ہے، تو توحیدِ خالص کے ظہُور کو، کیا مرتبۂ وجُوب اور کیا مرتبۂ امکان، سَیر سے تعبیر کرتے ہَیں اور مرتبہ وجُوب کو خطِ اوّل سے اور مرتبہ امکان کو خطِ ثانی سے بیان کرتے ہیں۔ جب یہ بات طے ہو گئی۔ تو پھر سالک نے تخیّل کے مرتبوں کو، جس وقت اعداد و شمار سے خالی ہو کر دیکھا۔ تو وہ اپنے دیدۂ بصیرت کے سوا مضمحل ہو گیا، اور پھر کیا مرتبۂ وجُوب اور کیا مرتبۂ امکان، اس وقت اس کی آنکھوں میں سوائے توحیدِ خالص کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ وہ جان جاتا ہے کہ وہ خود ہی ہے، جس نے اپنے آپ کو ان مراتب پر جلوہ گر دیکھا ہے۔ اور اس سے پہلے

'لا' سے مرتبۂ وجُوب وحُدوث سے مرتبۂ امکان میں وہ کثرت کا نظارہ کرتا تھا اور حقیقت سے غافل تھا۔ اِس زمانے میں وہ حقیقت سے باخبر ہوا۔ اور آدمی کثرت کے مراتب پوشیدہ کی سَیر کرتا اور اسرار غیب کے ظہُور کا مشاہدہ کرتا ہے۔

فائدہ : یہ ان لوگوں کی تحقیق ہے جو ذات کے مرتبے سے، اضافی چیزوں کو گرا دیتے ہَیں خواہ یہ اضافت اجمالی ہو، کیونکہ وہ اُسکو وحدت کا نام دیتے ہیں اور یقینِ اوّل کہتے ہیں اور خواہ اضافت تفصیلی ہو کہ اس کو یقینِ ثانی اور واحدیت کہتے ہیں اور ان مراتب کے ظہُور کو علم کے مرتبے میں جانتے ہَیں۔ حضراتِ انبیا کے کمالاتِ ولایت کے محققین، ان کی جامع الصفات ذات کو وحدتِ حقیقی میں شمار کرتے ہَیں اور دونوں مراتب کو اعداد وشمار کے بغیر اور تقدیم وتاخیر کو صرفِ نظر کرکے وحدت میں صرف خارجی مظاہر سمجھتے ہَیں یعنی علم اللدنی کی تعلیم کی بدولت، صفاتِ ذاتیہ کے کمالات کو، جو صفات کے تقاضے ہیں اور غیب والغیب کے مرتبہ میں ہَیں، علم ظہور کے مرتبہ میں جانتے ہیں اور اُس ظہُور کو ارادت وقدرت کے مرتبۂ علم میں معلُوم ومراد اور مقدُورِ ازلی کا نام دیتے ہَیں اور اس ظہُور کو ظہُورِ ازلی وابدی بھی کہتے ہَیں جیسا کہ کہا گیا کہ میں "ایک پوشیدہ خزانہ تھا" اور جب صفات کے تقاضوں کو علُومِ ظہُور کے مرتبہ میں ظہُور کے باوجُود موجودیتِ خارجی کے مرتبہ میں محبُوب ومقرر فرمایا، تو جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے کہا "پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں، چنانچہ میں نے خلقت کو پیدا کیا تاکہ وہ پہچانے" ان تمام معلُومات اور ازلی مرادات کو ممکن الوجود کے خارجی مرتبہ میں ظاہر کیا اور اس کا نام عالم امر اور عالم خلق رکھا۔ جب ذات وصفات مع اپنے غیب اور غیب الغیب کے تقاضوں کے اپنی حقیقی جمعیت کے ساتھ ازلی ہے اور مرتبۂ وجُوب اس کے ضمن میں ہے، تو اس مقام پر سیر کے اطلاق کو، جو تفصیل واجمال کا مقتضی ہے، جائز نہیں رکھتے۔ چنانچہ صفات کی مقتضیات کی جامعیت کو جو غیب الغیب

محض ہے، ایک نقطہ سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کے ظہور کو جو عالمِ امر اور عالمِ خلق کے مراتب پر واضح ہوا، دو خطوط میں بیان کرتے ہیں چنانچہ جب سالک ظلیت کے مرتبہ سے عروج کی طرف جاتا ہے اور معلومات کے ظہور سے وہ جس مرتبہ میں تشبیہاً مبتلا ہوا تھا، اس سے ترقی کر جاتا ہے، اور نقطہ معلومات کو معدوم الکیفیت تک پہنچ کر علم اصلی کے ذریعے حاصل کر لیتا ہے تو دونوں جہانوں کے مراتب مفصلہ کو جو دو خطوں کی طرح ہیں، ظہورِ معلومات اور غیب الغیب کی ازلی مرادات میں پالیتا ہے۔ یہ شعر یہاں تک کی خبر دیتا ہے، اور اس سے پہلے خاموش ہے۔ کیونکہ اس شعر کے مالک کا مقام متوسط معلوم ہوتا ہے اور جب غیب کے فضلِ اخص ہے مرتبۂ معلومات سے، جو علمِ حضوری کا مقدمہ ہے، ترقی پاکر علم کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے، تو اس مقام پر حضورِ علمی متحقق ہے اور علم کا مرتبہ معلوم کے مرتبے سے اوپر ہے، اس لیے ضروری ہے کہ مرتبۂ علم میں علمِ حضوری ہو اور محض علم اور معلوم کچھ بھی نہیں اور چونکہ علم، عالم سے زیادہ نہیں اس لیے جامع کمالاتِ ذات اس مقام پر خود حاضر ہے یہ حضور در حضور کا وہ مقام ہے، جس کی خبر حضرت پیر دستگیر حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مصنفات" میں دی ہے۔

"اے اللہ اگر ہم نے کوئی بھول کی ہو یا غلطی کی ہو تو اس پر گرفت نہ فرما" میں نے اپنی ناقص عقل کے مطابق کچھ باتیں کہی ہیں، انہیں سمجھئے۔

فائدہ:۔ اللہ کے پاک نام سے۔ ذات وصفات سے جس شے کا تصور پیدا ہوتا ہے، وہ لطیفۂ خیال کے صفا سے مغلوب ہوتا ہے۔ اگر تصور کردہ شے شرعِ شریف کے سانچے کے مطابق نہیں، تو یہ خیال، لطیفۂ نفس کا پیش کار ہے اور اگر شرعِ شریف کے مطابق ہے، تو خیال لطیفۂ قلبی سے مستفیض ہے۔ پہلے خیال کا نتیجہ کفر، بدعت

اور اسلام سے محرومی ہے اور اسی طرح دوسرے لطائف کا قیاس کر لیں۔

فائدہ:۔ رُباعی۔

ہر جا کہ وجُود کردہ سَیر است اے دل! دانی بیقیں کہ محض خَیر است، اے دل!
چُوں شَر نہ عدم بود، عدم غیرِ وجُود پس شر ہمہ مقتضائے غیر است، اے دل!

(ترجمہ:۔ اے دل! جس جگہ بھی وجُود نے سَیر کی ہے یقین رکھ کہ، وہ محض خیر ہی ہے۔ چونکہ شر عدم اور عدم غیرِ وجُود سے ہے، اس لیے شَر غَیر کا مُقتضیٰ ہے۔)

ان اشعار کے معانی کا خلاصہ یہ ہے کہ موجُودات میں سے جو موجُود شے اللہ کی مرضی سے موافقت رکھتی ہے اور اس کی موافقت امرِ وجُودی سے ہے، اس کا وجود سراسر خیر ہے، اور جو موجود شے اللہ کی مرضی سے موافقت نہیں رکھتی اور چونکہ عدم موافقت، امرِ عدمی ہے، اس لیے عدم موافقت کی وجہ سے وہ سراسر شر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خیر امرِ وجود کا لازمی تقاضا اور شر امرِ عدمی کا مقتضا ہے، اور خیر و شر کا پیدا کرنے والا اللہ سبحانہ ہی ہے ؎

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار ہر ورقے دفتریست، معرفتِ کردگار

(ترجمہ صاحب ہوش کی نگاہ میں سبز درختوں کا ایک ایک پتہ اللہ تعالےٰ کی معرفت کا دفتر ہے)

ہر پتے سے معرفت کی خبر دو طرح سے ملتی ہے، یا تو استدلال سے، یا کشف سے۔ چنانچہ جو شخص ان میں سے کسی طرح معرفت کی خبر نہیں رکھتا، وہ غفلت میں پڑا ہے۔ اور یہ جو انسان اور جن کو خاص عبادت کے لیے مخصوص کیا گیا ہے، وہ عبادتِ اختیاری ہے ورنہ یوں تو ہر مخلوق کو عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے، لیکن وہ عبادتِ اضطراری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عبادت اور اس کے وصف کی تشریح نہیں کی گئی۔

فائدہ:۔ جو مرید اپنے باطن میں اکثر اوقات راسخ العقیدہ ہونا چاہے، اس کے

لیے ضرورت کے وقت ظاہری خدمت بھی ضروری ہے اور اگر بلا ضرورت میسر نہ ہو سکے، تو اس سے عقیدے میں نقصان اور کمی پیدا نہیں ہوتی۔ والسلام۔

فائدہ :۔ ایک عزیز نے کہا کہ مخلوق بات میں نہیں سماتی اور بات میں اس کی قیمت نہیں پڑتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مخلوق کی بات میں قیمت نہیں پڑتی۔ اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ مخلوق کی خرید کے لیے زر کی ضرورت ہے اور یہاں بے زر سخن کی کیا قدر و قیمت، دوسرا یہ کہ سخن کا مرتبہ بلند ہے اور وہ مخلوق، جو غیر حق سے مراد ہے، مرتبۂ ادنیٰ رکھتی ہے اور اعلیٰ شے کو ادنیٰ شے پر خرچ کرنا نادانوں کا کام ہے۔ رہی یہ تحقیق کہ مخلوق (مکوّن) سخن میں نہیں سما سکتی، تو اس میں شک و شبہ ہے، کہ آیا عزیز مذکور اپنے کلام میں مذکورہ مخلوق کی عدم گنجائش کا ذکر کرتا ہے، یا غیر مذکور مخلوق کی عدم گنجائش کا ذکر کرتا ہے۔ پہلی حالت میں ظاہر ہے کہ کلام میں گنجائش ہے۔ دوسری حالت میں، جو غیر مذکور ہے، ذکر کے بغیر اس کی نفی کرنا درست نہیں ہے۔ یہ ذکر خواہ زبانی ہو یا نیت میں ہو۔ اگر یہ زبان سے ہوا، تو اس سے مراد اصل حقیقت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جس وقت میں لفظِ مخلوق کو اپنے مفہوم تک پہنچا دیتا ہوں، تو وہی عین حقیقت ہے، اور سوال کرنے والے کا غالباً مطلب بھی یہی ہے، کیونکہ کسی لفظ کا بیان اس کے معانی کی اطلاع دیتا ہے، یعنی اس لفظ کے ذکر سے حقیقت تک پہنچا جاتا ہے۔ اگر یہ صورت ہے تو پھر درست جواب حاصل نہ ہوا، بخبر اس کے کہ یہ کہوں کہ عزیز کی مراد حضورِ حقیقی کی طرف نسبت کی ترغیب دینا ہے، کیونکہ وہ وصلِ عریاں اور وصلِ نومیدی ہے، تاکہ وصل سے مرتبۂ عالی کی طرف ترقی کا میلان پیدا ہو، اور لباسِ عمر کی قید سے رہائی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دے اور تمہیں منزلِ حقیقی تک پہنچائے۔

فائدہ :۔ موجود کی دو قسمیں ہیں۔ ایک واجب الوجود دوسری ممکن الوجود، ممکن الوجود

مزید دو حصوں میں قابلِ تقسیم ہے۔ اوّل یہ کہ جوہر ہو۔ اور اس کی پانچ اقسام ہیں۔ جسم[۱] ہیولیٰ[۲]، صورت[۳]، عقل[۴] اور نفس[۵]، دوسرا حصہ عَرض ہے، اور اس کی نو[۹] قسمیں ہیں کم[۱]، کیف[۲]، اَین[۳]، متیٰ[۴]، فعل[۵]، انفعال[۶]، ملک[۷]، اضافت[۸] اور وضع[۹]۔ اور واجب اس سے پاک ہے۔

فائدہ: صانع کے وجود کو ثابت کرنے کا انحصار دو طریقوں پر ہے، ایک عقل سے، دوسرا ریاضت سے، اور عقل سے ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں، وہ جو دلائلِ عقلی سے اور انبیا علیہم السّلام کی سنّت و سیرت سے شہادت لاکر ثابت کرتے ہیں۔ انہیں متکلمین کہتے ہیں، اور وہ جو صرف دلائل عقلی سے انبیا کی پیروی کے بغیر ثابت کرتے ہیں۔ انہیں حُکَماء اور مشّائین کہتے ہیں، اور وہ جو ریاضت اور انبیا کی پیروی کے ساتھ ثابت کرتے ہیں، انہیں صوفیاء کہتے ہیں اور وہ جو صرف ریاضت سے انبیا کی پیروی کے بغیر پیدا کرنے والے کو ثابت کرتے ہیں، انہیں اشراقیں کہتے ہیں (حاشیۂ مُلّا کا ترجمہ مواقف کی شرح پر ہے)

فائدہ: ۔ گمان چار قسم کا ہوتا ہے، پہلی قسم مامُور یہ، اور یہ نیک گمان ہے، اللہ تعالےٰ اور مومنوں کی نسبت، اور حدیث میں آیا ہے کہ نیک گمان ایمان کا حصہ ہے۔ دوسری قسم حرام گمان کی ہے اور یہ خدا اور مومنوں کی طرف بدگمانی ہے تیسری قسم "مندوب الیہ" کی ہے اور یہ اُمورِ اجتہادیہ میں گمانِ غالب سے کام لینا ہے۔ چوتھی قسم مباح کی ہے اور یہ وہ گمان ہے، جو دنیا اور تلاشِ معاش کی مختلف صورتوں میں ہوتا ہے۔ اس میں بدگمانی اکثر سلامتی کا سبب اور بڑے بڑے کاموں کے انتظام میں مُفید ہوتی ہے، اور اسے اچھی صورت میں شمار کیا گیا ہے۔ رباعی

آنکس کہ پئے عَیب افراختہ است اُو از تنِ مردماں غذا ساختہ است
دانکس کہ بعیبِ خلق پرداختہ است زانست کہ عیبِ خویش نشناختہ است

فرد: بدنفس مباش، بدگماں باش دز فتنہ و مکر در اماں باش

ترجمہ (رباعی) جس شخص نے عیب جوئی کا پرچم بلند کیا ہوا ہے، اس نے لوگوں کی آواز کو اپنی غذا بنایا ہوا ہے۔

اور جس شخص نے خلقت کی عیب جوئی میں اپنے آپ کو مشغول کر لیا ہے، وہ اس لیے ہے کہ اس نے اپنے عیب کو نہیں پہچانا۔

فرد۔ بدنفس مت بن، بدگمان بے شک بن، اور اس طرح فتنہ و مکر سے اماں میں رہ

فائدہ:۔ حکم کے دو مرتبے ہیں، ایک ایجابی اور دوسرا ایجادی۔ حکمِ ایجابی وہ ہے، جو واجب قرار دیا گیا ہو۔ بندوں کو کہہ دیا گیا ہو کہ فلاں کام کرو۔ چنانچہ حکم ایجابی میں اگر کسی بندے سے حکم کے خلاف بات ہو جائے، تو ممکن ہے، اور حکم ایجادی یہ ہے کہ کسی شے کو موجود ہونے کا حکم دیا جائے۔ اس کے خلاف ممکن نہیں، اس کو بھی حکم کہتے ہیں۔

فائدہ: جان لو، کہ نیکی رضا و محبت اور اللہ تعالےٰ کے امر، ارادے اور قضا و حکم سے ہے۔ اور بدی اس کے حکم و ارادت و قضا سے ہے، نہ کہ رضا و محبت و امر سے، اور رضا و محبت کی یہ نفی متعدی ہے، لازمی نہیں۔

فائدہ:۔ جان لو کہ اللہ کے نام کے چار[1] حروف ہیں۔ الف کی حقیقت سے حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم باخبر ہیں۔ پہلے لام کی حقیقت سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ، باخبر ہیں اور دوسری لام سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ باخبر ہیں اور ہائے (ھ) کی ایک آنکھ سے حضرت داؤدؑ اور دوسری آنکھ سے حضرت عیسیٰ روح اللہ واقف ہیں، ہمارے نبیؐ اور دوسرے انبیا پر صلوات و تسلیمات۔

---

[1] یہ حضرت شیخ آدم بنوریؒ کی تحقیق ہے۔

فائدہ:۔ حیرت کے دو مرتبے ہیں: ایک حیرتِ مقبول اور دوسری حیرتِ مردود، حیرتِ مقبول یہ ہے کہ اپنے باطنی حواس کو ادراک کے ممکنہ حاصلات سے خالی رکھے، اور تمام حواس کو تصوری حاصلات سے خالی پانے کے لیے جتنا زیادہ غور کرے، کچھ نہ پائے اور اس نہ پانے کو پانے کی حقیقت سمجھے، اور حقیقت نہ پانے کو ہی قُرب و معیت سمجھے۔ حیرتِ مردود یہ ہے کہ حواس باطنی کے خلا سے مضطرب اور پریشان ہو جائے۔ محبوب کے قُرب سے دُور ہو جائے اور اس کی ہمراہی سے اپنے آپ کو محروم کر لے۔

فائدہ: شرح امالی میں کہا گیا ہے کہ بعض گمراہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ دنیا میں اس طرح ہے، جس طرح گھاس کے اندر تری۔ اس یقین سے کُفر لازم آتا ہے، کیونکہ اللہ تعالےٰ کو نہ زمانے کے اندر کہا جا سکتا ہے اور نہ باہر۔ دونوں باتیں کُفر ہیں کیونکہ کسی جگہ کو خدائے تعالےٰ سے نسبت دینا کُفر ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ جب عرش، کُرسی، آسمان زمین، آدمی اور پَری، کچھ بھی نہ تھا۔ خدا تھا، اس کی کوئی جگہ نہ تھی۔ وہ کسی چیز میں نہیں تھا اور کسی چیز کے اُوپر نہیں تھا اور اب بھی اسی طرح بے مکاں اور بے جگہ ہے اور کسی چیز میں نہیں ہے۔ بات ختم ہوئی۔

سوال: یہ جو کہا جا سکتا ہے کہ خدا نہ عالم کے اندر ہے نہ باہر، تو یہ بات دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا یہ کہ وہ اندر بھی ہے اور باہر بھی ہے یا کہ تیسرا مرتبہ بیان کریں کہ وہ اندر اور باہر سے پرے ہے، لیکن یہ تو وہی پہلی بات ہے یعنی جس وقت میں نے اسے پرے کہا، تو یہ بھی باہر ہی کی ایک قسم ہے، اور پھر یہ کہ مصنف نے خود اس سے پیشتر فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ تمام مخلوقات سے پہلے تھا اب جب کہ اور مخلوق بھی پیدا ہو چکی ہے، وہ اسی طرح ہے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عالم سے باہر ہے اور یہ بات دونوں باتوں کی ضد ہے۔

marfat.com

جواب :- اہلِ سنّت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نہ عالم سے باہر ہے نہ اندر۔ اور اس تحقیق کی دو وجُوہ ہیں :-

اوّل یہ کہ جس کو عالم کے اندر اور باہر کہتے ہیں۔ اور اس نام سے پکارتے ہیں، وہ تمام عالم سے ہے۔ پس اگر اللہ تعالےٰ کو عالم میں کہوں، تو وہ عالم میں مقیّد ہو جائے گا اور اگر عالم سے باہر کہوں، خواہ اس باہر کو عالم سے باہر سمجھوں، تو کیسے ؟ کیونکہ وہ عالم سے باہر نہیں، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ پس یہ بات بھی کہی جائے گی کہ اللہ تعالےٰ عالم میں ہے اور اللہ کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ پس صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو موجود و ثابت کہوں اور یہی عقیدہ رکھوں، لیکن اسے اندر یا باہر نہ کہوں، کیونکہ یہ دونوں حالتیں حادث ہیں۔ دوئم یہ کہ بالکل اندر کہنا اللہ تعالےٰ کی شان کے شایاں نہیں، اور باہر کہنے کے دو مرتبے ہیں: ایک یہ کہ ایک حد سے دوسری حد تک تجاوز کرنا۔ دوسرا ایک مرتبے سے دوسرے مرتبے سے غیریت اور دوئی رکھنا۔ اگر پہلے معنی کا اللہ تعالےٰ پر اطلاق کروں، تو یہ کُفر ہے۔ کیونکہ اس کی جناب میں حدُود کی گنجائش نہیں، اور اگر دوسرے معنی میں کہوں، تو یہ درست ہے کیونکہ وجوب کا مرتبہ امکان کے مرتبے سے پرے ہے۔ اور یہ خود ایمان ہے اور اس کی ضِد کُفر ہے پس نہ پہلا نصف مراد ہے نہ دوسرا نصف۔ کیونکہ دوسرے کے بارے میں خود کہا گیا ہے کہ جس جگہ خُدا ہو گا، عالم نہیں ہو گا۔

فائدہ :- اہلِ بصیرت کے نزدیک کوئی اسم اپنے مسمّٰی کے بغیر نہیں ہوتا۔ سمجھنا چاہیے کہ اسم کے تین مرتبے ہیں (۱) مرتبۂ لفظی، (۲) مرتبۂ وصفی اور (۳) مرتبۂ ذاتی جسے مرتبۂ علمی بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ اسم مرتبۂ لفظی کے اعتبار سے مُسمّٰی کے بغیر ہے اور مرتبۂ وصفی کے لحاظ سے نہ عین مسمّٰی ہے نہ اس کے بغیر۔ جیسا کہ صفات کی نسبت کی تحقیق میں ہم اس سے پہلے مکتوبات میں بیان کر چکے ہیں اور مرتبۂ ذاتی یا مرتبۂ علمی کے اعتبار سے اسم

عَین مشیّت ہے اور ہم مقتُول اجل کے مقطوع ہیں۔

فائدہ:۔ جو شخص کسی کے ہاتھوں مارا جاتا ہے، اس کی اجل کا وقت کم نہیں ہوتا۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے اس کے لیے جو مہلت لکھی ہوتی ہے، اس میں کمی نہیں ہوتی ہوتی۔ اس کی موت وقت مقرّرہ پر ہی ہوتی ہے اور جب کسی شخص کی موت آجاتی ہے۔ تو اس میں اتنی کمی و بیشی بھی نہیں ہوتی، جتنی کہ ایک چیونٹی کے قدم اٹھانے اور رکھنے میں ہوتی ہے۔ اس میں کوئی آگے پیچھے نہیں ہوتا، بلکہ وہ یقیناً اُسی گھڑی میں وفات پائے گا۔ لیکن گمراہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر وہ فلاں کے ہاتھوں نہ مارا جاتا، تو کچھ اور مدت زندہ رہ جاتا۔ اُن کی یہ بات کُفر ہے۔

سوال۔ جب مَوت کا مقرّرہ وقت کم نہیں ہوتا، تو پھر اس کو قتل کرنے والا قابلِ عذاب کیوں ہوتا ہے؟

جواب۔ جب کسی شخص کا مقرّرہ وقت آجاتا ہے، تو اللہ تعالےٰ اُسے یقیناً موت دے دے گا۔ لیکن بندے پر واجب ہے، کہ جب اس کی اجل آجائے تو قتل نہ کرے، کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کی ملکیت ہے اس مِلکیّت میں تصرّف بھی اللہ تعالےٰ ہی کا ہے اور چونکہ بندہ فاعلِ مختار ہے، اپنے اختیار سے خونِ ناحق کرنا، جس کا کرنا اس پر واجب نہ تھا، لائقِ عذاب ہو جاتا ہے۔ اس کی شرح کا علم خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

سوال:۔ چونکہ تمام مخلُوقات کی اَجل اللہ تعالےٰ کے ارادے اور تقدیر سے ہے، اور بلا شک و شبہ اپنے وقت سے تجاوز نہیں کرتی، اسی طرح فاعل کی حرکات و سکنات بھی خواہ اختیاری ہوں یا غیر اختیاری، اللہ تعالےٰ کی مرضی اور تقدیر سے ہیں، اور مقرّرہ حرکات و سکنات کی حد سے بڑھنا بھی گویا خدا کی تقدیر اور اس کے ارادے کے ظہُور کے مطابق ہے، یہ دونوں باتیں آپس میں متضاد ہیں۔ اس لیے

marfat.com

ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اس کا عذاب قاتل پر ہو، کیونکہ اگرچہ اس کی حرکت اختیاری ہے، تاہم مقتول کی اجل اللہ تعالیٰ کی مشیّت اور ارادے سے ہے۔

جواب :۔ اس کی دو وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ افعال کی صورت کے مطابق اور دوسری وجہ حقیقت کے بموجب ہونا ہے۔ صُورت کے مطابق یہ ہے کہ جو کچھ ہے، وہ خدا کے ارادے اور قضا کی وجہ سے ہے۔ لیکن فاعل کی دو[۲] حیثیتیں ہیں، یا تو فعلِ منظور کا وقت خود امر و نہی رکھتا ہے اور اس فعل کے مطابق ظہور کرتا ہے، یا یہ کہ اسے منظور نہیں ہوتا۔ اگر منظور ہے، تو اس کے حق میں ارادہ و تقدیر، مع تقدیرِ فعلی اس پر تقدیرِ ثواب مقرر کیا گیا ہے، اگر منظور نہیں تو عذاب کی تقدیر اور امر و نہی کا ظہور قضا و قدر کے ظہور میں توقف کا جواز نہیں، بلکہ اس لیے ہے کہ خبیث طیب سے جُدا ہو جائے۔ اور بموجب حقیقت یہ ہے کہ عالم کی تخلیق یا تو صفاتِ جمال کے ظہور کی بدولت ہے، یا صفاتِ جلال کے ظہور کی بدولت۔ جس کی تخلیق صفاتِ جمالیہ کے ظہور کی بدولت ہے۔ چنانچہ اس کے افعال اللہ کی مرضی اور حکم سے مقرر کیے گئے ہیں، جن میں کوئی تجاوز نہیں ہوتا۔ اسی طرح جو کچھ ثواب و درجات سے ہوتا ہے، وہ یہی صفاتِ جمالیہ کے ظہور کی بدولت اس کے حق میں عطا کیا گیا ہوتا ہے، جس کی تخلیق اس کی صفاتِ جلالیہ کے ظہور سے ہوتی ہے، جیسا کہ اس کے افعال کا ظہور صفتِ رضا کے خلاف ظہور میں ہوتا ہے۔ اس طرح جو کچھ عذاب اور طبقاتِ جہنّم ہوتے ہیں، وہ یہی صفاتِ جلالیہ کے ظہور کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ پس جب سوال کرنے والے کو معلوم ہو گیا کہ حرکت اور غیر حرکت، جو کچھ بھی ہے، وہ خدائی تقدیر ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ عذاب و ثواب کو بھی ازل سے مقرر کردہ سمجھے۔ اس پر ناک بھوں نہ چڑھائے اور بُغض نہ رکھے۔

فائدہ :۔ رُباعی :

روزی فلک ہر آئینہ بر ما جفا کند دز دوستانِ ہم دمِ ما را جدا کند
آساں کنی اَز مرگ خدایا ہر آن کسے کیں نسخہ من بخواند ما را دعا کند

(ترجمہ) بے شک آسمان ہم پر کسی دن ظلم کرتا ہے۔ ہمیں اپنے عزیز دوستوں سے جدا کر دیتا ہے۔ اے خدا اس شخص کی موت آسان کر دے، جو میری یہ کتاب پڑھے اور میرے لیے دعا کرے۔

آسمانوں اور ستاروں کے آثار کی نسبت دو طرح کی ہے: ایک یہ کہ اس بات کا اعتقاد کر لیا جائے کہ یہ حقیقی موثر ہیں۔ یہ کُفر ہے اگر یہ اعتقاد رکھے کہ مُؤثّرِ حقیقی تو اللہ تعالےٰ ہے۔ یہ تو اللہ تعالےٰ کے اسما کے احکام کے ظہور کے وسیلے ہیں اور ان میں سے کوئی اسما و صفات کے تقاضوں سے تجاوز نہیں کرتا، تو یہ ایمان ہے۔ پس اس رباعی کے مُصنّف کی مراد آسمان کے افعال کی نسبت دُوسری قسم کی ہے۔ پہلی قسم کی نہیں۔ اور چونکہ اس قسم کے وہم انگیز اطلاقات بین غیر شرعی معانی بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے اولیا اللہ نے اسی قسم کے اطلاقات کو جن سے وہم پیدا ہوتا ہے، ترک کر دیا ہوا ہے، اور دوسروں کو بھی منع فرمایا ہے۔

فائدہ:۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "اے لوگو اگر میں چاہوں، تو تم کو دُور کر دوں اور تمہاری جگہ اَوروں کو لے آؤں"

سوال: اس آیت سے یہ مفہُوم پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس مخلُوق کو ختم کر دیں اور اس کی جگہ اور مخلُوق کو لایا جائے۔ تو درست ہو گا۔ اور صُورت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو اپنی قدرت اور ارادے سے معلُوم ہے کہ جو مخلوق اس وقت دنیا میں موجود ہے، ان میں سے بعض کے لیے ابدی ثواب و عذاب مقرّر ہے اور اس مرتبۂ ابدیت کے زوال سے محفوظ ہیں۔ جو ان کے حق میں ثابت ہو چکا ہے۔ اس لیے اگر مذکورہ بالا آیت کریمہ کے مطابق اس کو ختم کر دیا جائے اور اس کی جگہ دوسری مخلُوق کو

پیدا کر دیا جائے۔ اور اس کے ساتھ ابدی عذاب و ثواب کا معاملہ نہ کیا جائے، تو پھر مقدور، مراد، اور ارادے میں نقصان کا اظہار ہوتا ہے اور یہ بات لائقِ عقیدہ نہیں۔

جواب۔ خدائے قدّوس کا مرتبہ اس کی قدرت اور ارادے کی صفات سے ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اسے دو کاموں کی تصحیح کرنے کی قدرت اور ایک کام کی تخصیص کے ارادے کی طاقت بھی ہے اس لیے اگر دو کاموں کی تصحیح کی قدرت کے باوجود جو ثابت ہے، اور ایک کام کی تخصیص کے، جو قدرتِ کاملہ سے ہو جائے اور صفاتِ افعالی کے ظہورات کی وجہ سے خالقیت وغیرہ ہے، وہی کام وجود میں لایا جاتا ہے اور ان سے ابدی معاملے کا سلوک کیا جاتا ہے، تو دونوں کاموں کی تصحیح میں جس کے لیے اس کی قدرت ثابت ہے، کیا نقصان پیدا ہوتا ہے اور اس تحقیقِ مذکور کے بعد جو ارادۂ خاص کی صفت سے ظاہر ہوئی، اگر ہم قدرتِ کاملہ کو جو دونوں کاموں کی تصحیح سے ظاہر ہے، ظاہر کریں، تو کیا خرف پیدا ہوگا، بلکہ یہ تو اللہ تعالےٰ کا کمال ہوگا کہ ایک طرف کی تخصیص میں اس کی طاقت کے معاملے میں کوئی زوال نہیں آتا۔ چنانچہ ابدی معاملے کو ان اشخاص پر مرتّب کرنے سے مراد حق سبحانہ و تعالےٰ کے ارادے اور علم کو معلوم کرنا ہے، نیز قدرتِ کاملہ کی خصوصیت کا ثبوت ہے۔ کہ دو کاموں کی تصحیح سے اس کی شان ظاہر ہے اور اس سے اللہ تعالےٰ کے ارادے اور علم کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لیے اس میں زوال کہاں؟ پس سمجھئے۔ ؎

ما کہ دا پس ماندہ ذرّاتِ دیم اُو دو عالم آفتابی فی ایم

(ترجمہ) ہم جو پیچھے رہ گئے ہیں، اس کے ذرّات ہیں، وہ دونوں جہانوں کا آفتاب ہے اور ہم اس کے اندر ہیں۔

بعض اشعار میں حق تعالےٰ کو آفتاب سے تشبیہ دی گئی ہے اور مخلوقات کو ذرات سے۔ اور حالت یہ ہے کہ آفتاب تقیید و احتیاج کے مرتبے میں ہے اور تمام

ذرّات اپنے آپ میں مستقل۔ اس پر سوال وارد ہوتا ہے اوّل یہ کہ مقیّد کو مطلق سے کس طرح تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ دوئم یہ کہ ذرّات جو مستقل بالذات ہیں، مخلوقات سے جو فنا پذیر ہیں، کیا نسبت رکھتے ہیں، کہ ان سے تشبیہ دی جائے۔

فائدہ: مثال سے محدود کرنا مقصود نہیں، بلکہ اس مثال سے آفتاب کی اپنی روشنی اور اس روشنی کے بغیر ذرّوں کا پوشیدہ رہنا مراد ہے۔ چنانچہ نورِ مطلق کے وجود کا فیض جب عدم کی ظلمت پر اپنا پرتو ڈالتا ہے اور ان کو عدم کے پردے سے وجود میں لاتا ہے تو وہ اس طرح ہے جیسے آفتاب کی روشنی، کہ ذرّوں کو پوشیدگی کے مرتبے سے، جو عدم کے برابر ہے، ظہور میں لاتی ہے اور یہ تشبیہ کم نظروں کو سمجھانے کے لیے ہے، جن کی نظروں میں آفتاب کا معاملہ بہت واضح ہے، ان کے لیے آفتاب کی روشنی سے ذرّوں کا ظاہر ہونا زیادہ قابلِ فہم ہے اور ان کی نظروں سے حقیقی معاملہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ مخلوقات کو فیض پہنچانے کی ضرورت کی بات، اُن کی سمجھ سے بہت دُور ہے۔ لہٰذا ایسے لوگ کسی ظاہری مخلوق شے سے کسی پوشیدہ شے کی تحقیق کرتے ہیں اور اس طرح تسلّی پا لیتے ہیں۔

فائدہ: سوال۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے "لبیک" بعید ہے۔ اس کے کیا معنی ہیں؟

جواب: لبیک کے معنی ہیں، مَیں تیری خدمت میں حاضر ہوں اور اس معنی سے لازم آتا ہے کہ کلام کرنے والا اپنی رضا کا اظہار کرے اور جس سے بات کہی جائے، اس کی مرضی طلب کی جائے۔ اس سے اس لفظ کے معنی مخلوقات کے درمیان متصوّرہ لازم ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی نسبت ایسی بات دُرست نہیں۔

فائدہ: تسمیہ (بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) کی آیت ذات و صفات و کمالات کے مراتب کو جمع کرتی ہے۔

marfat.com

سوال: تسمیہ حروفِ تہجی کے چند حروف سے مُرکّب ہے وہ محدود ہے اور حادث۔ اور اللہ تعالےٰ کی ذات اپنے تمام مراتب کے ساتھ قدیم ہے اور حدود سے منزّہ ہے اس لیے آیت تسمیہ کس طرح اس قدر عالی و مرتبہ اور قدیم ہو سکتی ہے؟

جواب اچھی طرح جان لیجئے کہ تسمیہ کے دو مرتبے ہیں: ایک مرتبہ تلفظ کا اور ایک مرتبہ ذات و صفات و کمالات کی حقیقت کا جیسا کہ ہم کہتے ہیں، مرتبہ تلفظ بھی حقیقت رکھتا ہے، بس جب ایسا جان لیا گیا تو سمجھ لیجئے کہ تلفظ کا مرتبہ جو تسمیہ سے ثابت ہے، ذات و صفات و کمالات کے مرتبے کا جامع ہے، اور مرتبۂ حقیقت بھی جو تسمیہ سے ثابت ہے، اسی طرح ذات و صفات و کمالات کی حقیقت پر مشتمل ہے۔

فائدہ: جس جگہ کوئی وجود ہے، وہاں خدا کے لُطف کا ظہور ہے۔ اور جہاں وجود نہیں، وہاں خدا کے قہر کا ظہور ہے۔

فائدہ: شرعی عقیدہ یہ ہے کہ ہم خدائے تعالیٰ کو شے اور ذات تو کہتے ہیں لیکن تمام سمتوں سے پاک۔

سوال: یہ عقیدہ اور اس عقیدے کو بے تردّد ماننا، ہر اہل ایمان کے لیے لازم و واجب ہے، خواہ وہ اس تفصیل کی تحقیق کو جانے، یا نہ جانے۔ لیکن خواص کے لیے تفصیل ناگزیر ہے۔ اس لئے بیان کرنا چاہیے کہ جب اللہ تعالےٰ ایک وجود رکھتا ہے، تو پھر سمتوں کی نفی کرنا دو باتوں سے خالی نہیں۔ یا تو یہ ہے کہ وہ وجود اتنی وسعت رکھتا ہے کہ اس کے عرض و طُول کا سلسلہ لاانتہا سے یا یہ کہ اس کی انتہا ہے! ان دونوں صورتوں پر اعتراض وارد ہوتا ہے، پہلی صورت پر یہ اعتراض ہے کہ اگرچہ اس کی کوئی انتہا نہیں لیکن اس کے مرتبۂ وجود کی وجہ سے سمتوں کا ہونا تو لازم ہے، کیونکہ وجود کی حیثیت خود اس مرتبہ کی متقاضی ہے اور اللہ تعالےٰ ایسا نہیں اور دُوسری صورت پر اعتراض تو ظاہر ہے۔

جواب: واجب کے وجُود کی تحقیق تعقّل کی وجہ سے ہے یا معقول کی وجہ سے۔ اور طریقِ تعقّل کے معنی ہیں وجوب کے مرتبہ کو تحقیق سے طلب کرنا، غور کرنا، اور فکر اختیار کرنا، جبکہ تعقّل کسی شے اور ادراک کا مقتضی ہے اور اللہ تعالےٰ کی ذات ان دونوں باتوں سے منزّہ ہے چنانچہ رسُولِ مقبُول صلی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث ہے کہ اس کی ذات کے بارے میں سوچ بچار نہ کرو۔ مُحقّق اس تحقیق میں ناکام رہتا ہے اور وجوب کے مرتبہ کی حقیقت جاننے سے دُور بلکہ بہت ہی دُور رہتا ہے، جیسا کہ فلسفی۔ حکما چونکہ سائل کا سوال تعقّل کے پہلو سے ہے، اس لیے اللہ تعالےٰ کے مرتبہ تنزیہ کی تحقیق چھ جہات سے کرنا درست نہیں اور وجُوب کے مرتبہ کی تحقیق پر غور کرنا، مراتبِ جہات میں ہے چونکہ جہات میں تصوّر و ادراک کرنا جائز ہے، جیسا کہ حدیث مقبُول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ اللہ تعالےٰ کی نشانیوں پر غور کرو۔ اس لیے سمجھ لینا چاہیے کہ بات کرنے والا اہلِ ایمان ہے اور عقل سلیم رکھتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی ذات وصفات میں ازلی قدیم، اور موجود ہے۔ اس کی ذات کے سوا باقی سب کچھ مخلُوق اور حادث ہے اور ہر مخلوق بے شک وشبہ عدم سے نکلی ہوئی ہے۔ اس لیے ۶ر جہات کو میں عینِ حق کہتا ہوں، یا غیرِ حق، صاف صاف ممتنع ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ اسے غیرِ حق کہوں۔ اور جیسا کہ ہم اوپر تحقیق کر چکے ہیں، جو غیرِ حق ہے وہ مخلُوق اور حادث ہے اور ہر مخلوق شے عدم سے وجود میں آئی ہے۔ اس لیے لازماً ۶ر جہات بھی عدم سے وجود میں آئی ہیں۔ اس لیے جو کچھ عدم سے وجود میں آیا ہو اس کو مرتبہ قدیم میں ثابت کرنا غیر معقول ہے اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ قدیم اور ازلی ہے اور جہت و مکان وغیرہ سب عدم سے وجود میں آتے ہیں۔ پس بات ثابت ہو گئی، سب تعریف اللہ تعالےٰ کے لیے ہے، جس نے ہمیں اس بات کی ہدایت بخشی اور اگر اللہ جس نے ہماری طرف رسُول بھیجے۔ ہمیں ہدایت نہ

marfat.com

بخشتا، تو ہم ہدایت نہ پا سکتے۔

مکتوب: ۵۴

فنافی الشیخ کی ترغیب کے بارے میں تحریر کیا گیا۔

عظمت و کبریائی اسی[1] کے لیے ہے، اللہ جل شانہٗ حضرت مولوی صاحبؒ کو اپنی خاص بلکہ خاص الخاص دولتِ بندگی سے سرفراز کرے تاکہ مولائی اور مولا کے ساتھ نام میں بھی شرکت پیدا نہ ہو۔ لفظ مولا کے دو معنی ہیں اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں، مولائی کے معنی بندگی کے بھی ہیں۔ اسی لحاظ سے مولانا رومؒ نے، خدا اُن کے راز کو پاک کرے، فرمایا ہے ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم　　تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

ترجمہ: مولوی رُومؒ کو اس وقت تک ملک روم کی سرداری نہ ملی، جب تک وہ شمس تبریز کا غلام نہ بن گیا۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی خاص الخاص بندگی، بندے کے لیے فنافی الشیخ کے اندر پوشیدہ ہے، یہ جوہر بہت نایاب ہے اور بہت کم لوگوں میں یہ جوہر رکھا گیا ہے۔ اور اگر اکثر مریدوں میں اطاعتِ شیخ یعنی فنافی الشیخ کی استعداد پائی جاتی ہے، تو وہ اس لیے ہے کہ انہیں امامت حاصل ہو اور لوگوں میں حکمرانی مل جائے۔ اور یہ شرکِ خفی ہے، اللہ سبحانہٗ ہمیں اس سے بچائے۔

آپ کے مکتوبِ گرامی کے آنے سے اس فقیر کو جمعیتِ خاطر نصیب ہوئی اور آپ کی طرف سے یاد آوری اس گنہ گار کے لیے تعریف کا باعث بنی۔ میرے عزیز

---

[1] : کبریائی میری چادر ہے۔ عظمت میرا تہبند ہے۔ جس کسی نے ان دونوں میں سے کوئی شے چھیننے کی کوشش کی، میں اسے عذاب دوں گا۔

کو نسبتی مطلوب ہے اور وہ اپنے شیخ کی اطاعت میں اسی کو اپنا مقصود قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ اُوپر ذکر ہو چکا، نسبتی اور شے ہے۔ اور فنائے حقیقی اور شے ہے۔ ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔ میری طرف سے دُعا ہے قبولیت اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ مخصوص اوقات میں اپنی دعاؤں میں ہمیں یاد رکھیں۔ اور ظاہری رالبطہ میں بھی کہ ہمارے درمیان ہے، یاد کرتے رہیں۔ والسلام والاکرام۔

مکتُوب: ۵۵

فضیلت مآب مشیخت پناہ شیخ محمد اکرم جیو کی خدمت میں لکھا گیا۔

وہ جو چاہتا ہے، اپنی قوّت سے کرتا ہے، کیونکہ وہ قوی و عزیز ہے۔ وہ اپنی حکمت سے جیسا چاہتا ہے، تدبیر کرتا ہے، کیونکہ وہ باخبر حکمت والا ہے۔ جب وہ کچھ کرتا ہے، تو اس کے بارے میں مت پُوچھو، کیونکہ وہ اپنے ملک میں حکم چلاتا ہے، اور ہر شے کو حکمت سے بناتا ہے اس لیے مالکِ حقیقی اور حکیم قدیمی سے اس بارے میں کوئی سوال نہ ہو۔ عاشقوں کے دل محبُوبوں کے ہجرت کر جانے سے زلزلۂ فراق سے متزلزل و حیران ہیں۔ اللہ سبحانہٗ تعالےٰ نے وصل اور ہجر کے بارے میں جو کچھ تخلیق کیا ہے، اسے ماننا پڑتا ہے۔

صدقِ دل سے محبت کرنے والے، خلوصِ نیّت رکھنے والے، گہرے حقائق سے جو طریقۂ احسنیہ کے علوم کے ہیں، واقفیت رکھنے والے اور صاحب شریعت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے علوم میں فضیلت رکھنے والے میرے بھائی کو جو آیت کریمہ "اللہ تعالےٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ شرف والا وہ ہے، جو تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہے" کے کلام کے زیور سے آراستہ ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کو کمال تقویٰ کے زیور سے آراستہ کرے اور اس تجلّی سے

جو صاحبِ طریقۂ احسنیہ نے نُورِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کی ہے۔ اس پر بہترین سلام۔

سلامِ فقیرانہ کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ آپ کے خط سے، جو اخلاص کے معنی کے موتیوں اور خصوصیت کے گوہروں سے بھرپُور تھا، خیریتِ حال معلُوم ہوئی اور فُرقت زدہ دلوں نے راحت پائی۔ گویا آدھی ملاقات میسّر ہوگئی۔ لیکن اس بات پر تعجّب ہوا کہ زیارتِ حرمین شریفین سے اتنے سال تک فوائدِ معانی حاصل کیے، لیکن ان حقائقِ اصلی کے بارے میں، جو ان مقاماتِ متبرک سے حاصل ہوئے، ایک رتّی بھی قلم کے سپُرد نہیں کیے۔ اگرچہ قلم حقائق کی تصویر کشی سے عاجز ہے، لیکن عظمتِ شان کے باوجُود اس عبارت میں بھی اس کے ظہُور کا کچھ بیان ہے اور اسے جاننے والے تصویرِ قلمی کے مطالعے سے ظاہری تصویر کے بغیر حقائق معلُوم کر لیتے ہیں۔

جس وقت اللہ تعالےٰ کا کلام اپنی پُوری آزادی کے باوجُود، ہمارے حافظے میں، ہماری تقریر میں، ہماری قرأت میں اور ہمارے مکتوب کی کفایت میں، بے حلول اور قید ہوتا ہے اور اُس کی آزادی کے باوجود تحقیق کرنے والا اس سے صرف فائدہ حاصل کرتا ہے، اُس کے بیان سے تحقیق شُدہ معلُوم حقائق، لکھے ہوئے معلُوم و متحقّق بیان کی طرح یقیناً نہیں ہوتے۔ اس لیے یقیناً گہرے معلُوم کردہ حقائق بے مکتُوب بھی ہوتے ہوں گے۔ اور اس حکم کے مصداق کہ "ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے"، دونوں اطراف کی تحقیق، دونوں طرف کے آئینہ میں ظاہر ہوتی ہے اور ہر طرف کی تحقیق قابلِ شکر اور قابلِ اصلاح ہوتی ہے۔

عزیزِ باتمیز، صاحبِ فضیلت و کمالات، عالی مرتبہ شیخ نعمت اللہ ملقّب بہ سلیمان، جنہوں نے کئی ماہ سے طریقۂ احسنیہ کی کئی ضروری کُتب کے مطالعہ سے فضیلت حاصل کی ہے۔ وہ حرمینِ شریف کی زیارت سے مشرّف ہوئے ہیں۔ اپنی

مُلاقات اور آپ کے پُرخلوص مَراسلے کے مطالعہ کے بعد وہ بڑی محبت سے پیش آئے، اس مُلاقات کے بعد حاجیوں کے طریقہ کی ضرُوریات کا ذکر ہُوا۔ جن کی وضاحت سے انہوں نے کوئی دریغ نہ کیا، وہ بڑی خوش خُلقی سے بات چیت سے لوگوں کو مائل کرتے ہیں، تاکہ اُن کی صحبت کا شکریہ ادا کیا جائے۔

مکتُوب: ۵۶

جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضُور میں ایک عرضداشت۔

شروع کرتا ہوں، اللہ کے نام سے، جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ اس کی تعریف کرتے ہوئے، جس نے اپنا بھید[1] انسان کی حقیقت کے ساتھ ظاہر کیا اور اس پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے، جو اللہ کے نُور سے ہے، اور جس کے نُور سے اللہ تعالےٰ نے دونوں جہانوں کو پیدا کیا۔ اے لوگو! اس ذات پر صلوٰۃ وسلام پڑھو۔ اے میرے اللہ! اس ذات پر صلوٰۃ وسلام بھیج۔ اس کی بُزرگی میں اضافہ کر۔ اسے اپنی نعمتوں سے مالا مال کر۔ اسے برکتیں دے، جو عرب وعجم کا سب سے زیادہ سعادت مند ہے، امامِ کعبہ وحرم ہے، علم وحکمت کا منبع ہے، خُلق واحسان اور سخاوت وکرم کی کان ہے، جو عرش ولوح کا مظہر ہے، جو کلامِ قدیم کا ترجمان اور معلّم ہے۔ جو ہمارا سیّد، ہمارا رہبر، ہمارا شفیع ہے، جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ صلوٰۃ وسلام ہو تم پر اے احمد۔ اے اللہ کے حبیب، تم پر صلوٰۃ وسلام۔ اے حمید، تم پر صلوٰۃ وسلام، اے اللہ کی دلیل، تم پر صلوٰۃ وسلام، اے اللہ کے برگزیدہ حامد، تم پر صلوٰۃ وسلام، اے اللہ کے دوست محمُود، تم پر صلوٰۃ وسلام۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں۔

اے اللہ کے رسُول تم پر صلوٰۃ وسلام۔

اے مخلوق میں سے سب سے زیادہ فیّاض، دنیا کے عطیّہ میں سے مجھ پر مہربانی فرما، اس دنیائے حوادث میں آپؐ کا وجود ہی کافی ہے۔ مجھ پر ٹوٹ پڑنے والے حوادث آپؐ پر اللہ کے عطا کردہ علم کی بدولت ظاہر ہیں۔ آپؐ کا یہ گناہگار غلام عبدالنبیؒ جو جنّت کی آرزو میں مستغرق ہے، عاصی اور شکستہ پا ہے۔ آپؐ کے قدموں اور آپؐ کے روضۂ مبارک کی زیارت سے اب تک محرُوم ہے، جو سب سے زیادہ خسارہ پانے والا اور سب سے بڑا گناہگار ہے، وہ اپنے احوال کی عین حالتِ گناہ میں، التماس والتجا کرتا ہے کیونکہ آپؐ کا علم سب سے زیادہ وسیع اور آپؐ کا خُلق سب سے زیادہ بسیط ہے۔

میرا دینی بھائی نعمت اللہ المعرُوف بہ سلیمانؒ اپنے کمال کے ذریعے زیارتِ حرمین الشریفین کا ارادہ رکھتا ہے، چنانچہ جب اسے حرم شریف کی زیارت حاصل ہو جائے، تو اسے آپؐ کے کمالِ کرم سے اُمید ہے، اس کی نظر آپؐ کے لطفِ کریمانہ پر ہے، تاکہ وہ ان دونوں وسیلوں کے طفیل حرمِ کعبہ کے جوار میں مقیم ہو اور وہاں قیام کرنے کے ثمرات سے بہرہ یاب ہو، اور اس سے زیادہ کی التجا سوئے ادب ہے۔

مکتُوب : ۵۷

روضۂ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خادم کے نام۔

شروع کرتا ہوں، اللہ کے نام سے، جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ فقیر حقیر عاصی عبدالنبیؒ کی طرف سے تسلیمات کے بعد جناب افضل الفضلا، حرم شریف کی برکات سے معمُور کی خدمت میں معرُوض ہے، اور ان برکات میں سے یہ ضعیف و نحیف، حضُورِ قلب

marfat.com

اور آدابِ حرم کے ساتھ حاضر ہے اور مہربانیوں اور بزرگوں کے ظہور کے مظہر اور ہمارے سید اور اشرف الاشراف سے فیض کا خواستگار ہے اور اپنے احوال کے ساتھ التماس کرتا ہے کہ یہ فقیر ولایتِ ہند میں مقیم ہے اور کثرتِ عوارض اور ظاہری جسم کی تگ و دو کے باوجود شرفِ زیارت کے مرتبۂ عالی سے اب تک محروم ہے اور قاصر ہے۔ اور اُمید رکھتا ہے کہ اس جسمِ ظاہر کے ساتھ یہ شرف بھی کسی وقت حاصل ہو جائے گا۔ پس آپ کے حضور میں التماس ہے کہ میرے حق میں دُعا کریں، کہ میں اپنے مقصود کو جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں، حاصل کر لوں۔

نیز میرا بھائی نعمت اللہ عرف سلیمانؒ اپنے کمال کی بدولت، حرمین الشریفین کی زیارت کے ارادے کے ساتھ حاضر ہو رہا ہے۔ پس جب اسے اپنا مقصود مل جائے اور اللہ کے فضل سے شرفِ زیارت سے باریاب ہو جائے، تو آپ کے علم و کرم سے اُمید رکھتا ہے کہ وہ آپ کی اعلےٰ ہمسائگی میں قیام کرے اور ان دونوں برکتوں یعنی علم اور کرم سے استفادہ کرے، جیسا کہ کسی اہلِ کمال نے کہا ہے ؎

(ترجمہ) میں دونوں جہانوں کے غنی کے ہاتھوں سے لینے کی التماس نہیں کرتا بجز اس کے کہ میں اُسے پکڑتا ہوں، جو نیکی اور ہمت والا اور سب سے بڑا سہارا ہے۔

پس جب ذریعہ مل گیا، تو طویل کلام ختم ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ کے حبیب پر درود و سلام۔

مکتوب: ۵۸

جناب پیر دستگیر مُلہم بطریقۂ اُحسنیہ کی خدمت میں لکھا گیا۔

شروع کرتا ہوں، اللہ کے نام سے، جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ اس عالی مرتبہ کی خدمت میں، جس نے وہ طریقۂ احسنیہ معلوم کیا، جو محبت اور محبوبیت کے درجات سے ملاقات

marfat.com

کراتا ہے۔ اے اللہ ہم اس کی تعریف کس طرح کریں، جب کہ تُو نے اُسے قطب الافطاب کے لقب سے مخاطب کیا ہے اور جو غموں کو دُور کرنے والا ہے۔

سلام کے بعد یہ فقیر حقیر عبدالنبیؒ عرض کرتا ہے کہ اپنے ظاہری اور پوشیدہ گناہوں کی شامت سے ابھی تک حضرت پیر دستگیرؒ کی زیارت کے شرف سے محروم ہوں۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ اس گناہگار کے حق میں توجہ کریمانہ فرمائیں گے، تاکہ رُوحانی مدد سے اس گناہگار کو توبۂ نصوح میسّر ہو جائے اور تمام ظاہری اور پوشیدہ گناہوں سے زندگی کے آخری لمحات تک آپ کی توجہ کی بدولت محفوظ رہوں۔ اور توجہ مستقیم کے ذریعے جہاں تک فطری استعداد کا تعلق ہے، چہرے کی سیاہی کو دھو کر آپ کی زیارت کا شرف حاصل کروں۔

میرے دینی بھائی نعمت اللہ الملقب بہ سلیمانؒ، صحیح عقائدِ شرعیہ سے آراستہ ہو کر حرمین شریفین کی زیارت کے لیے روانہ ہو گئے۔ امید ہے کہ وہ روضۂ مبارک کے سامنے جاتے ہی ولایتِ حقیقی سے شرف یاب ہو جائیں گے اور قیاس و گمان کے حجابات اٹھ جائیں گے اور اس گنہگار کی طرف سے اِذنِ مسلسل کی برکت سے وہ طریقۂ احسنیہ میں داخل ہو کر نسبتِ تعلیمی کی طرف متوجہ ہو جائیں گے اور اُمید ہے کہ وہ خُدّامِ خاص میں جگہ پالیں گے۔ اور انہیں خاص خصوصیّت حاصل ہو جائے گی۔

مکتوب: ۵۹

فضیلت مآب شیخ موسیٰؒ ساکن ہوشیار پور کے نام۔

جناب فضیلت مآب شیخ موسےٰ جیوؒ، فقیر عبدالنبیؒ کی طرف سے سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ قرآنِ مجید اور حدیثِ قدسی کے الفاظ کی قُربت کے مراتب میں،

جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں درج ہے، فرق بیان کیا جاتا ہے، لیکن اس فقیر نے اپنے قدسی اسرار عزیزوں سے جو کچھ بروئے تحقیق پایا، وہ یہ ہے۔ اوّل یہ کہ حدیثِ قدسی اللہ تعالےٰ کے کلام کے کمالات میں سے ایک کمال ہے، معنوی طور پر بھی اور لفظی طور پر بھی۔ لیکن معنوی طور پر حضرت جبرئیلؑ پر، یا لفظاً حضراتِ انبیا پر القا ہوتا ہے اور پھر ان معانی کو الفاظ کے تصوری لباس کے مطابق ان بزرگوں کی جماعت کے قلوب پر الہام کے طور پر نازل کیا جاتا ہے، اور وہاں سے زبان کے الفاظ کے لباس میں ان کے علاوہ پر بھی ظہور میں آتا ہے یعنی فرشتے سے انبیا پر اور انبیاؑ سے امت پر۔ اس طرح ظاہر ہوا کہ حدیثِ قدسی کو کسی غیر کے واسطے کے بغیر القا کیا جاتا ہے۔ جس میں خصوصی اسرار کو انبیا کے قلوب اور زبان پر معنوی طور پر ایک لباس میں ظاہر کیا جاتا ہے اور قرآن مجید جو آسمانی کتابوں کو جمع کرنے والا ہے اور احادیثِ قدسیہ، اس حکم کے مطابق کہ "کتاب مبیں میں رطب و یابس نہیں"، جامعیتِ کلام کے اعتبار سے ذات، صفات، اور کمالات سے معنوی اور لفظی طور پر اسرار و بیان سے باہر ہیں، اور حکمتِ بالغہ اور صانع حقیقی کی صنعت سے، ہماری صنعت کی شرکت اور ہمارے خیالات کے تصرف کے بغیر، نوری الفاظ کے لباس میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ تھوڑا تھوڑا کر کے ضرورت کے مطابق حضرت جبرائیل کو سنائے گئے، جیسا کہ کہا گیا ہے "جبرئیل نے آواز سنی۔ اللہ کا کلام اور جو کچھ اللہ نے چاہا" آخر تک ——، وہی نورانی الفاظ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بیان کے مظہر الفاظ کے لباس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے، اور اس میں جبرئیلؑ کا کوئی تصرف نہ تھا، سوائے اس کے کہ انہوں نے ظاہر کیے۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کو کسی قسم کے تصرف کے بغیر جسمانی زبان کے ذریعے اُمت کو پڑھ کر سنائے۔ اور اللہ تعالےٰ کے نور سے، صاحبان بصیرت پر ان دونوں

کے مرتبہ کا فرق ظاہر ہو گیا اور چونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد مرتبۂ حقیقی میں اللہ تعالیٰ کے کلام کو سُننے کی تھی۔ اور تمام مراتب کو جمع کرنے والی تھی، اس لیے کسی قسم کے لباس کے بغیر نفسِ مُدّعا وغیرہ کو دُنیاوی حد کے لباس میں اپنے سُننے کے مرتبے کے مطابق، اس بے لباس کو جس کے متعلق قرآن مجید میں اشارہ کیا گیا ہے " اور کسی بشر کے لیے نہیں کہ وہ اللہ سے کلام کرے، سوائے وحی کے یا پردے کے پیچھے سے ..... الخ"۔ سُنا۔ چنانچہ اس اِستماع کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کی طرف متوجّہ تھے، اور اللہ سبحانہٗ کے فضل سے وہ اپنے اصل مرتبہ تک، جو عرش سے اُوپر ہے، عُروج کرتے ہیں، اور وہاں سے اپنے بلند مرتبے کو، جو نُورِ محمدی کا مرتبہ ہے، پہنچ کر ایسے مرتبے پر پہنچتے ہیں کہ لامکان بلکہ کل مکان، ان کے کمالات کے ظہُور کی وجہ سے دُوسرے مرتبے پر ہوتا ہے اور اس کے بعد ان کی حقیقی استعداد اللہ تعالےٰ کے فضلِ محض سے ظہُور فرماتی ہے، اور اللہ سبحانہ نے انہیں اپنے کلامِ پاک سے بغیر کسی وسیلے کے فیض یاب فرمایا، پس برکتیں دینے والے ربّ ارباب نے اپنے قابلِ سماع کلام کو اس دُنیاوی لباس سے عُروج بخشا، اور اس مرتبۂ عالیہ پر جو تمام مخلوقات کی تخلیق کے آغاز میں تھا، پہنچا دیا۔ اور چونکہ اللہ تعالےٰ کے کلام کا یہ مرتبہ اس کی ذات سے الگ نہیں، اس لیے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ کی ذات کو کیفیت اور جہت کے بغیر دیکھا اور اللہ تعالےٰ سے لفظ اور آواز کے بغیر کلام کیا۔ اور یہ بیان اس مرتبے کے بارے میں ہے، جس کے متعلق مُحبّ بیان نہیں کرتا۔

مکتُوب : ٦٠

سوال : اللہ دِیْن کی طرف سے عرض کیا گیا :۔

قطعہ

اے فخرِ بشر کہ در بلا ہا مددی — وز خُلقِ حَسن شفیعِ ہر نیک و بدی
در چاہ ضلالتم پریشاں حالم — فریاد رسا بخُند بیدی بیدی

ترجمہ :۔ اے فخرِ بشر، تو ہی مصائب میں مددگار ہے، تو اپنے نیک اخلاق سے ہر اچھے اور بُرے کی شفاعت کرنے والا ہے میں پریشاں حال گمراہی کے گڑھے میں پڑا ہوں، اے فریاد کو پہنچنے والے مجھے ہاتھوں ہاتھ پکڑ لے۔

اگرچہ یہ حقیر شخص رتی بھر قابلیت نہیں رکھتا لیکن پھر بھی کرمیوں کے لیے مدد کرنا مشکل نہیں۔

جواب : اب جب کہ تم فقیروں کی صحبت میں پہنچ گئے ہو، سرِ تسلیم خم کر دو۔ ذکر و تسبیح میں مشغول رہا کرو۔ جو کچھ تمہارے نصیب میں ہے، اپنے وقت پر ظاہر ہو جائے گا۔ کام یہی ہے کہ اپنی ذات کو درمیان سے خارج کر دو۔

مکتوب : ٦١

اللہ دینؒ کے نام لکھا گیا۔

تمام تعریف اُسی واحد اللہ کے لیے ہے۔ میرا بھائی اللہ دینؒ تکمیلِ دین کے لیے کمربستہ رہتا ہے اور تلخی کی تیزگی سے جو حالتِ یقین میں پوشیدہ ہوتی ہے اور ظہورِ بسط میں، جو آرام و دل جمعی کا سبب ہوتا ہے، تاخیر کی وجہ سے پریشاں نہیں ہوتا۔ محبت کرنے والے کو آرام و لذت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا اور اگر لذت و آرام مل بھی جائے، تو سالک کو اس استعدادِ ضعیف کو ضبط میں رکھنے کے لیے تسلی دیتے ہیں قبضِ محمود جلال کا جلوہ ہے جو بارگاہ کے آخر میں ہے اور دراصل کو ہر قسم کی جمعیت و آرام سے، جو سالک کی تسلی کے لیے ظہورِ جمال ہے، سے ہٹا کر آخر کار مکمل خلوت سے

ہم کنار کرتی ہے، اور حیرت اور بے چینی میں مبتلا کر دیتی ہے جیسا کہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے ؎

بدرد و بیقیں پردہ ہا راخیال　　نماند سرا پردہ اِلّا جلال

ترجمہ:- دردِ و یقیں کی بدولت خیال کے پردوں کے لیے سوائے جلال کے کوئی بارگاہ نہیں رہتی.

میں اس بات کو ذرا زیادہ وضاحت سے بتاتا ہوں کہ قبضِ محمود انتہائے نایافت کی حقیقت کا ظہور ہے اور بسیطِ بُندی، منوسط یافت کا آغاز ہوتا ہے ع بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا (ترجمہ) فرق دیکھئے کہ کہاں سے کہاں تک ہے)، "ہر نہایت اپنے آغاز کی طرف لوٹتی ہے" کا مطلب یہی ہے. جب تک سالک کو لذت و جمعیت حاصل رہتی ہے اُسے فنا سے کوئی غرض نہیں ہوتی، اگر فنا ہو بھی، تو وہ محض خیالی ہوتی ہے، کیونکہ بشریت کا تتمہ اس کی بغل میں ہوتا ہے اور فنائے حقیقی میں بشریت کا معدوم ہو جانا موجود ہوتا ہے، جو جلال کی سطوتوں سے نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ پس سبحان اللہ. اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا، کہ محبت کرنے والے کے لیے حقیقی جمعیت خاطر اسی جمعیت میں ہے اور وہ حیرت و سرگردانی ہے. جس نے چکھا نہیں اُس نے سمجھا نہیں.

فائدہ: اے سعادت مند! نفی و اثبات کے بارے میں تحقیق کی خاطر لکھا گیا ہے، اس عبارت کو سمجھ کر اس پر عمل کر ؎

تا بجاروبِ لا نروبی راہ　　نرسی در سرائے اِلّا اللہ

ترجمہ: جب تک تو راستے کو لا کے جھاڑو سے صاف نہیں کرے گا، الا اللہ کے گھر تک نہیں پہنچ سکے گا.

لفظ 'لا' سے نفس کے مقام سے، جو زیرِ ناف ہے، خیالات کے گرد و غبار

کو، جو جھوٹے خدا ہیں، دائیں بائیں سے سمیٹ کر، اور اس میں ضمناً جو خباثتِ نفس داخل ہو گئی ہو، جس نے دِل اور رُوح کو اپنا محکوم بنا لیا ہو، اُسے اکٹھا کر کے راز کے مقام پر، جو سینہ ہے، راز کے سامنے جو تمام مراتب کا سردار ہے، حاضر کر کے، وہاں سے خفی اور اخفیٰ کے مقامات تک جو علی الترتیب پیشانی اور دماغ ہیں، لے جا کر 'لا' کے جھاڑو کے نیچے، جھوٹے خداؤں سے جو کچھ جمع ہو چکا ہو، دائیں طرف مُنہ کر کے پشت کی طرف پھینک کر دستِ ہمّت کو توحید کے الف سے مضبُوط کر کے، "اثبات" کے الف سے دل پر شدّت کی پیش سے، لام کے ساتھ ملا کر ضرب لگانی چاہیے۔ چونکہ ایک دفعہ کی جاروب کشی سے، یعنی بار بار کرنے کے بغیر، کام مکمّل اور راہ صاف نہیں ہوتا، اس لیے حبسِ دم کو جو مختلف خداؤں کے ذرّات کو، ضبط کر کے جھاڑو کی زد میں لانے والا ہوتا ہے، اختیار کر کے بار بار اس کی ورزش کرنی چاہیے، حتیٰ کہ یا تو کام مکمل ہو جائے، یا جان نکل جائے، اور شہادت حاصل ہو جائے۔

میرے عزیز! بکڑی کا جھاڑو تو محض عارضی گرد و غبار کو سمیٹتا ہے، لیکن اگر اصل غُبار کو، جو ذرّاتِ زمین پر مشتمل ہے، اٹھانا ہو۔ تو اس کے لیے طویل عُمر چاہیے، اور پھر یہ بکڑی کا جھاڑو تھوڑی سی مدّت میں ہی پرانا ہو کر ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔ اس سے معلُوم ہوا کہ جب تک سالک کو عطا کردہ جسم نہیں دیا جاتا، اس وقت تک اصل بشریّت کے غبارِ غم سے رہائی نہیں ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ اصل بشریت کا زوال، عطا کردہ وجُود کے سُپرد کرنے کے بعد ہے اور وہ ولایتِ انبیا کا مرتبہ ہے۔ ان پر دُرود و سلام۔ اللہ کا فضل چاہیے تاکہ وہ کمال کا دروازہ کھول دے۔ عجیب زمانہ آیا ہے کہ نفی و اثبات کا رستہ جسے گزشتہ دَور کے بزرگ پندرہ بلکہ بیس سال تک طے کرتے رہتے تھے۔ اس زمانے میں اس سے ایک ماہ کے اندر ہی بعض

کے دماغ میں خلل پیدا ہو جاتا ہے اور بعض کی ہمّت حیلہ گری کی طرف راغب ہو جاتی ہے اور نفی و اثبات کو ایک فالتو کام سمجھ کر ان کے لیے اس سے تعلّق پیدا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور حالت یہ ہے کہ مبتدی، متوسّط، اور مُنتہی کا ایمان ہی نفی و اثبات سے ہے۔ اللہ کسی شخص پر اس کی ہمّت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، اس کے فضل کی اُمید، بغیر کسی بہانہ کے رکھنی چاہیے اور طاقت کے مطابق کوشش کرتے جانا چاہیے۔

فضیلت مآب شیخ بدرالدینؒ اور فقرا کی تمام جماعت کو اور فقیرزادوں کو اس احقر کی طرف سے سلام و دعا کہیں: تاکہ 'بے حیثیتی' سے 'حیثیت' کی حالت میں آجائے۔

مکتُوب : ۶۲

حقائق و معارف سے آگاہ حاجی محمّد امینؒ کے نام۔

حمد و صلوٰۃ اور سلام کے بعد جامع علوم حاجی صاحبؒ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کے مکتوب شریف کے ملنے سے عزّت افزائی ہوئی۔ اس مکتوب نے دقیق نکات سے مطلع کیا۔ حضرت مجدّدؒ کے ایک مکتُوب کے بعض معانی کی تحقیق کے بارے میں استفسار کیا گیا ہے۔

وصولِ نظری اور وصولِ قدمی میں فرق پوچھا گیا ہے۔ مجھ جیسے کم فہم اشخاص کو اتنی ہمّت کہاں، کہ اپنے خط میں ان دونوں کے درمیان، جو فرق ہے، اُسے بیان کروں۔ اور اس بیان کی شرح کروں۔ لیکن ضرورت کے ماتحت اپنی ناقص سمجھ کے مطابق عرض کیے دیتا ہوں۔

یہ بات واضح ہے، کہ 'سُلوکِ صُوفیہ' سے مراد 'علمی حرکت' ہے، زمین یا آسمان

کے فاصلے طے کرنا نہیں، کیونکہ "بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، خواہ ہم کہیں بھی ہوں"۔ اور علمی حرکت سے مراد علم کو تاریکی کے بعض ان پردوں سے نکالنا ہے، جو علم کے ساتھ پیدا ہو جاتے ہیں، اور اس تک رسائی کرنا ہے۔ کیونکہ اس کے وسیلے میں "اصل زعم" (قیاس اصلی) حائل ہوتا ہے۔ لیکن تیرگی کے پردوں کو چاک کرنے والے نورِ علمی کے دو درجے ہیں۔ ایک یہ کہ کیا یہ شخص اس مرتبہ کا اہل ہے کہ وہاں اقامت کر سکے؟ دوسرا یہ کہ استعدادِ عالی کے مالک کو، بغیر اس کے کہ ابھی اُسے اس مرتبہ سے نکل جانے کی قوت عطا ہو، اس پر اس مرتبے کے اُوپر سے جلوہ دکھاتے ہیں اور اس کے فوراً بعد یا کچھ عرصہ بعد اسے پھر پہلے مرتبے میں لے جاتے ہیں اور اس سے چھُپ جاتے ہیں یا اس سے تھوڑی سی آگاہی رکھتے ہیں، حتیٰ کہ یہی آگاہی اسے کھینچ کر اُوپر لے جاتی ہے، چنانچہ وہ وصولِ مقامی جس کا یہ شخص اہل اور جس میں قیام کرتا ہو، وصولِ قدمی ہے اور جس وصولِ مقامی کو اس نے جلوہ کے ذریعے دیکھا ہو، وصولِ نظری ہے۔ چنانچہ معلوم ہونا چاہیے کہ عُروج کے مراتب میں جب تیرگی کے پردوں کو پُوری طرح دُور کرنا حاصل ہو جائے اور کسی تیرگی کے شائبہ کے بغیر اصل الاصُول تک رسائی ہو جائے، تو اس عرصہ میں وصولِ نظری سے جو عُروج کے وقت حاصل ہو جائے، فارغ ہو جائے، وصولِ نظری کیلئے جو نزُول کے مراتب میں رونما ہو، تیار ہو جائے۔ پہلے وصولِ نظری میں "میں اللہ اللہ کی طرف سَیر ہے اور دوسرے وصولِ نظری میں اللہ سے اللہ تک کی سیر اشیاء کے اندر ظہُور فرماتی ہے۔ اس لیے اصحابِ عُروج میں اسی نسبت سے فرق ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اصحابِ نزُول آپس میں فرق پیدا کرتے ہیں جیسا کہ ان مراتب والوں پر مخفی نہیں، پس خواہ یہ نظری اوّل ہو خواہ نظری ثانی، اس کا حامل دُور سے جلوہ دکھاتا ہے۔ چنانچہ صاحب قدم، حق الیقین کا مالک ہوتا ہے اگرچہ

وہ نسبی ہو۔ اور صاحبِ نظر عین الیقیں یا علم الیقیں کا مالک ہوتا ہے اور صاحبِ عُروج کو حقیقی حق الیقیں کا حصُول تمام تیرگیوں کو دُور کرنے کے بعد متحقق ہوتا ہے، اور صاحبِ نزُول کو حق الیقین کا حصُول اس ساری جہالت کے دُور ہونے کے بعد ہوتا ہے، جو حقائقِ اشیا کی تفصیل میں حائل ہوتی ہے۔ چنانچہ پہلا، کمال کے حساب سے ولایتِ انبیا میں رکھی ہے اور دوسرا، کمال کے حساب سے نبوّتِ انبیا میں اکمل ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

مکتُوب: ۶۳

حضرت پیر دستگیرؒ کے ارشادِ الہامی کی تحقیق میں۔

حضرت پیر دستگیر بنوریؒ کے الہامی ارشادات کی تحقیق میں، جن کے کمالات کے نُور کی بدولت قصبۂ بنوؔر، پُر نور ہے اور جہاں کے نُور کی وجہ سے انشا اللہ اطرافِ عالم، قیامت تک منوّر اور مسرّت آمیز رہیں گے۔ اور اس کی سرُور آوری پر مجھے بھی فخر ہے، بلکہ ہر اس کو ہے، جو حُور و قصُور کا وارث ہے۔ نفس، بدن کی روح سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی اِنسانی رُوح، عالمِ ارواح میں اپنی انتہائی لطافت کے ساتھ موجود تھی۔ اور جو کچھ اس کی نُورانی قابلیتوں کا تقاضا تھا، ان کی انتہائی پوشیدہ لطائف کی بدولت عناصرِ اربعہ عرش کے نیچے غیر مفصّلہ پیدا تھے اور ان کی تیرہ اور مفصّلہ حیثیات کی وجہ سے کمالات کا ظہُور خفیہ تھا، اور ان دونوں مرتبوں کی تخلیق یعنی رُوح اور عنصر، اللہ تعالےٰ کی حکمتِ بالغہ سے حق سبحانہ وتعالےٰ کے مراتب کے ظہُور اور جلوہ گری کے لیے تھی۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ سے پہلے عنصرِ مجمّل کو آسمانِ دنیا کے نیچے الگ کیا اور جب ہر رُوح کے خاص بدن کو ان عناصرِ اربعہ سے ترتیب دے لیا، تو روحِ مذکور کو بڑے اعزاز سے ایک معیّن

وقت پر اس بدن کے اندر پھونکا۔ ان دونوں مرتبوں یعنی روح اور بدن کے اجتماع کے بعد، اس میں ایسی قابلیتیں پیدا ہوتی ہیں جو نور کو گھٹاتی اور جسم کی تیرہ جبلتیات کو بڑھاتی ہیں، چنانچہ انہیں عالمِ برزخ میں ظہور بخشا گیا اور چونکہ صرف اپنے مرتبہ کی جدائی اور تنہائی کی وجہ سے ان کی خصوصیت کا خاص ظہور نہ تھا اور ایک کو دوسرے سے کوئی سروکار نہ تھا اور ان دونوں مرتبوں کی تخلیق میں حکمتِ بالغہ کے تقاضوں کا ظہور، جو ظاہر کرنے اور ظاہر ہونے کے لیے تھا، ان دونوں کے امتزاج کی ترکیب کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا، اس لیے ان دونوں یعنی روحانی قابلیتوں اور جسمانی قابلیتوں کے ظہور سے عین برزخیت میں چاند کی طرح ایک واحد صورت میں ان دونوں مرتبوں یعنی مرتبۂ روح اور مرتبۂ بدن سے ایک تیسرا عالم پیدا کیا گیا اور اس کا نام نفس رکھا گیا۔ یعنی ذاتِ مقدس کا مظہرِ کامل جس میں جمالی قابلیتیں ہیں، جو نورانی مخلوقات کی موجودگی کا باعث ہیں۔ اور جلالی قابلیتیں بھی جو تیرگی کی جبلیات کا مظہر ہیں۔ چونکہ بدن کے مکان کے اندر روح بالکل پوشیدہ ہوتی ہے، اس لیے اس کی قابلیتوں کا ظہور بھی پوشیدہ ہوتا ہے اور بدن کی جبلت غالب ہوتی ہے۔ جب تک اس کا یہ استکبار دور نہیں ہو جاتا۔ نفس کفر کرنے اور حکم دینے میں لگا رہتا ہے اور جب اللہ تعالےٰ کے فضلِ عام سے نورِ جمال یعنی صفاتِ لطیفہ کا ظہور ہوتا ہے، تو پھر تیسرا حصہ یعنی انانیت و نفسیت زوال پذیر ہو جاتا ہے اور نورِ ایمانی سے مومن کا سینہ کھل جاتا ہے اور نفس کے اس مقام کو ملامت سے یاد کیا جاتا ہے۔ (یعنی نفس امارہ۔ نفس لوامہ بن جاتا ہے اور دنیاوی خواہشات رکھنے کی بجائے گناہوں پر ملامت کرتا ہے)۔ اور جب اللہ تعالےٰ اپنے کرم سے اس ظہورِ عام کے بعد، ظہورِ خاص سے اُسے حقیقتِ انسانی کی خلعت پہناتا ہے اور جو کچھ جاننے کے قابل ہے اُسے بتاتا ہے۔ اور اس کے

باقی دو حصّوں کی پرورش کی جاتی ہے، تو اُس وقت نفس کو نفسِ مُلہمہ کہا جاتا ہے۔ اور یہ مرتبہ ولایتِ اولیا تک کا ہو سکتا ہے اور چونکہ اولیائے امّت کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی و اطاعت میں نبی کی ولایتِ معصُومہ کے کمالات میں سے حصّہ حاصل ہوتا ہے، اگرچہ حصّہ ملنے کے بعد وہ نہ تو معصُوم ہو گا اور نہ معصُوم جیسا، اس لئے اللہ تعالےٰ، سنّت کی پُوری پُوری پیروی کرنے کے طفیل، اُسے نُور سے منوّر اور پُرکھ دیتا ہے اس مقام پر اس ازلی نیک بخت کو نفس مُطمئنّہ کہتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے اے نفس مُطمئنّہ! اپنے ربّ کی طرف اِس طرح لوٹ کہ تُو ربّ سے راضی ہو اور ربّ تجھ سے راضی ہو۔

میرے عزیز! اس وقت یہ نادرِ زمانہ، نفسِ لطیفہ قابلِ تعریف و مدح ہو گا۔ کیونکہ جاہلیت کے وقت تمام رُوحانی لطائف پر اسمائے قہریہ کے مظہر کے قریب ہونے کی وجہ سے عناصر کو غلبہ حاصل تھا، اس وصل کے عالم میں دُوریاں دَور ہوتی جاتی ہیں۔ ایسے وقت میں کمال اطمینان کے بعد اسمائے لطیفہ کا مکمّل مظہر ہونے کی بدولت، جو اس کی تخلیق کا مقصُود ہے، وہ ذاتِ مقدّس سے واصل ہو جائے گا۔ اور اس پر قُربتوں کا دروازہ کُھل جائے گا۔ اس مقام پر اس حدیث کا مفہُوم سمجھنا چاہیے کہ تمہارے جاہلیت کے نیک، اسلام کے بھی نیک ہوں گے — اگر غور کیا جائے!

مکتُوب: ۶۴

حاجی الحرمین حاجی محمّد امینؒ کے نام۔

حاجی الحرمین الشریفین حاجی محمّد امینؒ کی خدمت میں سلام کے بعد عرض ہے۔ میں نے ایک سابقہ مکتوب میں لکھا ہے کہ کلمۂ صاحبِ نظر، حق الیقین نہیں، بلکہ

میں نے صاحبِ قدم اہل حق الیقیں، صاحبِ نظر اہلِ عین الیقیں یا اہلِ علم الیقیں لکھا ہے اور چونکہ صاحبِ نظر کے لیے تتمّہ سُلوک باقی ہوتا ہے اور عین الیقیں اور علم الیقیں والے دونوں راہ میں ہوتے ہیں، اس لیے لاچار وہ ان دونوں میں سے ایک ہوگا۔ اور اس کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور وہ جو حضرت مجدد رح نے مکتوب میں لکھا ہے، برحق لکھا ہے اور اہلِ تحقیق کے نزدیک یہ ایک اصول ہے کہ سالک کو عُروج کی راہ میں جو تفاصیل پیش آتی ہیں، اور جب وہ تیرگیوں سے گزر کر اصل تک پہنچ جاتا ہے، تو ایسے مقام پر حق، حق کی طرف ترقی کرتا ہوا بڑھتا ہے۔ اگرچہ اس کی ابتدا سلوک یا جذبہ سے ہوتی ہے لیکن جذبہ و سلوک کے مرحلے طے کرنے کے بعد حق تک پہنچ جاتا ہے، جبکہ ترقی کا تتمّہ ابھی باقی ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ نزُوع سے اصل میں ہوتا ہے اور سلوک و جذبہ کو روک کر حق سے ابتدا کرتا ہے، حالانکہ اس جگہ تک پہنچنے کے لیے سلوک و جذبہ طے کیا ہوتا ہے۔ پس اس سے جذبہ و سلوک متحقق ہوگیا۔

اور مکتوب مع ہدیہ کے مل گیا، دعا اور فاتحہ پڑھی، توقع ہے کہ اس طرح معانی کی تحقیق اور بزرگوں کی عبارتوں سے آپ بہرہ یاب ہوتے رہیں گے۔ فقیر زادوں اور شیخ موسیٰ جیوؒ کی طرف سے سلام عرض ہے۔

مکتوب : ٦٥

اللہ سبحانہ کے کلام کی تحقیق کے بارے میں۔

رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید، سات حروف یعنی سات قرأتوں

لہ معلوم ہونا چاہیے، کہ قرآن مجید کے کلام کے سات مرتبے ہیں تین مرتبے وجوبی، اور چار مرتبے امکانی تین وجوبی مرتبے یہ ہیں:- وجودِ کلام، نورِ کلام اور ظہورِ کلام متکلم پر۔ اور چار امکانی مرتبے یہ ہیں۔ اوّل نفسِ مدعا، کہ حرف و آواز اگرچہ نورانی ہوں اسکی گنجائش نہیں رکھتے سوئم حرف و آواز نورانی جس سے حضرت جبرئیلؑ کو حصہ ملا، چنانچہ کہا گیا "جبرئیل نے آواز سنی... الخ" یہ دو مرتبے اگرچہ مخلوق ہیں، لیکن ان میں کسی مخلوق کو کوئی تصرف حاصل نہیں سوئم حرف و آواز جسمانی۔ جیسا کہ حضرت جبرئیلؑ کا فرشتوں کی زبان میں بات کرنا، جسکی سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کو کوئی اطلاع نہ تھی چہارم حرف و آوازِ جسمانی جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صحابہ کرامؓ سے اپنی طرف سے اضافہ کے ساتھ بیان کرنا۔

پر نازل کیا گیا ہے۔ چنانچہ تمام قاری حضرات کے نزدیک یہ تحقیق شُدہ بات ہے اور اس کے معانی بھی سات طرح کے ہیں۔ اور علمائے ظاہر کے مطابق بھی یہ بات پکّی ہے اور اہلِ باطن کی دو تحقیقات ہیں سے ایک تحقیق کے مطابق ہے اور ہفت بطن (معنی) کی دوسری تحقیق بھی اہلِ باطن کی ہے اور اس دوسری تحقیق کی تفصیل حضرت پیر بنوری قُدّس سِرّہٗ کے نزدیک اس طرح ہے: اللہ تعالےٰ کے کلام کے تین مرتبے ازلی اور قدیمی طور پر درجۂ وجُوب میں ہیں، اور ان تینوں مرتبوں کا نام وجُودِ کلام، نورِ کلام اور ظہورِ کلام ہے۔ ان تینوں مرتبوں کا متکلّم اپنی تمام قابلیتوں کے ساتھ کسی اور کے وجُود کے بغیر جانتا ہے۔ اور یہ تینوں مرتبے دوسرے چار مرتبوں کی مظہریّت کے ساتھ، جو مخلُوق اور مُحدَث ہیں، عالمِ اصل الاصُول، عالمِ انوار، عالمِ اجرام اور عالمِ اجسام میں ظاہر ہیں۔ ان میں سے دو مخلوق واسباب کے واسطے کے بغیر مخلوق ہیں۔ ایک نفسِ مدعا ہے جو حرف وصَوت کے لباس کے بغیر ہے، نہ نُورانی اور نہ غیر نورانی۔ یہ نُورِ اوّل کی مظہریّت کے طفیل ہے اور مظہریّت اوّل کے ذریعے وہ تین مرتبے بغیر کسی پردے کے وُجوب کے سامنے ہیں، چنانچہ اہلِ صفا پر "القاء سِرّی" (پوشیدہ القا) اس پر گواہ ہے۔ دُوسرا نورانی حرف وصَوت ہے، جو عالمِ ارواح میں ان مراتبِ وجُوب کی جامعیت کا مظہر ثانی ہے، جسے حضرت جبرئیلؑ نے سُنا۔ چنانچہ عقیدہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے اللہ کے کلام کو آواز سے سُنا، یا جیسا اللہ تعالےٰ نے چاہا، مثلاً اہلِ نُور کے دل میں بات ڈالنے کی طرح۔ اور کلام کے چار مظاہر میں سے دو مخلُوق کے واسطے سے مخلُوق ہیں، ان میں سے ایک جسمانی حرف وصَوت، جس کا حضرت جبرئیلؑ نے آنحضرتؐ پر ظہور کیا۔ اگرچہ آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ کے کلام کا ظہُور غیر کے واسطے سے نفسِ مُدعا کے لیے ہے، جیسا کہ اُوپر تحریر کیا گیا، اور حدیث کہ "آدم کی بنیاد پانی اور کیچڑ پر رکھی گئی"، اس مفہُوم پر گواہ ہے اور دوسرے درجہ پر آنحضرت کے جسمانی حرف وصوت

ہیں، جن کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام بلند مراتب کے ساتھ اس کلام کو قیامت تک کے لیے تمام مخلوقات پر ظاہر کیا۔ پس جو کچھ ہمارے پاس محفوظ ہے، وہ مذکورہ بالا مظاہر کے طفیل ہے، وہی اللہ تعالےٰ کا کلام ہے۔ کچھ اور نہیں اور اس کا محفوظ ہونا، قاری کی قرأت کے احاطہ سے پاک ہے جس طرح ہمارے احاطہ کے باہر اللہ تعالےٰ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کو بے کم وکاست سمجھنا چاہیے۔ پس سمجھیے۔

مکتوب: ۶۶

"تحیّر فی ذاتِ سواہ" کے ضمن میں:

پاک ہے وہ ذات جس کے بارے میں کسی نے سوچ بچار کی، اور وہ اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے اور پاک ہے وہ جو اپنی ذات کو چھوڑ کر اس کی ذات میں متحیر ہے۔ یعنی اللہ سبحانہ کی جناب میں عین حالتِ ایمان میں مقام بلند کی "نایافت"۔ تحیّر کے معنی نایافت: (نہ پانا) ہے اِس لیے نایافت سے پہلے جس کی آپ کو تعلیمِ حضوری تھی، اور وہ حضوری ظلی تھی اور "یافت" کے ساتھ جمع تھی اور چونکہ یافت کے معنی، ادراک (پانا) ہے اور ادراک کو اللہ تعالےٰ تک رسائی نہیں، خواہ یہ ادراک خفی ہو۔ اس کے بعد "نایافت" کی تعلیم نفیِ ذات کے لیے ادراک کا احتمال رکھتی ہے، نفیِ حضور کا نہیں، جس وقت سالک نفیِ یافت کی تعلیم کے بعد 'نایافت' میں مشغول ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ حضوری کو کم کر دیتا ہے اس وقت پھر حضورِ تعلیم سے گزر کر عین نایافتِ حضور میں جو وصول بتری کا خلاصہ اور اصلیت یا نایافت کے دائرہ میں داخل ہے، شامل ہو جاتا ہے چنانچہ نایافت، آخرت میں رویتِ بصری حاصل کرنے کے بعد ثابت ہو جاتی ہے۔ البتہ اس جگہ "یافت" ہے، جس کا تعلق تجلی سے ہے، ذات پاک سے نہیں۔ جب ذاتِ پاک

پاک سے تعلق ہوگیا، تو گویا نایافت کو ظاہر کر دیا گیا۔ اس لیے چاہیے کہ عین نایافتِ شہود میں نُورِ ایمان کی بدولت اللہ تعالےٰ کی حضُوری سے جو حاصل ہونے والی یافت سے پاک ہے۔ بہرہ ور ہو کر غفلت سے احتراز کرے۔

پس تحریر: اگر کوئی شُبہ ہے۔ تو انشا اللہ ملاقات کے بعد روبرُو دُور کر دیا جائے گا۔ مختصر یہ ہے کہ حضُوری کی طرف توجّہ کیے بغیر محض "نایافت" میں وقت گزارنا چاہیے، یہاں تک کہ مطلُوب کے بغیر توجہ قائم ہو اور حق کی حضوری غالب آجائے۔

مکتُوب: ۶۷

میاں عبدالہادیؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

بے غرض دوست کی طرف سے مکتوبِ محبّت آمیز نہایت اچھے وقت میں ملا۔ مضمُون سے آگاہی ہوئی۔ وبا کے پھیلنے کے متعلّق لکھا گیا تھا۔ اور بچوں کی سلامتی مطلُوب تھی۔ میرے مشفق! کوئی شے تقدیر سے بے نیاز نہیں کر سکتی۔ اور مَوت ہر ایک کو ایک ایسے طریقے سے بہرحال آتی ہے، جو مقدر ہو چکا ہو۔ اس کا ٹالنا ممکن نہیں۔ ہاں اگر کم اندیشوں کی تسلّی کی خاطر تعویذ یا علاج کرتے ہیں، تو یہ مَوت کا علاج نہیں، بلکہ وہ تسلّی نامہ ہوتا ہے، جو اس کے حال کے لیے ہوتا ہے پوشیدہ امر کے ظہُور کو روکنے کے لیے نہیں، بلکہ صرف اس لیے کہ غم میں پریشان نہ ہو۔ دانا آدمی کو چونکہ معلوم ہوتا ہے کہ موت کا کوئی علاج نہیں، اس لیے وہ تعویذ طلب نہیں کرتا۔ البتہ بعض امراض کا علاج اللہ نے دوا سے کیا ہے اور مَوت ہرگز کسی ایک شے میں نہیں۔ یہ ایک ہی بار ہے۔ بار بار نہیں آتی۔ ہم نے آپ کو اور آپ کے فرزندوں کو خالقِ موت کے سپُرد کیا۔ خُدا آپ کو صبر و شکر عطا فرمائے۔

آپ نے چند مسائل کے متعلّق لکھا ہے۔ تو میرے مشفق! فرائض ہر حالت میں فرض

ہوتے ہیں، کسی اور کی طرف سے ادا کرنے سے ادا نہیں ہوتے. البتہ نوافل جس کسی کے لیے چاہے، وہ اپنا ہو یا بیگانہ، خواہ تمام، خواہ آدھے، خواہ تہائی، عطا کرنے کے مطابق پہنچائے جاتے ہیں. اور ان کا ثواب پہنچتا ہے.

وقتی نکاح (متعہ) ہمارے مذہب میں باطل ہے.

بعض روایات میں دفن کرنے کے بعد راستے سے لوٹ کر کسی چیز سے میت کی امداد کرنا جائز سمجھا گیا ہے. لیکن جمہور کا یہ طریقہ نہیں.

قبروں پر چراغ جلانا بدعت ہے، ہاں اگر کوئی ضرورت پیش آجائے، تو جائز ہے.

جس عورت کو ایک یا دو بار، پانچ روز یا سات روز کی عادت ہو، اور بعد میں عادت سے تجاوز کر جائے، تو یہ دیکھنا چاہیے، کہ اگر مدتِ حیض اکثر اوقات کم ہو جائے، تو اس صورت میں پہلی عادت ختم ہو جائے گی اور اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور اگر مدتِ حیض اکثر اوقات بڑھ جائے، تو پہلی عادت ہی معتبر رہے گی. ایامِ حیض عادت کے مطابق گنے جائیں گے. اور زیادتی کے دنوں کی نمازیں قضا ہوں گی اور ان کا ادا کرنا ضروری ہوگا. مثلاً عام عادت پانچ دن کی ہے اور بعد میں سات یا آٹھ یا دس دن میں پاک ہو اور پھر یہ عادت بن گئی. تو یہ تمام دن ایامِ حیض شمار ہوں گے اور باقی تمام دن ایامِ استحاضہ شمار ہوں گے.

مُردے کے ساتھ کاغذ لکھ کر رکھنا منع ہے البتہ اگر خشک انگلی سے میت کی پیشانی یا سینہ پر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھنا چاہے، تو یہ برکت کے لیے ہے. ولدالزنا کا جنازہ درست ہے.

ہلالی کی رات یا عید وغیرہ کے دن مبارک باد دینے کی تیاری میں غلو کرنا اور اسے لازم کرنا یا جمعہ کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا یہ تمام باتیں ممنوع ہیں اور لوگوں کو اس سے منع کیا گیا ہے ملاحظہ ہو شرحِ کافی "باب المکروہات"

---

marfat.com

مکتوب : ۶۸

میاں عبدالہادیؒ کے نام

برادرم میاں عبدالہادیؒ کی خدمت میں سلام. خط ملا. سفارش لکھ کر دے دی گئی.

اور عنین (نامرد) کے بارے میں جو مسئلہ پوچھا گیا، تو عنین وہ ہوتا ہے جو عورت کے قابل نہ ہو، یا شادی شُدہ عورت کے تو قابل ہو، مگر کسی دوسری عورت کے قابل نہ ہو. اس لیے اگر عنین خلوتِ صحیحہ کے بعد عورت کو طلاق دے، تو اس پر پُورے حق مہر کی ادائیگی لازم ہے اور عدت واجب ہوگی اور اگر خلوتِ صحیحہ کے بعد عورت مجامعت کا انکار کرے، تو اگر وہ کنواری ہے، تو دو سری عورتیں اس کا ملاحظہ کریں، اگر اس کا کنوارپن زائل ہو گیا ہو، تو پھر مجامعت ثابت ہو گئی اور اگر عورت کنواری نہ ہو، تو پھر شوہر کی بات یا قسم مانی جائے گی. خلوتِ صحیحہ وہ ہے کہ عورت جو مرض سے اور حَیض سے پاک، رمضان کے سوا دوسرے ایّام میں اپنے شوہر کے ساتھ کسی خالی مکان میں، جہاں کوئی دوسرا نہ جا سکتا ہو، رہے. یہ خلوت حکمِ مجامعت رکھتی ہے اس لیے عِدّت کے ایّام لازمی ہیں.

مکتوب : ۶۹

اللہ سبحانہ کی ذات وصفات کے مرتبہ کی تحقیق میں.

اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کا مرتبہ اپنے تمام ذاتی اور صفاتی کمالات کے ساتھ ازلی وابدی ہے اور ذاتی وصفاتی شانوں کے کمالات کے اسرار پوشیدہ ہیں اور صرف اللہ تعالےٰ کی بلند ذات کو معلُوم ہَیں، اور کوئی شے اس کی ذات سے دُور اور اس کی معلُومات سے پرے نہیں. اللہ تعالےٰ کے یہ مرتبے مختصر یا تفصیل کے

marfat.com

ساتھ ظہورِ خارجی کے لیے کسی شے کے محتاج نہیں، اور اس کے حُسن کا تقاضا، اس کی ہر صفت اور ہر شان کے بارے میں عالم و بصیر ہے، لیکن چونکہ ہر صفت کا حُسن اپنی ظاہریّت کے باوجُود، خارجی ظہُور کے تقاضا کرنے کی حد تک اللہ سبحانہ کے علم میں ہے، اور ہر صفت کے حسن کا یہ تقاضا، ظہُورِ اظہر کا مقتضیٰ کہلاتا ہے، اس لیے اپنے انتہائی استغنا کے باوجُود، اس نے ذاتی و صفاتی شانوں کے اقتضا کے مطابق اپنے خارجی اور عدم سے وجود میں آنے والے مرتبے کو اس عالمِ شہُود میں ظاہر کیا۔

جاننا چاہیے کہ اللہ سبحانہٗ کی صفات کے دو مرتبے (پہلُو) ہیں۔ ایک لطیفہ اور دوسرا قہریہ۔ حُسنِ صفاتِ لطیفہ کے تقاضے کے مطابق، اس کے مظاہر دنیا میں ظاہر ہوئے۔ چنانچہ اس دنیا میں ایمان و اطاعت اور اوامر کی تعمیل اور نواہی کے اجتناب میں سے جو کچھ ہے، وہ سب حُسنِ صفاتِ لطیفہ کا ظہُور ہے اور اس ظہُور کی جزا آخرت میں جنّت الفردوس میں مستقل قیام اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا ہے، اور اس مقام کی تمام نعمتوں میں افضل و اعلیٰ نعمت، اللہ سبحانہٗ کا دیدار ہے۔

اسی طرح حُسنِ صفاتِ قہریہ کے مظاہر بھی اللہ تعالےٰ نے دنیا میں پیدا کیے ہیں، چنانچہ جو کچھ کُفر اور گناہ اور اللہ کے حکم کی نافرمانی وغیرہ دنیا میں ہے، وہ سب حُسنِ صفاتِ قہریہ کا ظہُور ہے اور اس ظہُور کی جزا کے مراتب آخرت میں جہنّم میں مستقل ٹھکانہ اور طرح طرح کے عذاب ہیں، اور ان میں سے سب سے بڑا عذاب اللہ سبحانہٗ کے دیدار سے محرُومی ہے۔

اے عقل مند! خبردار۔ اگر تو اس ذاتِ پاک کی صفاتِ لطیفہ کے حُسنِ کمالات کے کا مَظہر ہے، تو اس معرفت کو عرفاں کی نظر سے دیکھے گا اور قدم کو شریعت کے سیدھے راستے پر رکھے گا، ورنہ عین معرفت میں استقامت کے بغیر ظہُورِ قہریہ کے سیدھے

راستے پر اپنے آپ کو الحاد کے گرداب میں پائے گا.

الغرض ملحدِ صفاتِ قہریہ کا ظہور ہے اور عارفِ صفات لطیفہ کا ظہور۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنے ربّ کی تربیت سے ہٹنے کا چارہ نہیں اور اس سیاہ جنوں کے ثمرات سے خلاصی نہیں. اور اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات، اس فیض بخشی اور عدم اور مظاہر کے قریب ہونے کے باوجود مَظہَر میں حلول کرنے سے پاک اور مبرّا ہے پس اِسے سمجھئے۔

فائدہ :۔ رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس نے اپنے اللہ کو پہچان لیا اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں، یعنی اسے معرفت میں کسی شے کی احتیاج باقی نہیں رہتی.

فائدہ :۔ تیرے دو دانتوں کے اوپر تیرے دو فرشتوں (کرامؑ کاتبین) کی نشست گاہ ہے، تیری زبان اُن دونوں کا قلم ہے اور تیری تھُوک ان کی سیاہی، چنانچہ وہ پوری حکمت سے تیری زبان اور تیری تھُوک سے تیرے اچھّے اور بُرے اعمال کو لکھتے ہَیں. ان میں سے تیری کوئی شے نہیں. اور تو نے فرشتوں کے قد وقامت کے بارے میں سُنا ہوگا، لیکن اس عظمت وجلال کے باوجود تیرے دو دانتوں کی تنگ جگہ میں انہوں نے اپنا ٹھکانہ بنایا ہوا ہے، اور تجھے کچھ محسُوس نہیں ہوتا.

چنانچہ ان لوگوں پر حیرت ہے، جو اس آیت کے مفہُوم "حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ" (حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گزر جائے) کو اللہ تعالےٰ کی قُدرت سے بعید سمجھتے ہیں، اور عقلی محال کو خدائی محال قرار دیتے ہَیں.

اے مومنِ سُنّی. آگاہ رہ. کہ ہم بندوں کے ساتھ قبر، عذاب اور حساب اتنا نازک اور پوشیدہ ہے کہ حساب وعذاب کا معاملہ عام انسانوں کی سمجھ میں نہیں آسکتا. اور حساب کے معاملہ میں قبر کی زندگی اِسی طرح ہے، جس طرح دنیا دی زندگی میں بیداری ہے. یہاں تک کہ اگر کسی مُردہ شخص کی قبر پر کوئی جانور بیٹھ جائے تو صاحبِ

قبر جانتا ہے کہ وہ جانور نَر ہے یا مادہ۔ جو لوگ قبر کے معاملے کو ایک محسوس معاملہ نہیں پاتے، وہ فطری جہالت سے لاچار ہو کر اس معاملہ کو خواب کی طرح خیال کر لیتے ہیں، اور اس عقیدے کی وجہ سے اہلِ سنّت والجماعت کے مذہب سے دُور ہو جاتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ انہیں معلوم نہیں۔ ہم اس جہل مرکب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ گمراہ کرے، اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔

مسئلہ: حمل خواہ لونڈی کا ہو یا شریف خاتون کا، جب تک اس میں جان نہ پڑے، اس کا ضائع کیا جانا جائز ہے۔ لیکن جب اس میں جان پڑ جائے، تو پھر اس کو ضائع کرنا منع ہے۔ لیکن اس زمانے میں بعض عُلما نے کہا ہے کہ یہ فساد کا زمانہ ہے۔ اکثر اولاد بدکار ہوتی ہے اگر جان پڑنے کے بعد بھی حمل ضائع کر دیا جائے تو جائز ہے لیکن پہلی بات پر ہی عمل کرنا چاہیے یعنی جان پڑنے کے بعد ضائع نہیں کرنا چاہیے، اگر کسی دوسرے کی لونڈی سے نکاح کیا ہے، تو حمل کا ضائع کرنا بالکل درست نہیں، خواہ اس میں ابھی جان نہ پڑی ہو۔

مسئلہ: کسی شے کا، جو وزن میں برابر ہو، ہاتھوں ہاتھ اُدھار لینا دینا جائز ہے۔ لیکن اس وعدے کے ساتھ کہ دو ماہ کے بعد اس سے اعلےٰ ادا کروں گا درست نہیں، کیونکہ یہ سُود ہے۔ الغرض ایک جنس میں زیادتی اور دوسری طرف سے وعدہ، دونوں منع ہیں۔ خواہ وزن میں برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن ایک چیز کا لینا اور دوسری کا وعدہ کرنا، ایک ہی جنس میں منع ہے۔ اور دوسری جنس میں ایک طرف سے زیادتی جائز ہے۔ تاہم اُدھار اس وقت جائز نہیں، جب کہ دونوں وزن یا پیمائش میں برابر ہوں۔ اور اگر دونوں غیر جنس ہوں، ایک پیمائش میں اور دوسری وزن میں تو پھر اس طرح کا اُدھار جائز ہے۔

مسئلہ:۔ سوتے وقت اگر قرآن مجید پاؤں کی طرف ہو، اور وہ انسان کے

قد کے برابر بلند ہو۔ تو پھر سونا جائز ہے اور اگر بلندی اس سے کم ہو۔ تو جائز نہیں۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی صاحبِ ایمان سو یا ہو اور نماز کا وقت ہو جائے، تو اسے بیدار کرنا جائز ہے، اگر اس کی مرضی معلوم ہو۔ ورنہ اسے بیدار کرنا جائز نہیں۔ اگر اس کی مرضی یا غیر مرضی کا علم نہ ہو، تو اسے آخر وقت تک نہ جگائے۔ اور اس کے بعد اُسے جگا دے۔

مسئلہ:۔ اگر غسل خانہ کی چھت ہو، تو اس میں ننگے بدن ہونا اور غُسل کرنا جائز ہے۔ اگر اس کی چھت نہ ہو، تو اختلافِ روایت سے مکروہ ہے، البتہ دونوں حالتوں میں بات کرنا منع ہے۔

مسئلہ: اگر سجدّہ کے وقت پاؤں کی انگلیوں کا رُخ قبلہ شریف کی طرف نہ ہو، تو ایک روایت سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اس کے عُرف یا ذات کی وجہ سے حقیر جانے اور کہے کہ فلاں جولاہا ہے اور فلاں موچی ہے، تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" وہ نہیں مرا، جو مر گیا۔ ہاں البتہ وہ مر گیا جس نے موت سے پہلے موت کی آرزو کی۔ اگر وہ نیک ہے، تو وہ اپنی نیکی کی طرف جائے گا، اس لیے اس کی تدفین میں جلدی کی جائے اور اگر وہ گنہ گار ہے، تو بھی جلدی کی جائے، تاکہ اس کے گنہ کم ہوں۔

مکتُوب : ۷۰

ایک عزیز کو ان ابیات کے جواب میں لکھا گیا:۔

چشمِ چشمانہ تواند دید نت در خیال آرد غم و خندید نت

ترجمہ:۔ ان آنکھوں سے تیری آنکھیں دیکھی جا سکتی ہیں، لیکن پھر اپنے غم اور تیری ہنسی کا خیال آتا ہے۔

من چہ باشم لائقِ ایں وصفِ پاک　　عاصیم، حیران و لاملجا سوا ک

میں اس پاک صفت کے لائق کہاں ہوں؟　　میں ایک گنہ گار ہوں جس کی پناہ تیرے سوا کہیں نہیں

خاک را برداشتی از زیرِ پائے　　خود نہادی بر سرِ کُشکِ عُلا

تو نے اپنے پاؤں کے نیچے سے مٹی کو اٹھایا　　اور پھر اسے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا

نیازمندانہ سلام اور مطالعۂ مکتوبِ گرامی کے بعد عرض ہے کہ اس مکتوبِ گرامی کا بیان اس سیہ رُو گنہ گار کے لیے ایک شہادت ہے اور دعا ہے۔ حضرت مولٰنا رومؒ کے بیت کے معنی خُوب لکھے گئے ہیں، لیکن دوسرے مصرع میں صرف تائے (ت) موزوں نہیں معلوم ہوتا۔ ورنہ اس کے معنی بہت عُمدہ ہیں اور میرے ناقص ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ پہلا مصرع استفہامیہ انکاری ہے۔ اور جس وقت عاشق نے اپنی آنکھوں سے اپنے جسم کو محروم پایا، تو مجبوراً تسلّی کے لیے غم اور خندۂ معشوق کا خیال کیا۔ یعنی اس کی ناراضی اور خوشی کے بارے میں خیال کرتا ہے اس لیے اس کے معنی یہ ہیں کہ اگرچہ میری آنکھوں میں یہ بساط نہیں تاہم ناراضی و رضامندی کا مشاہدہ، جو بیم و رجا کا ثمرہ ہے۔ خیال میں لاتا ہوں تاکہ میں ان دونوں باتوں سے محروم نہ رہوں۔ چنانچہ ایک عزیز نے کہا ہے ؎

از ہر چہ در خیال، خیالِ تو خوشتر است　　وز ہر چہ در وصال، وصالِ تو خوشتر است

ترجمہ: جو کچھ بھی میرے خیال میں ہے، اس میں سے تیرا خیال ہی سب سے اچھا ہے۔ اور جو وصال بھی ہے، اس میں تیرا وصال ہی سب سے اچھا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ صحیح کیا ہے۔

مکتُوب: ۱۷

صاحبزادہ میاں عبدالمجیدؒ کے نام لکھا گیا۔ ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد فدائے یک تنِ بیگانہ، کاشنا باشد

ترجمہ: سینکڑوں رشتہ دار جو خدا سے بیگانہ ہوں، اس ایک اجنبی پر قربان، جو اللہ سے آشنا ہو۔

اے برخوردار، عزیز القدر، اس ملک کے لوگ اس طرح قربان و فدا ہیں اور یہاں کے صالح لوگوں کی ایک جماعت دِن رات اللہ کی یاد میں اس طرح مصروف ہے، کہ میرا ان سے جُدا ہونا، جان سے جانے کے برابر ہے۔ بہر حال چونکہ دُور رہنے والے رشتہ دار بھی دُنیاداری کی وجہ سے خواہش رکھتے ہیں، اس لیے آنے کے سوا کوئی چارہ نہیں، ایک ذاتی سبب کی وجہ سے پانچ چھ دن کے لیے رُک گیا ہوں۔ لہٰذا صاحبزادہ کو یہ خط لکھا ہے کہ آپ اتنے دن میرے غریب خانہ کو اپنے مبارک قدموں سے سرفراز کریں۔ اس طرف آنے کا ارادہ نہ کریں، اور آپ کو چاہیے کہ ہر طرح ان کی خدمت میں رہیں۔ اور آداب بجا لائیں۔ اس فقیر میں اتنی طاقت کہاں، کہ تشریف آوری کی خبر سُن کر رُک جاتا، لیکن ایک وجہ سے چند روز رُکنا پڑا ہے۔ انشاء اللہ اِن پانچ چھ دِنوں کے بعد خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ شیخ عبدالغنی جیوؒ اور شہریار جیوؒ اور تمام حاضرینِ مجلس کی طرف سے دعاء سلام۔

مکتُوب: ۷۲

میاں محمّد فاروقؒ کے نام لکھا گیا۔

گر شود عالم پُر از خُون مالا مال! کے تبرسد اہلِ حق غیر از جلال؟

(ترجمہ) اگر ساری دنیا بھی خُون سے لبریز کیوں نہ ہو جائے، اہلِ حق سوائے اللہ کے جلال کے اور کسی سے کہاں ڈرتے ہیں۔ اس قسم کے واقعات کا ظہُور اللہ تعالےٰ کے جلال کی تجلّیات ہیں۔ جو لوگ اوامر کی پابندی اور نواہی سے پرہیز نہیں کرتے،

ان کی تنبیہ کیلئے اللہ تعالےٰ کے جلال کی ایسی شکلیں ظاہر ہوا کرتی ہیں۔ تاکہ ان کے ظاہر ہونے کے بعد اگر لوگ توبہ اور ندامت کی طرف رجوع کریں، تو ایسی باتوں کا ظہور اُن کے حق میں جلال کے پردے میں جمال کا ظہور ہوگا، اور معاذ اللہ اگر وہ بے ادبی کے طریقے سے باز نہ آئیں اور دنیا اور آخرت کی رسوائی میں مبتلا ہو جائیں، تو اس قسم کے واقعات ان کے حق میں عذاب کی دلیل ہوں گے۔ جیسا کہ فرعون کے ساتھ ہوا۔

ہمارے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزوں میں سے ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ لوگوں کے پانی خون بن جایا کرتے تھے۔ میں بات کو مختصر کرتا ہوں کہ اس قسم کے واقعات غیب سے کسی واسطہ کے بغیر وقوع پذیر ہوتے ہیں یا جنوں کے ذریعے یعنی جنوں کو اس بات پر لگایا جاتا ہے کہ ان کو بازیچۂ اطفال دکھائیں، چنانچہ جن لوگوں پر اس طرح کا واقعہ ہو جائے۔ انہیں چاہیے کہ وہ غسل کر کے تمام اہلِ خانہ کے ساتھ دل و جان سے توبہ اور ندامت کا اظہار کریں اور غسل اور وضو کے پانی کو کسی برتن میں جمع کر کے جس جگہ خون کے قطرے پائے جائیں، وہاں چھڑکیں اور مغرب کی نماز کے بعد اس گھر میں حضرت پیر دستگیرؒ پر درود بھیجیں اور تین دن تک خشوع و خضوع سے اس کام کو کریں اللہ نے چاہا، تو توبہ کی سچائی کی برکت سے ان آفات سے نجات کی امید ہے اور اگر خالص حلال مال میسر ہو، تو اس کا صدقہ کریں اور جتنی توفیق ہو، فقیروں اور غریبوں میں خیرات کریں اگر اُس شخص نے کسی کا کچھ دینا ہو، تو اسے راضی کرنا پسندیدہ ہے۔

میاں محمد فاروقؒ کو جس کے نام یہ مکتوب لکھا گیا ہے، چاہیے کہ اپنا وقت اللہ تعالےٰ کے ذکر سے شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے ہاتھ نہ اٹھائے اور لمبی لمبی امیدیں نہ باندھے۔ اور اس حالت میں اللہ تعالےٰ کے ذکر سے جو کچھ میسر ہو، اسے جمعیت دل کے ساتھ یا اس کے بغیر حال اور مستقبل کی جمعیت سمجھے۔ بہت سے لوگ زیادہ کی طلب میں تھوڑے بہت سے بھی محروم ہو جاتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ انہی کی طرح تم بھی

ہو جاؤ اور دونوں طرف سے محرُوم ہو جاؤ۔ تھوڑے کو بہت سمجھو، تاکہ عطا کرنے والے کا شُکر ادا ہو سکے۔ اور یہی شُکر، کثیر کے حصُول کا سبب بن جائے۔ اگر یہ دولت ہزار سال میں بھی میسّر ہو، تو پھر بھی غنیمت سمجھو۔

مکتُوب: ۳۷

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

مکتُوب کے مطالعہ کے بعد سوالات سے آگاہی ہوئی، چونکہ دوسرے اہم مسائل میں سے اہم تر مسئلہ حق تعالےٰ کی ایجاد ہے، اس لیے سب سے پہلے اسی کی تحقیق سے شرُوع کرتا ہوں۔ جاننا چاہیئے کہ مسئلہ ایجاد کی پہچان کا کمال، عذاب پانے والے کافر اور توبہ کرنے والے مومن کے لیے حقائقِ اشیا کی پہچان پر دار و مدار رکھتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، اے ہمارے اللہ ہمیں حقائقِ اشیا اس طرح دِکھا، جس طرح کہ وہ ہیں۔ بہت سے مذاہب حقائقِ اشیا کا علم نہ رکھنے کی وجہ سے قضا و قدر کی تحقیق کی راہ سے ہٹ گئے ہیں۔ اور ایمان سے ٹوٹ کر کُفر سے جُڑ گئے ہیں۔ تمہاری یہ ناقص عقل جو عدم ایجاد کو ترجیح دے کر کافر ہو گئی ہے، ایمان سے ٹوٹ کر کُفر سے جُڑ گئی ہے۔ اس سے توبہ کریں اور تجدیدِ ایمان کریں۔ اور یہ اعتقاد رکھیں کہ اس کی تحقیق دو قسم کی ہے۔ ایک مجمُل اور ایک مفصّل۔

مجمُل یہ ہے کہ جان لیں کہ اللہ تعالےٰ حکیمِ مطلق ہے اور اس حکیمِ مطلق کا کام پُوری حکمت سے ہے وہ ترجیح دیئے جانے سے پاک ہے۔ ایک طرف کو دو طرف پر ترجیح دینا، اس کے اختیار کے ماتحت اور اس کی حکمت کے مطابق ہے۔ اس کا اختیار دوسری طرف کے تابع نہیں، یعنی ترجیح کے دو اطراف میں سے ترجیح شُدہ طرف اس کے اختیار اور ارادے سے ہے، نہ یہ کہ اللہ تعالےٰ کے ارادے سے قبل ہی وہ ترجیح شُدہ

طرف تھی، اور اختیار اس کے تابع تھا۔ یہ محض کُفر اور واضح جہالت ہے۔

اور یہ کہ اگر عقل بعض دقیق باتوں کو نہیں سمجھ سکتی، تو یہ عقل کے ناقص ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس میں اللہ تعالےٰ کی ایجاد و حکمت کا قصُور نہیں، کیونکہ حکمت سے باخبر نہ ہونا ہماری اپنی کوتاہی ہے۔ یہ عجیب بے عقلی ہے کہ انسان خود اپنی عقل کے ناقص ہونے کا قائل ہے لیکن اس کے باوجود اس کی عدم دریافت کو نقصان کا سبب سمجھتا ہے۔ اور ایجاد میں نقصان کی تجویز کو نقصان سے پاک ظاہر کرتا ہے۔ اس لیے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اِس مجُمل پر ایمان رکھے، کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے کیا ہے، وہی ہونا چاہیئے تھا اور متفرق خیالات کو شیطانوں کے تیر سمجھے، اور ان کے دُور کرنے کی کوشش کرے، تاکہ راہِ راست سے نہ ہٹ جائے۔

اور مفصّل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی ذات، صفات اور شانوں کے ساتھ ازلی اور قدیم ہے، نیز کہ اس کا ارادہ جمال و جلال کی صفات کے کمالات کے حُسن کے ظہُور کے لیے دوسرے درجے میں شہادت ہے، اور اس کے ظہُور کے باوجُود غیب ہونا درجۂ اوّل ہے، یعنی مرتبۂ صفات ہے اور استغنا کے باوجُود اللہ تعالےٰ ظہُورِ ثانی سے ازلی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ میں ایک مخفی خزانہ تھا پس میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں، چنانچہ میں نے خلق کو پیدا کیا تاکہ وہ مجھے پہچانے۔ پس اللہ تعالےٰ کا ارادہ "لا" سے مخصُوص اور غالب ہو کر قہر کی نازک صفات کے حُسنِ کمالات کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور پھر مغلُوب و معدُوم ہو کر عدمِ ظہُور کی طرف آیا اور چونکہ جلال کی صفات کا حُسن اس بات کا مقتضی ہے۔ کہ مظہر سے حُسن سلب کر لیا جائے اور جمال کی صفات کا حُسن مظہر کو بخشا جائے۔ اس لیے لاچار ان دونوں کامل صفات کے تقاضے سے، کہ ان کی مخالفت ممکن نہیں، کافر، جلال کی صفات کا مظہر ہے، اور چونکہ اس کا وجود، صفتِ مذکور کے تقاضائے حُسن کے ظہُور کی وجہ سے

ازلی تھا۔ اس لیے سُوک کے حُسنِ ایمان کی وجہ سے کُفر مغلُوب و معیُوب ٹھہرا۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا، تو صفتِ جلال کا حُسن ظہُور میں نہ آتا، اور یہ بات غیر معقول ہے، کہ کافر کا وجود، حسنِ جلال کے ظہُور کے لیے ازلی مراد کے تقاضے کے مطابق ازلی ہوتا اس لیے وہ کون صاحبِ عقل ہے، کہ اس کے ظہُور کی نفی تجویز کرتا۔ مختصر بات یہ ہے کہ اگر صفات کے تقاضے کے لحاظ سے بھی نہ دیکھیں، اور عقل کو ہی اپنا حاکم بنا لیں، تو عقلِ سلیم بھی حُسنِ صفات کے وجودِ ظہُور پر حاکم ہو گی نہ کہ عدم ظہُور پر پس ہماری رمزوں کو سمجھئے۔ اے بھائی دامن کا غذ تنگ ہے۔ اس لیے مفصل بات کو مجمل انداز سے بیان کیا ہے۔ اگرچہ اس کا سمجھنا مشکل ہے۔ اگر اللہ نے چاہا، تو کسی دوسری ملاقات میں باقی ماندہ شُبہ بھی دُور ہو جائے گا۔

اضافہ:۔ ذبح اور صدقے کا مسئلہ میں نے لکھ کر بھیج دیا ہے۔ اور ترکہ کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر عورت کا مہر شوہر کے ذمہ ہے اور وہ شوہر کا ترکہ فروخت کر کے یا قیمت لگا کر اس میں سے مہر اپنے پاس رکھ لے، تو جائز ہے اور اگر اس کی قیمت مہر سے کم ہو، تو اتنا نقصان عورت کا ہو گا۔ اور اگر مہر شوہر کے ذمہ نہ ہو، اور غلط طور پر شوہر کے ترکے کو بیچ دے، تو بالغ بچے بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے بعد اپنے حصے کی بیع فسخ کر سکتے ہیں، خواہ وہ سب سلامت ہوں یا ہلاک ہو گئے ہوں۔ اور خریدار سے اپنا حصہ لے سکتے ہیں والسلام

مکتوب: ۷۴

فضیلت مآب محمد اکرمؐ کے نام۔

محبّی اکرمؐ۔ اس آیت عظیمہ کے نور سے کہ "اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے"۔ آپ کے لکھے ہوئے شفقت آمیز

خط نے وہاں کے حالات سے مطلع کیا، اور یہاں کے حالات جاننے کی خواہش سے آگاہ کیا۔ میرے عزیز! چند دن کے لیے یہاں بھی بہت سی خرابی دیکھنے میں آئی۔ چنانچہ بہت سے لوگ اپنے قبیلوں کے ساتھ بے وطن ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔ چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ یہ اطلاع محض افواہ تھی۔ بعض لوگ اپنے گھروں کو لوٹ آئے ہیں۔ میں بھی شہر میں آگیا تھا۔ ابھی تک اکثر لوگ خوف زدہ ہیں، دیکھیں غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ توقع ہے کہ دشمن و دوست کے خلاف جو بھی پیش آئے، اسے رضائے خدا سمجھ کر تمام امورِ عبادت میں پورے توکل اور صبر سے کوشش کرتے رہیں کہ دراصل یہی کام ہے اور باقی سب کچھ ہیچ۔ اگر آپ کو موقعہ ملے، تو کسی وقت قدم رنجہ فرمائیں۔

مکتوب : ۷۵

فضیلت مآب محمد اکرمؒ کے نام۔

اللہ کے پاک نام سے، اللہ کے نزدیک سب سے بزرگ وہ ہے، جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ بلند معانی سے لبریز آپ کے مراسلے کی آمد نے دل کو فرحت بخشی، اور سعادتِ ازلی کے آثار سے جو حقیقی اہلِ تقویٰ کا حصہ اور نبوتِ مصطفویؐ کے کمالات سے بہرہ ور ہیں، کا پتہ دیا۔ اے اللہ! جو مستعدین سے دانائی حاصل کرتے ہیں ان میں اضافہ کر، اور انہیں مرتبہ حق الیقین کے حاملین میں سے بنا۔ میرے عزیز! جو کچھ بلندیِ نسبت کے متعلق لکھا گیا تھا، تو یہ سب کچھ نسبتِ سابقہ کا ماحصل ہے ہر چند سابقہ نسبت درجے کے اعتبار سے زیادہ روشن اور زیادہ کامل نیز زیادہ لطیف اور زیادہ غالب ہے، لیکن چونکہ بعض مستعد حضرات ذاتی مناسبت کی بدولت تنہائی کے مرتبہ سے آگاہی پانے کی وجہ سے تفصیل اور مظہریت کے درجہ سے بالکل قطع تعلق

چاہتے ہیں اور تخلیص کا یہ مرتبہ، مقامِ تفصیل کا محیط و مرکز ہے اور حقیقی مظہریت اس مقام پر بے تامّل حاصل ہوتی ہے، اور وہ اپنے آپ کو مکمّل طور پر تنہائی کی اس حیثیت کے، جو معلوم ہو چکی ہوتی ہے، اور اس سعادت کے جو مل چکی ہوتی ہے، سپرد کر دیتے ہیں، اور فکر و اندیشہ سے رہائی پا لیتے ہیں، کیونکہ یہ نسبتِ عالی، سابقہ معانی کو اپنے دامن میں لیے ہوتی ہے، اور ذاتِ حقیقی کے وصال سے بہرہ اندوز ہو کر لاانتہا قابلیتوں کی مالک بن جاتی ہے، اس لیے سابق مرتبہ، صفات کی پیوستگی سے باخبر ہوتا ہے، کیونکہ معدوم الکیفی کی نسبت حقیقت میں غیریت رکھتی ہے لیکن چونکہ مرتبۂ خلوت کے بعض حقائق سے آگاہی دینا مُلاقات پر موقوف ہے، اس لیے انشاءاللہ اگلی مُلاقات پر اُن باریک نکات سے بھی واقفیت دی جائے گی۔ اس لیے چاہیے کہ اپنے آپ کو اسی مختصر حیثیت کے، کہ یہی مرتبۂ خلوت ہے، سپرد کر کے اوقات کو اسی طرح مرتب کریں، کہ کوئی وقت بھی اس مقصد سے خالی نہ رہے اور مسلسل ترقی ہوتی رہے اور اعمال کی درستی، اور اخلاق کی بلندی کے لیے انتہا درجے کی احتیاط روا رکھی جائے۔ اور توکّل کی کمر مضبوط باندھ کر، اور فقر و فاقہ کو اہلِ طریقت کا خُلاصہ جان کر، ظاہری اور باطنی نظر کو ہر لحاظ سے اہلِ جہاں سے پُوری طرح پاک رکھیں۔ حیف، صد حیف اس شخص پر، جو اصل سے ملنے والا ہو، مگر مظہریّت، وصولیِ صفاتی اور درجۂ تفصیلی اس کے لیے حجاب بن جائیں، اور اللہ تعالےٰ کے بغیر یہ سب تقصیریں اور گناہ ہیں۔

میرے عزیز! یا یہ کوئی کمال نہیں ہے کہ اہل صفا ظاہری اعمال کی آراستگی اور تہذیبِ اخلاقی کریں۔ اور ظاہر کی آراستگی اسی بات کی خبر دیتی ہے اگرچہ باطنی کمال کے بغیر، ظاہری آراستگی، اس کے مشابہ ہوتی ہے، لیکن اس کا مقام اور ہے۔ اور اس کا مقام اور۔

اپنے والدِ بزرگوار کی خدمت میں میرا سلام پہنچائیں اور اگر موقع ملے، تو تمام اعزّہ

کو بھی سلام پہنچائیں۔ میاں پیر محمد کو ایک اسم کی یادداشت سے واقف کرایا تھا۔ اگر قلّتِ صحبت کی وجہ سے کوئی شک رہ گیا ہو تو اس کو جلدی سے پُورا کر دیں اور اپنی صحبت کے ذریعے اس پر توجّہ کرنے سے دریغ نہ کریں۔ زیادہ وقت تنہائی، خاموشی اور مراقبہ کو دیں اور بہت تھوڑا، بلکہ بہت ہی تھوڑا وقت مسائل ضروری کے بارے میں کلام کریں۔ اکثر باوضو رہیں، کیونکہ ظاہری طہارت باطن سے اتفاق کرتی ہے۔ اور جب صورت یہ ہو جائے، تو معاملہ نُورٌ علےٰ نُور ہو جاتا ہے۔ والسلام والاکرام

مکتُوب : ۷۶

محمّد فارُوقؒ کے نام لکھا گیا۔

برادرم محمّد فارُوقؒ خدا کی تائید سے حق و باطل میں فرق کرنے والا بنے۔ انہوں نے ہمارے حضرتِ ایشاںؒ کے چند مبارک کلمات کے بارے میں جو بہت دقیق اور گہری عبارت میں لکھے گئے تھے، اس احقر سے اُن کے معانی کی تحقیق کے لیے تکلیف فرمائی، جس سے مجھے سعادت حاصل ہوئی۔ اگرچہ اس حقیر میں اتنی طاقت کہاں، کہ اتنے دقیق اور گہرے کلمات کے معانی میں دخل دے۔ لیکن سوال کرنے والے کو جہاں تک ممکن ہو، جواب دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اس لیے اپنی ناقص سمجھ کے مطابق چونکہ ان کی اصطلاحات سے قدرے واقف ہوں۔ اِس لیے ہر کلمہ کے معانی الگ الگ بیان کرتا ہُوں۔ ذرا توجّہ سے سنیں۔

لکھتے ہیں کہ حضرت ایشاںؒ نے فرمایا ہے "کہ حق تعالےٰ میرے معاملے میں اتنی غیرت رکھتے ہیں، کہ وہ نہیں چاہتے کہ میری تربیت میں کسی غیر کا واسطہ ہو۔" اس عبارت سے حضرت سرورِ انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ کی نفی ہوتی ہے۔ اور یہ ممنوع ہے۔

میرے مُشفق! واسطہ دو قسم کا ہوتا ہے، ایک مُثبتُ الحجاب (حجاب برقرار رکھنے والا) اور دوسرا مُرتفع الحجاب (حجاب اٹھانے والا)۔ مُثبتُ الحجاب وہ واسطہ ہے، جس میں کسی زبان کی تعلیم، پیشوا و سردار کی وحی اور تعلیم کے ذریعے ہوتی ہے اور مرتفع الحجاب پیشوا و سردار کی اطاعت کا واسطہ ہے۔ جب حضرت سرورِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کا کوئی پیروکار کمال پیروی کے واسطے سے مکمّل استعداد پیدا کر لیتا ہے اور اس قابل ہو جاتا ہے کہ حضرت سرور صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبانی اور رُوحانی تعلیم کے واسطے کے بغیر علمِ لدنّی کی تعلیم سے تربیّت پا لے، تو اللہ تعالےٰ اس قدر اطاعت کی استعداد رکھنے والے کی تربیّت خود فرماتا ہے۔ اور یہ تربیّت درحقیقت پیشوا کی پیروکاری کے واسطے کے تحت ہوتی ہے اور اس کے نبی کے معجزہ کا اظہار ہوتا ہے، جو ان کے پیروکار کی پیروکاری کی بدولت ظہور میں آیا۔ اگرچہ بظاہر کوئی واسطہ نہیں، لیکن حقیقت میں حقیقی واسطہ ہے، جو پیشوا کی پیروی کا واسطہ ہے۔

چنانچہ جب ہمارے حضرت ایشاںؒ کو کمال پیروی سے، جو اللہ تعالےٰ نے حضرت ایشاںؒ کو عطا کی، مذکورہ بالا استعداد میسّر آگئی اور حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اللہ تعالےٰ کے سپُرد کر دیا، تو غیرتِ خداوندی کا ظہور ہوا، اور علم الدنّی کے ذریعے اصلی تعلیم عطا فرمائی: تاکہ یہ محبُوبِ خدا کا محبُوب، راستے میں نہ رہ جائے اور اس کے پیشوا کی بزرگی ظاہر ہو جائے۔ سُبحان اللہ یہ کتنا عظیم الشان پیروکار ہے اور بُرہانِ عظیم کا محبُوب ہے کہ اس نے اپنی تعلیم سے پیروکار کو حریمِ کبریا کے قابل بنا دیا اور اس کی تعلیم کا کام اللہ تعالےٰ کے سپُرد کر دیا۔ اور اللہ تعالےٰ کی غیرت نے اپنے محبُوب کی عزّت افزائی کے لیے اس کے پیروکار کو کسی اور کے حوالے نہ کیا۔ یہ بزرگی درحقیقت پیشوا کی بُزرگی ہے، بے بضاعت پیروکار کی کیا حیثیت ہے کہ وہ اس بارگاہ کے قابل ہو۔ حقیقت میں یہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کا فیض ہے، کہ

انہوں نے مہربانی کی. اللہ کے فضل نے اس خادم پیر دکار کو پیشوا کی فیض بخشی کے طفیل، اور اُسے اللہ تعالےٰ کے سپُرد کرنے کی بدولت اپنے پیشوا کی طرح تعلیم دے کر سرفراز کیا، جیسا کہ مولانا رومیؒ نے فرمایا ہے ؎

ما مریدانیم و شاگردانِ حق　　علم ما از علمِ حق گیرد سبق

(ترجمہ) ہم اللہ تعالےٰ کے مرید اور شاگرد ہیں. ہمارا علم اللہ تعالےٰ کے علم سے سبق لیتا ہے.

نیز اس دولتِ تعلیم سے وہ اپنے پیشوا کا ساتھی بن گیا اور ساتھی بننے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ برابر ہو گیا، کہ ایسا ہونا معدوم ہے، البتہ وہ شرکت، جس سے برابری کا سوال پیدا ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص سبق میں شرکت ہے، نہ کہ ایک معلم کی تعلیم میں شرکت. کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالےٰ کی سنتِ ایجاد میں عام و خاص شریک ہیں، لیکن مخصوص موجودیت اور خاص تربیت میں وہ باہم شریک نہیں اور پہلی شرکت میں برابری ملحوظ ہے، لیکن دوسری شرکت میں برابری نہیں. سُبحان اللہ.

شیخ عبدالحق دہلویؒ نے، اللہ اُن کی خطا معاف فرمائے، حضرت ایشاںؒ کے قول کی حقیقت پر، جو شرکت سے ظاہر ہوتی ہے، اس گروہ کی اصطلاحات کو نہ جاننے کی وجہ سے اعتراض کیا ہے. اور انہوں نے کہا، جو کچھ کہا۔

اور یہ جو محبتِ حقیقی کے وصولِ اوّل کو مرکز سے تعبیر کرتے ہیں، تو وہ حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا کا حصّہ ہے اور وصُولِ ثانی کو دائرہ تماثیل میں دکھاتے ہیں، جو اصل میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا مقام ہے. چنانچہ حضرت ایشاںؒ نے، جو حضرت خاتم الانبیا اور حضرت خلیل اللہ کے نقشِ قدم پر چلتے تھے. اسی پیروی کی مناسبت سے اس دائرہ محبت میں راہ پیدا کرلی. اور حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم، جو عالی مرتبہ ہونے کی وجہ سے مرکز سے وصل کرنے والے، اور مکمل تفصیل ہیں، مرکز میں اپنا مقام رکھتے ہیں. اس لیے وہ دائرہ کی تفصیلات حاصل کرنے کی طرف توجہ

نہیں رکھتے. اس لیے ہمارے حضرت ایشاںؒ کی حیثیتِ تفصیلی سے پیوستگی، جو دائرہ سے عبارت ہے، "جس نے ان کی سُنّت کو روشن کیا، اس کے لیے اجر ہے، اور جس نے اس پر عمل کیا، اس کے لیے بھی اجر ہے" کے حکم کے مطابق مرکز کے مجمل کمال کے باوجود، جو خاتم الانبیاءؐ کے لیے ثابت و مسلّم ہے، آنحضرت کی طرف لوٹ کر آتا ہے، اور ضمنی امانت صاحبِ امانت کو پہنچ جاتی ہے.

نیز حضرت ایشاںؒ کے اس قول کی تحقیق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تفصیلی محبُوبیت کا مرتبہ میری بدولت، جو کہ اُن کا کمترین غلام ہوں، حاصل ہوا، محبت کے مرتبے کی تحقیق سے واضح ہوگئی اور اس میں کوئی مشکل نہیں. اور چونکہ ولایتِ ظلّی کا مرتبہ شہُودِ حق ہے اور جو شہُود ہے، وہ وصلِ پوشیدہ اور ظہور کے دائرہ میں داخل ہے اور جب تک شہود سے غائب میں نہیں آتا۔ ظاہرِ حقیقی کا وصول وصلِ یاس سے میسّر نہیں ہوتا۔ اس لیے اربابِ شہُود کے لیے ظاہرِ حقیقی کے وصل کو کل پر اٹھا رکھا گیا ہے اور چونکہ ہمارے حضرت ایشاںؒ نے مرتبۂ شہود سے گزر کر مرتبۂ غیب تک، ظاہرِ حقیقی کے مطابق اور علمِ لدنی کی تعلیم سے، جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے، پہنچنے کا شرف حاصل کر لیا ہے، لہٰذا اصحابِ شہود کے لیے جس شے کی امید آخرت میں ہے، وہ انہیں دُنیا ہی میں حاصل ہے، چنانچہ غیب سے شہود میں آنا ظاہرِ حقیقی سے حجاب میں ہونا ہے، اس لیے واصلانِ غیب کے حق میں یہ معنی لینا محض شرک ہے. پس اسے سمجھئے.

اور وہ جو لکھا ہے کہ حقیقتِ مُحمّدیؐ سے حقیقتِ کعبہ افضل ہے، تو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرتِ کعبہ کی دو حقیقتیں ہیں. ایک حقیقت مرتبۂ مخلُوق کی ہے اور یہ نُورِ اوّل کی قابلیتوں میں سے ایک قابلیت ہے۔ نُورِ اوّل نُورِ مُحمّدیؐ ہے اور دوسری حقیقت مرتبۂ وجُوب کی ہے، جو معبُودیت یعنی جس کو سجدہ کیا جائے، کی حقیقت ہے،

اور کعبہ کی یہی حقیقت اللہ تعالےٰ کو سجدہ کرنے کی مقتضی ہے۔ در آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی دو حقیقتیں ہیں، ایک حقیقت مرتبۂ مخلوق کی ہے۔ جو نورِ اوّل کی ذات ہے اور تمام قابلیتوں کو جمع کرنے والی ہے اور کعبہ بھی ان قابلیتوں میں سے ایک قابلیت ہے اور دوسری حقیقت مرتبۂ وجوب کی ہے جو ذات کی قابلیت ہے۔ اور علمی اعتبار سے ہے، تاکہ تمام شیون وصفات کو اجمالی طریقے سے جمع کرنے والی بنے۔ اور یہ قابلیت معبودیت کی قابلیتوں میں سے ایک قابلیت ہے، چنانچہ ہمارے حضرت ایشاںؒ کا قول فضیلتِ کعبہ کے متعلق دوسری حقیقت ہے نہ کہ پہلی پس اسے سمجھئے۔

اور وہ جو لکھا ہے کہ میری تخلیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سرشت کے بقیہ میں سے ہے، تو جاننا چاہیے کہ ہر نبی کی حقیقی انسانیت کی تخلیق کا الگ مرتبہ ہے، جس میں اپنے کمال کے تمام تابع حقائق شامل ہیں۔ اور انسانی حقیقت، علمی قابلیت ہے، اس لیے ہر نبی کو اس حقیقت سے ایک مخصوص بلکہ نہایت مخصوص حصہ ملا ہوتا ہے، اور ان کے پیرو کاروں کو بھی باقی ماندہ میں سے کچھ حصہ میسر ہوتا ہے۔ اس لیے حضرت ایشاںؒ کا قول بھی آنحضرتؐ کی بقیہ طینت میں سے حصہ لینے کا مطلب اس فقیر کے نزدیک یہی ہے۔ اور اس کے بارے میں حدیث نبوی بھی "اَکْرِمُوْا عَمَّتَکُمْ لِاَنَّھَا من بقیۃ طینت آدم علیہ السلام" "بزرگوں کی عزت کرو کیونکہ وہ حضرت آدمؑ کی طینت کے بقیہ میں سے ہیں" مناسبت انسانی کی خبر دیتی ہے اور وہ جو لکھا ہے کہ بعض اولیا، بعض صحابہ کرام سے، بلکہ کئی ایک انبیا سے افضل ہیں اور ان کو تمام اولیا پر شرف حاصل ہے، تو میرے مشفق! یہ تحقیق خبر کے سلسلے میں ہے اور اس کا جواز حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰ علیہم السلام سے ظاہر ہے، جو

کسی سے پوشیدہ نہیں.

اور وہ جو لکھا ہے کہ آنحضرت کے چاروں یاروں میں سے مَیں ہر ایک کے درجے سے آگے گزر گیا، اور درجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شرفیاب ہوا. اور میں نے اپنے آپ کو اسی رنگ میں رنگا ہوا پایا. اس قول کی تحقیق اس طرح ہے، کہ بعض اولیائے کمال کو کسی مقام پر متمکن ہو جانے، استعداد کی فراوانی اور راہِ سلوک کی سیر سے فراغت کے بعد یہ آرزو پیدا ہوتی ہے کہ صحابۂ کرام اور انبیائے علیہم السلام کے مقامات کا معائنہ کیا جائے، تاکہ پیروکاروں کے مرتبے کی پستی اور پیشواؤں کے مرتبے کی بلندی کے حقیقی فرق کو معلوم کر کے اس تقلیدی اور سماعی عقیدے کی، جو ان کی نسبت رکھا جاتا ہے، تحقیق کی جائے اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ان بلند مراتب کا معائنہ، ادنےٰ پیروکار کو ان مراتب کی نورانیت کے تھوڑے بہت رنگ سے محروم نہیں رکھے گا اور دریائے اشارہ کے طے کرنے کا مطلب اپنی استعداد کی تنگی کا آنحضرت کی استعداد سے مقابلہ کرنا ہے، جو بے شمار مراتب حاصل کرنے کے بعد بھی مزید ترقی کے خواہاں ہیں. چنانچہ "قُل رَبِّ زِدنی عِلما" کی آیت اس معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے، سُبحان اللہ کیسی بات کہی ہے کہ اس میں ایسے معنوی اشارے بیان کر دیے گئے ہیں کہ اکثر ظاہر بیں انہیں نہیں سمجھ سکے، بلکہ انہوں نے اس کے برعکس مطلب لیا ہے ؏

بس کنم، خود زیرکاں را ایں بس است (ترجمہ) اسی پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ سمجھ داروں کے لیے یہی کافی ہے۔

مکتوب : ۷۷

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

سب تعریف اللہ کے لیے ہے، جس کی ہر روز ایک نئی شان ہوتی ہے، اور جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ، کی کئی شانیں ہیں۔ اور ہر شان ایک مخصوص تعین کو پیدا کرتی ہے، اور تمام تعینات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ان میں سے بعض انتہائی ادنے ہیں۔ اور یہ مناسب نہیں کہ ان میں سے بعض کو کثیر واسطوں کے بغیر حاصل کرلیا جائے، اور بعض کے لیے یہ مناسب ہے کہ انہیں واسطوں کے بغیر پالیا جائے اور وہ لوگ جو بغیر وسیلے کے پا لیتے ہیں، وہ انبیا ہیں۔ دوسری قسم میں وہ لوگ ہیں، جو اولیا ہیں اور ان کے درمیان بھی درجات کا فرق ہے بعض ہمیشہ کئی وسائل کے محتاج ہوتے ہیں اور بعض صرف ایک وسیلے کے۔

معلوم ہونا چاہیے، کہ کثیر واسطوں والوں کی ابتدا سلوک سے، اور انتہا جذبے سے ہوتی ہے۔ اور ان کے درمیان بھی بعض میں ابتدا ہی سے فرق ہوتا ہے۔ بعض میں وسطیں، اور بعض میں آخر میں۔ جو لوگ ابتدائے جذبہ میں ہوتے ہیں، وہ ولایت خاصہ کے سایہ میں ہوتے ہیں، جسے ولایتِ اولیا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اور بعض محققین کے نزدیک وہ ولایتِ صغریٰ میں ہوتے ہیں۔ اور ابتدا کے لوگوں کے لیے یہ عجب نہیں کہ وہ مسنونہ عبادات میں کوتاہی کریں۔ چنانچہ وہ بظاہر بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں اور احتیاط کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔ اور یہ مرتبہ، مراتبِ قیود میں سخت پابند مرتبہ ہے۔

اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سالک اس مقام سے رہائی پا کر درمیانے جزو کے ظہور کے ذریعے ولایتِ خاصہ، نفس کے کمالات سے بہرہ ور ہو تا ہے۔ اس مقام پر اگرچہ وہ بدعات کے ارتکاب اور ترکِ نماز سے محفوظ رہے گا۔ لیکن توحیدِ وجودی سے مغلوب ہو جائے گا۔ اور سکر کے غلبہ کی حالت میں کبھی کبھی فرائض پنجگانہ سے قاصر رہے گا۔ کیونکہ یہ محفوظ صورت ہے، اور جب خاص فضل سے بغیر کسی بہانے کے اس سے خلاصی مل جائے گی اور مرتبہ انتہا کو پہنچنے والے جزو کا ظہور ہوگا۔ تو وہ

شخص توحیدِ شہودی کا مالک بن جائے گا، اور اہلیتِ نفس سے ولایتِ خاصّہ کی بزرگی حاصل کرے گا۔ اور ان دونوں مراتب پر پہنچ کر علمِ مطلق کے کمالات یعنی معلوماتِ ازلی کے ظہور سے، مختلف درجات کے حساب سے آئینہ عرفانیت میں ظاہر ہوگا۔ پس اس کے وصول کا تعلق ولایتِ کامل کے وسط میں محصول الکیفیت کے علم سے اور ولایتِ کامل کے آخر میں مجہول الکیفیت کے علم سے ہوگا۔ اس اثنا میں اس کا علم، ظلی علم لدنی سے جو عرفان کی تعبیر کرنے والا ہے، منسوب ہوگا۔ اور علمِ حضوری اور اصلی علمِ لدنی آئینۂ عرفان میں ظہور نہیں کرے گا اور جب بے حد خاص فضل کا ظہور ہوگا، تو اصلی علم حضوری کے ظہور سے غیب کی معلومات کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ اگرچہ اس مرتبہ پر پہنچ کر معلومِ حصولی اور مجہول الکیفی سے ترقی کرکے اور معلوم سے معدوم الکیف تک۔ جو معلومات کی حقیقت ہے، غیب کی حقیقت پاکر اصل کے مرتبے پر پہنچ جائے گا، لیکن ابھی اس کا علم ادھورا ہوگا۔ چنانچہ اس اثنا میں علمِ حضوری کی ابتدا سے مشرف ہوگا اور یہ ابتدا انبیا کی ولایت ہے۔ اس مرتبہ پر علم کے کمالات میں سے کچھ حصّہ میسّر ہو جائے گا۔ لیکن ابھی اس حضوری کی حقیقت بہت آگے ہے اور جب اللہ تعالےٰ کا فضل مدد فرمائے گا، تو اللہ کی صفتِ علم تک پہنچ سکے گا اور اس حضوری کو اللہ تعالےٰ کے علم سے حضوریِ ذات پائے گا۔ اس مقام پر علم محض اور معلوم ہیچ ہوگا۔ اس مقام و مرتبہ کو حضوریِ علم کا نام دیتے ہیں اور یہ مرتبہ ولایتِ انبیا کے وسط سے تعلق رکھتا ہے اور جب پختہ چل جائے گا۔ کہ ذات خود علیم ہے، اور علم اس کی ذاتی قابلیت ہے اور ذات پر زائد امر نہیں، تو اس اثنا میں نبوت کے کمالات میں سے وہ کچھ حصّہ پا لے گا۔ (ہمارے اور تمام انبیا پر صلوات) اور اس مرتبہ کو حضوری میں حضور کہتے ہیں اور کمالاتِ نبوّت اور ولایتِ انبیا میں سے کچھ حصّہ پانے کے بعد وہ کمال کو پہنچ جائے گا۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

مکتوب: ۷۸

شیخ محمد اکرم دردلیزؒ کے نام جو ان دنوں مکہ معظمہ میں سکونت رکھتے ہیں.

اے اللہ مجھے متقیوں میں سے آگے بڑھنے والا بنا، کیونکہ ہم نے تیرے ہاں کے متقی لوگوں کو بزرگ مانا ہے۔

اور صلاح پیشہ اور سعادت اندیشہ شخص اپنے مقصود کی طرف کوشش کرنے میں مخلص و صادق ہوتا ہے، اور اس کے صدق کی علامت یہ ہے کہ وہ جس شے کی کوشش کرتا ہے، اسے پالیتا ہے، اور اس کا مقصود کعبۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ ہوتا ہے۔ اور اس کی سب سے بڑی علامت پُرسکون آبادی اور اس پُرنور دیار میں وقار کا وجود ہے۔ اور اس کی استقامت اور اس کا تقویٰ روز بروز بڑھتا ہے جیسا کہ اہل ہدایت شیخ اعظمؒ پر پوشیدہ نہیں۔ اے میرے اللہ! اُسے صراط مستقیم پر قائم رکھ اور اس معاملے میں اس کا اِتباع کرنے والوں میں بنا تاکہ ہم بھی اس کی طرح مقصودِ معرفت تک پہنچ جائیں۔

اے شیخِ قوم! ہم آپ کو السلام علیکم کہتے ہیں، اور اس میں کوئی تکلف اور ریا نہیں۔ اور پھر ہم آپ سے قیام شریف کے اوّل مناسک میں ہمیں یاد رکھنے کی درخواست کرتے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں خواہشات اور گناہوں کے اندھیرے سے نکالے جو اس طویل عمر کے دوران سرزد ہوئے ہیں، اور جن کا کوئی بیان نہیں ہو سکتا۔ اور اللہ سے ان کے عفو کی اُمید رکھتے ہیں۔ کیونکہ اس گنہ گار کا ایک متقی بھائی مقام شریف پر اس کا ذکر کرے گا۔ اور وہ ذکر قبولیت سے خالی نہیں ہوگا۔ اور ہم اس بات کو اس دعا پر ختم کرتے ہیں کہ اے اللہ! اسے خالص توبہ کرنے والوں میں بنا، اور اس دیارِ امن میں ایمان پر خاتمہ کر۔ اس عریضہ کا حامل، ایک مُخلص درویش و قلندر ہے، اس نے صرف دلی محبت کی وجہ سے حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ کیا ہے۔ اسے شرفِ ملاقات

بخش کردہ عظ و نصیحت سے سرفراز فرمائیں۔

فائدہ :۔ مرتبۂ ولایتِ خاص میں نایافت مطلوب ہے، اس لیے توجہ معدوم نہیں، بلکہ گم ہے یعنی معمولی سے توجہ ہے، لیکن معلوم نہیں ہوتی۔ جانتا ہے کہ معدوم ہے، اور جب اللہ تعالےٰ کا فضل رہبری کرتا ہے، تو توجہ مفقود یعنی توجۂ خفی پر اطلاع پا لیتا ہے۔ اس وقت سمجھ جاتا ہے کہ ابھی توجہ باقی ہے، اور جب توجہ باقی ہوتی ہے، تو اس کا حصول بھی اللہ کے فضل سے باقی ہوتا ہے۔ ولایتِ انبیا کا آغاز ظہور فرماتا ہے اور توجۂ خفی کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے۔ چنانچہ جب ولایتِ اخص (خاص الخاص) میں علمِ لدنی کی تعلیم سے ابھی بہرہ مند نہیں ہوتا، تو علمِ حصولی، خفی ہوتا ہے، اور علم حصولی سے کام نامکمل ہوتا ہے، اور ولایتِ انبیا میں علمِ حصولی ہر لحاظ سے ختم ہو جاتا ہے۔ اور حقیقی علمِ حضوری سے شرف یاب ہوتا ہے، اور مجبوراً توجہ معدوم ہو جاتی ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

میرے عزیز! مفقود و معدوم توجہ کا بیان لکھنا اور کہنا آسان ہے، لیکن اس کی پوشیدہ بصیرت کو اگر اللہ کا فضل بے توجہی کی نسبت بخش دے، تو یہ ایک نادر بات ہے، چنانچہ حضرت پیر دستگیر نے فرمایا ہے۔ تنہائی کی متخیلہ بات کو کہنا آسان ہے، لیکن اس تک پہنچنا میرے نزدیک بہت مشکل ہے۔

مکتوب : ۷۹

شیخ عبد الغنیؒ کے نام جو حاجی حرمین الشریفین میاں فیروز شاہؒ کے مخلصین میں سے ہے، لکھا گیا۔

تمام تعریف اللہ کے لیے جو جہانوں کا پالنے والا ہے اور صلوٰۃ و سلام اس کے حبیب پر جو اُسی شے کا علم رکھتا ہے، جسے اللہ نے دیا ہے۔ سلام اس

کی آل پر اور صحابہ پر جو امت کے بہترین لوگ ہیں جنہوں نے کشف العلا کے ذریعے حق کو پایا۔

میرے مشفق بھائی شیخ عبدالغنیؒ، سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ اس حدیث کی تحقیق میں دریافت کیا گیا کہ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میں "احمد بلا میم" ہوں اور اس کی شرح میں بعض عزیزوں نے فرمایا ہے کہ جب لفظ احمد سے حرف 'م' کو نکال دیا جائے تو لفظ 'احد' رہ جاتا ہے اور میم کا حلقہ حلقۂ عبدیّت کو ظاہر کرتا ہے، اور ثبوت فراہم کرتا ہے اور جب آنحضرت کی ذاتِ پاک نے اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کر لی اور اضافات دنیستی سے فارغ ہو گئی۔ تو پھر دُوئی نہ رہی، اس وقت سوائے 'احد' کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ عبنیّت کے قائلوں نے یہی کہا ہے۔ چنانچہ اس معنی میں آنحضرت کو عینیت کے قائلین پر جو ادلیائے متاخرین ہیں، کوئی بزرگی نہیں رہتی۔ اور ہمارے طریقۂ عالیہ کے بزرگوں نے (خدا ان کے اسرار پاک رکھے) نے بھی اس حدیث کے یہی معنی لکھے ہیں۔

میرے عزیز! اس بے سروسامان کو اتنی طاقت کہاں کہ اس قسم کی عبارت میں جو رموز و اشارات پر مبنی ہے، کوئی دخل دے۔ تاہم میں نے اپنے بزرگوں سے جو کچھ سُنا ہے، اور امانت رہ گیا ہے اسے بیان کرتا ہوں۔ معلوم ہونا چاہیے، کہ حضراتِ انبیاءؑ کی ذات مغلوبیّت اور عینیّت کے مرتبے سے ماورا ہے۔ وہاں صرف صحوِ خالص، عبدیت اور اِلتجا ہے، اس لیے جاننا چاہیے کہ اس حدیث کا مطلب صحوِ خالص کے اعتبار سے یہ ہے۔ کہ "میں تمہاری طرح ایک بندہ ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے، کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ اپنے فضل سے غیب کا علم مجھ پر وحی کرتا ہے، اس لیے علمِ لدنی کے مخصوص علم کی تعلیم سے میں "احمد بلا میم" ہوں اور میم سے مراد مثل ہے۔ یعنی میں ایسا اللہ کی حمد کرنے والا ہوں، جس کی کوئی مثل نہیں، اور جس کا حمد میں کوئی شریک نہیں، بلکہ جو شخص بھی

اللہ کی حمد کرتا ہے، وہ میری حمد کے کمالات میں سے ایک کمال کا ظہور ہوتا ہے. اور میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں۔

حاشیہ :۔ میں 'احمد بلا میم' ہوں یعنی میں اپنی آرزو اور امید سے فارغ ہو چکا ہوں۔ اس وقت میں حق کے ساتھ ہوں۔ اس لیے حق کے ساتھ باقی ہو گیا ہوں۔ اب جو کچھ میں کہتا ہوں، حق کے فرمان کے مطابق کہتا ہوں. اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ چنانچہ اللہ کے ساتھ باقی ہوں۔ اس طرح عینیت لازم نہیں آتی۔ فنا فی اللہ اور بقا اللہ کے بھی یہی معنی ہیں۔

مکتوب : ۸۰

فضیلت مآب شیخ عبدالغنیؒ کی خدمت میں بعض سوالات کے جوابات ہیں.

اول و آخر سب تعریف اللہ کے لیے ہے. سلامتی صرف اس کے لیے ہے جس نے ہدایت کی پیروی کی. اس عقیدت مند اور سعادت کیش کی طرف سے جو فقر کی نعمت سے صاحبِ افتخار ہے، دو خطوط یکے بعد دیگرے وصول ہوئے جن میں بعض امور کی کشائش اور دل جمعی کا حصول شامل تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے روز بروز ترقی عطا فرمائے۔ دوسرے کے عروج میں پہلے کا نقصان پورا ہو. اور جو کچھ شرافت کے سایہ سے مطلوب ہے، اس کی حقیقت کھل جائے، اور اسے ترقی ملے۔ پہلا واقعہ جس نے دل پر ہجوم کیا ہوا ہے، اور اس کی وجہ سے گناہوں کی عادت، پڑ گئی ہے۔ قرآن مجید کی آیت لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دے گا) سے کچھ حصہ عطا کیا ہے اور اس آیت کے آخر میں کہ "جو بعد میں ہونگے، امیدوار ہیں"۔ ایک عمدہ واقعہ ہے، اور یہ جو بھیڑ کو آپ کے سامنے چیر پھاڑ کیا گیا ہے، تو اس سے آپ کی مثال حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح ہے۔ وہ شدید تکلیفیں، جو آپ کے وجود

پر نازل کی گئیں۔ گویا فدیۂ ذبح پر اکتفا کیا گیا، یہ ایک خوش خبری ہے، لیکن اس انعام کے باوجود ریاضت و محنت کو عبادت کا لازمی جزو سمجھ کر جہاں تک ممکن ہو بجا لانا چاہیے۔ اس گنہ گار کے بارے میں آپ جو اعتقاد رکھتے ہیں، وہ ہمارے بزرگوں کے نور نے نیک گماں سرایت کر کے اس فقیر کے ذریعے آپ کے عقیدے میں جگہ پیدا کر لی ہے۔ اس تمام واردات کو ہمارے بزرگوں کی طرف منسوب کریں اور اس فقیر کے واسطہ کو درمیان میں نہ لائیں اور اللہ آپکو اپنی رضا پر چلنے کی توفیق دے اور اسی طرح سے لوگوں کو عجیب و غریب حالات و واردات سے روشناس کرایا جاتا ہے، تاکہ ربط و ضبط میں اضافہ ہو۔

مکتوب: ۸۱

میاں اللہ دینؒ کے نام تحریر ہوا

سعادت شعار، قائم خدمت، صاحب ہمّت میاں اللہ دین جیو کو فقیر عبدالنبیؒ کی طرف سے سلام۔ ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی صُلح ہو چکی تھی چنانچہ سواروں اور بندوقچیوں کو رخصت کر دیا گیا۔ انشاء اللہ تعالےٰ چند روز کے بعد فقیر خود حاضر ہوگا اور شہر کے بزرگوں کی خدمت میں حاضری دے گا۔ اور استفادہ کرے گا۔ آپ اس طرف آنے کی زحمت نہ کریں فقیر وہیں آپ سے ملاقات کرے گا

مکتوب: ۸۲

اس امر کی تحقیق میں کہ ہر شے کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل "سورۂ یٰسین" ہے۔ اول و آخر سب تعریف اللہ کے لیے ہے۔ میرا بھائی میاں اللہ دینؒ، دینِ مستقیم پر قائم رہے اور راہِ حق کی تلاش میں میرے جیسے پیر کی قید میں نہ رہے، کیونکہ اس

marfat.com

کی صحبت میں اس کے کام میں ترقّی نہیں ہوگی اور اس طرح کے مقیّد انسان سے راہِ طریقت کے بزرگ راضی نہیں، ضرورت بہتری کے دن کی ہے نہ کہ اس مریدی کی، جو رسمی، بیکار اور غفلت میں مبتلا ہو۔ خط مع سوال کے ملا۔ میرے بھائی! ہر شے کے دل سے مراد اس شے کا خلاصہ ہے، جس پر جسم اور روح کے تمام مراتب کی ترقّی کا انحصار ہو، لیکن چونکہ اس خلاصہ کا علم اللہ تعالیٰ کا خاصّہ ہے اس لیے اس پر ہم ایمان لاتے ہیں اور اس کی تعلیم کے بغیر اس کے بیان میں اپنی زبان میں نہیں کھولتے اور جب ہم نے انسان اور دوسرے حیوانات میں دل کو آیتِ قرآنی اور حدیثِ رسُول کی رُو سے جسم کا خلاصہ معلوم کر لیا ہے اور اسی طرح جمادات، نباتات وغیرہ میں دِل کے ہونے پر ایمان لاتے ہیں، کیونکہ ان کا بھی خلاصہ ہوتا ہے اور اس خلاصہ کو دل سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن چونکہ اس قسم کے تمام جسمانی اجزاء کے خلاصہ کی تعلیم نہیں دی گئی، لہٰذا ہم اس پر غور نہیں کرتے اور ایمان لے آتے ہیں۔ جب ہم نے یہ طے کر لیا اور سمجھ لیا کہ قرآن مجید کا خلاصہ سُورۂ یٰسین ہے اور اس سورت کے قرآن کا خلاصہ ہونے کا باعث حدیث یا آیت نہیں، بلکہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ سورۂ یٰسین قرآن کا دل ہے اور ایسا سمجھنے کی وجہ پر ہم غور نہیں کرتے، دوسری بات یہ کہ کلامِ خداوندی، کلام کی ذات اور اس کلامِ مطلق کی برحق آیات کے کمالات کا نام ہے چنانچہ نفسِ کلام کے ساتھ کلام کی نسبت "لاھو" اور "لاغیرہ" کی نسبت سمجھتے ہیں۔ اس کے باوجود کمالات کو اطاعت پذیر اور کلامِ مطلق کو قابلِ اطاعت سمجھتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ نفوسِ کمالات کو حقیقت کی نظر سے "لاھو" اور "لاغیرہ" جانتے ہیں اور ظہور کے اعتبار سے بعض کمالات کے ظہور کو قید کے مرتبے میں ظہور کے برابر اور بعض کو بعض پر برتر اور بہتر سمجھتے ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم کسی آیت کو اس وقت تک منسوخ یا فراموش نہیں کرا دیتے، جب تک اس سے بہتر یا ویسی ہی

آیت نازل نہیں کر دیتے۔ یہ فرق آیات کے ظہور میں ہے۔ مثلاً کسی وقت دو بہنوں کا بیک وقت ایک کے نکاح میں ہونا حلال تھا۔ پھر بعد میں حرام ہو گیا۔ اسی طرح دوسرے کمال کا ظہور، پہلے کمال کے ظہور سے بہتر ہے۔ اور پہلا کمال اپنے ظہور کے کمال پر بہتر ہونے یا دوسرے کمال سے متفق ہونے کی وجہ سے اس کے ماتحت ہے، چنانچہ فضیلت۔ آپ میاں محمد فاضل جیوؒ نے آیات کے ظہور کے بارے میں اُن کی کمی اور بیشی اور افضل یا غیر افضل کے متعلق کہا ہوگا، ان کی حقیقت کے بارے میں نہیں کہا ہوگا۔ کیونکہ آیات کی حقیقت اصل میں "لاھُوَ" اور "لاغیرہٗ" کی نسبت سے ہے۔ پس اسے سمجھئے۔ فقیر زادوں اور فقرا کی طرف سے سلام۔

مکتوب: ۸۳

صلاح آثار صوفی بلندؒ کے نام، جو حاجی محمد فیروزؒ کے مخلصین میں سے ہے۔

سعادت شعار صوفی بلندؒ کی ہمت ارجمند ہو۔ جب فقیر کمالِ فقر کو پہنچ جاتا ہے تو غیرِ حق کی خواہش اس کے پوشیدہ دل میں کانٹوں پر چلنے کے برابر ہوتی ہے، اور انتہائی غنا کا کمال، حقیقی غنی پیدا کرتا ہے، اور اس وقت اس کی استعداد کو کُن فَیَکُونَ، کے قول کا مظہر بنا دیتا ہے، لیکن اس میں یہ صفت اللہ کے حکم "کُن" کے ظہور کی مفید ہوتی ہے، کیونکہ حق تعالےٰ مطلق ہے۔ اور وہ ہر وقت اور ہر آن اس امر کا حاکم نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ اللہ تعالےٰ کا خاصہ ہے۔ اس معنی میں کہا گیا ہے کہ فقیر وہ ہوتا ہے، جو کسی شئے کو جب کہے ہو جا، تو وہ ہو جائے، اور یہ حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے، جب وہ اپنے آپ سے خالی ہو جائے۔ اور اپنے آپ سے خالی ہونے کے دو مرتبے ہیں، ایک ولایتِ خاص کے مرتبہ میں، جب اللہ کے سوا ہر شے کو بھلا کر نشۂ محبت سے مغلوب ہوتا ہے، اس وقت امرِ کُن کا ظہور

اس کے وصفِ غنا کی بدولت کائنات کے امور میں تصرّف کرتا ہے، لیکن تصرّفات ہیں، تحقیقِ علمی کی رُو سے اسے اللہ تعالیٰ کے مراتب سے کوئی نسبت نہیں، جب تک محض توجہ سے علوم کے مراتب مناسب تحقیق کے بعد واضح نہ ہو جائیں اور ظلمت کے لباس سے الگ نہ ہو جائے، کیونکہ امرِ کُن کا مظہر اس مفہوم میں حقیقی متخیّلہ کے خالی ہونے پر موقوف ہے، اور ولایتِ خاصّہ کے مرتبہ میں خلوتِ متخیّلہ ایک صورت ہے۔ یہ عرفان ہے علم نہیں اور اس کے پوشیدہ مراتب خیال کے تصرفات سے الگ نہیں، چنانچہ حضرت پیرؒ (اللہ ان کے راز کو پاک رکھے) کی بات بیچ ہے کہ خلوتِ متخیّلہ ضروری ہے، یعنی علمِ حقیقی میں تصرّفات کے حصول کی تحقیق خلوتِ متخیّلہ پر موقوف ہے، اور یہ مقام حضراتِ انبیاءؑ کے مرتبۂ ولایت میں داخل ہے اور ولایتِ خاصّہ کے مرتبے میں سالک کو توجہ سے ملتا ہے۔ یہ بات متحقق ہے۔ اس حالت میں عرفان حاصل ہوتا ہے، اور ولایت اخص کے مرتبے میں صرف نایافت کی طرف توجہ رہ جاتی ہے، اور خاص الخواص کے مرتبے میں نفسِ توجہ معدوم ہے۔ جان لینا چاہیے کہ خلوتِ متخیّلہ میں جب خاص الخواص کی ولایت میں علمِ ازلی کی جانب توجہ حاضر ہوتی ہے، تو ایسے شخص کو غالباً صفائی وصل حاصل ہوتا ہے، اور وہ صاحبِ علم ہوتا ہے، لہٰذا وہ علمِ حق سے حاضر ہوتا ہے نیز اس کے دل میں کمالات و خلافت کا ظہور ہوتا ہے اور خلافت کے کمالات کے ظہور کی وجہ سے یہ مرتبہ، امامت کا مرتبہ ہوتا ہے ابھی یہ شخص خلافت کے مرتبہ کا امیدوار ہوتا ہے۔ جب وہ اس مرتبے سے ترقی کرے گا اور اخص الخواص کے مرتبہ کو حاصل کرے گا، تو اس کی خلوتِ متخیّلہ ایک اعلےٰ شان کی مالک ہو گی، اور وہ اللہ کے علم کی بجائے ایمان باللہ کو دیکھنے والا بن جاتا ہے۔ اور خلافت کے منصب پر علم کے ذریعے قائم ہو کر علمِ مطلق تک پہنچتا ہے اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا ہے۔ یہ

شخص نایاب ہے، اور مکمل و کامل ہو کر فقیرِ بہرہ ور بن جاتا ہے اور صفات و دلالات کی ذاتِ جامع کے سوا راہِ وصل میں کوئی شے حائل نہیں ہوتی۔ یہیں سے فقرا کا یہ قول درست معلوم ہوتا ہے کہ میری ذات "ہو اللہ" ہے۔ اگرچہ اُسے ولایت خاصّہ، ولایت اخص اور ولایتِ خواص الخواص میں نیز اس کے مرتبے کی مناسبت سے فقر میں کاملیت حاصل ہوتی ہے، لیکن اس کی کاملیت اخص الخواص کے مرتبے میں طے شدہ ہے، اور نکات الاسرار میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ یعنی اس کے علم کے بارے میں سوائے ایک تصوری اور خیالی کے اور کچھ نہیں، اور محض دخل و تصرف، ایک خیال ہے اور وہ علم کے ساتھ معلوم ہے۔ لیکن یہ تحقیق شدہ بات ہے کہ وہ خلافت کے ظہور میں معلوم ہے لیکن اس کے غیر کی طرح اس وقت تک نہیں، جب تک وصل و شہود نہ ہو جائے اور نفسِ خلافت کے مرتبہ میں، جو حضور در حضوری کا مرتبہ ہے، اس کا علم بھی ظہور ہے اور ایمان محض ہے۔

کاغذ تنگ ہے اور معنی زیادہ۔ ع

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است

(اتنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں کہ داناؤں کے لیئے یہی کافی ہے۔)

مکتوب: ۸۴

پُرخلوص حافظ عیسیٰ کے نام چند سوالات کے جواب میں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد میرے مشفق بھائی حافظ جیو کے نام جس پر اللہ کا لطف ہو۔ ان کے خامۂ مہربان کے لکھے ہوئے خطوط، جو حافظ جیو، نواب امیر خاں الحال نواب صاحب عنایت اللہ خاں اور مشفقی عطا اللہ خاں کے نام تھے، پہنچ جانے

نیز میاں اسمٰعیلؒ کا لکھا ہوا مکتوب بھی موصول ہو جائے گا۔ یہاں ہر طرف سے تسلی رکھیں۔ سابقہ سوالوں کے جوابات مفصل لکھے گئے، اُن کا مطالعہ فرمائیں۔ اثبات کی نفی میں حضورِ معنی ضروری ہے، اگر لطیفۂ قلبی کی توجہ کے وقت لطیفۂ روحی کی توجہ الٹ ہو جائے، تو بہتر ہے، اگر اتنی طاقت ہو تو مختلف مخصوص رنگوں کے لطائف کا مشاہدہ بابرکت ہوگا۔ ذکر کی لذت کی ضرورت ہے، اگر نفس کا تصور نہ بھی ہو، تو مضائقہ نہیں۔

اگر کوئی جانور اُونچے گھونسلے سے گر پڑے، تو دیکھنا چاہیے کہ اس کے اعضائے جسمانی درست ہیں، خواہ اس کے پر و بال نہ نکلے ہوں اور زندہ ہے، تو ذبح کر لینا چاہیے، تاکہ وہ مُردار نہ ہو جائے۔

تلاوت کے وقت اگر معانی کا علم نہ ہو، تو اتنی توجہ سے ضرور کام لے کہ اللہ سبحانہٗ متبرک الفاظ کے ذریعے کلام ازلی سے بول رہا ہے، اور سمجھے کہ اللہ تعالےٰ کے دربار میں کلام سن رہا ہوں۔

فنا فی الشیخ کے بارے میں یاد رکھنا چاہیے کہ مبتدی کسی معاملے میں بھی اپنی حد تک شیخ کی رضا کے خلاف کوشش نہ کرے، متوسط کی حالت یہ ہوتی ہے کہ شیخ کی محبت کا غلبہ اس کو اس حال پر پہنچا دیتا ہے، کہ جدھر نظر کرتا ہے، صورتِ شیخ نظر آتی ہے حتیٰ کہ خود کو شیخ کی صورت میں دیکھتا ہے، یہاں تک کہ شیخ رہ جاتا ہے۔ اور وہ خود محو ہو جاتا ہے اور پھر اس دید کا علم بھی پوشیدہ ہو جاتا ہے۔

جس وقت نمازی، نماز کے لیے کھڑا ہو گیا، تکبیرِ تحریمہ کہہ کر اللہ تعالےٰ کے کلام کی طرف متوجہ ہوا۔ تمام دنیاوی تعلقات سے فارغ ہو گیا۔ اب ان گزرے ہوئے اوقات کی نسبت جب اس کا تعلق غیر سے تھا، اس کے لیے معراج کا وقت ہے۔ معراج عالی اور بلند وقت کو کہتے ہیں۔

اگر بے علمی میں معاش میں کوئی فساد پیدا ہو جائے، اور ایسا مال، حلال مال

میں مل جائے اور ان میں تمیز کرنا مشکل ہو جائے، تو سارے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ اور ایسی ادائی بھی ثواب سے خالی نہیں۔

بعض دفعہ جب محنت کم ہوتی ہے، تو یہ استعداد کا نتیجہ ہوتا ہے لیکن اگر استعداد محنت میں پختگی نہ پیدا کرے، تو کسی وقت پختگی پیدا ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں امید پختہ ہے، خوف نہ کرے۔ استقلال سے کام کرے۔

اگر کسی شخص کی منکوحہ گناہ کی مرتکب ہو جائے، تو بہتر یہ ہے کہ اس کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دے۔ یہی اچھی بات ہے، سوائے اس کے کہ جب کلماتِ کفر کا ارتکاب کرے، تو اس وقت اسے چھوڑ دینا بہتر ہے۔

سوالات کے جواب جلدی جلدی لکھے گئے ہیں، ان کا اچھی طرح مطالعہ کریں۔

مکتوب : ۸۵

سالک کے قبض و بسط کے بیان میں

پاک ہے وہ ذات، جس نے سالکین کے لیے بسط کے بعد قبض اور قبض کے بعد بسط بنائی۔ اولاً اگر کسی کوتاہی یا واضح گناہ سے قبض ہو جائے، اور سالک کو اس کے سبب کا علم نہ ہو، تو دونوں صورتوں میں احتمال تقصیر کی وجہ سے استغفار واجب ہو جاتا ہے۔ اور وہ استغفار کرتا رہے، حتیٰ کہ رضائے ایزدی سے بسط ظاہر ہو جائے۔ اور ثانیاً اگر اس کے بعد پھر پہلے کی طرح قبض ہو جائے، جیسا کہ اس کا امکان ہے، تو وہ ظلال و محیط کی قید میں ہے۔ اور اس کے بعد قبض ممکن نہیں، گویا وہ اس قید سے رہا ہو گیا، اور جو اس قیدِ ظلال میں ہوتا ہے، اُسے قصرِ نسیاں میں گرا ہوا کہا جاتا ہے۔ اور جب یہ قید ختم ہو جاتی ہے، تو اس کا بشریت کی طرف اعادہ ممکن ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کا تتمہ باقی رہتا ہے۔ اور جو قیدِ ظلال سے ترقی کر جاتا ہے اُسے قصرِ نیستی میں گرا

ہوا کہا جاتا ہے۔ اور جو اس سے نکل کر اصل فنا تک جا پہنچے، اس کا بشریت کی طرف لوٹنا ممکن نہیں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ نہ اُسے لوٹایا جاتا ہے اور نہ وہ امن کے طریقے سے واپس ہوتا ہے۔ اور یہاں اس کی مراد بشریت سے ہے، وہ بشریت جو اصلی ہے۔

مکتوب : ۸۶

حقایق آگاہ میر محمدؒ کے نام

حمد و صلوٰۃ و تسلیمات کے بعد، صاحب دانش و آگاہی، میر محمدؒ کی خدمت میں سلامِ محبت کے بعد عرض ہے، کہ خاکسار کے عریضہ کے جواب میں آپ کا مکتوب شریف ملا۔ اور اس کے مطالعہ سے لکھی ہوئی باتوں سے اطلاع ملی۔ ان کا لبّ لباب یہ معلوم ہوا۔ کہ چونکہ اس فقیر نے اپنے کسی گزشتہ خط میں غیبت سے منع کیا تھا، کیونکہ یہ شریعت میں ممنوع ہے، تو اس سے یہ قیاس کر لیا گیا۔ کہ امر بالمعروف سے منع کیا گیا ہے اور اس کی تائید میں قرآن مجید کی وہ آیت لائی گئی، جو مومنوں کی صفت بیان کرتے ہوئے کہی گئی ہے۔ کہ "وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ اور بدی سے روکتے ہیں"۔ یہ نہیں سمجھا گیا کہ میں نے منکر (بدی) سے منع کیا ہے۔ کیونکہ غیبت مسلمانوں کی جماعت کی طرف بدگمانی اور ان کے حالات کی ٹوہ لگانا ہے، اور یہ وہی بات ہے، جسے آپ نے خود بھی لکھا ہے۔ "اور جو بدی سے روکتے ہیں" اور اس بات کا خیال نہیں کیا کہ بدی سے روکنا دراصل نیکی کا حکم دینا ہے، اور اس مہربان کی عبارت جو مکتوب شریف میں درج تھی، اسی طرح یہاں نقل کرتا ہوں، تاکہ آپ معروف و منکر میں فرق معلوم کر سکیں اور وہ عبارت یہ ہے "اور وہ لوگ جو تمہارے ہاں پسندیدہ ہوتے ہیں، اُن میں سے اکثر دنیا کے طلب گار ہوتے ہیں۔ اور وہ اکثر دنیا کی مرادوں کے لیے اللہ کی عبادت

کرتے ہیں۔ اور وہ اس غرض کے سوا تمہیں ملنے کے لیے نہیں آتے۔ اکثر کا حال اسلام کو مُزور کر دیتا ہے۔ اور یہ منافقین کا حال ہے۔ جن کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے خاص طور پر کہا ہے، کہ "وہ ایمان نہیں رکھتے، لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہم اسلام لائے ..... اور یہ نہ صرف غیبت کی طرف اشارہ کرتی ہے، بلکہ اس کی تصریح کرتی ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ غیبت کیا ہے۔ یعنی کسی مومن بھائی کی غیر حاضری میں اس کے گناہوں کا ذکر کرنا، اور اگر معاصی نہ ہوں، تو غلط طور پر گناہوں سے مُتہم کرنا۔ اس لیے آپ کی یہ عبارت دو صورتوں سے خالی نہیں، یا تو اس فقرے کے پاس آنے والے گناہ گار ہوتے ہیں یا گناہگار نہیں ہوتے۔ اگر وہ گناہ گار ہوتے ہیں، تو اُن کی غیر حاضری میں اُن کی یاد گناہوں سے کرنا غیبت ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ شدید گناہ ہے، کیونکہ اس گروہ کا نام منافق ہے۔ اور بدگمانی غیبت سے بھی بڑی ہے۔ "اے صاحبِ بصیرت لوگو، عبرت حاصل کرو"۔ اور اگر وہ لوگ گناہ گار نہ ہوں، تو یہ صریح جھوٹ ہے، بلکہ منافقوں سے مشابہت رکھنے کی وجہ سے کفر کا خوف ہے۔ "یہ دیکھو کہ کیا کہا گیا ہے اور یہ نہ دیکھو کہ کس نے کہا ہے"۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے ایک دفعہ جب کہ ابھی پردے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے، اور وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف رکھتی تھیں، دیکھا کہ ایک شخص جا رہا ہے۔ جب وہ نظروں سے غائب ہو گیا، تو بی بی عائشہ رضؓ نے فرمایا، "اے اللہ کے رسول، یہ آدمی کتنا لمبا تھا"۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "عائشہ رضؓ تو نے ایک مسلمان کی غیبت کی ہے، گویا تُو نے مُردار کھایا ہے"۔ بی بی صاحبہ نے فرمایا، "یا حضرتؐ میں نے سچی بات کہی ہے کیونکہ میں نے صرف لمبے کو لمبا کہا ہے"۔ آنحضرتؐ نے فرمایا، "عائشہ رضؓ غیبت یہی تو ہے کہ کسی شخص کے عیب کو اس کی غیر حاضری میں حقارت سے بیان کیا جائے اور اگر اس میں وہ عیب نہ ہو تو پھر ایسا کہنا جھوٹ

ہوگا"۔ مزید یہ کہ ایک دفعہ بعض صحابہ نے حضرت ابوہریرہؓ کی غیر حاضری میں انہیں سبز قدم (منحوس) کہا تھا۔ اس کے بعد جب وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، تو آنحضرت نے فرمایا کہ تمہارے منہ سے مُردار کے گوشت کی بدبو آرہی ہے۔ صحابہ نے متعجب ہو کر پوچھا، "یا حضرت ہم نے تو مُردار نہیں کھایا"۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تم نے کسی مومن کی غیبت کی ہوگی۔ اس پر آیت نازل ہوئی۔

"میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اے ایمان لانے والو! ظن سے بچو! کیوں کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی ٹوہ نہ لگاؤ اور غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس اس سے کراہت کرو"۔

میرے عزیز! امر اور نہی کے ظہور کا جو مقام ہے، تو یہ تحریر کسی بھائی کی غیبت میں اس کے گناہوں کا ذکر ہے اور یہ نواہی میں شامل ہے اور حکم معروفات میں داخل ہے۔ پس اسے سمجھئے اور گمان سے بچیے۔ اور اس گمان سے بچئے، جو تُم نے میرے اور میری پسندیدہ جماعت کے بارے میں قائم کر رکھا ہے، اور وہ جھوٹ اور غیبت سے الگ نہیں ہو سکتی۔ تم شکر گزار بنو، کیونکہ ہمارے علم کے مطابق تم نے ایک عطا کردہ نعمت کو جھٹلایا۔ اور نعمت پر شکر واجب ہے، اس لئے تم کوتاہی کرنے والوں میں شامل نہ ہو جاؤ، اور یاد رکھو، نبوت کی روشنیاں ہوتی ہیں۔

مکتوب: ۸۷

حضرت میر محمدؒ کے نام۔

اس ذاتِ پاک کے نام سے اس کی مدد چاہنے کے بعد۔ شاید میں نے جواب میں کوئی کوتاہی کی ہے، جس کی وضاحت، آپ نے طلب کی ہے۔ اور میں کہتا ہوں،

"اے ربّ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں" اور میں مزید کہتا ہوں، کہ سمجھ لو، کہ عبادت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک رُوح کے ذریعے اور دُوسری بدن کے ذریعے۔ رُوح کے ذریعے کی عبادت زیادہ تر مرتبۂ ولایت پر واجب ہے، اور روح اور بدن کی ملی جُلی عبادت انبیا اور ہمارے نبیؐ، سب پر صلوٰۃ و تسلیمات، پر واجب ہے۔ جیسا کہ مولانا رومؒ نے اپنی مثنوی میں کہا ہے ؎

لے بسا ناآوردہ استثناء بگفت جان شاں باجان استثناء است (۱۲ منہ)

ترجمہ:۔ اکثر ایسا ہوا، کہ استثنا کئے بغیر بات کی گئی۔ حالانکہ ان کی جان استثنا کے ساتھ پیوست ہوتی ہے۔

اور لیا اللہ کا حال یہ ہے کہ ان میں سے بعض اکثر اوقات عالمِ سکر میں رہتے ہیں۔ کیا آپ کو علم نہیں، کہ ہمارے نبی محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نبوت کے ملنے ہونے سے پہلے غارِ حرا میں چھ ماہ تک مقیم رہے، اور نزولِ احکام کے نہ ہونے کی وجہ سے اُن پر بدنی عبادت واجب نہ تھی۔ اور وہ اس زمانے میں باطنی عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور جب انہیں علم ہو گیا، اور ان کا دل مضبوط ہو گیا، تو انہیں طریقۂ عبادت کا پتہ چل گیا۔ اس وقت تک ان کے دل میں طریقۂ انبیا مسلّم اور متحقق تھا۔ لیکن اسے زبان پر لانا موجبِ عتاب تھا، کیونکہ اس کے بارے میں احکام واضح نہیں تھے۔ اور یہ توقف خطا کے احتمال کی وجہ سے تھا۔ اور یہ لغزش کوئی بڑی لغزش نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ وہ معصوم عن الخطا تھے۔ اور توقف کی یہ حالت چالیس دن تک رہی۔ اس توقف کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی جسے شفقت و کرم کی جہت سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ اس کے بعد وہ آداب میں کوئی کوتاہی نہ کر جائیں، اور دوسری یہ کہ وہ ان کی قدرت میں نہیں تھی کیونکہ وہ نزولِ نبوت کا ظہور چند گنتی کے دنوں میں لازم تھا۔ جیسا کہ معلوم ہوا کہ عدمِ ظہور اور ظہورِ نبوت کے درمیان ساٹھ دن کا عرصۂ جاہلیت تھا تاکہ اس اثنا میں وہ اس امر پر قدرت حاصل کر لیں۔

اور یہ حُسنِ جلالی کے ظہُور کا تقاضا ہے، بالخصوص جن کو دعوت دی گئی ہو۔ اور آپؐ کے حُزن پر کوئی تعجب نہیں، کیونکہ آپؐ کا حُزن والم عدم اطلاع کی وجہ سے تھا، کہ دِل میں کیوں رکاوٹ پڑ گئی ہے، اور اس حُزن والم کی دو وجوہ تھیں۔ ایک یہ کہ لوگوں کو اتنا عرصہ دعوت نہ دی جا سکی، اس کا لازمی تقاضا حُزن تھا، کیونکہ یہ ایک امر مسلّمہ ہے کہ حُزن کسی نقصان پر ہوتا ہے، دوسرا یہ کہ آنحضرتؐ کی طرف توجّہ نہ کی گئی تھی، اور نبوّت کا ابھی پوری طرح ظہُور نہیں ہو رہا تھا، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے، کہ اللہ تعالےٰ دونوں جہانوں سے بے نیاز ہے، اور آپ سلسلۂ نبوّت کو ختم کرنے والے اور آخری نبی تھے۔ اور اسی طرح سورۂ اسریٰ میں فرمایا گیا، "لوگ تم سے رُوح کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ، کہہ دیں کہ رُوح امرِ ربّی ہے، اور تمہیں تھوڑا سا علم دیا گیا ہے، اور اگر ہم چاہیں تو جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے، وہ بھی واپس لے لیں، اور پھر تُو ہم پر کوئی زور نہیں ڈال سکے گا، سوائے اپنے ربّ کی رحمت کے۔ بے شک آپ پر اس کا فضل بہت زیادہ ہے" اور جیسا کہ تحریر کیا گیا، اس سوال کا جو تم نے "سِرّ استثناء" کے بارے میں کیا تھا، جواب لکھ دیا گیا ہے، جیسا کہ اس ضعیف نے اپنی استعداد کے مطابق ظاہر کر دیا ہے۔ اور میں نے جو کچھ لکھا ہے، وہ لوگوں کے حال کو ان پر واضح نہیں کرتا، اور قاصر رہتا ہے، ہم اللہ تعالےٰ سے اس کے بیان میں خطا کرنے سے پناہ مانگتے ہیں۔

اے اہلِ عقل، سمجھ لو کہ ساری کائنات ایک جُملۂ واحدہ ہے، جو اس کی دو حُسین صفات یعنی صفتِ جمال اور صفتِ جلال کا مظہر ہے۔ اور اس کی ہر صفت، کا خاصّہ اس کا ظہُور ہے، اور صفتِ جمال، "میری رحمت، میرے غضب پر سبقت لے گئی" کے مطابق ہے، اور ہر وجود کا سبب اور ہر مظہر کا ثبوت، مظہر کے اندر ہوتا ہے، جو ظاہری اور باطنی طور پر اس کی ذات کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے، جیسا کہ اس سے

قبل کہا گیا، وہ تقاضائے حسن کے مطابق وجود سے ظاہر اور باطن سے ظہور میں آتا ہے۔

اور صفتِ جلال کا ظہور ایک خیرِ محض ہے، جو مظہر کے اندر ظہورِ اطلاقی کی حیثیت سے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے بنانے سے قبل تھا، اور وہ ظہور کی حیثیت سے خیر تھا، اور وہ ظاہر جو کہ اس کے حقیقی فعل کی طرف منسوب ہے، اس کی تخلیق کے اندر خیرِ محض ہے، جیسا کہ باطنی ظہور کے وقت تھا، جبکہ اس ذاتِ پاک کے لیے مخلوق کا نفسِ مفید، شرِ محض تھا، اور اس میں صرف عذاب دیے جانے اور انعام و اکرام سے محروم رہنے والے ہی نہیں تھے، بلکہ ان پر زیادتی بھی کی گئی۔ نعمتوں کا سبب، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کہ "ہم نے ان کی جلدوں کو دوسری جلدوں سے بدل دیا، تاکہ وہ عذاب چکھیں"۔ اور یہ صفتِ جلال کا تقاضا تھا، کہ ان کو نعمتوں سے محروم رکھا جائے، اور ان پر آناً فاناً عذاب نازل کیا جائے۔ اس طرح اس کے کمالاتِ حسنہ کے مطابق اس کے وجود اور آثارِ شر کا نام لیا گیا ہے۔[1]

---

[1] بے شک جنہوں نے حق کو چھپایا، اور توحید کے دلائل، قرآن کی آیات اور پیغمبر کے معجزات کے باوجود اس کی طرف مائل نہیں ہوئے، ہم جلد ہی ان کو ایسی آگ میں ڈالیں گے جو ان کی کھالوں کو پکا دے گی، یا جلا دے گی۔ اور ہم ان کی کھالوں کو بغیر اس کے کہ وہ پختہ ہوں یا جل جائیں، دوسری کھالوں میں تبدیل کر دیں گے، اور یہ تبدیلی ایک ساعت میں سو بار ہوگی۔ حضرت حسن بصری سے منقول ہے کہ یہ جلدیں گیارہ سو میں ہزار مرتبہ تبدیل ہوں گی۔ ان کی تحقیق ہے کہ جلدیں جب جل جایا کریں گی، تو پھر اصلی حالت میں آجایا کریں گی۔ یہ تبدیلی صفت میں ہوگی، ذات میں نہیں ہوگی۔ اور یہ عذاب کی صورت ہوگی۔ یعنی انسان کو ہر لحظہ تازہ کیا جائے گا، اور اسے عذاب کا مزا چکھایا جائے گا۔ اور یہ عذاب دائمی ہوگا۔ بے شک خدا غالب ہے، اور کوئی اُسے عذاب دینے سے منع نہیں کر سکتا۔

اور جب میں نے دونوں مذکورہ متصل ظہوروں کو دیکھا، اور ان پر غور کیا۔ تو میں نے معلوم کیا کہ ان کے قریب رہنے والے لوگوں پر واجب ہے، کہ وہ ہر وقت ظاہری ظہور کی طرف، دیکھیں، اور کبھی اس باطنی حقیقت پر نظر نہ کریں جس کو شرک کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک اس طرح شرک کے ساتھ صدق ثابت ہو جاتا ہے۔ سوائے اس وقت کے جب کوئی شرعی ضرورت لاحق ہو جائے، یا انہیں ودا کا حکم دیا جائے، یا جب حدود اور اس طرح کی کوئی شے تحریر کے ساتھ واقع ہو جائے۔ اور اس وقت، عارفوں کے لیے واجب ہو جاتا ہے کہ وہ حدود کے اندر رہ کر اس کے حق میں دعا کریں۔ اور وہ مصیبت میں مبتلا ہونے کا خوف، طاری کرے۔

جب مجھے اس بات کا علم ہو گیا، تو میری زبان اور دل پر سکوت واجب ہو گیا، تاکہ اس کے گناہ میرے دل پر نہ پڑیں، یا دل میں مذکورہ ضرورت سے پہلے اس کی عیب چینی کرنے لگ جاؤں اور جب تمہیں اس بات کا پتہ لگ گیا، جو میں نے کہی، تو تم پر بھی ضرورت سے پہلے خاموشی واجب ہو گئی۔ کیونکہ ان میں سے اکثر فقرا کو میں نے بلا ضرورت، غافل پایا ہے، پس اس نے اولیاء کی اصطلاح میں مرتبۂ کل سے گرا دیا ہے، اور جب یہ لغزش طویل ہو جائے، تو پھر گزشتہ احوال پر توبہ لازم ہو جاتی ہے، اور مستقبل میں استغفار بغیر عمل کے زبان سے ترک کرنا ضروری ہے۔

اے دوست! ہم نے عربی زبان میں قدرت حاصل نہیں کی، اور اب ارادہ ہے کہ فارسی میں لکھیں، اور جب ہم نے قلم اٹھایا، تو لوحِ محفوظ سے عربی کے کلمات ٹپکے جس طرح کہ خشک زمین پر بارش کے قطرے گرتے ہیں، اور اس کے حسن و نعمت میں اضافہ کر دیتے ہیں اور اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ کہ تو نے اس امّی سے پوچھا۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ میں ان علوم کے ظہور کا سبب بنا ہوں تاکہ ہدایت پانے

والے نفع پاسکیں، اور سوال کرنے والے دوست، کو اس کی جزا عطا ہو

مکتوب : ۸۸

فیضِ عام و خاص کے بیان میں تحریر کیا گیا

پاک ہے وہ ذات، جو دونوں جہانوں پر دو طرح سے فیض کرتی ہے، ایک فیضِ عام اور دوسرا فیضِ خاص۔ فیضِ عام والے لوگ وہ ہیں، جو جلال و جمال کی مشترک خصوصیت کے ظہور سے وقتاً فوقتاً فیض یاب ہوتے ہیں۔ اور اس کے جمال کے انوار کے مظاہر ان کے وجود و ثبوت کے لیے ہیں۔ لیکن وہ اس قابل نہیں، کہ ان سے شریعت کے پردے اٹھا دیے جائیں، اور انہیں سمجھتے ہوئے وجود عطا کیے جاتے رہیں۔ یہاں تک کہ وہ مقامِ قرب تک ان ظلماتی اور نورانی حجابات کو اٹھاتے ہوئے پہنچ جائیں، جو حکمتِ بالغہ سے صفتِ جمال کے تقاضے کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ اور ان کے درمیان پڑے گئے تھے۔ شاید رعبِ جلال اور ذات پاک کی اس پاکیزگی کی وجہ سے وہ کہیں مضمحل نہ ہو جائیں، جو ان پر پڑ رہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بے شک اللہ تعالیٰ نور و ظلمت کے ستر ہزار پردوں میں سے ..... تا آخر" اور یہ فیضِ عام کے لوگ ہیں، جو بشری وجود میں موجود ہیں۔ ان کے عروج میں اللہ تعالیٰ کے جلال کی سطوت مانع ہے۔ یہ لوگ برگزیدہ ہیں۔ یہاں تک کہ انہیں لباسِ بخشش عطا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیضِ خاص کے ظہور سے اللہ کے رنگِ اخلاق میں رنگے جاتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے خاص جمال کا ظہور ہے۔ جب یہ بات معلوم ہو گئی، تو پھر انبیا، اولیا اور اہلِ جنت پر ایک نگاہ ڈالیں۔ اس لیے کہ انہیں دوسری مرتبہ زندگی دی گئی ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے فرشتے آسمانوں میں اس وقت تک داخل نہیں ہوتے۔ جب تک انہیں دوسری زندگی نہیں دی

جاتی۔ اور بشری وجود اور اس کے کمالات سے وہ ہر طرح خالی ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں اس طرح کا کوئی نشان بھی باقی نہیں رہتا۔ اور وہ اللہ پاک کے اخلاق پیدا کر لیتے ہیں۔ پس اب یہ لوگ اس طرف نہیں لوٹ سکتے، جو ایک حدیث میں اس کلمہ کی صورت میں واقع ہے" یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالےٰ کے اخلاق پیدا کر لیے ہیں"۔

جب یہ ثابت ہو گیا، تو یہ بات بھی ثابت ہو گئی۔ سارا عالم انوارِ جمال کے فیض سے عالمِ وجود میں ہے، اور جلنے سے محفوظ ہے۔ ورنہ جلانا۔ اللہ تعالےٰ کے جلال کے انوار کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے، اور اس کا ظہور حجاب کے اٹھنے کے بعد ہوتا ہے اور وہ لوگ جو مرتبۂ عام میں ہوتے ہیں، ان کا حجاب اٹھایا نہیں جاتا۔ جمال و جلال کے مشترکہ انوار کا اظہار ان کے اس مرتبہ میں تربیت کے لیے صفتِ جمال کے ساتھ کیا جاتا ہے، اور تربیتِ جمال اس وقت تک منقطع نہیں ہوتی جب تک وہ انوارِ جلال کے برداشت کرنے کے قابل رہتے ہیں، اور جب وہ برداشت کرنے کے قابل نہیں رہتے، تو پھر انہیں بخشے ہوئے وجود کے ساتھ زندگی نہیں دی جاتی۔ اور نہ ہی انہیں اللہ تعالےٰ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے" بے شک اللہ سبحانہٗ دونوں جہانوں سے بے نیاز ہے" یعنی ان لوگوں سے جو وجودِ دیئہ ... سے باہر نہیں آتے، اور اس کی صفات کے ساتھ اپنے آپ کو متصف نہیں کرتے۔ اور جب وہ متصف ہو جاتے ہیں، تو اللہ سبحانہٗ اُن کے حق میں فرماتے ہیں کہ" میں (ایسے بندے کا) کان ہوں، اس کی آنکھ ہوں۔ اس کا ہاتھ ہوں اور اس کا پاؤں ہوں۔ وہ میرے ساتھ سُنتا ہے، میرے ساتھ دیکھتا ہے، میرے ساتھ بولتا ہے اور میرے ساتھ چلتا ہے"۔ اس لیے وہ مردِ کامل ہوتا ہے۔ وہ دو مرتبوں پر فائز ہوتا ہے۔ ایک مرتبۂ مظہریت، جو کہ وجودِ بشریت کی جہت سے ہے، اور دوسرا مرتبۂ مظہریت، جو اس کے اخلاق میں رنگے جانے کی وجہ سے ہے۔

arfat.com

مرتبۂ بشریت کی حیثیت سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ میں بھول جاتا ہوں جس طرح کہ تم بھول جاتے ہو۔ چنانچہ جب میں بھول جاؤں، تو مجھے یاد کرا دیا کرو"۔ اور اللہ کی صفت سے متصف ہونے کی بدولت آپ نے فرمایا، "میں احمدِ بلا میم ہوں۔ اور ایک وقت ایسا ہوتا ہے جب اللہ میرے ساتھ ہوتا ہے، اور کوئی مقرب فرشتہ یا کوئی نبی مرسل وہاں نہیں ہوتا"۔

پاک ہے وہ ذات جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور انبیا اور اولیا میں سے کوئی اس ذاتِ مقدس تک نہیں پہنچ سکتا۔ سوائے بخشے ہوئے وجود کے، اور اس کی صفات سے متصف شخص کے۔ پس ایسے شخص کے لیے کوئی خوف نہیں ہوتا اس کے کہ اس کی تجلّی سے جل جائے۔ ؎ بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است

(ترجمہ) اس پر ختم کرتا ہوں کہ داناؤں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ اس فقیرِ درماندہ کی اتنی بساط کہاں کہ احادیث کی حقیقت کے بارے میں تحقیق کی جرأت کروں۔ لیکن سوال کا جواب دینے کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ اس لیے چند باتوں کا دروازہ کھولا۔ اگر کوئی شبہ باقی رہ گیا ہو تو دوبارہ لکھ بھیجیں تاکہ۔ مجھے پتہ چل جائے۔

مکتوب: ۸۹

حضرت خواجہ بزرگؒ کے قول کی تحقیق میں۔

روحِ انسانی، اللہ سبحانہٗ کو غیر سمجھتی تھی، لیکن پہچانتی نہیں تھی۔ کیونکہ پہچان شہود سے پیدا ہوتی ہے اور وجود، شہود کے منافی ہے۔ (اس سے خواجہ (اللہ اُن کے راز کو پاک کرے) صاحب کی مراد بشریت اصلی ہے۔ لیکن عارضی بشریت بشر کے لیے لازمی ہے اور انبیائے کرام سے بھی بشریت الگ نہیں۔ غرض یہ ہے

کہ علم مختصر طور پر، عقل کا نام ہے اور رُوح تخلیق سے پہلے اور جسم کے تعلق ہونے سے پہلے اللہ سبحانہٗ کو جانتی تھی۔ کہ وہ میرا خالق ہے، لیکن اللہ تعالےٰ کے اسما اور صفات کے ظہُور کے طریقے سے اپنی ذات و صفات کی حقیقت کی تفصیل کو نہیں جانتی تھی، مظہریت کی حقیقت، اور بشریتِ اصلی کی مظہریت، جو ایک وجودِ دانا ہے، ایک مسلمہ بات ہے، اور یہ مختصراً کسی شے کے جاننے کو کہتے ہیں، اور جب اُسے اپنی مظہریت اور اللہ تعالےٰ کے اسما و صفات کی مظہریت کے بارے میں علم دیا گیا، اور اس نے اپنے ہر مرتبہ پر خواہ وہ اسم ہو، خواہ صفت، اسماء اور صفات کا مشاہدہ کر کے، اور اس کے ان آثار کو جو بشریت کی وجہ سے اس سے منسُوب تھے، اللہ تعالےٰ کے آثار کا مظہر پایا، تو بشریت کے وجود کو فنا پذیر پایا۔ اس کو پہچاننا کہتے ہیں۔ چنانچہ رُوح کو شہُود سے نسبت، جسم کے تعلق کے بعد عطا کی گئی۔ تعلق سے قبل کو جاننا کہتے ہیں، پہچاننا نہیں، کیونکہ اس کا انحصار شہُود پر ہے۔

مکتُوب : ۹۰

خواجہ فیض اللہ صاحبؒ کی خدمت میں تحریر کیا گیا۔

سعادت شعار اس بات پر شُکر ادا کرتے ہیں، کہ ایک ہی صحبت میں جمعیّتِ خاطر حاصل ہو گئی، اور ترکِ دنیا منظورِ نظر بن گیا۔ اور اسے اللہ کا فضل سمجھتے ہیں۔ دنیا اور دنیا داروں کی صحبت مُبتدی اور متوسّط کے لیے زہرِ قاتل ہے، اور جو صاحبِ کمال منتہا پر پہنچا ہوا ہو۔ وہ دنیا داروں کی صحبت میں بھی اور مال و دولت کے جمع کرنے میں بھی اہلِ دنیا اور مالِ دنیا سے الگ تھلگ ہوتا ہے۔ ایسا صاحبِ کمال شخص اللہ کا نائب ہوتا ہے، جو غافلوں کو تربیت دیتا ہے، اور تربیت بلا صحبت حاصل نہیں ہوتی، حق تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ہمارے بعض بندے ایسے

ہوتے ہیں کہ انہیں لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنا ہمارے ذکر سے غافل نہیں کرتا۔ اور دنیا سے دلی تعلق پیدا کرنے میں آنکھیں بند کرلینی چاہیں۔ گویا دنیا سے ان کی دوسرے پر نظر نہیں ڈالنی چاہیئے، سوائے نیک گمان کے۔ اور اپنے بارے میں جتنی کوشش کی جائے، نیک بختی ہے،

رہا دوسرا اور تیسرا واقعہ کہ، آپ نے اپنے آپ کو ہماری صورت میں پایا۔ تو یہ عقیدے کے کمال کی دلیل ہے اور شیخ میں گم ہو جانے کو "فنا فی الشیخ" کہتے ہیں۔ یہ ذکر کا نتیجہ ہے کہ مرید، پیر میں فنا ہو جائے۔ اور رہا اپنے آپ کو کم دیکھنا۔ تو یہ دل کی نورانیت کی دلیل کا آفتاب ہے۔ چونکہ کام ابھی ترقی پر ہے، اس لیے آپ نسبتہً کم حصہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ بات مبارک ہے اور جتنا زیادہ حصہ ملے گا۔ اتنی ہی ترقی کی علامت ہے۔ کوشش کرتے جائیں کہ اپنے آپ کو گم کر دیں، تاکہ حق کی ہستی اور مرشد کی مرضی کے سوا کچھ بھی پسند نہ رہے۔ والسلام۔

مکتوب : ۹۱

مذکورہ بالا عزیز کے جواب میں لکھا گیا۔

تیسری بات کہ جب دل ذکر سے معمور ہو جاتا ہے، تو جو شخص جتنی دیر تک ناپختہ رہتا ہے، جوش میں رہتا ہے، جب پختہ ہو جاتا ہے، تو جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ القصہ اپنے آپ کو اس طرح پیش کریں کہ دل ان مقامات کی طرف متوجہ نہ ہو۔ یہ مقام کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو، متعینہ مقامات کے سامنے اس کا مرتبہ ایسا ہے، جیسا دریا کے سامنے قطرے کا۔ والسلام۔

واقعہ اوّل کی تعبیر۔ اس شخص کے ۶ لطائف اس طرح ہیں۔ جیسے قلب اور روح اس واقعہ میں تجلیات بخشتے ہیں۔ کبھی ستارہ کی شکل میں کبھی چاند کی صورت میں اور

کبھی آفتاب کی مانند۔ یہ تمام دل کی صفائی کی علامتیں ہیں، بہت اچھی بات ہے۔
دوسرا واقعہ۔ اس صفائیِ دل کا ثمرہ ہے، اور لوگوں کو پھول دینا اس بات کی بشارت ہے، کہ جو ثمرہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملا ہے، اُسے عوام میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ اور **تیسرے واقعہ** کی تعبیر یہ ہے۔ کہ یہ دونوں لطائف یعنی روح اور دل دو شمعوں کی طرح ہیں۔ اور ہماری صورت دیکھنا اس بات کی بشارت ہے کہ ہم تمہاری حفاظت کے لیے موجود ہیں تاکہ شیطان دخل نہ دے سکے۔ ان تمام بشارتوں کو سعادت مندی سمجھ کر مراقبہ کے کام پر کمربستہ ہو جاؤ۔ تاکہ انوارِ سفلی، انوارِ لطیفہ کی صورت میں ظاہر ہوں، اور یہ کیفیت ختم ہو جائے۔

مکتوب: ۹۲

خواجہ فیض اللہ کو تعبیرِ واقعات کے ضمن میں تحریر کیا گیا۔

جو لوگ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، انہیں سولی پر چڑھایا جاتا ہے، اس سے مراد طریقت میں مجاہدہ و ریاضت ہے، اور آپ جو خوف زدہ نہیں ہوتے، تو یہ بلندیِ استعداد ہے۔ کیونکہ آپ مجاہدہ کو راہِ محبت سے اختیار کرتے ہیں، اور وہ جو انوار کم ہو جاتے ہیں۔ اور آپ خدا کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں، تو یہ کلامِ حق کی تجلیات ہیں، اور وہ جو اپنی تمنا کو گھٹاتے ہیں، تو سالک کی انتہائے فنا یہ ہوتی ہے کہ سب کو گم کر دیتے ہیں، یہ سکر و مستی کی ابتدا ہوتی ہے۔ روٹیوں کا آجانا حق تعالےٰ کا انعام ہے۔ جو آپ کو عطا ہوتا ہے، اور لوگوں میں تقسیم کرنا، اس امر کی خوش خبری ہے کہ اللہ کی نعمت کا ذکر عام کرو۔ جو کچھ آپ کو ملتا ہے، دوسروں کو دو۔ یہ تمام بشارات (خوش خبری) ہیں جو سالکوں کو ملا کرتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کر کے اس کے حضور متوجہ ہونا چاہیئے۔

مکتوب : ۹۳

مذکورہ بالا سائل کے جواب میں لکھا گیا۔

میرے مشفق، سلام عرض ہے۔ ایک نورانی برتن ہے، جسے کھینچا نہیں جاتا۔ یہ تمام معاملہ جو تحریر کیا گیا ہے، اسی سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی اطلاع نہیں ملتی۔ اور دوسرا برتن جو سیاہ بھی ہے اور نورانی بھی۔ آپ نے اس کا بیان طلب کیا ہے۔ اور اس کے ٹوٹنے اور جڑنے تک پہنچے ہو۔ دوسرے ظرف کا بیان ظاہر ہے چاہیے کہ پہلے صرف نورانی برتن کے بارے میں اطلاع دیں، اگر آپ جانتے ہیں، تو تفصیل سے لکھیں، تاکہ دوسرے ظرف (برتن) کے بارے میں لکھا جائے اور آپ کو آگاہ کیا جائے۔

مکتوب : ۹۴

سائل کی درخواست پر شبہات کے جواب میں۔

مشفق عزیز! چونکہ آپ نے سوال کے مطابق جواب نہ لکھا اور اس برتن کے بارے میں کچھ نہ بتایا، جو بالکل نہیں ٹوٹتا، اور وہی پرانی کیفیت لکھ دی، اس لیے معذرت کر دی گئی، ورنہ ضرور جواب لکھتا۔

میرے عزیز! سب سے پہلے آپ کو شہودِ اوّل، شہودِ ثانی اور شہودِ ثالث کے بارے میں علم ہونا چاہیے۔ جاننا چاہیے کہ شہود غیب کے مقابلے میں ہے۔ مرتبۂ غیب اللہ تعالیٰ کی قدیمی، ازلی اور بے کیف ذات و صفات کا مرتبہ ہے۔ شہودِ اوّل، نورِ اوّل کا مرتبہ ہے، جو نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ہے۔ اگرچہ یہ مرتبہ حادث ہے، لیکن یہ مخفی البداہت اور مخفی الکیف ہے۔ لہٰذا اس مرتبے کو یعنی شہودِ اوّل کو، غیب نسبی، قدیم نسبی اور مجہول الکیف بھی کہتے ہیں۔ اور شہودِ ثانی

رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم یعنی شہُودِ اوّل کی عظیم رُوح ہے اور شہودِ ثالث ان کا جسم مُبارک ہے جو عرشِ اعظم کے اُوپر ہے۔ اور تمام اصُولِ مفصّل کا عنصرِ اوّل اور عنصرِ مجمل ہے اور اس جسمِ مبارک سے جو محض نُور ہے۔ تمام مراتبِ مجمل اور عناصرِ مفصّل نے ظہُور پایا ہے، پس جو سالک فنا کا رُخ کرتا ہے۔ احاطۂ عناصرِ جو مخلوقات کے اجسام کے مراتب کو احاطہ کرتا ہے، لطافتِ محض سے راہِ حق کے سالک وطالب کو اپنی ذات میں جذب کر لیتا ہے، اور سالک تمام داخلی اور خارجی مراتب اس سے حاصل کرتا ہے اور کسی طرف سے بھی اس کو نسبت نہیں دی جا سکتی۔ چونکہ ظرفِ شہُود سے یہ تعلق قائم رہنے کے لیے نہیں ہے۔ اس لیے سالک کو اس شہُود سے آگے ترقّی کرنی چاہیے، اور اس سے وہ جو کچھ حاصل کرتا ہے، سابقہ علم کی وجہ سے ٹُوٹ پھُوٹ جاتا ہے، اور ظرفِ شہُود اس کو شامل کرنے والا اور حائلے بازگشت ہوتا ہے۔ اسے جو کچھ ملتا ہے، یہیں سے ملتا ہے، اسی طرح ترقّی کے مدارج ہیں، جو اسے جا بجا ملتے ہیں۔ وہ پہلے سے بے اختیار ہو کر دوسرے میں جذب ہو کر ترقّی کرتا ہے اور آخر کار تمام مراتبِ شہُود تک پہنچ جاتا ہے، اور وہ شہُودِ اوّل ہے اور یہ شہُودِ اوّل کا مرتبہ ہے، جب کہ اس سے اُوپر کوئی شہُود نہیں۔ اور اصحابِ شہُود پر باقی رہتا ہے اور شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے۔ کہ اس شہُود سے ترقّی کر کے کوئی غیبِ حقیقی سے جا ملے۔

چونکہ کاغذ تنگ تھا، اس لیے اتنے پر ہی اکتفا کیا۔ کچھ باقی رہ گیا ہے، تو سمجھنا چاہیے کہ یہ شہُود جو ٹُوٹ پھُوٹ جاتے ہیں۔ ولایتِ اولیا کے سایہ میں شامل ہیں اور اس ولایت کو بعض "ولایتِ خاصّہ" اور بعض "اولیا صغریٰ" کہتے ہیں۔ یہ شہُود اپنی اصل کا کچھ رنگ رکھتا ہے، لیکن اپنی اصل سے بہت دُور ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ کس کو اس سے باہر نکالا جاتا ہے۔

مکتوب : ۹۵

سوال : مشفقِ عزیز! آپ نے جو تحریر کیا۔ ہے، وہ سالکوں کے سلوک اور مجذوبوں کے جذب کے متعلق لکھا ہے، اور یہ سائل کے کام کی بات نہیں کہ وہ ظروف چھوڑ دیتے مخلوق ہے، نیا ہے، اور دوسری اطراف سے آنے جانے والا ہے۔ وہاں ہر مستحق کو اس کے استحقاق کے مطابق پوشاک پہناتے ہیں اور اس ظرف کو توڑ دیتے ہیں۔ اس معاملے پر غور کر کے مسائل کے جواب لکھیں۔

جواب : مشفقِ عزیز، میں نے جو کچھ لکھا تھا، اس میں سے کیا مرتبۂ جذب اور کیا مرتبۂ سلوک، کوئی شے خارج نہیں۔ چنانچہ اپنی تحقیق کے ضمن میں آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ ہر ایک کو پوشاک پہناتے ہیں اور اس ظرف کو توڑ دیتے ہیں، یہ جذب کشتی ہے۔ تعجب ہے کہ میری تحقیق کو نظر انداز کیا ہے اور اپنی طرف سے بات کو مختلف معانی پہنا دیئے ہیں۔ یہ طریقہ خلافِ حدیث ہے۔ جیسا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آسانی والے بنو، نہ کہ تنگی والے" اور یہ بھی معلوم ہوا، کہ لباس کے متعلق تھوڑی سی بات کی جاتی ہے، تو یہ ایک امتحان ہے اور بزرگوں نے فرمایا ہے، کہ آزمانے والا محروم رہتا ہے۔ اس سلسلے میں تین اشخاص کی ایک کہانی بیان کی جاتی ہے کہ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے دو کی نیت بزرگ کو آزمانے کی تھی، اس لئے وہ بے نصیب واپس آئے، تیسرا خوش اعتقاد تھا، وہ مقبول ہوا۔ جب کبھی میں نے سلوک، جذب، توبہ، اجتہاد، اور اصطفا کے مراتب کے بارے میں کوئی جامع اصول پیش کیا ہے، تو سمجھا نہیں گیا، میں کیا کروں۔ پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ سلوک کیا ہے اور جذبہ کیا؟ اور کس مقام میں ہوتا ہے اور توبہ کیا ہے اور قبولیت توبہ کیا؟ اس مقام کے حامل کون ہوتے ہیں؟ اصطفا کیا ہے؟ اور کس مقام کا کیا خاتمہ ہے؟ اگر آپ لکھ بھیجیں تو بہتر۔ ورنہ لکھ بھیجو کہ معلوم نہیں، اس وقت ان پانچوں

مراتب کی تفصیل لکھ کر بھیج دوں گا۔

اور یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ ایک برتن اسی قسم کا ہے۔ تو معلوم ہونا چاہیے، کہ سلوک و مراتب کی راہ میں قرب ایسے ہی دکھائی دیتا ہے۔ یہ سب مراتب کی تفصیلات ہیں، جنہیں کم فہمی کی وجہ سے سالک، مرتبۂ لطیفہ کو تفصیل صورت، مثلاً برتن میں دیکھتا ہے۔

مکتوب: ۹۶

میاں محمد کاظم کو صدائے ہوئیت کے استفسار کے جواب میں لکھا گیا۔

"کسی انسان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ سے کلام کرے، سوائے اس کے کہ اُسے وحی کی جائے یا پردے کے پیچھے سے ....." اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گیا، کہ جو کچھ آواز کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے، وہ یا تو نورانی آواز ہو گی یا جسمانی آواز۔ تمام لباس حادث و فانی ہیں، بلکہ آواز و حرف کے مرتبے سے پرے ہے جو مقصد و مدعا ہے۔ اور کلامِ مطلق کا پہلا لباس بھی تقیّد و حدوث کے مرتبے میں ہے لیکن کلام کرنے والا یا تو قدیم ہے یا حادث، اگر قدیم ہے، تو وہ ذات و صفات کے اعتبار سے، ذات و صفات کی جامعیت سے وحدت و کثرت کے بغیر، زمان و مکان کے بغیر کئی لباسوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس ظہور کے بھی دو مرتبے ہیں۔ ظہورِ اطلاقی یا ظہورِ تقیّدی۔ اگر یہ ظہور اطلاقی ہے، تو یہ جامع حقیقی کی ذات کا حقیقی ظہور ہے اطلاقی طور پر اپنی پوشیدہ صفات کے کمالات کا ظہور ہے۔ جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے۔ کہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ اس لیے میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ اگر یہ ظہور تقیّدی ہے، تو یہ کمالاتِ مخفی کا ظہور ہے۔ پہلے ظہورِ اطلاقی کی مظہریت کے لیے متکلم ازلی کا یہ بیان دو مرتبوں سے ہے۔ اگر متکلم

حادث ہے، تو پھر اس کی تقسیم کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ وہ ہر لحاظ سے حادث ہے، اور کمالاتِ مخفیہ کے ظہور میں داخل ہے، اور اسے پہلے مرتبہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ متکلم دو طرح کے ہیں۔ واجبی کلام کے ظہورِ نفس والے۔ اور ان کانوں کے لیے یہ بات غلط نہیں کہ وہ علمِ لدنی اور اصلی کی تعلیم سے ہے، اور ان کے اتباع میں بعض اولیا کو بھی یہ مقام حاصل ہے، اور یہ وہ لوگ ہیں، جو نچلی ولایتوں کے درجات سے ترقی کر کے مرتبۂ ولایتِ انبیا تک پہنچ جاتے ہیں، اور یہ کلامِ نفس کے ساتھ مرتبۂ ثانیۂ حادثیہ کہلاتا ہے، جو کہ شہودِ اوّل میں درج ہے، اور جسے نورِ محمدی سے موسوم کیا گیا ہے۔

عزیزِ من، اس بیان میں مَیں اصل آواز ہوں۔ اور جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں میں اُسی کی ذات سے موجود ہوں اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ داناؤں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

مکتوب: ۹۷

ایک عزیز کے نام تحریر ہوا۔

شروع اس ذاتِ پاک کے نام سے۔ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو میرا ربّ ہے، جس کی تجلیات اور ذات و صفات سے اولیاء تربیت پاتے ہیں، اور جو پھر صفات کی تربیت سے لوگوں کی تربیت کرتے ہیں، اور ان کے اکثر معاملات تجلّیاتِ ذاتی کی بدولت ہیں۔ اگرچہ وہ تجلّیِ ذاتی سے بہت کم بہرہ یاب ہوتے ہیں، اور اس تجلی کو ان کے حق میں ترقی کہا جاتا ہے۔ اگر تجلّیِ ذاتی اور تجلّیِ صفاتی کے درمیان فرق کے بارے میں پوچھا جائے۔ تو میں کہوں گا کہ جب ربّ اپنی تجلی کرتا ہے۔ اور اپنے لباسِ صفات میں صورتِ معنوی کو جلوہ گر کرتا ہے، جو اس صفت کے لیے مخصوص ہے۔ اور وہ شخص اس معنیِ محض کی خصوصیت تک پہنچ جاتا

ہے اور پھر دُوسرے وقت دُوسرے معانی کے ساتھ، اس طرح، جیسا کہ اللہ چاہے۔ اور اِسے صفات کے اندر سَیر در سَیر کہا جاتا ہے۔ اور جب اس کی استعداد کے بعد اُسے یہ سیر حاصل ہو جاتی ہے، تو یہ دو طرح کی ہوتی ہے، ایک یہ کہ سیر کرنے والا ایک مقام پر کھڑا رہے اور حالتِ خوف میں رہے، اور یہ معانی بیان ہو چکے ہیں، اور موت تک اس میں قید رہے، اور دوسرا یہ اُسے اپنی استعداد کے مطابق سیر حاصل ہو جائے، اور اس پر ذاتِ متجلّی تک پہنچنے کا ذوق و شوق غالب آجائے، اور اس کا باطن کثرت سے وحدت کی طرف آنے سے کراہت کرے۔ اور پھر یہ بھی دو طرح سے ہے۔ ان میں سے بعض مقامِ دنیا پر کھڑے رہتے ہیں، اور بعض اس کے بَین بَین رہتے ہیں۔ اِلّا ماشاءاللہ۔ اور بعض اس مرتبۂ فضیلت سے بلا توقف ترقی کر جاتے ہیں، اور یہ مراتب تجلّیات و صفات سے مرتبۂ اجمال تک ہوتے ہیں۔ اور یہ تجلّیِ ذات کا مرتبہ ہے، اور اس پر مقامِ اجمال کثرتِ معانی کے بغیر جامع واحدہ کی تجلّی کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ تجلّیات و صفات کی شان ہے۔

جب یہ بات سمجھ میں آگئی، تو یہ بھی سمجھ لیں، کہ واصلِ اوّل مقیّد ہے، اور یہ ولایتِ خاصّہ کے کمالات کے مرتبے میں ہے، جسے بعض کے ہاں ولایتِ اولیا اور بعض دوسروں کے ہاں ولایت صُغریٰ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ولایتِ مذکورہ کے لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں۔ اس ولایت کے لوگ صراطِ مستقیم کی شرط سے مشروط ہیں۔ اور جو کوئی اس مقام پر ہوتا ہے، وہ تجلّیاتِ صفاتیہ والوں میں سے ہوتا ہے۔ اور اس مقام پر ان کی قید کا سبب اغراض سے عدم خلوص ہے، چاہے وہ مخفی ہو۔ اور یہ اہلِ فنا مقیّد ہیں۔ اور ان کے لیے فنا میں فنا داخل نہیں ہوتی وہ دونوں مرتبے جن کا میں نے ذکر کیا ہے، وہ کُرّہ ظلال کے فرق کے ساتھ مراتبِ ظلال کے لوگ ہیں، اور اس مرتبے کی قلّت ہے، کیونکہ وہ سب تجلّیات سے

مغلوب ہیں. مثلاً کیا تم جانتے ہو کہ تجلی کیا ہے؟ وہ کس چیز کی صفت کا ظہور ہے؟ یا کوئی ذات ہے، جو حجاب میں ہے چاہے وہ اہل تجلیات کے ہاں قلیل ہو یا کثیر۔ جب آپ نے یہ بات سمجھ لی، تو بس باقی بھی سمجھ لیں۔

مکتوب : ۹۸

ایک عزیز کے نام تحریر کیا گیا۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے۔ اور سب تعریف اُسی کے لیے ہے، جو دو مرتبوں میں "حامد اور محمود" ہے، ایک قدیم اور ازلی، اطلاق کے مرتبے پر، جو حدوثی تقیدی اور شہودی ہے، اور کسی واسطہ کے بغیر اوّل ہے، اور دوسرا حدوثی مظاہر کے واسطے سے۔

پاک ہے وہ ذات، جس نے خلقت سے بذریعہ نُور حجاب کیا، اور جو نُور کے ظہور کی شدّت سے پوشیدہ رہا۔ اور وہ ایسا ظاہر ہے، جس سے بڑھ کر کوئی ظاہر نہیں، اور وہ ایسا پوشیدہ ہے۔ کہ اُس سے بڑھ کر کوئی پوشیدہ نہیں۔ وہ ایسا اکیلا ہے جو پوشیدگی میں ظاہر ہے اور ظاہر میں پوشیدہ ہے۔ اللہ کا شکر ہے۔ کہ لطیفہ مشفقانہ کو معافی مل گئے اور سینہ کھل گیا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

مکتوب : ۹۹

چند واقعات کی تعبیر کے بیان میں

ایک عزیز نے فرمایا ؎

خاک شو خاک، تا بر دید گُل کہ بجز خاک نیست مظہر گُل

(ترجمہ) خاک ہو جا خاک، تاکہ پھول اُگیں، کیونکہ خاک کے بغیر گل کا مظہر اور کوئی نہیں۔

خاک کے چھڑکنے سے پھولوں کی افزائش ہوتی ہے، خوب بات ہے، اس

سے مراد طفلِ نفس ہے۔ وہ جب موافقت پیدا کر لیتا ہے، اور سرکشی سے باز آ جاتا ہے، تو علم و معانی کی کثرت کا امید وار ہو جاتا ہے۔

دُودھ سے مراد علم کا خزانہ ہے۔ جو شخص خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ میں دُودھ پی رہا ہوں، تو حدیث میں آیا ہے کہ اسے کثرتِ علم کی بشارت ہو۔ حق تعالےٰ اس بشارت کو کہ مقدمہ فنا ہے، منتہٴ ظہور میں لاتا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے اے اللہ نُور کو میرے اُوپر، میرے نیچے، میرے سامنے اور میرے پیچھے پیدا کر دے یا مجھے نُور بنا دے، یہ نُور علیٰ نُور کی بشارت ہے۔

سالکانِ طریقت کے حق میں یہاں دریا سے مُراد وحدت و معانی کا دریا ہے، اور ظاہر ہے کہ دریائے معانی حق تعالےٰ کے لاانتہا اسرار میں سے ہے۔ لہٰذا قرآن شریف میں رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا "کہہ! اے رب، میرے علم میں اضافہ کر"۔

کشتی اپنے پیر کا وسیلہ ہے۔ کہ اس وسیلہ در وسیلہ کا سلسلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچاتا ہے

اور آبِ حیاتِ دائمی سے مراد دریائے معانی کا پانی ہے، اور دل میں ظلمت کے گمان ہونے کے مطلب یہ ہے کہ انوارِ الٰہی کی ظلمت ایک پوشیدہ لطیفہ ہے کہ سالک آخر کار اس نُور تک جا پہنچتا ہے، اور آپ کو شروع ہی میں اس کا نظر آنا عالمِ مثال کی تمثیل میں استعدادِ قوی کی خوش خبری ہے۔

یہ واقعات اور ان کے جوابات جو لکھے جا رہے ہیں، ایک الگ کاغذ پر نقل کر کے رکھ لیں۔

شبِ برات کا دیکھنا، یہ مطلب رکھتا ہے، کہ حساب سے چھٹکارا دے دیا گیا ہے، سُورج کے کم دکھائی دینے سے مراد یہ ہے، کہ اس میں بعض مکروہ اور

بعض مُباح داخل ہوگئی ہَیں۔

گھوڑے سے مراد نسبتِ قلبی ہے، اور قبلہ رُو ہونے سے مطلب قوّتِ ایمانی ہے، اور دریائے نُور وحدت ہے، جو قریب سے قریب تر آرہا ہے۔ تاکہ گھیرے۔ گھوڑے کے پانی پینے کا مطلب نفع بخش نظر نہیں آتا، یہ جذبِ غیبی ہے کہ اس میں اختیار نہیں۔

آپ کو جو خوف آتا ہے، وہ اس خاکی جسم کا تقاضا ہے، جس نے رُوح کے حکم کو قبُول نہیں کیا اور جو وحدت کے سمندر میں اپنے آپ کو سپُرد نہیں کرتا۔ اور جو دنیا میں تمہیں نُور کا احاطہ نظر آتا ہے، وہ تمہاری تسلّی کے لیے ہے۔

وہ نُور جس میں دھواں ملا ہے، یہ معنی رکھتا ہے کہ سائے کے مراتب ہیں اور حقیقت کا ظہُور سائے کے لباس میں ظاہر ہو رہا ہے اور صاف نُور کا معاملہ ابھی دُور کی بات ہے ؎

تو مباش اصلا، کمال انیست بس　　گُم شدن گُم کن وصال انیست بس

(ترجمہ) کمال بس یہی ہے۔ کہ تو قطعاً کچھ نہ رہے، وصال بس یہی ہے کہ تو گُم ہو جائے اور اپنے آپ کو گُم کر دے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو ہدایت دے، اور اپنے فضل و کرم سے مراتبِ ظلال کی طرف اور اصل اصول کی طرف روز بروز ترقی دے۔

جواب واقعہ:۔ یہ سب لطائفِ روحی کے انوار ہَیں، جو ان تجلیّات کے بدلے میں نظر آتے ہیں۔ اور یہ اس امر کی علامت ہَیں، کہ لطائف، جسم کے غبار کے زنگ سے صاف ہو چکے ہَیں، جواہرات سے بھرے ہوئے طبق سے مراد، قُربت کے مراتب کا درست ہونا ہے۔ اور عَلَم (پرچم) نشانِ پیر کی علامت ہے جو آگے آگے چلتا ہے اور مرید کا رہبر ہے، تاکہ وہ غلطی سے کسی اور طرف نہ چلا جائے۔

اور غرق ہونے والے آدمی کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ اگر کوئی شریعت کے

تابع اور سنّت کے پیرو کو اس حالت میں دیکھے، تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ مکمل طور پر فنا فی اللہ ہے اور اگر گاہے گاہے دیکھے، تو معاملہ وسط میں ہے۔ دوسرا یہ کہ اگر وہ شخص بدعتی ہے۔ اور شرع کے خلاف چلتا ہے، تو یہ اس کی مکمل گمراہی اور کامل محرومیِ سنّت کی علامت ہے الغرض اگر ان واقعات سے پہلے اور بعد میں تضرّع وزاری ہے، اور غیر حق کی خواہشات کی نفی ہے، تو یہ رحمانی ظہورات ہیں، اور اگر اس سے پہلے یا بعد میں دِل میں پراگندگی اور اندیشوں کی کثرت ہے، تو ایسے اَنوار سے دست کش ہو کر استغفار کرنا چاہیے کہ ان سے غیر رحمانی (شیطانی) باتوں کی خبر ملتی ہے۔" ان کو سنا دو، کہ میرا داؤ بڑا سخت ہے " اللہ تعالےٰ نے اسی دوسرے گروہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ پس اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ ظُلمت و نُور میں سے جو کچھ نظر آئے، اُسے شرع کے ترازو پر تولنا چاہیے۔ اور غافل لوگوں میں شمار نہیں ہونا چاہیے۔ اور یہ نُورانی اور دوسرے واقعات اچھے ہیں، لیکن ہر واقعہ کے ظہُور سے پہلے رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے حضُور میں سر جُھکا دینا چاہیے۔ اور کسی واقعہ کا انتظار یا اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے۔ البتہ اگر یہ خود بخود ظہُور فرمائیں، تو نُور بخش ہیں۔

مکتُوب : ۱۰۰

واقعات کے جواب میں۔

پہلا واقعہ کہ رحمتِ الٰہی کا پانی حق کا ذکر کرنے والے شخص کے دل اور جسم پر گراتے ہیں، اس امر کی علامت ہے کہ یہ آبِ رحمت، جو دائیں طرف سے آتا ہے اور زمیں پر نہیں گرتا، بلکہ تمام کا تمام بدن میں چلا جاتا ہے۔

دُوسرے واقعہ کا جواب۔ یہ ایک نُورانی خِلعت ہے، جو میرے وسیلے سے تمہیں

عطا ہوتی ہے۔ اور تمہارے سر پر باندھتے ہیں۔ اور وہ نُورِ سفید لطیفۂ رُوحی کا نُور ہے کہ اس کے ظہُور سے شہُود کے سامنے محو ہو جاتا ہے، اور بدن پر دانوں کا گرنا جواہر کی طرح ہے کہ ان کی تاثیر سارے بدن میں ہوتی ہے۔

تیسرے واقعہ کا جواب یہ ہے۔ کہ کبر تزنفس ہے، جو اس شکل میں ظاہر ہو کر فریفتہ کرنا چاہتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کی مدد تمہارے شامل حال ہے، حقیقت باپ کی صُورت میں ظاہر ہوئی ہے، اور تمہیں اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنے کی تعلیم دیتی ہے تاکہ تم زینتِ نفس کے دھوکے میں نہ آجاؤ۔

چوتھے واقعہ کا جواب کہ پہاڑ پر چڑھ رہے ہو۔ عُروج و ترقّی کی خوش خبری ہے، اور راستے میں پتھر کا حائل ہونا ذکر کا چھُوٹ جانا ہے، اور ان چیزوں کے بعد دُوسری چیزوں کا ظہُور یعنی پہاڑ کو پھاڑنا اور نُور کا ظاہر ہونا رفعِ قبض اور نُور کے ظہُور کی علامت ہے، اور پتھر کا اڑنا عُروج کی روکاوٹوں کے دُور ہونے کی علامت ہے۔ اور اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

پانچویں واقعہ کا جواب بَین بَین ہونا چاہیے۔ نماز کی رعائیت کی وجہ سے، ہر اختیار مختارِ حقیقی کے پاس ہے، اس لیے اگر بے خودی کے عالم میں رکُوع و سجُود کی خبر نہ رہے، تو اس نماز کی قضا دُوسری نماز کے وقت ادا کر لینی چاہیے۔

دُوسرا جواب یہ ہے، کہ آپ نے واقعہ میں فرمایا ہے کہ میں عاشق کو قتل کر رہا ہوں چھُری کا ظاہر ہونا اور اس کا قبُول ہونا، تمہارے مرتبہ عشق کی تصدیق کرتا ہے۔ ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر۔

تیسرے واقعہ کا جواب بہت خوب ہے۔ یہ شرع کی پیروی کی خبر ہے۔ اور نیکی کا حکم دینے کی کوشش کے قبُول ہونے کی علامت ہے اور نفس و شیطان کے علم سے حفاظت اور رسالت پناہؐ کی طرف آنے اور عقیدے کو یاد رکھنے کا نشان ہے۔

marfat.com

اور ہچکی کے اندر سیر کرنا، تصرفِ اولیا کا نمونہ ہے۔

دُوسرے واقعہ کا جواب اللہ کی جناب میں گریہ وزاری اور نیازمندی کی حقیقت، پانی کی طرح ہے، جو موتی بن بن کر آنکھوں سے ٹپکتا ہے اور چونکہ جو پانی زمین پر گرتا ہے، وہ ضائع اور برباد ہو جاتا ہے، اس لیے یہ عاشقوں کی آنکھ کا پانی جسم میں غرق ہو کر ہر عضو کو نورانی مدد پہنچاتا ہے اور سستی اور کاہلی کو باہر نکال پھینکتا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

ایک اور واقعہ کا جواب نُورِ پُر نُور، لطیفۂ قلبی سے ظہُور فرماتا ہے اور کشتی غیبی امداد ہے کہ اس سے دریا کی مسافت آسانی سے طے ہو جاتی ہے اور ہر طرف سے اللہ تعالےٰ کے حضُور میں لاتے ہیں، اور جو کچھ حق کے خلاف ہوگا، اسے سینے میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ "نہ آنکھ چُندھیائی، نہ حد سے تجاوز کیا" کو شاملِ حال جانیں۔ اس واقعہ سے کثرتِ انوار اور غیبی واردات کی خبر ملتی ہے۔ ترقی کی امید رکھیں۔ ؎

. تو مباش اصلا، کمال ایں است و بس — گُم شدن گُم کن وصال ایں است و بس.

(ترجمہ) کمال بس یہی ہے کہ تو قطعاً کچھ نہ رہے، وصال بس یہی ہے کہ تو گُم ہو جائے اور اپنے آپ کو گُم کر دے اسی لیے چاہیے کہ ہر خلافِ شرع بات کو نقصان دہ سمجھیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ جو کچھ بھی نقش و کیفیت حاصل ہو، اللہ تعالےٰ کو اس سے پرے سمجھیں، اور اس کی نفی میں کوشش کریں اور جیسا کہ پہلے لکھا گیا تھا، فی الحال اخلاص و یقین و عشق کے اسی طریقہ پر قائم رہیں۔ چونکہ معاملہ سابقہ کی طرح پیروی شرع ہے اس لیے یہ بھی عُروج و ترقی کی بشارت ہے۔ فی الحال اسی قدر سمجھ لینا چاہیے کہ جس واقعہ کی تاویل سمجھ میں نہ آتی ہو اور مشکل ہو، اُسے ضرور لکھ بھیجا کریں اور اپنا زیادہ تر وقت مراقبہ میں گزار لیں۔ جس واقعہ کی سمجھ نہ آئے اُسے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ واقعہ کا جواب نیک

بشارت ہے۔ وہ ظلمت وغبار جو نفسِ سفلی کی وجہ سے دل پر جمع ہو گیا تھا، رحمت کے پانی نے اسے دھو ڈالا ہے اور دل کو صاف کر دیا ہے۔ تاکہ دل میں وسوسے پیدا نہ ہوں۔ اچھی بشارت ہے۔ مبارک ہو۔

واقعہ کا جواب اچھا ہے۔ دل جمعی سے اپنے کام میں مشغول رہیے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور بڑا فضل کرنے والا اور عظمت والا ہے۔ یہ نعمتیں آپ کی استعداد کی خوبی کو ظاہر کرتی ہیں۔ حضورِ پُرنور اس مقام پر دوسروں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ کے لیے شروع میں اللہ کی تعریف بجا لاتے ہیں اور اپنے آپ کو ہر طرح سے حضور کے سپرد کر دیتے ہیں۔ تمام دنیا حضورِ پرنور کے سامنے اس طرح گم ہو جاتی ہے جیسے ستارے آفتاب کے سامنے، اور حضور اپنے آپ کو اس طرح محو کر دیتے ہیں، کہ اپنی ہستی درمیان سے اٹھ جاتی ہے۔

دوسرے سوال کا جواب، کہ عاشقوں کا دل خواب میں بھی بیدار ہوتا ہے یہ ہے:۔ مسجد سے مراد اللہ تعالےٰ کا قرب ہے۔ اور آخر کار سالک کا قرب اپنی اصل سے ہو جاتا ہے، اور باپ سے ملاقات سے مراد اپنی اصل سے ملاپ ہے، اور باپ کی مہربانی سے مراد اس ملاپ کا حاصل ہے۔ اور جب کوئی شخص اپنی اصل سے مل جاتا ہے، تو اس وقت حجاب اٹھ جاتا ہے۔ اس مقام پر حجابات کا مقصد حضور محض ہے۔ بے حجاب اور محو ہو جانے سے مراد بالکل اصل رنگ میں رنگا جانا ہے۔

اور دو فقیر جو راہ میں دیکھے گئے، وہ دربان ہیں، جو بیگانوں کو روکتے ہیں جب وہ راستہ عبور ہو گیا، تو ان سے یگانگی پیدا ہو گئی۔ اور پاؤں کھینچ لینے سے یگانگی کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ان دو کو مہربان پایا اور اپنی خصوصیت بیان کی، کیونکہ انہوں نے ایک دوسرے سے نیکی کی بات کی اور کہا کہ ایک کی خاطر اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں، اور امید دلائی، تاکہ ہمت سے اس راہ کو طے کریں۔ یہ اللہ تعالےٰ

کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے اُسے عطا کرتا ہے۔

اور واقعہ کا جواب جاننا چاہیے، کہ تلوار کو ڈاکو ؤں اور کافروں کو ختم کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ چونکہ سلوک کے راستے میں شیطان ڈاکو ہوتا ہے۔ اور اس کو ختم کرنے کے لیے سالک کی ہمت بلند ہوتی ہے، جو نفس اور شیطان کے کسی فریب سے بھی ترقی سے نہیں رُکتا۔ اور ہمت کی تلوار سے نفس اور شیطان کے ہر فریب کو ختم کر دیتا ہے۔ چنانچہ ایک عزیز نے ڈاکوؤں سے جہاد کرنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے انہیں صاحبِ ہمت قرار دیا ہے۔ اور یہ خوش خبری ہے کہ اس واقعہ کے مالک کی فطرت میں ہمت رکھ دی گئی ہے تاکہ وہ حرص و ہوا کو کاٹ کر رکھ دے۔

اور وہ جو برہنہ تھا، اس سے مُراد اضطراری ہمت ہے۔ جب قُربت کے مرتبہ میں ترقی کی، تو اسے ہمتِ اختیاری دی گئی۔ اور غلاف سے مراد اس مقام پر سالک کے اختیار کا غلاف ہے تاکہ ہمت سے کام لے، اور غلط طور پر خرچ نہ کرے ؎

رونقِ عہدِ شباب است اگر بُستاں را می رسہ مژدۂ گُل بُلبلِ خوش الحاں را
مَشو اے بُلبل ایمن تو خود از بادِ خزاں کہ نیاید فرح از رونقِ گُل، مُرداں را

(ترجمہ) اگر باغ میں عہدِ جوانی کی رونق ہے، تو سریلی بُلبل کے لیے پھُول کی خوش خبری ہے۔

اے بُلبل تو اپنے آپ کو خزاں سے محفُوظ نہ سمجھ، کیونکہ مرجانے والوں کو پھُولوں کی رونق سے کوئی فرحت حاصل نہیں ہوتی۔ جیسا کہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا "امت اِترا ؤ، کیونکہ اللہ تعالےٰ اِترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا"

مکتوب : ۱۰۱

سوال : فیض اللہ بیگ لاہوریؒ کی طرف سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے. خداوند کریم کی مہربانی سے، اور حضرت کی برکت سے ہر طرح دل جمعی ہے. حضرت جی کے فضل و کرم سے اُمّید ہے، کہ اس خاکسار کی ترقّی کے لیے آپ اپنی ظاہری اور باطنی توجہ فرمائیں گے. آپ سے بات پوشیدہ نہ رہے، کہ

(۱) حالتِ مراقبہ میں کئی واقعات دیکھنے میں آتے ہیں. میں ایک روز مراقبہ میں تھا کہ سُوتی کپڑا لایا گیا، اور میرے لیے کُرتہ سیا گیا. اس کی تعبیر لکھیں.

(۲) نیز اکثر مراقبہ کی حالت میں قبلہ گُم ہو جاتا ہے، اس کی تعبیر کیا ہو گی ؟

(۳) ایک اور دن جب میں مراقبہ میں تھا، تو ایک مور میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا. وہ مور بے حد خوبصُورت تھا. اس کے چند بچّے بھی تھے. اتنے میں ایک جانور آیا اور اس کا ایک بچہ اٹھا کر لے گیا. مور ہوا میں اڑا اور جانور کے پنجے سے اپنا بچہ چھین کر لے آیا اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ مور کس طرح اتنی جلدی اڑا اور جانور کے پنجے سے اپنے بچے کو چھُڑا لایا. ابھی میں اس واقعہ پر تعجب ہی کر رہا تھا. کہ کیا دیکھتا ہوں کہ چھ یا سات مور ہیں اور ان کے کئی بچّے ہیں. اس کی تعبیر لکھیں.

(۴) ایک روز میں رسالت پناہؐ کی طرف توجہ کیے ہوئے تھا کہ میرے دل نے یہ آواز سُنی. کہ حضُور تشریف لاتے ہیں. زیادہ دیر نہ گزری تھی، کہ سیام کی طرف سے کئی شعلے اٹھے. اس وقت مجھے ایک باغیچہ نظر آیا، جو نُور سے معمُور تھا. اسی اثنا میں رسالت پناہؐ میری طرف تشریف لائے اور انہوں نے مجھ سے مُلاقات کی.

(۵) ایک اور دفعہ میں مراقبہ میں تھا، کہ مجھے ایک بہت بڑا عَلَم دیا گیا. اس کا سرا آسمان تک پہنچتا تھا. میں ہر ایک کو کہتا پھرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے

بہت بڑا جھنڈا دیا ہے۔ اس پر ایک شخص نے مجھے کہا کہ نوابوں کے پاس علم ہوتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے تو یہ جھنڈا اللہ تعالےٰ نے دیا ہے اور نواب تو اپنا جھنڈا خود بنایا کرتے ہیں۔ براہِ کرم اس کی تعبیر فرمائیں!

جواب: فیض اللہ بیگؒ کو واقعات کی تعبیر میں لکھا گیا۔

فقیروں کے دوست مرزا فیض اللہ بیگؒ کی خدمت میں سلام۔ آپ کا خیریت کا خط، جس میں واقعات درج تھے، موصول ہوا۔ میرے مشفق یہ تمام واقعات تجلیاتِ الٰہی کا ظہور اور روحانی ترقیات کو ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دل میں تفرّع اور فقر کی حالت طاری ہو، اور خوشی و مسرّت محسوس ہو۔

پہلے واقعہ کی تعبیر حق تعالےٰ کی طرف سے انعام و نوازش کی علامت ہے۔ کُرتہ کے لباس سے مُراد تقویٰ کا عطا کیا جانا ہے دُوسرے واقعہ کی تعبیر یہ ہے، کہ اپنے آپ کو گُم کرنا مقدمۂ فنا کی نایافت ہے، اور اس کی بشارت تقویٰ ہے۔

تیسرے واقعہ کی تعبیر یہ ہے: خوش نما اور دلکش موردوں کا اُگنا مختلف قسم کی تجلیات ہیں۔ جو حق تعالےٰ کی جامع صفات کے ظہور سے، ہر صفت میں اپنی خصوصیت کی وجہ سے جلوہ نما ہے۔ ان کے بچوں سے مراد تجلیات میں مزید نسبت اور ترقی ہے۔ کیونکہ بعض صفات جمادات کی طرح ہوتی ہیں کہ ان میں نشوونما نہیں ہو سکتی۔ اور وہ اسی مرتبہ پر انحصار رکھتی ہیں۔ جبکہ بعض نباتات کی طرح مزید ترقی کی مقتضی، اور مفصّل سیر کر پہنچانے والی ہوتی ہیں، اور بچے کو لے جانا جو ترقی میں رکاوٹ ڈالنے کے مترادف ہے، شیطان کا کام ہے، لیکن چونکہ ان اہلِ تجلی کی استعداد میں ترقی کا تقاضا ہے، اس لیے وہ فعل جو رکاوٹ کی وجہ ہے صاحبِ واقعہ سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اس لیے شیطان کا منصُوبہ کامیاب نہیں ہوتا۔

چوتھے واقعہ کی تعبیر یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کے ظہور کا آغاز آنحضرت

پر اعتقاد و خلوص کا کمال ہے؟

شاید کہ تیرے رب کی رحمت تیری سچائی کے مطابق تجھ پر چھا جائے، اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا سبب بن جائے۔

اور اسی طرح ظلمت کے مقام سے ترقی، تجلّی کی نشان دہی کرتی ہے اور بزرگی کے مراتب کی طرف لے جاتی ہے۔ اور سیام کی طرف سے شعلوں کا اٹھنا، اس فقیر کی نا اہلی کے باوجود سلسلۂ نقشبندیہ کے انوار کی بدولت ہے۔ اللہ تعالےٰ اُن کے اسرار کو پاک کرے اور علم کی تجرّد، ولایتِ محمدیؐ کے علم کے ماتحت ہونا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سلاطین و امرا کے جھنڈوں کو آنحضرتؐ کی ولایتِ نورانی کے علم سے کیا نسبت؟ یہ جوہرِ نفیس ہے، جبکہ وہ ایک حقیر سی ٹھیکری۔ العرض ان تمام مشاہدات سے اپنے باطن کو خالی کر کے قوّتِ متخیلہ کو حق تعالےٰ کی جنابِ بے کیف کی طرف متوجہ کرنا چاہیے، اور جو کچھ نظر آئے، اس پر اللہ کی حمد کرنی چاہیے اور اسی کی طرف مشغول ہونا چاہیئے اور قلب و نفس کی عدم تفریق کی وجہ سے جو فرحت و لذّت حاصل ہوتی ہے، اسے باہر نکال دینا چاہیے، اور حضورِ حق میں زاری کرتے رہنا چاہیے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، اُسے دیتا ہے۔

مکتوب : ۱۰۲

فیض اللہ بیگؒ کے نام جس میں مُبتدی اور منتہی کو تعلیم مراقبہ دی گئی اور عادات سے دُوئی کو دُور کرنا، کہ یہی حجاب ہے، سکھایا گیا۔

خواجہ فیض اللہ صاحبؒ کی طرف سے ایک گرامی نامہ ملا، جس میں چند عجیب واقعات کا ذکر سُنا اور ان کی تاویل طلب کی گئی تھی۔ ان واقعات سے آپ کی استعداد معلوم ہوئی جس میں کئی کمالات پوشیدہ ہیں۔ حق تعالےٰ واقعات سے نظر آتا ہے۔

چنانچہ میں نے اپنی ناقص عقل کے مطابق ہر واقعہ کی تاویل و تحقیق لکھ بھیجی جو مطالعہ میں آچکی ہوگی۔ محض واقعات پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ بہت کوشش کرنی چاہیئے تاکہ محبوب کا نظارہ آئینۂ عالم کے واسطے کے بغیر حاصل ہو سکے۔

دوسرے عزیزوں، بالخصوص چھوٹے بھائی کو، جو اس طریقہ میں شامل ہے سلام پہنچائیں، اور یارانِ محفل کو بھی سلام کہیں۔ مراقبہ کیا کریں۔ آنکھیں بند، پاؤں کھلے، مراقبہ کریں۔ مراقبہ کے دو درجے ہیں ایک درجہ مراقبۂ سالک اور دوسرا درجہ مراقبۂ منتہی۔ سالک کا مراقبہ اغیار کے دخل اور مزاحمت کو دور کرتا ہے اور منتہی کا مراقبہ سینہ و دل سے دخلِ اغیار کی تیرگی کو دور کرتا ہے۔ اس سے اغیار کی مزاحمت کے بغیر وہ مطلوبِ حقیقی کی حضوری حاصل کرتا ہے، حتیٰ کہ تمام ظاہری اور باطنی حواس مطلوبِ حقیقی کی حضوری و موجودگی پر متفق ہو جائیں ع شاہی بارگاہ میں سوائے جلال کے اور کچھ نہیں رہتا۔ چنانچہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے ؎

چنداں برو ایں رہ کہ دوئی برخیزد — در ہست دوئی بر ہر روئی برخیزد
تو او نشنوی ولے اگر جہد کنی — جائے برسی کز تو توئی برخیزد

ترجمہ: اس راہ پر یہاں تک چلتا جا، کہ دوئی ختم ہو جائے۔ اگر دوئی ہوگی بھی، تو ہر طرح سے ختم ہو جائے گی اگرچہ تو وہ نہیں ہو سکتا، لیکن اگر تو کوشش کرے۔ تو ایسی جگہ ضرور پہنچ جائے گا کہ تو خود ختم ہو جائے۔

بہترین بات وہ ہے، جو مختصر اور مدلل ہو۔

مکتوب: ۱۰۳

حضرت پیر بنوریؒ کی تحقیق کے مطابق نفسانی و شیطانی خطرات کے بیان میں۔

پیر دستگیرؒ، اللہ ان کے راز کو پاک کرے، کی تحریر سے معلوم ہوا کہ خیال و اندیشہ یا تو نفس کا کام ہے یا شیطان کا کام۔ جب تک دِل غالب نہیں ہوتا، دل کا نُور، اندیشہ کے بعد تمیز نہیں کرتا کہ یہ اندیشہ باہر سے آیا ہے یا نفس سے پیدا ہوا ہے۔ اس کو مکروہ سمجھا جاتا ہے، اور اسے باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ جب تک دل غالب نہیں آتا۔ نفس اور شیطان اپنے کام میں لگے رہتے ہیں۔ اگرچہ اندیشوں کی کثرت کی نسبت جمعیّتِ خاطر کم ہوتی ہے، لیکن جب دل کا نُور تمیز کر لیتا ہے کہ یہ اندیشہ شیطان کی طرف سے ہے، یا نفس کی طرف سے، اور اسے مکروہ سمجھتا ہے، تو اس کا سارا وبال ان دونوں پر پڑتا ہے اور اس شخص کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عناصرِ اربعہ میں عدم اعتدال کی وجہ سے یہ دونوں دشمن دخل دیتے ہیں۔ اور اگرچہ عناصرِ اربعہ کا اعتدال پر رہنا کمال پر موقوف ہے، لیکن دل کا نُور اس کے آنے کے بعد اس کی حقیقت سے واقف ہو جاتا ہے، اس لیے اسے مکروہ سمجھنا چاہیے۔ اور دِل کے نُور کو اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنے دینا چاہیے اور اس سے بیزار رہنا چاہیے۔

حضرت کی تحریر سے معلوم ہوا، کہ کمال سے پہلے اور بعد بھی اندیشہ آتا رہتا ہے، لیکن کمال کے بعد اور جب تک عناصرِ اربعہ میں اعتدال ہو، قدم آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ اور ناقص مقبول نہیں ہو سکتا۔ اور جب دِل کے نُور سے تمیز ہو جاتی اور دُشمن کا خطرہ و اندیشہ معلوم ہو جاتا ہے، تو اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔ اگرچہ اس کا روکنا ممکن نہیں، لیکن اس کے تابع نہیں ہوگا۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو پھر اس خیال سے کہ میں کاملوں کی طرح کیوں نہیں، تاکہ اندیشہ ہرگز دل میں داخل نہ ہو، پریشان نہیں ہونا چاہیئے اور مجاہدہ کرتے رہنا چاہیے۔ جب تک کہ اللہ چاہے۔ تمام کام اپنے وقت کے پابند ہوتے ہیں"، چنانچہ اس خیال سے دل کو تسلی دے لینی چاہیے کہ اکثر

marfat.com

لوگ اندیشوں سے مغلوب ہو کر خود اندیشہ بن جاتے ہیں، اور اسے پسند کرتے ہیں کہ دل کا وہ نور جو تمیز کر سکتا ہے، ابھی ان میں ظاہر نہ ہوا ہوتا۔ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ دل کے نور سے تمیز پیدا ہو گئی ہے اور دل اندیشہ کو اندیشہ ہی سمجھتا ہے۔ اپنا مقصود نہیں سمجھتا۔

مکتوب: ۱۰۴

اللہ تعالےٰ ایمان لانے والوں کا دوست ہے، وہ ان کو تاریکی سے نکال کر اپنی قدرت کے کمال سے نور کی طرف لے جاتا ہے۔ اور وہ اس کے کمالِ قدرت سے امید کرتے ہیں کہ وہ نور سے نور کی طرف عروج بخشے گا۔ اور اس کا حصول شیخ المشائخ عبدالقادر نقشبندیہ کے کمالِ توجہ کے طفیل ممکن ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں اس مدد اور تقویت کی جزائے خیر دے۔ اور سلام ہے ان کے ہم نشینوں اور نزدیکوں پر، اور اس میں یہ دعا بھی شامل ہے۔

مکتوب: ۱۰۵

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

حق تعالےٰ کے پاک نام سے، اس بے بضاعت کی طرف سے، اس جامعِ علوم پیر و مرشد کے نام، جو اللہ کی مشیت سے حکمتِ دینی کے رہبر و رہنما ہیں، سلام۔ دعا کرتا ہوں کہ اس پیاسے کا سرمایہ، تنقید و دلیل کے مرتبے سے گزر کر اُن مظہرِ عجائب کی توجہ سے تحقیق تک پہنچ جائے، اور وہاں سے بسہولت آگے نکل جائے۔ اور یہ بات اللہ تعالےٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں، اور ان کے ہم نشینوں کو سلام اور اس میں یہ دعا بھی شامل ہے اور میں آپ سے قربت رکھنے والوں سے دعائے خیر

کی اُمید رکھتا ہوں۔

فائدہ:۔ "وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں"۔ صاحبِ بصیرت لوگوں کے ضمیروں سے یہ بات پوشیدہ نہیں، کہ اہل ظاہر کی اصطلاح میں جو ولایتِ عامہ سے واقف ہیں، خدائے باطل کی نفی کرنے والی یہ آیت آفاقی ہے۔ کیونکہ کافروں نے سورج، چاند اور تاروں کو مستحقِ عبادت سمجھ کر ان کے لیے خدائی آداب اختیار کر رکھے ہیں۔ حالانکہ ان کے بے استطاعت ہونے کے بارے میں تھوڑا سا غور کرنے سے بھی پتہ چل جاتا ہے، اور اس کام کے لیے کوئی زیادہ مجاہدے کی ضرورت نہیں، اور ولایتِ خاص کے لوگوں کے نزدیک کثرت کا وجود، بلکہ کثرت کا ثبوت، خدائے باطل کے اعتراف میں شامل ہے، چنانچہ اس ولایت میں آیت کریمہ میں کثرت سے تعلق کی نفی کی جاتی ہے، یہاں تک کہ اُس صاحبِ ولایت کی ذات وصفات کو بھول جانا، اس علمِ نسیان کے نسیان سمیت ضروری ہے، بلکہ وہ کثرت کے مراتب میں عین وحدت کو پاتے ہیں، بلکہ کثرت کو عین وحدت سمجھتے ہیں۔

اور یہ حالت فیضِ عام کے ظہور کے غلبہ سے حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ ایسے شخص کی نظر میں کثرت، وحدت کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے اور غلامی کے دائرے سے نکل کر خدائے باطل کے حکم میں داخل ہو جاتی ہے اور جب سالک کی نظر میں کثرت، آدمی کی توفیق کے مطابق وحدت کا حکم اختیار کر لیتی ہے اور وحدت کا نور ہر شخص کثرت کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، تو اس پابندی سے تعلق توڑنا مجاہدات واقعی بلکہ خصوصی فضل سے تعلق رکھتا ہے، یہاں تک کہ اس طریقے سے عارف کا جوش وخروش اعتدال کی حد پر آجاتا ہے۔ اور غلامی کا وہ داغ جو قلتِ بصارت کی وجہ سے پوشیدہ ہوتا ہے، ظاہر ہو جاتا ہے، اور غلبہ

کا وہ غُبار جو دل کی بصیرت پر پڑ گیا ہوتا ہے فضلِ اخص سے مٹ جاتا ہے. سمجھ لو کہ یہ وہ بندہ ہے جو اللہ تعالےٰ کا خالص بندہ ہے اور وہ عبد اور معبُود میں تمیز کر سکتا ہے اور وہ ولایتِ اخص سے اس طرح تعلق رکھتا ہے جیسا کہ کوئی دوسرا ولایتِ خاص سے تعلق رکھتا ہو۔ پھر وہ غیب پر ایمان لانے والا بن جاتا ہے اور ترقی کر کے مرتبۂ شہادت و شہُود و کثرت پر پہنچ جاتا ہے، اور کوئی پردہ نہیں رہتا۔ اور یہ تحقیق شُدہ بات ہے. لیکن چونکہ ابھی اس کا وصل توجہ سے وابستہ ہوتا ہے، خواہ یہ توجہ بے کیفی کی ہو، اس لیے اس کا تعلق توجہ کے ذریعے خدائے باطل کے تعلق کی حیثیت رکھتا ہے، اور جب ایسے شخص کی توجہ بے کیفی کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے، تو اس توجہ کو قطع کرنے کے لیے مجاہدے کی ضرُورت ہوتی ہے۔ اور جب توجہ ختم ہو جائے، تو اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ وہ "عبدہٗ" رہ جاتا ہے اور اس کا تعلق ولایتِ خاص الخواص سے ہوتا ہے، اور یہ ولایتِ انبیا ہوتی ہے، ہمارے نبیؐ اور تمام نبیوں پر درود و سلام ہو۔ اس موقع پر یہ شخص حقیقی شرک کے تمام اثرات سے آزاد ہو جاتا ہے، اور وہ ایمان بالغیب والا مومن بن جاتا ہے، جیسا کہ کوئی اور مومن ایمان بالغیب والا ہوتا ہے اور وہ ان لوگوں میں سے ہو جاتا ہے، جن کے حق میں کہا گیا ہے کہ "علما انبیا کے وارث ہوتے ہیں"۔ پس اس فرق میں، جو ولایتِ اربعہ میں ہوتا ہے، جا ملتے ہیں۔ لیکن ابھی حقیقی صفات کا لباس، پاکیزہ ذات کے وصال پر موقوف ہوتا ہے. چنانچہ اس دوران میں اس کا تعلق پاکیزہ صفات سے ہوتا ہے، اور چونکہ وہ صفات، جو قائم نہیں ہوتیں، دو پہلو رکھتی ہیں۔ ایک پہلو ذات کی حیثیت سے وجُوب کا، اور دوسرا پہلو نفُوس کی حیثیت سے امکان کا۔ اس عارف کا تعلق ان نفُوس کے ساتھ غالبانہ ہوتا ہے۔ اور اس غلبہ کا سبب خواہشات کی باقی صفات کی خوشبُو ہے، اور خواہش اگرچہ

تھوڑی ہو، لیکن پھر بھی اسے ایک خدائے باطل کا درجہ دیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے "کیا تم نے اس شخص کو دیکھا، جس نے اپنی خواہش کو خدا بنا لیا تھا اس لیے اس خواہش سے قطعِ تعلق کرنا اور اس ذاتِ جامع کی طرف ترقی کرنا، اخص الخواص سے وابستہ ہوتا ہے۔ اس میں مجاہدہ کو کوئی دخل نہیں۔ اور جب یہ مرتبہ مل جاتا ہے، تو یہ محض اللہ کا فضل ہوتا ہے اور وہ خود اطاعت کے ذریعے کمالاتِ نبوّت سے جا ملتا ہے۔ لیکن اس شخص کو بُت نہیں کہا جا سکتا۔ جب اس آخری مرتبہ کے بارے میں تحقیق کی جائے، تو معلوم ہوگا کہ یہ حق سبحانہٗ کے فضل و کرم سے عام نبیوں کے انوارِ نبوّت میں سے ایک حصّہ ہے، جو ہمارے نبیؐ اور ہمارے نبیؐ کی پیروی میں دُوسرے انبیا کے درمیان فرق کو ظاہر کرتا ہے۔ ان تمام انبیا پر سلام و درُود۔ پس معلوم کیجئے، کہ تمام انبیا اور اولیا اس ذات جامع سے ملنے والے ہیں۔ لیکن ہمارے نبیؐ کی نسبت حصُولِ ذات کی طرف سے ہے، جس میں صفات کی طرف تھوڑا سا میلان ضروری ہے، اور یہ تھوڑا سا میلان تھوڑی سی خواہشات کی وجہ سے ہے، اور اگر یہ خواہشات اباحت و عزیمت کے مرتبے تک ہیں، تو اس کے کٹنے کی متقاضی ہیں، اور یہ شانِ عزیمت ہمارے نبی اکرمؐ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔

"اے اللہ ہمیں حضُورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیات سے ان کی تھوڑی سی متابعت کی برکت سے سہولت بخش"

مکتُوب: ۱۰۶

میاں الہ دینؒ کے سوال کے جواب میں

اللہ تعالےٰ کی صفات کے فیض کا ظہُور عام و خاص ہے، اور اس کے ظہُورِ عام

کا رُخ خاص طور پر مظہر کی طرف ہے، جس طرح انسان کی صفات مثلاً سُننا، دیکھنا، بات کرنا وغیرہ کو حق تعالےٰ کی صفات کا فیض کہتے ہیں۔ لیکن ہم اُنہیں صفاتِ حق نہیں کہتے، صفاتِ انسانی کہتے ہیں۔ اور ظہُورِ خاص ہیں ان کا تعلق اللہ تعالےٰ سے جوڑتے ہیں۔ اسے انسانی صفت نہیں کہا جاسکتا، جیسا کہ کلامِ حق کی صفت ہیں، جو متعدّد کتبِ آسمانی میں ظاہر ہوا ہے اور حرف و آواز کے لباس میں سامنے آیا ہے۔ ان سب کو ہم کلامِ حق کہتے ہیں۔ اور حقیقت اس طرح ہے کہ انسان کو جو صفات مِلی ہیں، ان کے فیض سے ان کا ظہُور انسان کی صفت کا فیض قرار دیا گیا ہے، جس طرح کہ انسان کا بات کرنا، اور دیکھنا، اور انسانی علم وغیرہ اور ان دُوسری صفات کا یہی ایک پہلو ہے، جو کلام کی صفت کے خلاف ہے، کیونکہ یہ صفت دو طرح سے ظہُور میں آتی ہے۔ ایک عام اور ایک خاص۔ عام صفت کے ظہُور سے انسان میں کلام کی صفت پیدا ہوتی ہے، اور اس سے وہ کلام کرتا ہے صفت کا یہ ظہُور اور کلام کرنا انسان سے منسُوب ہے۔ بشر کے کلام کو، جو کلامِ حق کا مظہر ہے، ہم کلامِ حق نہیں کہتے۔ کیونکہ بات کرنا انسانی صفت ہے اور انسانی کوشش سے تعلق رکھتا ہے۔ حرف اور آواز انسان کی کوشش اور حصُول سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور ظہُورِ خاص کی بدولت اُن آسمانی کُتب سے، جو انبیا علیہ السلام پر نازل ہوئی ہیں، حق تعالےٰ کلام کرتا ہے، یہ کلام حرف و آواز کے لباس میں ہے، اور اس لباس میں جو کلام ہیں مدعا کی شکل میں ہے، نورانی حرف و آواز ہے۔ اس میں مخلُوق کی کوشش کا کوئی حصّہ نہیں، بلکہ حق تعالےٰ نے اپنے کلام کو کسی واسطہ کے بغیر حرف و آواز کے لباس میں ظاہر کرکے اسے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ جیسا کہ سورہ یوسف میں فرمایا، ہم آپ کو بہترین قصّہ سناتے ہیں"۔ اور اگرچہ شہُودِ اوّل مخلُوق کے واسطہ کے بغیر ہے، لیکن اس جامعہ شہُودیہ

کے مرتبے کو حق تعالےٰ نے ہرگز اپنی ذات وصفات نہیں فرمایا، بلکہ مخلوق فرمایا کہ ہماری مخلوق ہے اور جو کچھ ذات وصفات میں سے پہلی مخلوق موجود ہے، اُسے حق تعالےٰ کی ذات وصفات نہیں کہتے، بلکہ اسے ذات وصفات کا فیض کہتے ہیں. جیساکہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا. دنیا میرے نُور سے ہے اور مَیں اللہ کے نُور سے ہوں، یعنی اپنے آپ کو ذات اللہ نہیں کہا، بلکہ نُور اللہ کہا۔ اور اس طرح عالم کو اپنا نُور، کہا، اس طرح مَیں دُنیا کے ہر انسان کو حضرت کی ذات یا نُور نہیں کہتا، بلکہ نُور کا فیض کہتا ہوں. سوائے کلامِ مطلق کے کہ اس کو ظہُورِ خاص کی صفت جیساکہ اُوپر ذکر کیا گیا، مخلوق حرف وآواز کے لباس کے باوجود ذات حق کا کلام کہتا ہوں۔ اور یہ نسبت صفتِ کلام کا محض خاصہ ہے، جو صفات کے فیض کی طرح، فیضِ عام سے مستفیض ہے اور فیضِ خاص سے دُوسری صفات کے فیض سے ممتاز ہے۔ جو محض کلام نفس سے ظاہر ہے اور کسی بھی صفت کو اس معاملہ میں شرکت نہیں۔ اس بات کو میں زیادہ وضاحت سے کہتا ہوں کہ فیضِ عام سے ہر صفت، صفت کی ایجاد اور انسان کی صفات میں سے ہے اور اس صفت کے ذریعے انسان خود عالم کی بنیاد اور کلام کرنے والا ہے۔ اور انسان کی یہ صفت کلام کرنے کا باعث بنی، اور انسان کے کلام کی حیثیت میں کلام کرنا ایک اضافی بات ہے۔ اور حق تعالےٰ اپنے فیضِ خاص سے نفسِ مدعا کے لباس میں خود بخود کلام کرتا ہے جبکہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم مظہرِ خاص ہیں۔ اور نُورانی حرف وآواز کے لباس میں حضرت جبرئیل مظہر ہیں۔ اس تکلم میں کلام کی صفت [redacted] ہے۔ کلام [redacted] اپنے فیض سے کلام کرتا ہے، پس [redacted] طرح حق تعالےٰ کی صفت کلام کی توحید کے شہُودِ اوّل کا فرق ظاہر ہوا [redacted] خلاصہ انسانی حقائق ہے، اور اس مقامِ حقائق پر انسانِ کامل یعنی

آنحضرتؐ کی حقیقتِ انسانیہ اور انسانوں کے حقائق شہودِ اوّل میں درج ہیں۔ اور شہودِ ثانی میں تمام انسانوں کے حقائق ہیں، جن میں سے ہر ایک انسان کے رُوح اور جسم پر حاوی ہے، اور اس نے خارج میں مفصّل ظہور کیا ہے، بالخصوص اس اثنا میں ہر ایک کو مقررہ اوقات پر رُوح اور جسم کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اس مقام پر روح اور جسم کی جامعیت پر وہی حقیقت ایک نشان پر موجود ہوتی ہے، اور اس مقام پر روح اور جسم کے اسرار خصوصیت خاص سے مقررہ اوقات پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور ابدالآباد تک رہتے ہیں۔ اسرار کے ظہور کا یہ معاملہ اس دوسری جامعیت کی بدولت واقع ہوتا ہے۔ اہلِ جنّت کے لیے جنّت میں اور اہلِ دوزخ کے لیے دوزخ میں۔

شہودِ ثانی کے بعد ہر وہ حقیقت جو اس شہود میں ہوتی ہے، اپنی خاصیت کے ساتھ ظہور میں آتی ہے اور آتی رہے گی۔ تاہم یہ تمام ظواہر، واجبی اعتبار سے ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن ہر حقیقت دُوسری حقیقت سے جُدا گانہ ہوتی ہے۔ تاہم اس فیض کے ذریعے جو رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصّہ ہے، یہ حکمت بالغہ سے فیض یاب ہیں اور کسی کو بھی اس سے گریز نہیں۔

مکتوب: ۱۰۷

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

آپ کا گرامی نامہ جس میں کئی معانی و اسرار مع چند سوالات درج تھے، وصول ہوا۔ اور اس کے مطالعہ سے شرحِ صدر حاصل ہوئی۔ لیکن چونکہ اس مکتوب میں بعض عبارات حضرت پیر دستگیرؒ کے طریقۂ احسنیہ کی اصطلاح کے مطابق نہیں، اس لیے ان کی تحقیق میں عرض خدمت ہے۔ کہ ان کی ثابت شدہ تحقیق کے مطابق عالم کو موہوم

کہنا غلط ہے، کیونکہ عالم کی موجودگی صفتِ حقیقت کے اظہار کے لیے ہے نہ کہ صفت موہُوم کے لیے۔ اور جو لوگ عالم کے عدم استقلال کے پیشِ نظر اسے موہُوم کہتے ہیں۔ اور ہر لحظہ اسے تیزی سے موجُود و موہوم دیکھ کر اس پر اس بات کا اطلاق کرتے ہیں، وہ یہ نہیں دیکھتے کہ موجُود ہونے اور معدوم ہونے کے دونوں پہلوؤں میں سے ایک پہلو بھی موہوم نہیں، بلکہ وجُود کے پہلو سے اپنے وقت پر حقیقی وجُود ہے۔ اسی طرح عدم کا پہلو اپنے وقت پر حقیقت کا وجُود ہے، اور وجُودِ عالم سے مراد، وجود کا پہلو ہے نہ کہ معدُوم کا پہلو ان دونوں میں بہت فرق ہے۔

چنانچہ اس لیے ہم وُجود کے پہلو کو جو حقیقت کا عالم ہے، جانتے ہیں، لیکن یہ غیر مستقل اور ہر لحظہ متبدّل و متغیّر ہے، ہم جانتے ہیں، کہ یہ تغیّر و تبدّل حقیقی ہے، وہمی نہیں اس لیے تغیّر و تبدّل وہمی نہیں۔ پس جس پر دو واقعات گزر سکتے ہیں، وہ وہم کیسے ہو سکتا ہے یہ عجیب تحقیق ہے۔ کہ جانتے ہیں کہ یہ شہُود و غیب دُوسرے مرتبے میں مطلق ہے، تاکہ اس شہُود میں صفتِ حقیقی کا ظہُور ہو۔ اس لیے شہُود جو حقیقت کا مظہر ہے، کس طرح وہم ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ استقلال لازم نہیں، اس لئے اگر اسے وہم کہیں، تو ضرُوری نہیں کیونکہ اس کا تغیّر و تبدّل صاف صاف عدم استقلال کی نشان دہی کرتا ہے، اس لیے ہم عالم کو حقیقی کہتے ہیں۔ اور عین تغیّر و تبدّل میں جو نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ وہ بھی وہم نہیں ہوتے۔ نکات و خلاصہ کی کتابوں میں غور کریں، تاکہ اُن کی اصطلاحات سے واقف ہو جائیں، دوسرا یہ کہ آیت کریمہ "ملّتِ ابراہیمؑ کی پیروی کرو" کو پیشِ نظر رکھو۔

میرے عزیز، آنحضرتؐ اگرچہ تمام مخلُوقات میں سے افضل اور تمام انبیاء کے سردار ہیں، اور اصل میں ان کے شہُودِ اوّل کی تخلیق سے علوم و معانی اُن کے

حصّے میں دیئے گئے ہیں، لیکن ان کی اطلاع وقت مقررہ پر رکھی گئی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے خلافت کے طریقے سے علوم و معانی کے حساب سے، جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہیں، شہودِ اوّل میں اپنے مرتبۂ مخصوصہ میں ظہور فرمایا ہے، اور جامعیت مذکور کو ملّتِ ابراہیمی سے منسوب فرمایا ہے اور دوسرے انبیا کو بعض کمالات و معانی کے حساب سے خلافِ ظلیّت رکھا ہے۔ اور ایک منفرد ملّتِ جامع پیدا کی ہے، اور اس جامعیّت و انفرادیت کے مطلب کی اطلاع اللہ تعالےٰ کے علمِ حقیقی پر موقوف تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "ہم نے تجھے وہ علم دیا، جو تو نہیں جانتا تھا"، نیز یہ بھی فرمایا "اور ہم نے تجھے نادار پایا اور پھر مال دار کر دیا"، اور جب آپ کے ظہور کا وقت آیا اور آپ ظاہر ہوئے، اور بشریّت کے تقاضے کے مطابق لباس کا تقاضا یہ تھا کہ حضرتِ عیسیٰؑ کی ملّت کو اختیار کرتے لیکن چونکہ ان کی جامعیّت کا سرچشمہ ملّتِ ابراہیمی تھا، اس لیے ان کی پیروی پر مامور ہوئے، تاکہ اس کے مطابق جامعیّت کے تمام مرتبے وضع کریں اور مرتبۂ تفصیل پر جلوہ نمائی کریں اور "وَاتَّبِعْ" (پیروی کرو) کا لفظ معاملے کو آگے بڑھانے کے لیے ہے، تاکہ جامعیّت کی تفصیل کے مرتبے کو حاصل کیا جا سکے۔ ورنہ حقیقت میں مقدمہ جامعیّت کی تفصیل کے تحت ہے اور مقدمہ سے مقصود تفصیل ہے اور جب تم نے اسے سمجھ لیا تو یہ بھی سمجھ لو کہ حضرت ابراہیمؑ اور ہمارے نبی کریمؐ پر درود شریف ان کے مقدمے کی شان کی وجہ سے ہے۔ اور ہمارے نبیؐ پر ان کی شان اور جامعیّت، جو کہ اصل مقدمہ ہے کی وجہ سے ہے اور مقدمہ سے مراد اس کا اجمالی ظہور ہے، اور نبوتِ ابراہیمی تو اپنی انتہا کو پہنچ گئی، لیکن ہمارے نبی کریمؐ [illegible] قیامت تک قائم رہے گی اور اسی طرح ان پر قیامت کے دن تک درود شریف رہے گا۔ اور امّتِ مسلمہ پر لازم ہے کہ وہ اپنے نبیؐ کے حق میں، اُن کی شان کی بلندی

اوران کی دلیل کی جامعیت کی وجہ سے قیامت تک درُود شریف پڑھتے رہیں.

مکتوُب: ۱۰۸

ایک عزیز کے نام لکھا گیا.

اللہ تھا، اور اس کے سوا کوئی نہ تھا۔ اللہ کی ذات ظاہری کمال کی صفات کی جامع ہے اور اس کی ہر صفت اس کے مخصوص حُسنِ ازل، جس میں مظاہر سے بے نیازی بھی شامل ہے، کے مظاہر کا تقاضا کرتی ہے، پس اس نے اللہ کی قُدرت کو غیب الغیب میں ظاہری وجُود کی جہت کی تخصیص سے دو فعلوں کی تصحیح کے ساتھ دیکھا۔ کسی نے بھی اس کی موجودیت کے اوقات کو جس طرح وُہ چاہتا تھا، نہیں جانا۔ جس طرح اس کی ہر صفت اپنے تقاضے سے پہلے علم سے متعلق ہے، اس طرح اس کے ساتھ علم کا تعلق ہے اور یہ مرتبۂ غیب الغیب ہے، یہ ایک مخفی خزانہ ہے اور یہ حقیقتِ عالم ہے، جو کہ اس حیثیت سے مقدّر ہے، اور مرتبۂ تقدیر میں وجودِ علمی نہ کہ تقدیری کے نام سے معرُوف ہے، اور خارج میں اصلی اعتبار سے موجُود نہیں۔ جب اللہ تعالےٰ نے ارادہ کیا، کہ وہ موجود ہو، تو پھر اس نے غیب الغیب کے مرتبے سے تعلّق کا ارادہ کیا۔ صفتِ تخلیق اللہ تعالےٰ کی پیدا کردہ ہے۔ جو اوّلاً مجموعی اعتبار سے منظُورِ محض ہے اور یہ جامع ظہُور ہے، جس کی ترتیب میں اطلاقی طور پر تمام صفات شامل ہیں۔ اب یہاں وہ ایک ایسی مقدّور اور معلُوم و موجود ذات ہے، جو کسی شے میں نہیں، سوائے ایک شے کے، اور اس مرتبہ کو دو ناموں یعنی معلُوم، اور مُراد سے موسُوم کرتے ہیں اور مقدُور تعلّقِ قدرت کی وجہ سے ہے۔ اور اس کے ساتھ ارادہ و علم ہے۔ اور مخلُوق و موجود،

تخلیق وایجاد کے تعلّق کی وجہ سے ہے۔ جب یہ پوچھا جائے، کہ عالم کی حقیقت کیا ہے، تو جواب میں کہا جائے گا، کہ یہ اللہ تعالےٰ کی ان صفات کے تقاضوں کا ظہور ہے، جو پوشیدہ تھیں۔ اور جو عین پوشیدگی میں دنیا کے خارج کے ابتدائی اوقاتِ مقدورہ میں ظہور کے لیے مطلوب و مراد و معلوم تھیں۔ اور نورِ محمدی کی تفصیل نکات میں مذکور ہے اور یہ طریقۂ احسنیہ کے بانی کی روشنی اور تحقیق سے حاصل کیا گیا ہے، کیونکہ ہمارے پیر و مرشد کے نزدیک اللہ تعالےٰ کی صفات، ذات واجبی کی طرح ظاہر ہیں۔ اور ظاہر کی ظاہریت تحصیلِ حاصل کو دہرانا ہے۔ بلکہ غیب الغیب میں ضمنی تقاضے خارجِ دنیا میں اس ثواب وعذاب سے بلاشبہ وتادیل، تعلق کے ظہور کا تقاضا کرتے ہیں، اور صوفیائے کرام، جو اہلِ ولایتِ خاصّہ ہیں، کے نزدیک صفات عین ذات ہیں، اور ذات اضافات سے خالی ہے، اور صفات علم واجبی کے مرتبہ کے سوا، ذات سے علیحدہ ہیں، اور ان کے نزدیک تجلّی دو طرح کا ہے، اجمالی اور تفصیلی۔ پہلے کو وحدت، اور دوسرے کو واحدیت کہا جاتا ہے۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ پہلا عکس اجمالی ہے اور دوسرا عکس تفصیلی ہے، اور دوسرے کو اعیانِ ثانیہ کا نام بھی دیتے ہیں، اور بعض دوسرے کو صورِ علمیہ کا نام بھی دیتے ہیں۔ اس مرتبۂ ثانیہ کو حقیقتِ عالم اور عالمِ انعکاس بھی کہتے ہیں۔ یہ دوسرا مرتبہ ظاہری وجود میں نور کا آئینہ ہے، اور اس تحقیق میں ثواب وعذاب مشکل ہے، سوائے دور از کار تادیلوں کے، جیسا کہ اہلِ سکر کی شان ہے، اور اسے علمی اعتبار سے حق اور عالم سے خارج قرار دیتے ہیں، اور انہیں اس سلسلے میں کوئی شبہات واقع نہیں ہوتے، جیسا کہ "تقابل الصفات فی نکات الاسرار" میں ذکر ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نزدیک عالم کی حقیقت اللہ تعالےٰ کی ان صفات کا عکس ہے، جو عدم کے

کے آئینے میں ہیں۔ اور عالم اس کے وجُود کا فیض ہے، جو ان تمام سایوں اور عدم کے ساتھ اور وجود اور صفت کی حیثیت سے، وہم کے مرتبہ میں ہے، اور وہم کا یہ مرتبہ صانع کی ایک قسم کی صفت سے پیدا ہوا ہے، جسے دُور نہیں کیا جا سکتا، یہاں عذاب و ثواب کا ترتیب پانا، تاویلات سے بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ان نکات اور تحقیقات کے درمیان فرق کو معلوم کیجئے۔ اہلِ بصیرت کے نزدیک ان کی اصل ایک ہی ہے۔

مکتُوب : ۱۰۹

حضرت صوفی بلندؒ کی طرف لکھا گیا۔

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے، حمد و ثنا کے بعد محبِ صادق، طالبِ حق اور بلند ہمت کی خدمت میں سلام پہنچے۔ آپ کا شفقت نامہ ملا۔ جس میں حضرت کی عبارت کے بعض نکات کی شرح کے بارے میں استفسار کیا گیا ہے۔ ہم بے مایہ کو اتنی جرأت کہاں، کہ وہ کلام جو مرتبۂ خلافت سے تعلق رکھتا ہو، اسے بیان کریں۔ اور اپنے خیال سے اس حقیقت کے متعلق لکھیں۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ وہ بزرگ خلافت و نبوت تک پہنچنا آسان نہیں سمجھتے۔ لیکن جو کچھ بزرگوں سے سُنا ہے اور جو کچھ مری ناقص سمجھ میں آیا ہے، اُسے بیان کر دینا چاہیے۔ جان لیجیے کہ ولایتِ خاصّہ میں علم کے ذریعے پہنچنا اور اس سے فیض یاب ہونا معلوم الکیف اور ولایتِ اخص میں علم کے ذریعے پہنچنا حضُوری ہے۔ لیکن اس علم میں سے تھوڑا سا باقی رہتا ہے۔ اور اس کا حاصل مجہول الکیف ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلی توجّہ میں معلوم اور دُوسری توجہ میں مقصُود ہے، اور ولایتِ انبیا کے کمالات میں علمِ حضُوری تک پہنچنا حصُول کی بُو نہ

رکھتا ہے۔ لہٰذا اس مقام پر یافتِ مطلوب، ادراک کی یافت کے بغیر ہے۔ اس کے برخلاف مرتبۂ اخص، جو توجہِ خفی کے ذریعے بھی معلوم ہو جاتا ہے، جیسا کہ توجہ خفی کی شان ہوتی ہے۔ پس یہ اصل سے ملنے والا اللہ کے علم کے ساتھ اللہ کے علم کے حضور میں حاضر ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہ مرتبہ، توجہ معدوم کا ہے، عرفان بھی غیر موجود ہوتا ہے، کیونکہ عرفان علمِ حصولی سے تعلق رکھتا ہے اور اس مرتبہ پر یافت بلا ادراک بھی تحقیق شدہ ہے۔ اور چوں کہ علمِ ازلی کے ساتھ حاضر ہے، علم کا جاننا ضروری ہے۔ پس حق علم سے معلوم ہے اور اس کے سوا نہیں۔ یعنی نہ اہلِ ولایتِ خاصّہ کی طرح، کہ وہاں معلوم، حصول کے طریقے سے ہوتا ہے اور نہ ہی اہلِ ولایت اخص کی طرح کہ وہاں معلوم مجہول الکیف ہوتا ہے اور ولایتِ انبیا میں، یہ اگرچہ معلوم ہے، لیکن مجہول الکیف نہیں۔ بلکہ معدوم اور نمعدوم الکیف ہے۔ چنانچہ حضرتؒ نے یہ جو فرمایا ہے کہ معلوم، ہیچ نہیں، نہ محصول تو مجہول کے معنی کو ظاہر کرتا ہے، اور مشیّتِ معلوم معدوم الکیف ہے اور یہ امامت کا مرتبہ ہے جو علم کے حضور میں حاضر ہے، اگرچہ وہ واصلِ اصل ہے، لیکن واصلِ صفات بھی ہے، اور ابھی وصولِ ذات میں صفات کا حصول ہے اور یہ جو فرمایا ہے "معلوم، ہیچ نہیں، نہ محصول نہ مجہول۔ اور اللہ تعالےٰ کی، جیسے تعریف کی جاتی ہے، مجہول الکیف ہے لیکن معلوم بلا کیف ثابت ہوا ہے۔ اور انبیاء کے کمالاتِ نبوّت میں سے اسے حصّہ حاصل ہے، کیونکہ ذات، اپنی ذات کے ساتھ حاضر و علیم ہے اور علم اس کی قابلیتِ ذاتیہ ہے، اور ولایتِ انبیاء کے مقام پر علم کے ساتھ حاضر ہے، اور علم کے ساتھ حاضر ہونا گویا، ایک زائد صفت، صفتِ علم، کے ساتھ حاضر ہونا ہے، اور یہ صفت زاید یہ عجب معلوم ہوتی ہے اور ذات کا اپنی ذات کے ساتھ حاضر ہونا، قابلیتِ ذاتیہ کے علم کا محقق ہونا ہے اور یہ اس پر زائد نہیں

marfat.com

اور جب ذاتی طور پر حاضر ہو اور تعلق معلوم ہو تو یہ علم ہے، چنانچہ "معلوم" کچھ نہیں جیسا کہ مرتبۂ ولایت میں ہوتا ہے کہ علم حاضر ہے اور بے کیفی کی معلومیت موجود، اور مرتبۂ نبوت میں کہ ذات خود حاضر ہے اور معلومیت غیر متحقق۔ معلومیت تین اقسام کی ہوتی ہے اور مرتبہ خلافت میں اس کا آنا متحقق ہے۔ کیا حق اور کیا غیر حق، کمالِ خلوص موجود ہوتا ہے۔ خلوص غیر حق سے ظاہر ہوتا ہے، اور حق یعنی مرتبۂ خاصہ واخص سے جو کچھ ملتا تھا، اُسے حقیقی حق سے جا ملنا چاہیئے، اور عرفان کے مرتبے سے آگے نکل جانا اور اک کے ماحصل کو پا لینا، ولایت انبیا میں پسندیدہ ہے، اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ اور خلافت میں بہتر طریقے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور جو کچھ میاں محمد شریف (اللہ انکے راز کو پاک کرے) نے فرمایا ہے، تو جاننا چاہیے کہ یہ معلومیت کی نفی حضرتِ ذات کے حصول میں علم کے ظہور کی بدولت ہے۔ نہ کہ وجودِ علم کی راہ سے، یعنی جو کچھ حضور و ظہورِ علمی میں معلوم ہوتا ہے اُس کا خود حضورِ ذات پر اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم صفتِ وجود علم کے قابل ہونی چاہیے۔

میرے عزیز، سوالات کے تتمّہ کا جواب اس عبارت میں درج کر دیا گیا ہے، اسے غور و فکر سے سمجھ لو اور اسے اسی طرح یاد کر لو۔ اسی تھوڑے پر اکتفا کیا گیا ہے

مکتوب: ۱۱۰

فضیلت پناہ شیخ خان محمدؒ وغیرہ کے جواب میں تحریر کیا گیا۔

اوّل و آخر سب تعریف اللہ کے لیے ہے، آپ کی ذات بابرکات ہمیشہ سیدھے راستہ پر رہے۔ سوالات اور روایات کے مطالعہ، نیز اللہ تعالےٰ کی کمالِ قدرت

کے بیان میں مسوّدہ تصنیف، اور اس کے استثنا سمیت جو اس کی قدرت میں ہیے، کا ملاحظہ کرنے سے پُوری حقیقت واضح ہوگئی، اور ان دوستوں کی زبان سے بھی جو استفتاء لے کر آئے تھے۔ آپ کی خواہش وطلب معلوم ہوگئی۔ تاکہ اُسے پُورا کیا جائے۔ اس فقیر کے خیال میں حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس شے کو قدرت کے تحت دینا، قادرِ مطلق کے کمال میں نقصان ہو، اسے قدرت کے تحت دینا غلطی ہے، چنانچہ اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات اور اس کے عدم ممتنع الوجود میں، جو باری تعالےٰ کا شریک ہو، اگر اس کے ماننے سے اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کو نقصان نہ پہنچے، تو بعض حالات میں محض قبُول، جیسا کہ ممکنات ہیں۔ اور بعض حالات میں سکُوت جیسا کہ محال عقلی باتوں میں، اور اس کا علم اس علام الغیوب پر چھوڑ دینا چاہیے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا جاسکتا اگر اس بات سے اہلِ مجلس کی تسلی ہوجائے، تو ٹھیک ہے ورنہ آپ خود دانا ہیں، کسی اَور کی ضرُورت نہیں۔

مکتُوب : ۱۱۱

مذکورہ بالا بزُرگ کے نام ہی تحریر کیا گیا۔

سب تعریف اللہ کے لیے، اور سلام اس کے برگزیدہ بندوں پر۔ آپ کے نوازش نامہ کے موصُول ہونے سے گمان وقیاس واضح ہوگیا۔ ہر مبتدی اور متوسّط اپنے کمال سے جو کچھ حاصل کرتا ہے، اُسے ظاہر کر دیتا ہے۔ ولایتِ عالیہ کی انتہا تحصیل علم کے ذریعے اجتہاد کے درجے تک ہے۔ اس ولایت کے کمال کے لیے جمعیّتِ باطن شرط نہیں ہے۔ اگر جمعیّت مل گئی، تو اس مرتبہ کے مناسب ہے اور ولایتِ خاصّہ کے سایہ کی انتہا، انوارِ روحانی کا سایہ ہے، اور روحانی کمالات کا ظہُور اور اس کا آرام ظاہری، باطنی اور نُوری تجلیات میں ہے۔ اس کا پالینا اس

پر منحصر ہے۔ اگر تجلیات کے ظہور میں توقف ہو جائے، تو وہی وقت بے آرامی کا ہے اور وہ نُور کو بعید سمجھتا ہے اور اہلِ ولایتِ خاصّہ کے وصل کی انتہا انوارِ نفس کا ظاہر ہونا نیز مراتب ارواح کا پا لینا ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ شیوخؒ نے فرمایا کہ میں تیس سال تک خُدا کی جگہ رُوح کی پرستش کرتا رہا۔ اگر اللہ تعالےٰ کا فضل میری دستگیری نہ کرتا، تو اس ہلاکت خیز مقام سے نجات پانا محال تھا۔ اور اُن کا کاروبار شہُود سے متعلق ہے۔ اور ان کے اکثر بلکہ تمام معارف بے شہُود اور بے آرام ہیں، اور ان کا کچھ حاصل نہیں، ان کا اکثر یہ کہنا ہے ؎

دمے بے حق زدن محض ایں گناہ است　　بخود مشغُول بُودن کفرِ راہ است

ترجمہ (حق کے بغیر ایک سانس بھی لینا محض گناہ ہے، اپنے آپ میں مشغول رہنا، راہ حق سے ہٹ جانے کے مترادف ہے۔)

شہُود کے مقام پر غیریت کا ثبوت دینا، اُن کے نزدیک کُفر اور زندیقی ہے، اور اس مقام پر ان کی منزلِ مقصُود، اپنے مطلُوب سے مل جانا ہے۔ اور ان کا وصل، وصلِ تلبیس ہے، یعنی تلبیس کے بغیر، انہیں اپنے مراتب نہیں ملتے۔ اور اہلِ ولایت کی آخری منزل ملائے اعلیٰ ہے، جو انوارِ رُوحانی کے مراتب سے پرے ہے۔ اور اس کی معرفت محسُوساتِ خمسہ سے بہت آگے ہے، اور شریعت کی زبان سے بڑھ کر جو بات کی جائے، ہرگز پسندیدہ نہیں ہوتی، اور یہ اس حد تک ہے کہ اگرچہ اس مقام پر عرفان مطلُوب ہوتا ہے، لیکن ابھی اس کا مُعلّم بھی موجُود نہیں۔ اور اس مرتبے کے لوگ اہلِ جہالت ہوتے ہیں، کیونکہ وہ حقیقتِ مطلُوبہ سے ناواقف ہوتے ہیں اور اکثر کی زبان پر یہ ترانہ ہوتا ہے ؎

عنقا شکارِ کس نشود، دام باز چیں　　کانجا ہمیشہ باد، بدست است دامِ ما۔

ترجمہ عنقا کسی سے شکار نہیں ہوتا۔ اپنا جال اٹھا لیجئے۔ کیونکہ اس جال سے صرف

ہواہی قالب میں آتی ہے ۔

اور ان کا وصل، عُریاں وصل کے نام سے مشہور ہے، کیونکہ ان کا باطن ظِلّی، کشفی، نُوری اور شہُودی حیثیتوں سے خالی ہوتا ہے۔ اور ان کا مقصد ہمیشہ اپنے مطلُوب کو نہ پانا ہوتا ہے، اگر ایسے شخص کے باطن میں کشفِ شہُودی کی کوئی بُو آجائے، تو وہ حد درجے کا انکار واستغفار کرتا ہے اور اس مقام پر حدیث "جب میرے دل میں کشمکش برپا ہوتی ہے ....." کا سہارا لیتا ہے ۔

ولائیتِ انبیا کے اہلِ کمال کی آخری منزل سایوں سے پرے، اور جہالت سے پاک ہے۔ بلکہ عرفانِ ظلّی مفقُود ہے اور علم اصلی موجُود۔ اپنے آپ میں بے خود ہے۔ لیکن کسی تعریف کے بغیر۔ ایسا شخص عقل کے دائرے اور کشف ظلّی سے دُور ہوتا ہے۔ اور اشیائے خاصّہ کی حقیقت تک پہنچنے میں یگانۂ روزگار ہوتا ہے۔ اور ایسے عزیز کا وصل یاس سے ہوتا ہے اور اس وصلِ سعید میں نایافت کی حقیقت میسّر ہوتی ہے ؎

وصفِ ترا چنانچہ توئی، چوں کنم بیان کز ہر چہ در خیال من آید زیادہ ای

ترجمہ۔ تو جیسا ہے میں اس کا وصف کس طرح بیان کروں۔ کیونکہ جو کچھ بھی میرے ذہن و تصوّر میں آتا ہے۔ تو اُس سے کہیں زیادہ ہے۔

اہلِ کمالاتِ نبوّت کی اہلیّت کے بارے میں کیا بیان کروں، اور جو کچھ بیان ہوگا، بہت کم آدمیوں کی سمجھ میں آئے گا۔ اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے متقی لوگوں کے لیے یہ مناسب نہیں۔ کہ وہ ان لوگوں کے لیے دعائے نجات یا استغفار کریں، جنہوں نے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا ہو، ان کی مثال مُردہ لوگوں یا نشہ بازوں کی ہے یا ان کی، جو دُوسروں کا مال جان بُوجھ کر یا ظُلم سے ہتھیاتے ہیں، جب تک وہ توبہ

نہ کرلیں اور اصلاح نہ پالیں۔ بے شک اللہ تکلیف دہ امور کے بعد آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ "جس طرح کہ وہ ظلم کرتے تھے، اور آپ اُن کو سہنے والے تھے"۔

مکتوب : ۱۱۲

بحقائق آگاہ، محمد نافعؒ کے تحسین تسمیہ کے سوال کے جواب میں۔

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔

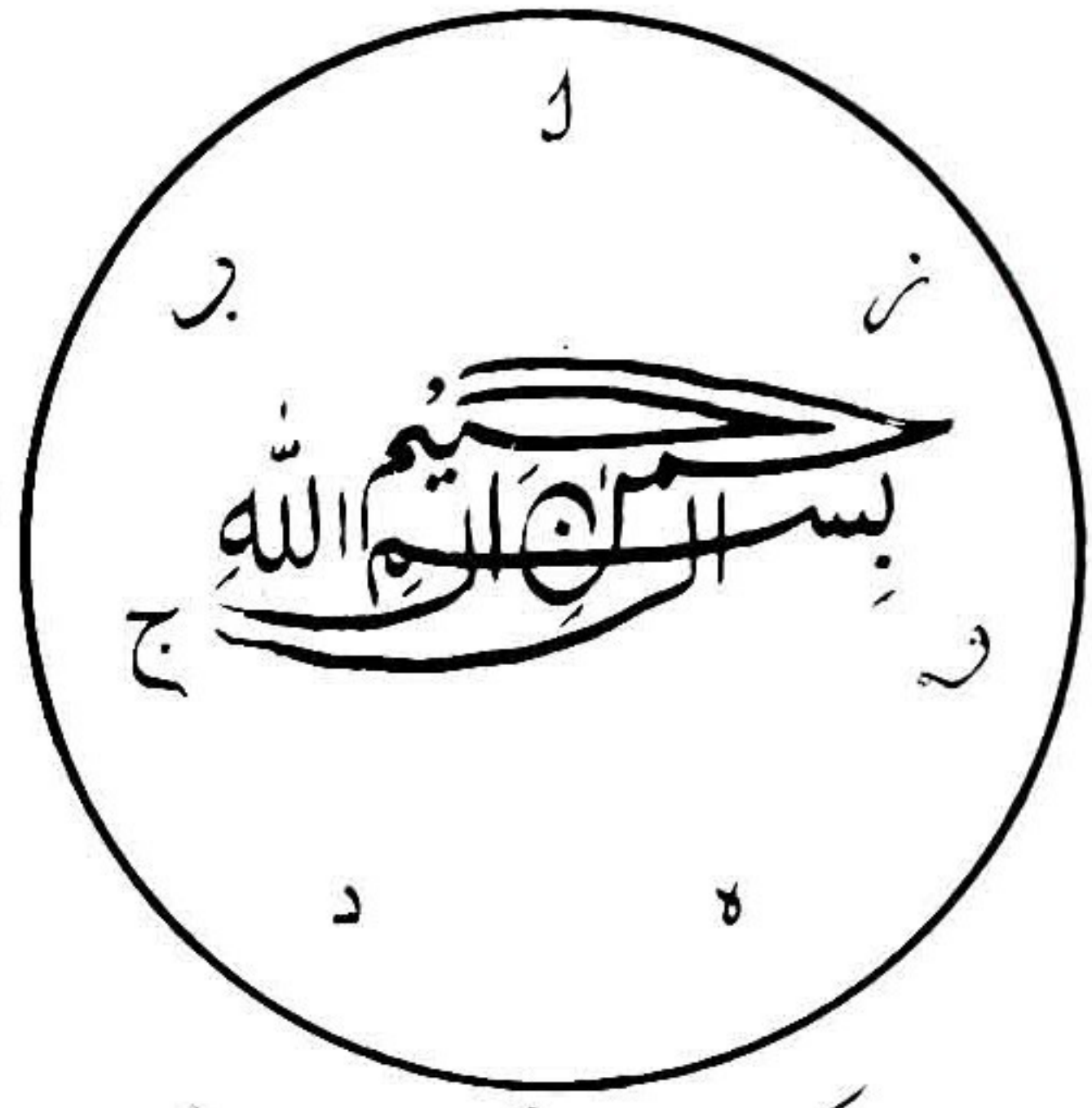

(ا) چشمۂ اوّل میں جو 'لام' کی طرف ہے، تین سو اسماء، جو زبور میں درج ہیں، ملاحظہ فرمائیں:۔

(ب) رحمٰن کے نام کے اسرار کتبِ انبیا میں ایک ہزار ہیں۔ اور ان کے علاوہ چار اور مذکور ہیں، جن میں ہمارے نبیؐ پر تسبیح کی گئی ہے۔

(ج) رحیم کے نام کے اسرار ایک ہزار ہیں جن کی تسبیح ملائکہ کرتے رہتے ہیں۔ اور ہر اسم کا تعلق ایک دوسرے کے خط سے معلوم ہوگا۔

marfat.com

(۵) چشمۂ ثانی میں تین سو اسماء ہیں کہ اُن کا ذکر انجیل میں ہے اور اللہ کے نام میں چار اندیا کا زاید ہے ہمارے نبی پر سلام و درود۔

(۵) لام ثانی میں تین سو اسماء ہیں، کہ اُن کا ذکر توریت میں موجود ہے۔

(۹) اور لام اوّل میں قرآن میں مذکور ۹۹ نام ہیں۔ اور یہ تمام اسماء پر محیط ہیں۔

(۱) لام کے ساتھ میم کے اتصال سے اسم اعظم ملاحظہ ہو کہ الف میں تمام اسماء جمع ہیں۔

اور جان لینا چاہیے کہ اسم رحیم کے ایک ہزار اسرار بھی الف اور لام اوّل مندرج ہیں۔ کیونکہ اسم رحمٰن کے مراتب لام اور الف کے حقائق کے مظاہر ہیں، اور اسم رحیم کے مراتب، لام کے حقائق کا ظہور ہیں، اور حقیقت میں تمام اسماء کا رجوع الف ہے، کیونکہ یہ غالباً اسم اعظم کا مظہر ہے۔ اس مختصر کو ہمیشہ ملاحظہ کیا جانا چاہیے۔ اگرچہ ان سب کا ملاحظہ علم حضوری سے ہے۔ تاہم جس قدر میسر آجائے، قرأتِ تسمیہ کا ملاحظہ غنیمت ہے۔ دوسرا یہ کہ ابیاتِ تسمیہ کے بارے میں سمجھنا چاہیے، کہ الف لام اور میم سے مراد ذات، صفات اور کمالات ہے۔ الف سے مرتبۂ ذات اور لام سے مرتبۂ صفات، اور میم سے مرتبۂ کمالات۔ اور اس کے ساتھ پہلے بیت یعنی "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" میں الف لام میم کے نقطۂ تدویر میں (گولائی) میں ذات کا بیان ہے، اور نقطہ، اور دائرہ، اور محیط کہ جو لکھا گیا ہے، اطاعتِ ذات کی مثال ہے۔ کیونکہ تسمیہ کو اس معنی میں الف لام میم کا نقطہ تدویر کہا گیا ہے، اور تدویر کا ذکر محیط کے ساتھ رمز یہ ہے، کیونکہ ذات کا مرتبہ، صفات اور کمالات کے تمام مراتب کا سردار ہے اور دونوں مراتب بے کیفی کے تابع ہیں۔ چنانچہ نقطہ سردار اور مقدم ہے۔ اس لحاظ سے کہ وہ دائرہ کے وجود اور اس کے محیط کی حقیقت ہے، اور چونکہ تسمیہ اللہ تعالےٰ کی ذات کا مظہرِ کامل ہے۔ اس لیے تسمیہ (یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کو کمالِ ذات کے مظہر کی حیثیت سے

نقطہ قرار دیا گیا ہے۔ اور اِن تینوں حروف مقطعات کو اس کے ماتحت کیا گیا ہے۔ کہ سبعہ عالف درمیان میں لایا گیا ہے اور دوسرے بیت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم الف۔لام میم کے محیط کا نقطہ ہے۔ چونکہ اگر یہ ذات کی نسبت سے کمالات کو مرتبہ نقطہ حاصل ہے، لیکن کمالات کی نسبت سے خود بمنزلۂ نقطہ ہے۔ اور چونکہ کمالات کو محض پوشیدہ رکھا گیا ہے اور ذات و صفات ظاہر، اس لیے نقطہ سے ذات کو اور محیط سے صفات کو یاد کیا گیا ہے اور محیط کا ارشاد کمالات کی طرف خطاب کرنا ہے اور تیسرے بیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں الف لام میم کے نقطہ کے دائرہ کا ارشاد کمالات کی طرف ہے۔ اور چونکہ کمالات صفات کے اندر درج ہیں، اور دائرہ بھی نقطہ اور محیط کے درمیان درج ہے، اس لیے کمالات کو دائرہ میں بیان فرمایا گیا اور چونکہ ذات، صفات اور کمالات میں بے کیفی کی نسبت ہے، تینوں ابیات میں الف لام میم لائے گئے ہیں، حالانکہ خصوصیت کے لحاظ سے ہر ایک حرف میں "لاہو" اور "لاغیرہ" سے حضرت جیو قدس سرہ کی مراد یہی ابیات مفصل ہے۔

آن جناب نے اِن ابیات کے معنی خوب سمجھے ہیں اور اس مختصر کو اس تفصیل کے ساتھ جمع کر کے حاضر ہوئے ہیں۔ چونکہ تسمیہ کے گرد حرف اللہ اور دوسرے اسماء ہیں جن کا تسمیہ میں اشارہ کیا گیا ہے، تین ہزار اسما کا اندراج کیا گیا ہے۔ اس لیے ہر ایک حرف اور اسم پر سے خاص خط کھینچ دیا گیا ہے۔ شاید اس کے دیکھنے سے سمجھ میں نہ آئے۔ اس لیے اس بات کو تفصیل سے عبارت میں بیان کرتا ہوں۔

تسمیہ میں اللہ کا نام ہزار اسماء کا جامع ہے اور یہ چہار انبیا یعنی حضرت سرور کائنات، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام

پر سلام و درود) اس نام کی تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ ۹۹ نام جو تمام کے تمام اسماء سے مشتق ہیں الف لام میں درج ہیں۔ لیکن غالباً پہلے لام میں اور تین سو تسبیحی نام ان کی تعلیم حضرت موسےٰ کو دی گئی توریت میں مذکور ہے۔ اور لام ثانی میں صفت کے کمالات ہیں۔ اور تین سو اسماء، جن کی تسبیح کا حکم حضرت داؤد کو دیا گیا تھا زبور میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ چشمہ اول "ھ" کے کمالات حقیقت میں اسم اللہ میں ہیں، جو لام کی طرف ہیں اور تین سو نام، جن کی حضرت عیسیٰ تسبیح کیا کرتے تھے انجیل میں درج ہیں۔ اور حرف "ھ" کے چشمہ ثانی میں جو طرف رحمٰن ہے۔ حروف درج ہیں۔ اور چشمہ ثانی کے کمالات حقیقت حروف ہیں۔ اور اسم اعظم الف اور لام اوّل میں ہے، لیکن غالباً اسم اللہ کے الف میں ہزار نام درج ہیں، جو اسم اللہ کے بیان میں آئے ہیں۔ ایک ہزار اسماء جو چار مذکورہ انبیاء کو تسبیح کے لیے دیئے گئے، وہ اسم رحمٰن کے اسرار ہیں۔ اور اُن کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں اور ایک ہزار اسم جن کی تسبیح کی جاتی ہے، اسم رحیم کے کمالات ہیں۔ اور اسم رحمٰن کے مراتب لام اور الف کے حقائق کے مظاہر ہیں۔ اور اسم رحیم کے مراتب لام اور ہا کے حقائق کے ظہور ہیں۔ اور تمام اسماء جو تعداد میں لاانتہا اور ان گنت ہیں، اللہ کے الف سے رجوع کرتے ہیں، جو غالباً اسم اعظم کا مظہر ہے۔

چنانچہ اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ جو کوئی تسمیہ پڑھتا ہے، بظاہر تمام اسماء کو پڑھ لیتا ہے۔ اندراج کرنے میں اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اضطراراً اور دوسرے جہلاً۔ ہم میں سے بعض عالم ہیں اور بعض جاہل۔ اور یہ فرق مراتب ہر ایک کے لیے ہے، جبر یا تو جماعت کی تقلید کے لیے اضطراری طور پر بولا جاتا ہے، یا اختیاری طور پر۔ اور اسی طرح بزرگی کے بھی تعلیم مرشد کی وجہ سے دو مرتبے ہیں،

جیساکہ پہلا تادی امکانی ہے، اور یہ بھی تقلیدی ہے، اور ان دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے، یا حضوری تیری یا علمِ حضوری، اطلاق ہے ہے۔ اور یہ عارف ہے جو تسمیہ کا کلام حضورِ علم سے کرتا ہے، اور تسمیہ میں تمام اسمائے الٰہی حقیقی طور پر بغیر گنتی اور جز کے شامل ہیں۔

آپ پہلے بے انتہا انتظار کے بعد فقیر کو ملا جو کچھ میری ناقص فہم میں آیا اور جو کچھ میں نے حضرت پیر جیو سے سمجھا، اسے پیش کر دیا۔ اس نعمت کی تحقیق کے لیے دور و نزدیک سے لوگ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔

مکتوب: ۱۱۳

آیا۔ عزیز نے نام لکھا گیا۔

اگر سالک نے تمام لطائف کی سیر کر لی ہو، اور ہر ایک کی حالت کو پہچان گیا ہو، اور اس کی نظر اوپر کے عوالم چلی گئی ہو، تو پھر جب وہ چاہے گا کہ اسی طریقے سے دوبارہ نزول کر کے اس کی تفصیل معلوم کرے تاکہ اس طریقہ کی خصوصیت میں شامل ہو جائے، تو وہ تبرک کے طور پر پانچ روز تک ہر ایک لطیفہ کی سیر کرے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی نقطہ پر مبتلا ہو کر نہ رہ جائے اور اگر اسمِ ذات کی تکرار میں زبان اور دل کو اس بے کیفی کی طرف متوجہ رکھے جسے اس نے حاصل کیا ہو، تو یقین ہے کہ وہ فنا ہو جائے گا۔ اس کے بعد جب اسمِ ذات کی یادداشت پر پہنچ جائے، تو رفتہ رفتہ اس طرح عروج کرے گا کہ نظر اسم پر ٹھہر رہے گی، اور اس کا مسمّٰی محض بے لیف ہوگا۔ فکر میں نظر اسم پر ہوگی اور توجہ کو پیش نظر رکھے گا۔ اور اسم کی یادداشت میں۔ نظر اسم سے ہٹ کر مسمّٰی پر ہوگی اور جب بے کیفی پر نظر مضبوط ہو جائے گی تو

نظر سالک سے اوجھل ہو جائے گی، اور اس کا تعلق جسم کے پرے سے ہو جائے گا۔ اور جب یہ ہم سے پرے متوجہ ہو گی، تو پھر یہ نظر روحانی ہو گی۔ اور اگرچہ یہ مراتب بے کیف ہوں گے پھر بھی ایک طرح داخلِ وصل ہو گی۔ اور اس مرتبہ کو نفسِ ولایتِ خاصہ کے عاملوں سے منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ فضل خاص ہے۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اسی مقام پر کئی کئی سال گزر جاتے ہیں۔ اگر مرتبہ رضا حاصل ہو تو اس مرتبے سے کسی کو توجہ کے ذریعے اور اکثر کو تعلیم کے ذریعے باہر نکال لیتے ہیں۔ سالک اس کی تعلیم سے آگاہ ہوتا ہے، اور صاف صاف دیکھتا ہے کہ میرا ہم فی المواقع نفلی وصل تھا۔ اور جہاں تک ہمارے علم میں ہے، اگرچہ یہ مرتبہ معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل سایہ ہوتا ہے اور در سمجھ جاتا ہے کہ میں کسی کے بغیر کسی اور میں اُلجھا ہوا ہوں، اور حق کے فیض سے مُرشد کی توجہ خفی سے یا تعلیم جلی سے اس شہود معلوم کی نفی میں جو سرتاپا سایہ ہے، کوشش کرتا ہے۔ جو کچھ ملتا ہے، وہ دانش ہے اور حقیقت میں نفی کے تحت، لا ہوتا ہے۔ اگرچہ نفی شہود حاصل ہوتی ہے، لیکن آخر کار ایک طرح بے کیفی کے لباس میں اس کی معلومات میں پوشیدہ ہو جاتا ہے، کیونکہ اس بے کیف نمائی کی وجہ سے وہ اس کا دامن نہیں چھوڑتا۔ جب تک یہ سالک سایہ کی مزاحمت میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کی نفی کرنے میں لگا ہوتا ہے، وہ نایافت کا طلب گار ہوتا ہے اور جب اکثر سایوں کی مزاحمت سے فارغ ہوتا ہے سوائے آخری سایہ کے، جو نورانیت کی توجہ کا مطلوب ہوتا ہے، تو اس کو صاحبِ نایافت کہتے ہیں۔ اور وہ صاحب ولایتِ اخص ہوتا ہے اور اس پر فضلِ اخص ہوتا ہے۔ پہلے مرتبہ میں متوسط، اور دوسرے میں منتہی اخص۔ یہ مقام برزخ کا ہے۔ جو ولایتِ الخاصیہ اور ولایت خاص الخواص کے درمیان ہے اس مقام پر مرتبہ نایافت میسر ہوتا ہے۔ لیکن نایافت

کی حقیقت غیر حاصل ہوتی ہے اور وہ صفات سلبیہ سے (۳) نے والا ہوتا ہے۔ اور سلب سے کام میں نقصان ہوتا ہے، اگرچہ اثبات سے مقصودِ حقیقی معلوم ہوتا ہے، لیکن ابھی خاص الخواص کا فضل میسر نہیں ہوتا، اس مرتبہ سے نکل کر اثباتِ حقیقی تک پہنچا دے۔ ولایتِ خاصہ میں [illegible] ہوتا ہے اور اس مقام میں حصول خفی، کیونکہ حضوری کا لباس پہن کر سالک اس طرح مستعد ہوتا ہے، کہ لباس کی حضوری کو بھی نفی میں شمار کرتا ہے، لیکن حضورِ حقیقی سے پوری طرح باخبر ہوتا ہے ع قلم این جا رسید سر بشکست (قلم یہاں تک پہنچا تھا کہ اُسکا سر ٹوٹ گیا۔)

دوسرا جواب

تجددِ امثال کے جواب میں، کہ ثواب و عذاب کی خاطر ان کی توجیہات کی گئی ہیں لیکن ان توجیہات کے باوجود نفس مرنے کے بعد نفس یا ذات کی حیثیت سے کوئی خبر نہیں دیتا سوائے اس المتجدد کے، جو مرنے کے بعد متجدد الاوّل کے علاوہ ہو اور یہ بیان، بیان اللسانی پر مبنی ہے اور چونکہ تجددِ امثال کا مسئلہ مشکل اور نازک ہے، اور صاحبِ حصول کا ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچتا، خواہ متجدد کا مشاہدہ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اس لیے مشاہدۂ تجدد اور علم کے باوجود اس کی کیفیت صحیح طور پر اہلِ حق اور اصل صاحبانِ علمِ حضوری کے سپرد کر دینی چاہیے۔ تجدید پر اعتقاد رکھنا چاہیے، اور عذاب و ثوابِ اخروی کا قائل ہونا چاہیے۔ اور دعلم کیفیت جس کو عذاب و ثوابِ اخروی کا پیدا کرنے والا سمجھنا چاہیے، اللہ تعالےٰ کے سپرد کرنا چاہیے تاکہ صوفیا اور علماء نے ظاہر دونوں کی بات درست ثابت ہو۔ والسلام۔

مکتوب: ۱۱۴

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

خدائے تعالےٰ کی حمد اور اس کے رسول پر درود و سلام کے بعد اور سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ آپ کا شفقت نامہ موصول ہوا۔ اور اس نے اللہ تعالےٰ کی عنایات سے اپنے اور یارانِ محفل کے بارے میں اطلاع دی۔ میرے عزیز، اس فقیر کی طرف سے اگرچہ دعا کا کارہ ہے اور اس کی وجہ سے فقرا کا نام باعث ننگ ہے، یہ سمجھ لینا چاہیے کہ تمام انبیا ذاتِ جامع صفات سے واصل ہیں سلسلہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متابعت کی وجہ سے۔ اسی طرح اللہ کے نام کا الف قابلِ اطاعت ہے۔ اور دوسرے تینوں حروف اس کے مطیع ہیں چنانچہ قابلِ اطاعت کو الف کے حرف سے اطاعت حاصل ہوتی ہے۔ اور اطاعت کرنے والوں کو باقی حروف کے بارے میں اس لیے جان لینا چاہیے کہ اللہ اسم ذاتی ہے اور رحمٰن و رحیم اسم صفاتی ہیں، چنانچہ تمام انبیا کے وصول کے باوجود اور سب کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہونے کے باوجود بعض کا وصولِ ذاتی غالب ہے۔ ان کو غالباً اسم ذات کے حرف سے حصہ حاصل ہے۔ اگرچہ انہیں اسم صفاتی کا کچھ حصہ بھی حاصل ہے، اور یہ نسبت زیادہ تر حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو حاصل ہے۔ لہٰذا وہ اسم ذات کے ہر حرف کے اسرار سے بہرہ یاب ہیں اور چونکہ ان کی نسبت دوسروں کو وصول صفاتی کا حصہ زیادہ حاصل ہے، اس لیے وہ اسم رحمٰن اور اسم رحیم سے زیادہ بہرہ ور ہیں۔ اور ان کی مبارک کتابوں میں ان دونوں متبرک ناموں کے اسرار کا ذکر زیادہ ہے، اسی طرح چونکہ اللہ کے نام کی حقیقت

متبوع ہے اور دُوسرے حروف تابع ہیں۔ اور ذات متبوع ہے اور صفات تابع، اس لیے مجبوراً ذاتِ جامع صفات، کا وصول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حصّے میں آیا ہے، اور اُنکی نسبت سے چونکہ دُوسروں کو صفات سے جو تابع ذات ہیں حصّہ ملا ہے، اس لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے وہ صفات سے منسُوب ہوئے ہیں، اگرچہ انہیں وصولِ ذاتی بھی حاصل ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے تین ہزار ناموں کی تفصیل حق تعالےٰ کو ہی معلوم ہے۔ یا حضرت کو اللہ تعالےٰ کی تعلیم خاص کے ذریعے حاصل ہے۔

مکتُوب : ۱۱۵

جناب میر محمد کے نام لکھا گیا۔

آپ کے نوازش نامہ سے یہ گنہ گار بے حد مستفید ہوا۔ اور اس کے مطالعہ نے حیران کر دیا، کہ اس قدر متقی انسان، صاحبِ فنا لوگوں کے متعلق بے موقع باتیں کرتا ہے۔ اور اپنا وقت ضائع کرتا ہے۔ ہم جیسے کم حوصلہ لوگوں کے لیے تو پُر حکمت ہونا چاہیئے تھا، کیونکہ غیبت آمیز بیان سے بہت صدمہ ہوا۔ لیکن جب آپ جیسا صاحب وعدہ شخص ستّر بار خُدا کے ساتھ باتیں کرتا ہو، تو سکوت کو ضرور سمجھ کر وعدہ پر قائم رہنا چاہیے۔ وعدہ کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک وعدہ الہامی، جو مخصوص ہوتا ہے اور دوسرا وعدہ لوحی جو عام ہوتا ہے۔ ہر وعدہ الہامی خاص ہوتا ہے، جو عارفوں کے لیے مخصُوص ہے اور وہ پُورا ہو کر رہتا ہے۔ وعدہ لوحی عام ہوتا ہے، ہر ایک کے لیے، چنانچہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے بعض لوگ بعض کی غیبت کرتے ہیں۔ اور اُسکا ترک کرنا جس کا سب کو حکم ہے۔ لازم ہونا

چاہیئے ۔ بزرگوں نے فرمایا ہے، زبان تو درکنار اگر دل کے اندر بھی اس کا خیال آئے ، تو وہ بھی ایک مسلمان کی غیبت ہوگا۔ پس قلم اور زبان کی تو بات ہی مشہور ہے ۔ بس اسی پر ختم کرتا ہوں، کہ عاقلوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

مکتوب : ۱۱۶

میر محمد جیوؒ کے نام لکھا گیا۔

معلوم ہونا چاہیے، کہ حضرت ایشاں کلاںؒ نے اپنے ایک مکتوب میں، جو قلب کی تحقیق کے بارے میں ہے، اس کا بیان مختصر طور پر کیا ہے۔ میں اللہ تعالےٰ کی مدد سے اس کی تعبیر وضاحت سے بیان کرتا ہوں۔ انہوں نے اس طرح فرمایا ہے۔ کہ حضرت ایشاںؒ کا دل ایک مرتبہ ہے، اور اس دل کے دائرے میں چار اور دل ہیں، دائرہ در دائرہ۔ چنانچہ پہلا دل چھ لطیفوں پر مشتمل ہے، یعنی لطیفۂ نفس اور لطیفۂ قلب تو یہیں ہی۔ لطیفۂ روح، لطیفۂ سرّی، لطیفۂ خفی، اور لطیفۂ اخفیٰ بھی ہیں۔ ہر مذکورہ قلب میں مذکورہ لطائف موجود ہیں لیکن اس قلب میں جو پہلے قلب کے بعد ہے، تنگی کی وجہ سے لطیفۂ نفس اور لطیفۂ اخفیٰ ظاہر نہیں۔ اور تیسرے قلب میں لطیفۂ خفی بھی ظاہر نہیں اور چوتھے قلب میں لطیفۂ سرّی بھی ظاہر نہیں، اسی طرح پانچویں قلب میں لطیفۂ روحی بھی ظاہر نہیں۔ اور یہ آخری قلب۔ جسے پانچواں قلب کہا گیا ہے، سوائے اس قلب کے، جس کی طرف تمام قلوب ہیں، کوئی اور دکھائی نہیں دیتا۔ اور جو کچھ تمام قلوب میں، اسرار و روایات کی طرح کا ظاہر ہے، اس پانچویں قلب میں عارف پر ظاہر ہوتا ہے، اور اس مرتبہ کو باقی تمام مراتب کی انتہا سمجھا جاتا ہے، اور اس کی مظہریت کے لائق اور کمال کی مناسبت کے اعتبار

marfat.com

سے کسی اور شے کو پیدا نہیں کیا گیا، انہوں نے اسے نہایت عمدہ طریقہ سے بیان کیا ہے، تاہم حضرت پیر دستگیر بنوریؒ کی تحقیق کے مطابق اس بیان کی انتہا سے جو پانچویں لطیفہ قلب کے بارے میں ہے اور ولایتِ ملائے اعلےٰ تک جو نبوتِ انبیا کے تحت ہے، ولایت اخص کے نام سے موسوم ہے، اور ولایتِ کمالاتِ انبیا کے بیان کے بارے میں خاموش ہے۔ اللہ ہی اس راز کو جانتا ہے، اور اس کا بیان نہیں ہوگا۔

حضرت بنوریؒ (اللہ اُن کے راز کو پاک کرے) کی اصطلاح کے مطابق قلب چھ ہیں۔ پہلا قلب حقیقتِ انسانی ہے، اور باقی تمام قلوب کی اصل اس کے تحت ہے۔ اور دُوسرے پانچ قلُوب، پہلے قلب کے سایہ میں ہیں، اس لئے ولایتِ عامہ کا تعلّق دیکھنے میں قلبِ اوّل سے ہے اور اس قلب اوّل کا ظرف مُضغہ ہے۔ اور ولایتِ خاصّہ کا سایہ اس قلبِ اوّل سے متعلّق ہے، اور نفسِ ولایتِ خاصّہ کے صاحبانِ کمال، قلبِ ثانی سے، جس کا ظرف قلبِ اوّل ہے، تعلق رکھتے ہیں اور نفسِ ولایتِ خاصّہ کے اہلِ کمال تیسرے قلب سے تعلق رکھتے ہیں، اور ظاہر ہے ولایتِ اخص کے صاحبانِ کمال اس چوتھے قلب تک، جس کے ایک طرف تیسرا قلب ہے، پہنچتے ہیں۔ اور وہاں سیر کرتے ہیں اور نفسِ ولایت، جو ولایتِ ملائے اعلےٰ کے نام سے مشہور ہیں، کے صاحبانِ کمال پانچویں قلب کے لوگ ہیں کہ اُن کے ایک طرف چوتھا قلب ہے۔ اور پانچویں قلب کے لوگ تمام چاروں نچلے مراتب کو طے کر کے اصل کی طرح صاحبِ مرتبہ ہو جاتے ہیں۔ اور چاروں نچلے قلوب کے مراتب حاصل کر لیتے ہیں۔ اور ظلّ تک پہنچ جاتے ہیں، اور پھر نچلے سایوں سے علاقہ پاکر وصل سے وصل تک اور یافت سے نایافت تک پہنچ جاتے ہیں، اور

marfat.com

صاحبِ کمال ہوجاتے ہیں، گویا وہ اپنے نچلے مرتبوں سے سو مرتبہ اُوپر اُبھر چکے ہیں، اور حصُولی کی یافت، سے اس میں کوئی لُو نہیں رہتی، لیکن نایافت کے بار حُضُور، توجہ کی لُو باقی رہتی ہے۔ کیونکہ علمِ حضُوری کے ظہُور کے بعد توجہ سے قطعِ مطلق ضرُوری ہے۔ اور ایسا شخص نفسِ ولایتِ اخص کا عالی منزلت صاحب ہوتا ہے اور یہ ولایت انبیاؑ کا خاصّہ ہوتا ہے، اور علمِ حصولی اور علمِ حضُوری کے مرتبے میں برزخ کی طرح ہے۔

اسی لیے حضرت پیر دستگیر بنوری قُدس سرّہ نے اس مرتبے کے حق میں فرمایا ہے کہ پوشیدہ توجہ سے وہ رنگ کی طرف متوجہ ہوتا ہے البتہ ایسے عالی ہمت کا کوئی ثانی نہیں ہوتا، چنانچہ چھٹے قلب والے کا مرتبہ، کہ وہی حقیقت انسانی ہے، پچھلے تمام پانچوں قلوب سے واصل ہوتا ہے اور کمالاتِ ولایت انبیا، اور کمالاتِ نبوّتِ انبیا کے صاحبان کا خاصّہ ہوتا ہے (ہمارے نبیؐ اور تمام نبیوں پر سلام و درُود) اور چونکہ یہ دونوں مرتبے تمام نچلی ولایتوں میں شرف رکھتے ہیں، اس لیے ان دونوں مرتبوں کے صاحبان قلبِ وصلی پر ہوتے ہیں۔ اور یہ شرافتِ حقیقت، میں مرتبہ نایافت کو پہنچ کر، علم حصُولی سے گزر کر، علمِ حضُوری سے، حضُورِ علم اور حضُور در حضُور پہنچ جاتے ہیں اور تمام قلوبِ تحتانیہ کے مالک ہوکر تمام قلُوب کو آخری قلب کے رنگ میں رنگ دیتے ہیں، اور ان قلُوب میں علمِ حصُولی کی لُو تک نہیں چھوڑتے۔ سوائے علمِ حضُوری کی مظہریت کے، اور ان تمام چھ لطائف کے حقائق و معانی کے مالک بن جاتے ہیں لیکن ان پانچوں قلُوب میں علم حصُولی کی بدولت ان مراتب کے حقائق کی اطلاع ہو جاتی ہے، اور اس آخری دل کے مالک کو تمام اُوپر اور نیچے کے حقائق کا علم ہو جاتا ہے۔ اور دونوں میں بڑا فرق ہے ع بہ بیں تفاوتِ رہ از کجا ست

تابکجا (اور دیکھئے ان دونوں میں کہاں سے کہاں تک کتنا فرق ہے)، اور وہ جو لطائفِ خمسہ کی پوشیدگی کا قلب کے علاوہ مختلف مقامات میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی تحقیق یہی ہے

مکتوب : ۱۱۷

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

اے ہمارے ربّ، حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ایک وسیلہ، فضیلت اور بلند درجہ عطا کر، اور انہیں وہ مقامِ محمود دے جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے، اور قیامت کے دن ہمیں ان کی شفاعت عطا فرما۔ بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مقامِ محمود اور "مقام نصیرا" کے دو مرتبے ہیں۔ ایک وہ مرتبہ جو آنحضرتؐ کو زندگی میں دنیا ہی میں عطا ہوا۔ اور اس مرتبے کے پھر دو حصے ہیں۔ کمالِ مرتبۂ نصیرا اور کمالِ مرتبۂ بصیرت، سرّی، آنحضرتؐ کو دائمی طور پر عطا کیے گئے۔ اور یہ بصیرت تمام انبیا میں عام اور آنحضرتؐ میں خاص ہے۔ دوسرا مرتبہ رویتِ بصری کا ہے، جو آپ کو معراج میں میسّر ہوا۔ اور آنحضرتؐ کو اس مرتبے سے سرفراز کیا گیا۔ چنانچہ اسی کی دو شانیں، سرّی اور بصری ہیں یعنی بصیرت اور رؤیت۔ اس مقام پر آنحضرتؐ نے فرمایا "اللہ سے میرے تعلق کا ایسا وقت آتا ہے، جب کوئی مقرب فرشتہ، کوئی نبی اور کوئی مرسل وہاں نہیں ہوتا"۔

اور جو دائمی ہے، وہ مقامِ محمود ہے۔ جس کا آنحضرتؐ سے وعدہ کیا گیا ہے اور یہ دعا آنحضرتؐ کی وفات کے بعد کی ہے، اور مرتبۂ شفاعت میں ہے، جو امت کے حق میں آخرت میں بوقتِ حساب ہے۔ اسی وقت کسی شخص کو شفاعت کی اجازت

نہیں ہوگی. تمام دوسرے انبیا اور اولیا خدا کے حضور "نفسی نفسی" کہہ رہے ہوں گے اور آنحضرتؐ "اُمتی اُمتی" پکار رہے ہوں گے. اللہ اللہ کیا بزرگ شان ہے. اور یہ جو بعض فقرا کہتے ہیں کہ عرش کے اُوپر دو مقام ہیں. تو یہ ایک کمزور بات ہے، جس جگہ آنحضرتؐ معراج کے وقت پہنچے ہوں گے. وہاں نیچے اور اُوپر کے مقام کی کہاں گنجائش ہو سکتی ہے. پس اسے سمجھنے والو، بات کو سمجھو.

مکتوب : ۱۱۸

ایک عزیز کے نام لکھا گیا.

اللہ تعالےٰ آپ کو سلامت رکھے. فُقَرا کے مراقبہ کی تحقیق کے بارے میں پُوچھا گیا تھا. معلُوم ہونا چاہیے کہ مراقبہ کی چار قسمیں ہیں. مراقبہ کی صُورت ہے، معنی ہیں، حقیقت ہے، اور حقیقت الحقائق ہے. مراقبہ کی صورت یہ ہے کہ دل کا ذکر جاری کرنے کے لیے سر کو جُھکا لیا جائے. مراقبہ کے معنی انتظار کرنے کے ہیں، اور اس کے دو مرتبے ہیں ایک ولایتِ خاصّہ میں یعنی تجلّیات کے وارد ہونے کا انتظار، دوسرا ولایت اخص میں یعنی نایافت کی حقیقت کا انتظار اور مراقبہ کی حقیقت علم حضُوری میں اور حضُورِ علم میں ہے کہ وہ ولایتِ انبیا میں ہے اور حقیقت الحقائق یہ ہے کہ حضُور در حضُور میں ہُوا جائے اور یہ نبوّتِ انبیا کے کمالات میں سے ہے. ہمارے نبی اور تمام انبیا پر سلام و درُود.

معلُوم ہونا چاہیے کہ انتظار کا مطلب توسّط میں ہے، اور ظلال، حقیقت اور حقیقت الحقائق، انتہائے حقیقی میں ہیں. اور یہی اصل مرتبہ ہے. اس لیے جن عزیزوں نے مراقبہ کے مطلب کو صرف انتظار پر ٹھہرایا ہے، انہوں نے صرف ولایتِ خاصّہ کے مراقبہ کا ذکر کیا ہے اور مراقبۂ ولایتِ انبیاء اور کمالاتِ

نبوّتِ انبیاء کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ کیونکہ اکثر ولایت خاصّہ سے ہی گزرے ہیں اور بہت کم نے اُوپر کی ولایتوں تک رسائی حاصل کی ہے اور "نادر معدوم ہوتا ہے" کے مصداق اُن کا بیان حذف کر دیا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ہی صحیح علم رکھتا ہے۔

مکتوب: ۱۱۹

عالی قدر بیگم جیوؒ کی خدمت میں تحریر کیا گیا۔

اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔ کہ عالی قدر مکرّمہ حضرت بیگم جیوؒ کا نوازش نامہ مبارک وقت پر موصول ہوا اور اس سے ذات مبارک اور برخوردار عالی قدر خواجہ محمّد یوسف جیؒ اور چھوٹی بیگمات کی خیریت [illegible] اور اطمینان قلب حاصل ہوا۔ بالخصوص یادِ حق کے بیانِ شوق سے اطاعت گزاروں کی خیریت معلوم ہوئی۔

چاہیے کہ اللہ (جل جلالہٗ) کے نام کو دل پر نقش کیا جائے اور سر کو نیچا کر کے، زبان کو تالو سے چپکا کر، پوری طرح یقین کر کے اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جائیں۔ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد آفتاب کے ایک نیزہ بھر اوپر آ جانے تک اسی طرح متوجہ رہیں۔ اور تقویّتِ ذکر کے لیے کلمہ طیبہ 'لا الٰہ الا اللہ' کا وِرد بھی نمازِ اشراق کے بعد کریں، اور یہ اس طرح ہو کہ آنکھیں بند کر کے، خیال کی نظر ناف پر ڈالیں۔ 'لا' کے لفظ کو ناف سے اُوپر کھینچ کر اپنے سانس کو بند کر کے اس کی مدّ کو سینے کے راستے پیشانی تک لے جا کر 'اللہ' اشارہ دائیں طرف خیال کریں اور لا الٰہ کا مطلب 'غیر حق' کی نفی میں تصوّر کر کے 'اِلّا اللہ' کو دائیں بازو سے کھینچ

کر دل پر جو بائیں پستان کے نیچے ہے، خیال میں ضرب لگائیں، اور مطلب یہ لیں کہ میرا مقصود اللہ ہے، اور سانس کو ناک سے گزار کر قلب کے اوپر اللہ کے نقش کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اس کے بعد پھر خیالی نظر ناف پر ڈال کر سانس کو روک کر لا الہ کو اوپر کھینچیں۔ اس طرح نمازِ اشراق کے بعد مسلسل اکیس بار کر کے دعا پڑھیں اور زبانی وظیفہ جتنا ہو سکے، کریں۔ اگر شوق ہمت دے، تو اسی طرح پھر اکیس بار سانس کھینچ کر اور دل کو ہر شے سے خالی کر کے دعا کریں۔

مکتوب : ۱۲۰

صوفی بلند ساکن جلال آباد کو تحریر کیا گیا۔

متفق و مہربان جناب صوفی صاحب، سلام کے بعد عرض ہے۔ کہ حضرت پیر دستگیر میاں محمد شریف جیو نے اللہ ان کے راز کو پاک کرے اس عبارت میں جو کچھ بیان فرمایا ہے، وہ صاف صاف ہے۔ اس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ اور عزیز نے اس کی جو شرح لکھی ہے۔ وہ بھی عارف کی نسبت سے اور عارف کی نظر سے ہے۔ اور ذات و صفات کی حقیقت کی نسبت سے بالکل خاموش ہے۔ جیسا کہ حضرت پیر دستگیر فرماتے ہیں۔ رباعی ؎

حق ہستیِ مطلق است بالذات وصفات — باوی زقیاس و جملگی مفہومات
عینیت و غیریت، مفہوم الکیف — او پاک تراز تحقیق ایں اطلاقات

(ترجمہ) حق اپنی ذات و صفات کے ساتھ ہستیِ مطلق ہے۔ اس کے بارے میں یہ قیاسات اور مفہومات، عینیت، غیریت اس کی ذات سے دور ہیں۔ اور کیف کے مفہوم سے پرے ہیں۔ وہ ان تمام اطلاقات سے پاک ہے۔

چنانچہ اس رباعی کے مطابق حضرت میاں محمد شریف جیو نے نور کو لاھو، اور لاغیرہ، کی صفات سے نسبت دی ہے۔ اور یہ درست ہے، لیکن نورِ ذاتی

کے ظہُور کو جو عینِ ذات فرمایا ہے وہ اُوپر درج شُدہ رباعی کے خلاف معلوُم ہوتا ہے. کیونکہ انہوں نے مذکورہ بالا رباعی میں کیا "عین" اور کیا "غیر" کے اطلاق کو مفہوم الکیف بیان فرمایا ہے. حقیقتِ ذات اَور ہے، اور حقیقتِ ذات وصفات اور ہے، صفات مفہُوم الکیف سے آزاد ہیں کیا "عین" اور کیا "غیر" اور اس میں کوئی کلام نہیں.

اور وہ جو لازمیہ اور متعدیہ کہا گیا ہے، وہ عارف کی نظر سے ہے. ذات وصفات کی حقیقت کی شان، اطلاقِ محض سے علیم وعالم حقیقی ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا، "اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے نہیں تھی. یعنی وہ اطلاق محض سے علیم اور عالم تھا اور اب تک جیسا تھا اسی طرح بلاتغاوت اور بلاقید وہ علیم وعالم ہے. اور یہ بات عارف پر اصلی علمِ لدنّی کے ظہُور کے بعد دو طرح سے ثابت ہوئی. ایک ذات وصفات کے حضُور در حضُور میں تعلقِ معلوم سے خلوُءِ محض کی بدولت اور دوسری صفات مع کمالات اور اس کے مقتضیات کے بلا کیف تعلقِ معلوم اور حضُوریِ علم اور علم حضُوری کے نقص سے، اور علمِ حضُوری کے ظہُور کی کیفیت سے جو علم حصُولی کے آئینہ میں عرفان کے لیے عرفان ہے.

چنانچہ حضرت محمدؐ شریف جیوؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی ذاتِ پاک کا ظہُور عارف کی نظر میں دو قسم کا ہے. آثار یا احکام کی حیثیت سے حقیقت الذات وجود محض ہے اور وحدتِ حقیقی سے ظاہر و اظہر ہے. یہ عارف کی نظر میں ظہُور ہے. اور ظہُور سے ظاہر تک پہنچنا ہے پہلے ظاہری صفات سے مراتب کی ترتیب کے حساب سے، اور حقیقی واحد کے مرتبۂ اطلاق میں کوئی ترتیب نہیں. اور پھر یہ کہ ذات نُورِ محض ہے اور صفات بھی نُورِ محض ہیں. اور نُورِ اوّل کو جو ذات ہے، نُورِ ثانی کے ساتھ جو نفس صفات ہے. "لاہوُ" اور "لاغیرہ" کی نسبت تحقیق شدہ

ہے۔ اور نُورِ اوّل کو جو ذاتِ محض ہے اپنے ساتھ عین کی نسبت نہیں دی جا سکتی، کیونکہ وہ مقولۂ کیف سے ہے۔ چنانچہ ہر دو عین کی نفی، اور ذات کے ساتھ سوائے صفات کی نسبت کے، اُسی طرح لازم ہے۔ جس طرح وحدتِ ذات کے مرتبہ میں عین کی نسبت کیفیّت کے اعتبار سے ممنوع ہے والسّلام۔

سوال کی قُربت کے اعتبار سے جواب اسی خط کی پشت پر تحریر کر دیا گیا ہے، اس سے کچھ اور نہ سمجھیں۔

مکتُوب : ۱۲۱

بیاں محمّد نافعؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

اللہ تعالےٰ کے اسم نافع کی مظہریّت کی وجہ سے آپ نافع المسلمین تسمیہ (بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم) کے مطالعہ سے دلی طور پر اُس سے کہیں زیادہ نفع حاصل کریں، جو آپ نے اپنے بیان میں فرمایا ہے اور حقِ سبحانہ آپ کو حروفِ مقطعات کے اسرار سے واقف کرے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ الف، لام، میم اللہ تعالےٰ کی ذات، صفات اور کمالات کے حقائق کے اسرار ہیں۔ تسمیہ شریفہ ان حقائق کا مجموعہ اور ان کا بیان کرنے والا، بہت درست ہے۔ اور یہ معنی کہ آپ جیسے حقائق آگاہ نے تیسرے شعر کے معنی میں جس میں مصنف نے تسمیہ کو الف، لام، میم کے نقطہ کا دائرہ فرمایا، فی الاصل الف۔ لام میم سے تسمیہ میں زیادتی بیان کی ہے۔ اس میں پریشانی اور تردّد کی کوئی بات نہیں، کیونکہ کسی شے کے مجموعہ میں اور اس کے بیان کرنے

والے کے درمیان کسی شے میں رمز کے طور پر زیادتی صریح ہے، اس لیے کہ رمز میں کسی شے کا ملانا، اور بیان کرنا سوائے اشارہ کرنے کے اور کچھ نہیں، اور تسمیہ میں صاف صاف زیادہ کرنے اور جزا دینے کے معنی درج ہیں۔ اور اس کے ساتھ مصنّف علیہ الرحمۃ کا ذکر کرنا مطلوب ہے۔ ان تین اشعار کے ذکر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حروفِ مقطّعات کے ہر حرف سے ذات، صفات اور کمالات کا الگ الگ مفہوم نکلتا ہے اور ہر حرف دوسرے حرف کی حقیقت کی زیادتی کی خبر دیتا ہے۔ اور تسمیہ شریفہ ہر حرف کی حقیقت پر زیادہ سے زیادہ حقیقی معانی کی اطلاع دیتا ہے جو "لاھُو" اور "لاغیرھُو" میں شامل اور بیان کرنے والے ہوتے ہیں مثلاً تسمیہ مرتبۂ ذاتیہ کی حیثیت سے صرف حقائق ذاتیہ کا نقطہ ہے، نیز حقائق دائرہ اور محیط دائرہ کا۔ اور دائرہ اور محیطِ دائرہ سے مراد مرتبۂ کمالات صفات ہے۔ یہ بے کیف اور بلا زیادتی پُل ہیں جیسا کہ اہل الکلام کہتے ہیں اور بے عینیت ہیں، جیسا کہ وہ اہل تصوّف کہتے ہیں، جو کثرت میں وحدت کے قائل ہوتے ہیں اور یہی تسمیہ کمالاتِ صفات کی حیثیت سے تفصیلاتِ ذات کے ظہور کا دائرہ ہے۔ اور وہی تسمیہ مرتبۂ صفاتی کی حیثیت سے الف لام میم کے محیط کا نقطہ ہے۔ یعنی ان کمالات کا جن پر دائرۂ تحتانیہ مشتمل ہے اور میم اس کی رمز ہے۔ چونکہ میم حروفِ ثلاثہ میں شامل ہے، اس لئے حروفِ ثلاثہ کے ذکر میں مصنّف مرحوم نے یہاں میم کا ذکر کیا ہے، اور وہی تسمیہ جو صفاتِ دائرہ کے کمالات کی حیثیت سے ہے۔ صفات کی تفصیل کا ظہور ہے۔

اس لیے تسمیہ شریفہ محض بے کیفی کی معیت میں الف لام میم کے حقائق پر، اور مراتب کے حقائق کے ظہور پر بے عینیت اور غیریت کے اطلاق کی بدولت

مشتمل ہے۔ اور اس کے ساتھ تینوں بلند مراتب یعنی ذات، صفات اور کمالات کی تفصیل بھی ہے۔ اور یہاں حضرت مصنّفؒ کے ابیاتِ ثلاثہ اور الف لام میم کے حروف کا ایک اور مطلب لکھا گیا ہے اور ابیاتِ ثلاثہ کا مطلب ایک الگ حاشیہ میں تفصیل سے بڑی تحقیق کے بعد لکھا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے مطالعہ سے آپ لطف اندوز ہوں۔ اور اس حاشیہ کو آپ کے نامۂ مبارک کی پشت پر اس لیے لکھا گیا ہے تاکہ سوال و جواب آمنے سامنے رہیں۔ والسلام۔

مکتوب: ۱۲۲

میاں محمّد نافعؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

اللہ تعالےٰ کی نعمت کی وجہ سے سب تعریفیں اسی کے لیے ہیں۔ اور درود اس کے رسُول اور وسیلۂ کونین اور وسیلۂ متحیّرین پر ہو۔

صاحبِ استعدادِ عالی، اور مظہرِ انعاماتِ الٰہی، اللہ تعالےٰ اسے نفعِ کثیر سے مالا مال کرے، فقیر حقیر عبدالنّبیؒ کی طرف سے سلام کے بعد عرض ہے، آپ کا نوازش نامہ مع ایک الگ کاغذ کے جس میں بڑے اہم سوالات درج تھے، موصُول ہوا۔ ہر لطیفہ کا سلُوک واردات سے پُر تھا اور آپ کی استعداد کی خُوبی کی خبر دیتا تھا۔ آپ اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لائیں کہ ہر لطیفے کے استعمال سے پانچ دن کے اندر اس کے عجائبات آپ کو نظر آئے، اور انہوں نے آپ کو لذّت بخشی۔ اور اسی طرح یادداشت کے تعلّق سے اسم کو ترقی دے کر مسمّٰی کر دیا گیا، اور مسمّٰی کی لذّت

سے اسم کی یاد کی فرصت نہیں ملتی بجز تکلّف کے۔

اے مشفق! یہ تمام سلوک جو تکرار سے لطائف اور جلوہ مسمّٰی کے لیے یادداشت ہے، جب جلوہ مسمّٰی، حقیقت بین عطا کیا گیا، تو اسے پھر تکرار اور یادداشت میں لانا شرک انگیز ہے۔ اس حالت میں محض بے کیف ذاتِ حقیقی کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، جسے بے جہتی اور لامکانی کا نام دیا گیا ہے۔ جیسا کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے، کہ "جس نے وصُول کے بعد عبادت کا ارادہ کیا، اس نے اللہ تعالےٰ سے شرک کیا"، سبحان اللہ کیا لطیف بات کہی۔ جو پُرمعنی اور تمام مراتب کی حامل ہے اور جو مُبتدی اور متوسّط کے حسبِ حال ہے اور انہوں نے ہر وصُولی و کامیابی کے نچلے مرتبے کو عبادت سمجھا۔ اور اوپر کے مرتبے کو نسبتہً یا حقیقتہً وصُول سے تاکید کیا۔ وہ اس طرح کہ جب مسمّٰی کو جلوہ سے غلبہ کرے، تو ماتحت کو سلوک و مقدمات سے سمجھے، اور حتی الامکان اپنا چہرہ ہر وقت مسمّٰی کی طرف رکھے۔ اور بزرگی کے لیے کوشش کرے، تاکہ مسمّٰی کے شہود سے ترقی کرکے، غیبِ حقیقی کو کہ دراصل وہی مسمّٰی ہے، نفیِ توجہ اور بے توجہی سے حاصل کرے۔ اور عین بے توجہی میں نظر ڈالنی چاہیے، تاکہ، توجہِ خفی رخصت ہو جائے اور نایافت سے نایافت کی حقیقت مل جائے۔ اور بے توجہی کا پھل علم حضُوری کی صُورت میں مل جائے۔ اور اس حقیقی علم حضُوری کو حضُورِ علم سے زیادہ واجب سمجھتے ہیں۔ اگرچہ حضُورِ علم کا مرتبہ علم حضُوری سے بلند ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے ؎

علمِ حضُوری کجا، و حضُورِ علم کجا — بہ بیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

ترجمہ۔ کہاں علمِ حضُوری اور کہاں حضُورِ علم، دیکھئے ان دونوں میں کہاں سے کہاں تک فرق ہے۔

لیکن ابھی علمِ واجبی کا واسطہ جو وصول صفات میں داخل ہے، باقی ہے۔ اور زاہدیت

بُوظاہر ہے اگرچہ یہ زاہدیت کی بُو علمائے ظاہر کی زاہدیت کی بُو سے بہت مختلف ہے، اور اس مرتبہ کے حاصل کرنے والے نفسِ ولایتِ انبیا کی پیروی کی بدولت بہرہ مند ہیں چنانچہ اگر وہ مہربانی کریں اور اخص الخواص کے فضل سے رہبری کریں تو سالک اسے بصیرت کی نظر سے بغیر توجّہ کے حاصل کر لیتا ہے. کیونکہ ذات، اپنی ذات میں علیم ہے، اور علیم اس کی ذاتی قابلیّت ہے، اور ذات اپنی ذات میں بصیر ہے اور بصر اس کی قابلیّت ذاتی ہے اور باقی تمام صفات کا بھی اسی طرح قیاس کر لیجئے.

اس مقام پہ ایسا شخص مرتبۂ نبوّتِ انبیا کی مقبولیت سے بہرہ مند ہوگا، اور اس کے بعد اگر وہ مشربِ محمدی پہ ہے، تو مرتبۂ نبوّتِ محمدی سے بہرہ مند ہو کر کمالاتِ مرتبۂ نبوّت سے بہرہ ور ہوگا اور یہ اللہ کا فضل ہے. میں پھر یادداشتِ مستی کے مرتبہ کی تاکید ہوں. کہ جب مستی اور بے کیفی کی یادداشت کی لذت ظاہر ہوتی ہے، ارادے سے پچھلے مرتبے کی طرف رُخ نہیں کرنا چاہیے اور اگر بلا ارادہ ایسا ہو جائے، تو اسے اُوپر اٹھانا چاہیے اور مستی سے مل جانا چاہیے.

میرے عزیز، وصل غیر کا تقاضا کرنا ہے، اور یہ وصل اپنے آپ سے چھٹکارا پانا ہے۔ اور وہ جو الگ کاغذ پر سوالات لکھے ہوئے تھے، میں نے اپنے ہاتھ سے اپنی ناقص مقلدانہ عقل سے خاص تحقیق کر کے ہر سوال کے آگے اس کا جواب لکھ کر اس مکتوب کے ساتھ ملفوف کر دیا ہے اگر اتفاق سے کسی سوال کا جواب رہ گیا ہو، تو اس کی اطلاع دیں۔

مکتوب: ۱۲۳

میاں محمّد اللہ دینؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

اچھی طرح سمجھ لیجئے، کہ صورتِ متخیّلہ صرف خیال کی تراش خراش ہے جان

لینا چاہیے کہ صورت، رنگ، شکل جو کچھ دانش و بینش میں آتا ہے، وہ سالک کے لیے دید و دانش کی لامِ نفی ہے۔ لیکن صورتِ متخیلہ سے خود صورت تراش سے قربت و معیت کی وجہ سے بے کیفی کی نسبت صاف صاف معلوم ہوتی ہے۔ احاطہ و معیت کا کیا مطلب، صورت تراش کی صورت سے ظاہر ہے۔ کہ کسی صورت کا تراشنا قربت، تعلق وغیرہ کے بغیر محال ہے، کیونکہ صورت تراش اگر صورت سے دور رہے گا، تو وہ کس طرح تصرف کر سکتا اور صورت بنا سکتا ہے اور معیت اور احاطہ بے کیفی کے بغیر پہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ صورت تراشے۔ اس کے باوجود کہ کمال کی قربت کی بدولت اس نے صورت کو تراش لیا، وہ خود تمام صورتوں میں اپنے جیسا کسی کو نہیں پاتا۔ "اس جیسا کوئی نہیں"۔ جب تراشنے والے کے لیے معیت و قربت کی حقیقت، تراش کی بدولت ثابت ہو گئی، تو یہ تحقیق ہو گیا۔ کہ ماسوائے حق کوئی شے حق سے مماثلت اور مجانست نہیں رکھتی۔ اس لیے صورت تراش کی، اس کی اپنی تراشی ہوئی صورتوں سے کوئی مماثلت نہیں۔ پس یہ ثابت ہوا کہ صورت اور صورت تراش کو ذہن سے دور کر کے محض بے کیفی سے حق تعالےٰ کی ذات و صفات کو پہچان کر بے توجہی سے اللہ سبحانہ کی ذات و صفات کے ذکر میں لگا رہنا چاہیے۔

اگر یہ عبارت آپ کی سمجھ میں آجائے۔ تو بہتر، ورنہ رو برو بات ہو گی۔

مکتوب: ۱۲۴

میاں گل محمدؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

marfat.com

سب تعریف اس محمودِ حقیقی کے لیے ہے، جس نے اس پریشاں اور حرص سے معمور تعلقات میں اپنے ذکر و فکر سے اس سچے عاشق کو لذت و شوق عطا کیا، اور معطر خوابوں کے باغ اسرار سے بہرہ ور کیا، اور حمد پر حمد کا اضافہ کیا، اور جو سانس نہیں آتا اُسے واپس لایا جاتا ہے۔ اگر اچھے واقعات حالتِ بیداری میں بار آور ہوں، اور رائے کو آناً فاناً بُرے تعلقات کی قید سے باہر لے آئیں، اور اس شخص کے عیوب سے واقفیت رکھیں، تو یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر اسی خواب کو معذور رکھیں اور غیر ضروری امور سے دُور رہیں، تو یہ مصیبت پر تنبیہ ہے۔ اور اس نعمت کا شکر ادا کریں اور حالتِ بیداری میں اللہ کی اطاعت، اور اللہ کے حبیب کی پیروی میں کمرِ ہمت مضبوطی سے باندھیں، اور کسی قسم کا اندیشہ نہ کریں۔ "اے اللہ مجھ سے محبت کرنے والے کو، اس ذات کی حرمت سے جو اوامر و نواہی کے ظہور کا وسیلہ ہے، وہ کچھ کرنے کی توفیق دے، جس کا تُو نے حکم دیا ہے"۔ ذکر میں لفظ کا تصور اس وقت کا ہے، جب تک ذکرِ قلب سے جاری نہیں ہوتا۔ جب ذکر جاری ہو جائے تو تصور کی بجائے ذکر کی پاسبانی زیادہ ضروری ہے اور ذکر کے ساتھ تعلق اس وقت تک ہوتا ہے، جب تک ذکر کیے جانے والے کا ظہور نہ ہو۔ جب ظہور ہو جائے، تو تصور اور ذکر، مذکور کے حضور میں مضمحل ہو جاتے ہیں، بلکہ اس جگہ تو ذکر بھی عین شرک بن جاتا ہے، اگرچہ یہ شرکِ طریقت ہے، لیکن طالب کو جو کچھ پیر سے حاصل ہو جائے، اسے اس کی نشو و نما میں کوشش کرنی چاہیے، اور وہ اس معاملے میں ہرگز پس و پیش نہ کرے، کیونکہ وہی پہلا دانہ جو مرید کے دل میں پیر کا بویا ہوا ہوتا ہے آہستہ آہستہ درخت بن جاتا ہے اور پھل لاتا ہے۔ اگر باغبان دانہ کی پرورش نہ کرے، تو درخت کس طرح بن سکتا ہے؟

اے سعادت شعار! آپ کے خواب، نُور بخش اور ترقی کے اُمید وار ہیں۔ اور

ذکر جتنی بھی حالتِ استغراق پیدا کرے، اپنے آپ کو اس کے سپرد کرنا چاہیئے
؎ از درُوں شو آشنا از بروں بیگانہ وش ایں چنیں زیبا روش ہا کم بُود اندر جہاں
(ترجمہ) اندر سے آشنائی پیدا کر، باہر سے بیگانہ رہو ایسا اچھا طریقہ دنیا میں بہت کم ہوتا ہے۔

خوف کے خطرے کو دُور کرنے کے لیے آیت کریمہ "اِنَّ اَولیاء اللہ لا خوفٌ علیہم ولا ھُم یحزنُون"۔ "تحقیق، اللہ کے اولیا کو نہ خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غم کرتے ہیں"۔ کا وِرد کرنے کے بعد وضو کے بعد کا چُلّو بھر پانی پی لیا کریں۔

مکتُوب: ۱۲۵

میاں گُل محمُدؒ کو لکھا گیا۔

اوّل و آخر سب تعریف اللہ ہی کے ہے۔ عقیدت مند اور سعادت کیش گُل محمُدؒ کے خط نے خوشی بخشی۔ واقعات کی حقیقت نُور بخش ہے، اور واقعات کی دُرستی، ذکر اور اعمال صالح سے لذّت حاصل کرنا بیداری کا دروازہ ہے۔ امید ہے کہ واقعات کا نُور براہِ راست حالتِ بیداری میں ظاہر ہوگا، اور خودی و انانیت سے نکال کر، نیستی میں لے جائے گا۔ چونکہ یہ سب کچھ ذکر اور نفیِ ماسوا کا ثمرہ ہے، اس لیے لازم ہے کہ اس کی آمد و رفت اور نشست و برخاست کا سلسلہ جاری رکھیں، کیونکہ ذکرِ عالی سے انفاس کی پاسداری مُسلّم ہو جاتی ہے۔ اور تمام تعلّق ذکر سے قائم ہوتا ہے۔ ہمتِ بالغہ سے صبر کو طریقہ بنانا چاہیئے اور اپنے تمام اوقات احکام بجا لانے میں غنیمت جاننے چاہیں۔ اور حواس کی سلامتی کے لیے فاتحہ پڑھتے رہنا چاہیئے۔ اور وضو کے بعد بچے ہوئے پانی میں سے تھوڑا

سا پی لینا چاہیے۔ اور گیلا ہاتھ سر پر ملنا چاہیے۔ برادر عزیز شیخ اسفندیار کی خیریت کی اطلاع دیں اور فقیر زادہ، جماعتِ فقرا بالخصوص محمد فضل اور محمد عیسیٰ کی طرف سے سلام قبول فرمائیں۔

مکتوب: ۱۲۶

میاں گل محمد کو تحریر کیا گیا۔

مکتوبِ خلوص کے آنے سے جو پھول کی طرح تھا، طبیعت میں فرحت پیدا ہوئی۔ اور آپ کی خیریت کے لیے دعا کے ہاتھ بلند ہو گئے، جس کام میں حصولِ رضا کی آرزو ہو اس میں مشغول ہو جائیں۔ میرا بھائی گل محمد، محبتِ محمدی کی خوشبو سے ہمیشہ خوش دماغ رہے۔

مکتوب: ۱۲۷

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

میرے مشفق! آپ نے یہ جو لکھا تھا، کہ بعض عزیز، جو اپنے آپ کو طریقۂ احسنیہ سے وابستہ کہلاتے ہیں، وہ اپنی اصطلاح میں عالمِ مثال کے دائروں کو ایک سو (۱۰۰) سے زیادہ شمار کرتے ہیں، افلاک کو بھی عالمِ مثال کہتے ہیں، اور پھر حق تعالیٰ کو جزئیاتِ مفصل کا عالم نہیں سمجھتے، تو اُن کی یہ بات طریقۂ احسنیہ کے اصول میں سے نہیں۔ وہ یہ بات اپنی طرف سے کہتے ہیں۔ طریقۂ احسنیہ کے بانی نے (خدا ان کے بلند راز کو پاک کرے) سورہ فاتحہ کی تفسیر میں رب العالمین کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے

کہ عوالم قیاس سے باہر ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے۔ کہ شبِ معراج کو جب حضورؐ آسمانِ بالا پر گئے، تو انہوں نے ایک قطار اونٹوں کی دیکھی، جو چلی جا رہی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے پوچھا، اے جبریلؑ یہ قطار کب سے رواں دواں ہے؟ حضرت جبریلؑ نے جواب دیا کہ جس روز سے میں پیدا ہوا ہوں میں اس قطار کو اسی طرح رواں دواں دیکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے رب العالمین کی درگاہ میں عرض کیا کہ خداوندمیں چاہتا ہوں کہ اونٹوں پر جو کچھ ہے، میں اس کی حقیقت سے واقف ہو جاؤں۔ حکم ہوا کہ ایک اونٹ کو بٹھایا جائے۔ جب بٹھایا گیا، تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہر اونٹ پر دو صندوق ہیں۔ اور جب اللہ تعالےٰ کے حکم سے ایک صندوق کو کھولا گیا، اور اس کے اندر دیکھا گیا، تو معلوم ہوا کہ ہمارے اس عالم کی طرح صندوق میں ایک اور عالم ہے اور اس عالم کے اندر ظہورِ سرورِ کائناتؐ ہے۔ اور ہر عالم کا حشر و نشر ہے۔ چنانچہ اس قول سے معلوم ہوا۔ کہ عالموں کی تفصیل کا علم صرف حقِ سبحانہٗ کا خاصّہ ہے، اور وہ بیان سے باہر ہے۔

مزید برآں طریقۂ احسنیہ کے صاحب نے "نکات الاسرار" میں اللہ تعالےٰ کو عالم جزو کل فرمایا ہے۔ اور انکار کرنے والے کو جو علم جزئیات نہیں رکھتا، ملحد اور بدعتی قرار دیا ہے، اور سمٰوات کی تخلیق پر آیاتِ ناطق موجود ہیں جیسا کہ "اس نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، کو چھ دن میں پیدا کیا، کی آیت کریمہ میں فرمایا۔ اور اسے عالم خلق میں داخل کیا ہے، نہ کہ عالمِ مثال میں۔ پس سمجھ لینا چاہیے کہ ممکن ہے، اس بات کے کہنے والے نے طریقۂ احسنیہ سے کوئی سند لے لی ہو، لیکن جیسا کہ ہونا چاہیے، وہ اس سے واقف نہیں۔ ہو سکتا ہے وہ احسنیہ ہو، لیکن یہ اصطلاح، جس کو وہ طریقۂ احسنیہ سے منسوب کرتا ہے، ناپختگی کی وجہ سے

ہے۔

اور وحدتِ وجُودی اور وحدتِ شہُودی کے بارے میں، جو لوگ باتیں کرتے ہیں اور دونوں حالتوں کے بیک وقت قائل ہیں، تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ اگر وہ لوگ اس ایک واحد میں دونوں نسبتوں کو جمع کرنے سے منع کرتے ہیں، تو بات ٹھیک ہے، کیونکہ اوّل سے بے عُروج، نسبت ثانی کا ظہُور، ایک تحقیق شُدہ بات ہے، اور اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جو شخص وحدت الوجُود کی نسبت سے معلوم ہو گیا اس پر وحدت الشہُودی کی نسبت قائم نہیں کی جا سکتی اور اسی طرح اس کے برعکس، تو یہ ایک ناممکن قید ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وحدت الشہُود کی نسبت ہوتی ہے اور وحدت الوجُود کی نسبت نہیں ہوتی۔ اور اسی طرح اس کے برعکس، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص پر پہلے وحدت الوجُودی کی نسبت ظاہر ہوتی ہے، اور اس کے بعد اُسے عُروج میسّر آتا ہے اور وہ وحدت الشہُودی کی نسبت سے جلوہ گر ہوتا ہے۔ لیکن جو شخص پہلے وحدت الشہُود کی نسبت پر فائز ہوتا ہے، وہ وحدت الوجُود کی نسبت پر نیچے نہیں اُترے گا۔ سوائے کسی استثناء کے اور استثناء کا درجہ معدُوم کا درجہ ہے۔ وہ اس لیے کہ توحیدِ وجُودی کی نسبت لطیفۂ قلبی سے اُٹھتی ہے، جو تمام لطائف سے مقدّم ہے اور توحیدِ شہُودی کی نسبت لطیفۂ روحی سے ظہُور فرماتی ہے، جس کا مقام لطیفۂ قلبی سے اُوپر ہوتا ہے۔ توحیدِ وجُودی، عنصری رنگ کی وجہ سے ہے۔ جو قلب ہے، اور وہ کثرت کا ملاحظہ کرنے کے بغیر وحدت کا رستہ نہیں پا سکتا۔ اس لیے وہ وجُوداتِ کثیر کو وجُودِ واحد سمجھتا ہے۔ اس جگہ سالک پر حق کی تجلّی پڑتی ہے اور یہ تجلّی اسم رحیم کی ہوتی ہے، جو اپنی حکمت بالغہ سے اپنے آپ کو سالک کی استعداد کے پیشِ نظر کثرت میں ظاہر کرتی ہے۔ اور جب سالک اس مقام سے ترقی

کر کے لطیفۂ روحی کے مقام پر پہنچ جاتا ہے، تو لطیفۂ رُوحی جو رنگِ عناصر سے ممیز ہوتا ہے، تعلقِ بدن کی عین حالت میں عناصر سے ممیز ہو کر اور عناصر کے غلبہ سے جو کثرت کی طرف کھینچتے ہیں، الگ ہو کر عناصر کے امتزاج کے بغیر اُسے وحدت کی طرف لے آئے گا اور کثرت کو نظر سے گزارے گا۔ اور صاحب وحدت الشہود بن جائے گا۔ اور کثرت کو چھوڑ کر وحدت الشہود میں ظہور فرمائے گا۔ اس مقام پر حق کی تجلّی بجا طور پر تجلّی ہو گی۔ اور یہ تجلّی، اسم رحمٰن کی تجلّی ہو گی۔ اس کے بعد سالک نے جس طرح لطیفۂ روحی میں کثرت کے تعلّق سے چھٹکارا پایا تھا، اسی طرح وہ ترقّی کر کے شہود کے مقام سے خلاصی پالے گا۔ کیونکہ صاحب شہود نے اگرچہ کثرت سے رہائی پالی ہوتی ہے لیکن اُسے آخر کی خبر نہیں ہوتی اس لئے ابھی اس نے کثرت سے جو شہود کے اندر ہوتی ہے ضعفِ استعداد اور قلّتِ بصیرت سے رہائی نہیں پائی ہوتی۔ اور چونکہ دُوسرے لطائف کا بیان طوالت چاہتا ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ قلم کو ادھر سے کھینچ کر کسی اَور طرف لے جاؤں کہ اس سے اعتراض پیدا ہو سکتا ہے۔

میرے مشفق! وہ جو لکھا گیا تھا۔ کہ اگرچہ توبہ چار قسم کی ہوتی ہے، لیکن مبتدی کے لیے جو طریقہ بھی ہو گا، اس سے توبۂ عام کی خبر نہیں ہو گی۔ تاہم توبۂ عام کے بھی درجے ہیں۔ جس کا مُرشد توبۂ حقیقی تک نہ پہنچا ہو، ایسے مُرشد کے مرید کی توبہ تین نچلے درجوں کی ہو گی اور یہ تینوں قسم کی توبہ نسبتی توبہ ہو گی۔ اور ایسا کوئی مُرشد حقیقی توبہ کے تینوں مراتب میں سے ایک بھی اپنے مرید کے سینے میں داخل نہیں کر سکے گا۔ اس لیے حقیقت میں وہ توبہ اعتبار کے درجے سے گری ہوئی ہو گی اور جس کا مُرشد توبۂ حقیقی کے مقام پر پہنچا ہوا ہو گا۔ اور اسی قبولیت حاصل کر چکا ہو گا، بلکہ اپنی استعداد کے اعتبار سے کمالات کے مراتب

سے بہرہ یاب ہوگا، وہ اپنے مریدوں کے سینوں میں حقیقی توبہ داخل کر سکے گا، اگر اللہ چاہے۔ اس لیے سلوک دراصل مذکورہ توبہ سے ہوگا، خواہ فی الحال وہ سلوک کی اسی صورت میں ظاہر ہو۔ پس اسے سمجھیے۔

اور وہ جو لکھا گیا تھا کہ جس طرح عذاب اپنی ذات کے لیے تیار ہوتا ہے، اسی طرح دوست کے لیے بھی تیار ہوتا ہے۔ تو میرے مشفق، یہ اس وقت ہوتا ہے جب میں جیب کو ساری خلق کا عین کہوں۔ بلکہ ایک دوسرے کے سوا۔ لیکن اگر میں تمام عالم کے بارے میں کہوں جیسا کہ خلق کی مظہریت اور غیریت میں حق تعالےٰ کا ذکر ہوا اور جیسا کہ رسول اللہؐ کے بارے میں ذکر ہوا کہ عالم اُن کے کمالات کے ظہور کا مظہر ہے، ان کے کمالات کا کوئی ثانی نہیں اور عین کے قول پر عذاب کا وقوع ہوتا ہے۔ جب عینیت میں اُٹھ گئی، تو جیب پر عذاب کا شبہ بھی اُٹھ گیا۔

اور وہ جو لکھا گیا تھا کہ ولایتِ خاصّہ میں پرانے اولیاؑ مثلاً حضرت جنیدؒ وغیرہ تھے، تو ان کے متعلق یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ نہیں علم حضوری اور علم اصلی کا حضور حاصل نہیں۔ میرے مشفق اصول بیان کرنا چاہیے نہ کہ نام۔ حضرت جنیدؒ کے بارے میں اصول یہ ہے کہ جو کوئی ولایتِ خاصّہ میں، جو حضرت پیر دستگیر بنوریؒ کی وضع کردہ اصطلاح ہے، اور ولایتِ اخص اور خاص الخواص کے تحت ہے، وہ یقیناً علم حضوری اور حضورِ عالم ظلّی میں ہے۔ حضرت جنیدؒ، ولایتِ ظلّی سے یقیناً ترقی کر گئے ہونگے۔ کیونکہ انہیں ولایتِ خاصّہ جو حضرت پیر قدس سرہ، کی وضع کردہ اصطلاح ہے، میں شمار کرنا چاہیے، اور اس سے کم میں نہیں۔ اور وہ جو کمالاتِ صفات کی تحقیق میں دوبارہ لکھا گیا تھا، تو پہلے یہ حضرت ایشانؒ اور حضرت پیر قدّس سرّہٗ کی تحقیق اور فرق کے پیش نظر لکھا تھا۔ اس پر غور کر کے بات کو سمجھیں اسے

مختصر طور پر دوبارہ تحریر کرتا ہوں۔

جس وقت صَورِ علمیہ اور اعیانِ ثابتہ، جو اُن صُوفیائے کرام کی اصطلاحات ہیں، جو ولایتِ خاصّہ کے رہنے والے ہیں، دُوسرے مرتبہ میں، جو نُورِ محمّدی ہے۔ ہوتے ہَیں، اور ازل کی معلُومات کے کمالاتِ غیب، جو حضرت پیرؒ کی وضع کردہ اصطلاح ہے، کے پہلے مرتبہ میں ہوتے ہیں، تو اُن عیانِ ثابتہ کا، جو صُوفیائے کرام کی وضع کردہ اصطلاح ہے، کمالات و معلُومات کی اس اصطلاح سے، جو حضرت پیر قدس سرہ نے وضع کی ہے، مقابلہ کرنا دانائی سے بعید ہے، وہ مرتبۂ ظِل (سایہ) سے اور یہ مرتبۂ اصل میں ہے اور ان دونوں میں اتنا بڑا فرق ہے، جتنا کہ زمین اور آسمان میں ہے۔ غیب کے پہلے مرتبہ میں صرف کَونیّہ (جو شے وجُود میں آچُکی ہو) اور امکانیہ (جس کے وجُود میں آنے کا امکان ہو)، معدُوم ہوتے ہَیں اور دُوسرے مرتبہ میں نُورِ اوّل شامل ہے۔ فوقِ امکانیہ کی نسبت اور اپنے ماتحت کی نسبت، جو موجودات ہَیں، وہ محض کونیہ ہَیں۔ اس لیے حضرت پیر قدس سرہٗ کی تحقیق کے مطابق یہ ثابت ہے کہ کَونیّہ بے ثبوت اطلاق ہے۔ اور امکانیہ تقیّد (بندش ہے) اور صُوفیہ کی تحقیق میں جو مرتبۂ ثانیہ ہے، امکانیہ بندش ہے۔ اگرچہ شہادت کو غیب سمجھتے ہیں اور مقیّد کو مطلق جانتے ہَیں اور یہ عقل کی کمزوری ہے، جیساکہ اس مرتبہ خاصّہ کی شان ہے۔ پس حضرت مجدّد الف ثانیؒ نے جب حقیقتِ عالم کو عدم محض فرمایا، تو اس معنی میں کوئی ثبوت نہیں اور حضراتِ صُوفیہ نے جب حقیقت عالم کو اعیانِ ثانیہ اور صَورِ علمیہ کا نام دیا، تو امکانیہ مقیدہ کا ثبوت کونیّۃ المطلقہ کے تحت تحقیق کیا اور حضرت پیر قدس سرہٗ کے نزدیک عالمِ کونیہ کی حقیقت مطلق الثابتہ تحقیق ہوئی، اور قدرتِ ازلی ایسی ہے کہ اس میں عدم کا دخل یا شرکت نہیں، جیساکہ مجدّد الف ثانی قُدّس سرّہٗ نے فرمایا ہے عالم کی حیثیت

میں عدم کو مع ارادت، شریک کرنا ثابت ہے۔ امکانیہ میں ثبوت کا کوئی نشان نہیں اس لیے مرتبۂ امکانیہ میں شہود ہے اور مرتبۂ ثانی میں ظہور ہے۔ اور صوفیائے کرام یہی خیال کرتے ہیں۔ اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ کونیۂ عالم کا غیب میں ہونا ایک امر ثابت ہے، جو علم اور قدرت سے ہے اور عدم اور اعیانِ ثانیہ کی شرکت کے بغیر ہے۔ صوفیہ کی تحقیق کے مطابق پہلا ظہور نورِ محمدی کے مرتبہ میں ہیں۔ اس سے تینوں مذاہب میں فرق ظاہر ہو گیا۔ اس لیے کہ صوفیہ کی تحقیق نورِ محمدی کے مندرجات میں ہے اور حضرتِ مجدد قدس سرہٗ کا بیان برزخ میں ہے تاکہ وہاں سے ترقی کی جا سکے۔ اور حضرت پیر قدس سرہٗ کی تحقیق اللہ تعالےٰ کی صفات کے کمالات کے مرتبۂ اصل سے ہے۔ میرے عزیز اس تمام وضاحت کے باوجود چوں کہ اس کا مطلب بہت بلند ہے، اس لیے متخیلہ کو چھوڑے بغیر، اس کے سایہ تک بھی نہیں پہنچا جا سکتا یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔

مزید برآں بعض عزیزوں نے اللہ تعالےٰ کے کلام پر بھی بات کی ہے، اور اس سلسلے میں وضاحت نہ ہونے کی وجہ سے فقیر سے پوچھا گیا تھا۔ میرے مشفق:۔ حضرت پیر دستگیر بنوریؒ کی تحقیق کے مطابق سات حروف کی تحقیق اس طرح ہے۔ سات حرفوں یا سات درجوں میں مرتبۂ وجوب کے تین درجے مقرر ہیں۔ نفسِ کلام، نورِ کلام اور اس کلام کا متکلم پر ظہور۔ یہ تینوں مراتب کلامِ ازلی ہیں۔ اور عدد و کثرت کے بغیر، حرف اور آواز کے بغیر، اور کیفیت کے بغیر ہیں۔ اور یہ کلام، ظہورِ ثانی سے مرتبۂ شہودِ اوّل میں بغرض مدعا و مطلب ہیں۔ اس جگہ حروف اور ان کی آوازیں بھی نہیں، تاہم ایک ناقابلِ فہم کیفیت ضرور موجود ہے۔ اس جگہ اطلاقی اور تقیدی ظہور ہے۔ نفسِ کلام کا ظہور جو ظاہر ہے، اطلاقاً ہے اور کلام کے مخفی کمالات کا ظہور بذاتِ خود پوشیدہ ہے۔ اور یہ ظاہری مرتبہ ایک ناقابلِ فہم کیفیت میں مقید

ہے۔ اور یہ مرتبہ شہودِ اوّل کے سوا کسی اور کو معلوم نہیں، خواہ وہ حق تعالےٰ کا مقرّب فرشتہ ہی کیوں نہ ہو۔ جب حق تعالےٰ نے اپنے فضل سے یہ چاہا۔ کہ اس نفسِ مدعا کو نُور کے حرف و صوت کا لباس پہنائے، تو اسے صرف سب سے بزرگ فرشتے حضرت جبرئیلؑ پر ظاہر کیا، جیسا کہ فرمایا گیا "بے شک جبرئیلؑ نے آواز سُنی"، جو اللہ تعالےٰ کے کلام اور ارادے پر دلالت کرتی تھی۔ اور یہ دونوں مرتبے یعنی نفسِ مدعا اور نُورانی حرف و آواز، مخلُوق کے واسطہ کے بغیر مخلُوق ہیں، اور ان میں کسی مخلُوق کے دخل کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس نُورانی حرف و آواز کے مرتبے کو سوائے جبرائیلؑ کی سماعت کے کسی فرشتے یا کسی رُوح کے سننے کا یارا نہیں تھا، کیونکہ اس کا مرتبہ بہت بلند تھا، اور جب اس وحی کے پہنچانے کا حضرت جبرائیلؑ کو حکم ہوتا تھا، تو وہ اپنے جسم کے حرف و آواز کے لباس میں انبیا حضرات اور ہمارے نبیؐ پر، اور وہ مخصوص اوقات اور ضُروری حالات میں امّت کی تعلیم کے لیے انسانی حرف و آواز میں خود بیان فرماتے تھے۔ اور ان ملکوتی اور جسمانی حرف و آواز میں پہلے حضرت جبرئیلؑ اور پھر حضراتِ انبیاء کا تصرّف ہوتا تھا۔

حضرت جیو قدس سرہٗ نے سات حرُوف کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے۔ اگر کوئی چاہے کہ حضرت پیرؒ کی اصل عبارت دیکھے، تو وہ ان کی تصنیف "خلاصۃ المعارف" میں دیکھ لے۔

مکتُوب: ۱۲۸

میاں عبدالقادرؒ کے نام دنیا کے اندر رویّتِ باری کے عدم وقُوع کے بارے میں لکھا گیا۔

marfat.com

معلوم ہونا چاہیئے کہ جب تحقیقِ علم کا سالک علمِ حضوری کے مرتبے میں ہوتا ہے، تو وہ تین مرتبوں سے جبلّی طور پر ملا ہوتا ہے۔ اور جب وہ حضورِ علم میں پہنچ جاتا ہے، تو جانتا ہے، کہ یہ حضوری اللہ تعالےٰ کے علم سے ہے اور مجھے اللہ تعالےٰ کی مظہریتِ علم سے نوازا گیا ہے۔ اس وقت مظہریتِ علم بلکہ تمام صفات اس طرح غلبہ کرتی ہیں، کہ مظہریتِ بصری کے غلبہ سے یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ حق کو دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ وہ اس دید سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ نہیں دیکھتا۔ چنانچہ ایسے شخص نے علمِ حضوری کے مرتبے میں علمِ حضور کو اپنا علم جانا۔ جاہل لوگ حضورِ علم میں پہنچ کر سمجھتے ہیں کہ علم سے اللہ تعالےٰ کو دیکھ رہے ہیں۔ اور پرانی جہالت، جسے وہ علم سے جانتا ہے ختم ہو جاتی ہے، لیکن یہ جو کچھ مظہریّت کے غلبہ کی وجہ سے جانتا ہے، کہ وہ دیکھ رہا ہے، ابھی تک اس کی بصیرت پر جہالت چھائی ہوتی ہے چنانچہ علمِ حضوری میں علم پر جہالت ہوتی ہے اور جب وہ حضور کے حضور میں باریاب ہو گیا، تو اس نے جان لیا کہ ذات خود ہی علیم ہے اور ذات خود ہی بصیر ہے، اور اس خبر کا یقیں ہو جاتا ہے کہ ذات خود ہی بصیر ہے۔ کسی اور کا حصّہ نہیں، اور ہمارے دیکھنے کی خصوصیّت جو اللہ تعالےٰ کے دیدار سے شرفیاب ہو گی۔ اُسے آخرت میں بہشت میں اُٹھا رکھا گیا ہے۔ اس میں بڑی حکمت پوشیدہ ہے۔ اس اثنا میں مظہریّت سے ترقّی کر کے صاف صاف، یقیں پر پہنچ کر سوائے یقین صاف کے، کہ وہ خود دیکھنے والا ہے، حق تعالےٰ کے بارے میں کامل یقیں کی خبر نہیں ہوتی۔ اور مظہریّت کے ظہور کو آنکھوں سے دیکھنے کی طاقت کو آخرت پر اٹھا رکھا جاتا ہے۔ اس وقت آنکھوں سے دیکھنے کا گمان، جو اسے تھا ختم ہو گیا اور وہ مرتبہ اخص الخواص پر فائز ہو گیا ہوتا ہے۔ یہ عارفِ محقّق اگر اس وقت ذات میں جامع صفات کا غلبہ رکھے گا، تو مظہریت

کو وصولِ ذاتی میں داخل و شامل پائے گا۔ اور خلوتِ خاص سے معزز ہوگا اور اس کے ساتھ جلوتِ خاص سے بھی، جو مظہریّت ہے۔ اور مظہریّت کے وقت خلوتِ خاص یقینی ہوگی۔ لیکن اس جہالت کے ختم ہونے سے، کہ جس سے دیکھنے کا گمان تھا، اس شخص کو، ہر، وقت دو عیدیں حاصل ہوں گی۔ یعنی ایک یقینِ خاص کے مرتبے پر، اور دوسری مظاہر کے مرتبے پر، اور اخص الخواص حقیقی کے مرتبے کی دلیل یہ ہوگی کہ وہ جو رؤیت بصری کا گماں پیدا ہوگیا تھا، اور رؤیت کی حقیقت کا خیال کیا تھا، تو اس سے پردہ اُٹھ جاتا ہے اور یقیں پیدا ہو جاتا ہے کہ مومنوں کے حق میں اللہ تعالےٰ کا دیدار بہشت پر منحصر ہے، اور مظہریّت کی خصوصیّت کا ظہور یقیناً جنّت میں ہوگا۔ اور اگر کوئی یہ جانے، کہ میں دیکھتا ہوں۔ تو اسے جان لینا چاہیئے کہ اُس کی دید میں ابھی شہودِ خفی کا تتمّہ باقی ہے، جو نہیں ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ولایتِ اخص کی طرف توجہ باقی رہتی ہے، لیکن وہ اسے نہیں پاتا۔ اسی طرح حضورِ علم کے مرتبہ میں شہود کا تتمّہ باقی رہتا ہے، وہ رویت کا قائل رہتا ہے اور عقل کی کمی کی وجہ سے اسے نہیں سمجھتا۔ اُس مستحاضہ عورت کی طرح، جو ایامِ طُہر اور ایامِ حیض سے واقف نہیں۔ وہ استحاضہ کو کہ اُسے حیض سے کچھ نہ کچھ نسبت ضرور ہوتی ہے، نادانفیت کی وجہ سے حیض ہی سمجھتی ہے، اور جب اُسے علم ہو جاتا ہے اور ایامِ طُہر اور ایامِ حیض میں واضح فرق پاتی ہے، تو پھر وہ استحاضہ کو استحاضہ ہی جانتی ہے اور حیض کو مخصوص ایام تک ہی محدود سمجھتی ہے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، اُسے دیتا ہے۔

---

marfat.com

مکتوب : ۱۲۹

فضیلت مآب شیخ محمد اکرمؒ کے نام لکھا گیا۔

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے ہمیں ہدایت دی، تاکہ ہم ہدایت یافتہ ہوں۔ اور اگر اللہ کی ہدایت نہ ہوتی، تو ہم کچھ بھی نہیں تھے اور ہمارے رَبّ کی طرف سے حَق کے ساتھ رسُول آئے۔

مُخلصِ دانا، صاحبِ تمیز، فضیلت مآب شیخ محمد اکرمؒ کو خداوند تعالےٰ شرع سے زائد باتوں سے خلاصی دے، اہلِ تحقیق نے حضرت پیر دستگیر بنوریؒ (اللہ ان کے راز کو پاک رکھے) کے "رسالہ دربیانِ اصطلاح" پر اپنی تحقیق بیان کی ہے، اور اپنے خیالات کے مطابق اکثر قواعد پہ بحث کی ہے۔ چونکہ اکثر مقامات، حضرت پیر کی اصطلاح کے خلاف ہیں، اور اصطلاح کے خلاف بیان کیا گیا ہے، اور بعض جگہ تو بالکل غلط ہیں، ان کی تحقیق اور حق و باطل میں فرق کرنے کے لیے اللہ تعالےٰ اور انبیا علیہم السلام کی برکت سے اور حضرت پیرؒ کی دُعا سے اپنے فہم کے مطابق اہلِ دانش کے سامنے چند باتیں بیان کرتا ہوں۔ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ اپنوں اور بیگانوں کے لیے لازم ہے کہ سیدھے راستے سے اِدھر اُدھر نہ جائیں، اور نگاہِ عبرت سے ان چند باتوں پر نظر ڈال کر اصل حقیقت سے آگاہی حاصل کریں۔

میں شیطانِ مردُود سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ کسی ظاہری اور باطنی قوتِ ادراک میں کَل کی آرزُو باقی نہیں رہتی۔ اس تحقیق کے مقصد اور اس بیان سے یہ ظاہر ہے کہ ہمارے پیرؒ نے خلاصۃ المعارف، فصل سوئم، فصل دوئم اور قسم ثانی میں علمِ حضُوری کی حقیقت کے بیان میں فرمایا ہے کہ "جس وقت وجُود سوائے حق کی ذات و صفات سے خود سے اور غیرِ خود سے اٹھ گیا، تو محض خدائے تعالےٰ کے حضُور میں تحقیق اور یقینِ صادق سے اس نے بلا تردّد قرار حاصل کر لیا۔ لیکن وہ یقینِ

جو صرف کشفی و باطنی نہ ہو، بلکہ اس میں ظاہری اور باطنی حواس نے عقلی قلبی اور علمی یافت سے ایک مقام حاصل کر لیا ہو،..." ظاہر ہے کہ یہاں ظاہری سے مراد خیالی، عقلی و جدانی اور قلبی ہے۔ نہ کہ ظاہری آنکھوں سے دید۔ مراد یہ ہے علمِ حضُوری کے مرتبے کا ایقان و اطمینان، صِرف تخلیص سِرّی سے حاصل نہیں ہوتا۔ تاکہ خلوت متخیلہ جمع نہ ہو جائے اور متخیلہ راز کی حیثیت اختیار نہ کر لے۔ چنانچہ کلام کا خلاصہ جان سے بھی زیادہ روشن ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح یقیں و ایمان میں سماعی تقلید برابر کی شریک ہوتی ہے اسی طرح اس یقیں و ایماں میں اللہ کی دین بھی برابر، بے شک و شبہ اور بلا تردّد ضرُور شامل ہوتی ہے..... الخ۔

جہاں تک غور کیا جائے کہ کچھ معلُوم ہو جائے، مگر اس سے اپنے حصّے میں سوائے یقیں کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور یہ علم الیقیں ہے، مرتبۂ ولایت انبیا کے اہلِ کمالات کا۔ ان پر صلوٰۃ و تسلیم ـــ لاقولہٗ

پس یہ علمِ حضُوری ہوتا ہے، جب تحقیق کی گئی تو معلُوم ہوا کہ ہمیں اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کے اِدراک کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلا۔ اس لیے جان لیا کہ حقیقت میں یہ اس نفسِ علم کے مرتبۂ پاک میں حضُوری ہے، جو اللہ تعالےٰ کی ذات کی صفات کلہے۔ انتہیٰ۔

اے میرے عزیز! یہ وہ عین الیقیں ہے جو ولایتِ انبیاؑ کے مرتبہ کے اہلِ کمال کو حاصل ہے اور علم مطلق کی نفسِ صفت کے حضُور سے تعلق رکھتا ہے ـــ انتہیٰ، فرماتے ہیں کہ حضُور در حضُور کے خیالی کی دریافت ایسی ہے کہ جس وقت اس نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ علم ذات کے بغیر نہیں، کیونکہ حضُوری ذات میں رکھی گئی ہے، نیز یہ کہ ذات اپنی ذات سے علیم ہے، نہ کہ غیر ذات کے وصف زائدہ سے۔ الیٰ قولہٖ

پس کمالات کی ذات خود بخود حاضر ہوتی ہے۔ در غیر ذات کی صفت نہیں، کہ

اُسے ذات سے جانا جائے۔ یہ ہے حضُور در حضُور اور یہ ہے مرتبۂ ولایتِ انبیاء کے اہلِ کمالات کا حق الیقیں جو صرف حضُور ہے۔ انتہیٰ۔

اور ظاہر ہے، کہ جنہوں نے اس سلسلے میں مذکورہ تینوں مرتبوں سے کسی مرتبہ میں بھی دنیا میں رؤیت کا ثبوت اور آنکھوں سے دیکھنے کے بارے میں کوئی اشارہ یا کنایہ نہ کیا ہو، بلکہ اس کی ممانعت میں صاف اشارہ کیا ہو۔ اور پھر اسرار کے اس منبع اور پاک انوار کے مطلع سے کسی قسم کا کوئی اشارہ یا کنایہ بھی اس بارے میں نہ کیا ہو، بلکہ اس کی مطلق ممانعت کی ہو، اور جب پیر پیراں حضرت ایشاں قدس سرہ نے بھی اس معاملے میں سختی سے منع فرمایا ہو، تو پھر اس قسم کی باتوں کو کس سے منسوب کیا جائے؟ اور کس طرح کہی جائیں؟ پھر یہ بھی ہے، کہ اس قسم کے کشف و یقیں کا ظہُور اور حصُول، کہ آنے والے کل کی کوئی آرزُو نہ رہے، دو لحاظ سے خالی نہیں، یا تو مرتبۂ علمِ حضُوری کے لیے مطلقاً لازم ہے، یا حضُورِ علم کے لیے۔ اور اس میں ان دونوں مرتبوں کا ہر مالک شامل ہے۔ عبارت کا سیاق و سباق اس بات کا گواہ ہے۔ چنانچہ حضرات انبیاءؑ اس کشفِ بصری یا حجاباتِ خارجی کو دُور کرنے کی بدولت دنیا میں سب سے زیادہ لائق ہیں، اور اس پردے کے اُٹھ جانے، اور کل کی تمنا نہ رکھنے کی وجہ سے وہ زیادہ شایاں و مستحق ہیں، اور حالت یہ ہے کہ وہ یہ تمنا ہی لے کر چلے گئے۔ حضرت موسیٰؑ اسی آرزُو کی وجہ سے دنیا میں "لن ترانی" (تو نہیں دیکھ سکتا) کی ڈانٹ سے معتوب ہوئے، اور حضرت شعیبؑ تین بار آرزُوئے دیدار کرنے کی وجہ سے آنکھوں سے محرُوم ہو گئے۔ اور انہیں "رو پھر رد اور پھر رد" کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔ اور پھر میں کہتا ہوں، یہ مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کو اپنے نبی کی وراثتِ خاص میں ملا ہے اور وہ حضُور در حضُور ہے۔ درجہ علمِ حضُوری اور حضُورِ علم میں نہیں کیونکہ اُن میں مشترک ہے۔ اور حالت یہ ہے کہ یہ عارفِ کامل اسے انہی دو میں بلکہ پہلے میں ثابت

کرتا ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ علمِ حضوری کا حصُولِ مرتبہ، حالِ کامل کے بغیر ہے۔ چنانچہ کل کی آرزُو باقی نہیں رہتی اور یہ بھی ظاہر ہے، کشف بصری کے حصُول کے بغیر کل کی آرزُو باقی رہتی ہے چنانچہ اس لحاظ سے باقی کے دو مرتبوں سے بھی بے نیازی پیدا ہو گئی، اور یہ بات متضاد ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے پیرؒ نے (اللہ اُن کے راز کو پاک کرے) جس طرح سابقہ عبارات میں دنیا ہی میں خارجی حجابات کے اٹھنے کے بارے میں، سوائے ہمارے نبیؐ کے، اشاروں میں منع فرمایا ہے، اسی طرح انہوں نے دُوسری عبادتوں میں بھی ممانعت کی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حالتِ مخصُوص، معراج شریف کے موقعہ پر حاصل ہوئی ہے۔ انہوں نے خلاصۃ المعارف کی پہلی فصل، دُوسرے باب اور دُوسری قسم میں لکھا ہے۔ کہ خارجی حجابات کو دُور کرنا کسی کے بس میں نہیں، سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے، کہ انہوں نے جسم و روح کے ساتھ ایسا کیا ہے۔ لیکن جسم و روح کے ساتھ جبکہ جسم بے بصر ہو، بعض دُوسرے انبیاءؑ اور امتِ محمدی کے بعض افراد کو بھی حجابات دُور کرنے کا شرف حاصل ہے، خواہ یہ شاذ و نادر ہی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "علماء وارثانِ انبیا ہیں" اور "میری امت کے علما ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء"

نیز انہوں نے باب ثانی کی دُوسری فصل کے دُوسرے قول میں فرمایا ہے کہ طویل راہِ سلوک کے بعد کئی اذکار و افکار، اور تصورات، صوری، نُوری اور معنوی تجلیات کی مدت تک سیر کرنے کے بعد پیدا ہوتے ہیں ..... الی قولہٖ

چنانچہ اس جگہ سے اکثر لوگ باہر نہیں آتے سوائے چند ایک کے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خُدا کو اسی دنیا میں سر کی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس لیے جو کچھ منظور و محسُوس ہے، وہ بے کیف نہیں، خواہ اسے بے کیف ہی کیوں نہ

سمجھا جائے، انتہیٰ.

اور باب ثانی کی چھٹی فصل میں لکھتے ہیں کہ چونکہ انتہائی دُوری کی حالت میں قدامت کو پانا، ظاہری اور باطنی طور پر صرف معراج سے مخصوص ہے، اس لیے ادائے نماز کی حالت میں بھی آنحضرت کے کمال کی بدولت اس کمال کو پا لینا کوئی پوشیدہ بات نہیں. اور ان عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا کے اندر رُویت صرف آنحضرتؐ کا خاصّہ ہے اور اُن کے سوا کسی اور کو ہرگز جائز نہیں.

اور صفات کی مظہریّت کے ثبوت کے معنی یہ ہیں، کہ جب بھی علم کی صفت اپنے آپ کو یا اپنے بغیر دیکھتی ہے، تو اُس کے ساتھ علمِ حق تعالےٰ ظاہر ہوتا ہے. اور یہ اس کا ظہور ہوتا ہے اور جس وقت مخلوق کی نظر پہ نظر ڈالتا ہے، تو اللہ تعالےٰ کی نظر کو ظاہر و حاضر پاتا ہے. اور اپنی نگاہ کو اس کے ظہور کے وسیلے سے مرتبۂ کمالات پر پاتا ہے، اور اسی طرح اور قیاس کر لیجئے.

قولہ، ذاتیت ایک معیّن ذات ہے. اسے برداشت کرنا چاہیے، اگر یہ کہوں کہ اس سے تعیّنِ ادراکی مراد ہے، تو وہ خُود علمِ حضوری کے مرتبے سے پیچھے رہ گیا ہے، اس مقام پر یہ گنجائش کس طرح ہو سکتی ہے، کہ اُس سے پیچھے ہٹا جائے. اور اگر "ہُوّیت" ناقابلِ فہم مراد رکھتی ہے تو یہ دُرست نہیں. کیونکہ ذات، صفات اور کمالات کے مرتبۂ جمع کو اس کی تمام خصوصیات سمیت بلاکیف جاننا لازم ہے. دُوسری عجیب بات اس قائل رُویت کی دانائی کی ہے، جسے اپنے آپ کو ذات وصفات وکمالات کا مظہرِ کامل سمجھ کر اور اللہ تعالےٰ کے علم کی مظہریت کی وجہ سے، اپنے آپ کو علیم وبصیر قرار دے، اور کہے کہ جس طرح حق تعالےٰ جامع صفات ہونے کی وجہ سے بصیر ہے، اسی طرح میں بھی جامع بصر ہونے کی بدولت بصیر ہوں، اور اس نے یہ نہ سوچا، کہ حق تعالےٰ تو تمام عالمِ خلق اور عالمِ امر کا دیکھنے والا

ہے، اور میں اپنے آپ میں ان اُمورِ عقیدہ میں سے کسی کا انکشاف نہیں کر پاتا، اس لیے وہ ذات، جو صرف بے کیف ہے اور غیب محض، اِس خاکی آنکھ سے کس طرح نظر آسکتی ہے۔ اور جب تک آگے، پیچھے، اوپر، نیچے، کو مَیں اہلِ بہشت کی طرح نہیں دیکھ سکتا، میرا یہ سمجھنا درست نہیں، اور حق سے بعید ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس سے ترقی کر کے اپنے آپ سے کہتا ہے۔ اگر میں عالمِ ملکوت کو بھی دیکھنے لگ جاؤں اور ہمنشینوں کی طرح مظہریّت کے رستے بدنی اور بصری لطافت مجھے بھی عطا فرمائی جائے، تو کیسا ہو۔ جیسا کہ دنیا میں بعض علما اور بعض صحابہ کے مطابق اللہ تعالےٰ کی رُویت سے، ایک یا دو مرتبہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشرّف ہو چکے ہیں۔ اس طرح ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں ہماری یہ دید محض وہم ہے اور یہ وہم اہلِ سنّت وجماعت کے خلاف اور گمراہی کا باعث ہے۔

ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ "سمجھے نہیں، لیکن سمجھے کہ سمجھ گئے"۔ ایسا شخص جہلِ مرکّب میں گرفتار رہتا ہے۔ اس قسم کے قائلین کو جہل مرکّب سے نکالنا اور صاحبِ بصیرت لوگوں کی طرح بنیا کرنا چاہیے۔ علمائے اہلِ سنّت کے متفقہ عربی منظوم اشعار میں انہی لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے ؎ ترجمہ

جس شخص نے یہ کہا کہ اُس نے دنیا میں اپنی آنکھوں سے اللہ تعالےٰ کو دیکھا، وہ زندیق ہے۔ اس نے بغاوت کی اور سرکشی کی۔

(۲) اس نے اللہ کی کتابوں اور تمام رسُولوں کے برخلاف کہا، اور وہ شرعِ شریف سے بھٹک گیا، اور دُور ہو گیا۔

(۳) اور جس نے یہ کہا کہ میں نے اللہ تعالےٰ کو دیکھا، قیامت کے دن اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔

اور چونکہ یہ بات کہنے والا ایک سُنّی اور اہلِ جماعت میں سے ہے۔ اس کی بات

marfat.com

سُکر و شہُود کی حالت میں گمان کرنی چاہیے اور غیبیت کے قائلوں کی طرح اسے معذُور سمجھنا چاہیے، کیونکہ شہُود کو بھی بے نسبتی اور بے کیفی بلکہ بے کیفِ حقیقی کا شہُود سمجھ لیا گیا ہے جیسا کہ ایک بزُرگ نے فرمایا کہ صاحبِ حال اختلافِ رؤیت کی وجہ سے معذُور اور مقلّدِ مغرور یا مقہُور ہے اور اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اہلِ صحو کہلاتا ہے اور دنیا کے تقلید کرنے والوں کو جو چنداں علم نہیں رکھتے اور سنّت و واجب سے بے خبر ہیں، کھُلم کھُلا رؤیتِ بصر (سر کی آنکھوں سے اللہ تعالےٰ کو دیکھنے) کی تعلیم دیتا ہے۔ اے ہمارے اللہ ہمیں سیدھے رستے کی ہدایت دے۔

ہاں اگر پوشیدہ بصارت کے قائل ہوں، تو بظاہر بعض دُوسرے اولیا کے موافق ہوں گے۔ اگرچہ پوشیدہ بصارت کی حقیقت تک پہنچنے کے لیے بھی دلیل کی ضرُورت ہے، تاہم وہ اہلِ سُنّت وجماعت میں داخل رہتا ہے۔

قولہٗ:۔ حضُور در حضُور کے مرتبہ میں حجبِ وصُولِ ذاتی ہے، شرک کے تین مراتب سمجھے جاتے ہیں،..... عبارت کے آخر تک۔

اس بیان میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، عجیب ہے۔ اس بات کو مانا گیا ہے کہ ولایات کے مرتبوں سے گزر کر، اور علمِ حضُوری اور حضُورِ علم سے ترقی کا بیان کر کے اپنے آپ کو حضُور در حضُور میں پہنچا ہوا سمجھ کر، اور مکمل مظہریّت کا قائل حتیٰ کہ آخری رؤیت تک دنیا ہی میں پہنچ کر اُس نے اپنے آپ کو آنحضرت کی مکمّل پیروی سے منسُوب کر دیا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ جو کوئی یہاں پہنچا، وہ پیروی سے پہنچا۔ پس اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ انبیاء اور آنحضرتؐ تین قسم کی شرک کی نفی کے پیچھے رؤیتِ دائمی کے باوجُود، جیسا کہ اُس نے خیال کیا ہے، سالک کی منزل آخریں تک ہیں، ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ یہ عجیب قسم کی رؤیت ہے، جو تین شرکوں

سے متحقق ہے۔

جب میں اس مقام پر پہنچا۔ تو اس فاسد عقیدہ کی وجہ سے میں نے قلم کو روک دیا، اور دُوسری عبارتوں کے بیان سے کہ اکثر و بیشتر ہمارے پیر کی اصطلاحات کے خلاف ہیں، خاموشی اختیار کر لی۔ اللہ تعالےٰ اُسے توفیق دے، اور ایسے غلط عقائد سے مُنہ موڑ کر اُسے سیدھے راستے پر ڈال دے۔ اے ہمارے ربّ اگر ہم سے کوئی بھُول ہو جائے یا ہم غلطی کر جائیں، تو گرفت نہ فرما۔

مکتُوب : ۱۳۰

حاجی خداداد کے نام تحریر کیا گیا۔

سیّد الطائفہ حضرت جُنید قدس سرّہٗ نے حضرت ابوبکرؓ کے قول کو توحید میں بزرگ ترین کلمہ قرار دیا ہے۔

"پاک ہے وہ جس نے اپنی مخلُوق کے لیے اپنی پہچان کا عجز کے سوا اور کوئی رستہ نہیں بتایا۔"

میرے عزیز! حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس قول میں معرفت کا بیان ہے، جو ادراک و کیفیت کے اعتبار سے ہے، نہ کہ معرفت کے اعتبار سے، جو اس کے اُسما و صفات سے کیفیت و درک کے اعتبار سے ہے، اور ایمان بالغیب سے بلا فرق متحقق ہے۔ کیونکہ اُن کی جناب میں کیفیت و درک معدُوم ہے۔ اور کلمۂ عجز جو بیان کیا گیا ہے، اُس میں کیفیّت معدُوم تھی۔ عجز کس سے ہے؟ عجز اس نُورِ محمدی میں ہے، جو مجہُول الکیفیّت ہے۔ عجز اس کیفیّت کو پا لینے کو کہتے ہیں، جو مجہول الکیفیت ہے۔ اور کسی عاقل کی عقل اس میں جتنا بھی غور کرے، اسے معلُوم نہیں کر

سکتی۔ سوائے اس مجہول الکیفیت کے جس کیفیّت کا علم صرف اللہ تعالےٰ کے علم کا خاصہ ہے۔ چنانچہ یہ بات دُرست نکلی، کہ غیبِ حقیقی کی معرفت ممکن ہے۔ اور نورِ محمدیؐ کی معرفت اپنی کیفیّت کے اعتبار سے مجہُولُ الکیفیّت ہے۔ اور اللہ سبحانہ کی ذات وصفات میں ہے، جو بے کیف اور غیبِ حقیقی ہے۔ چونکہ عجز کا کلمہ طلبِ کیفیت کا آئینہ دار ہے، اس لیئے جس جگہ کیفیت معدُوم، وہاں عجز کا اطلاق کس لیے، اور نُورِ محمدیؐ میں عجز کا اطلاق اس معنی کی کیفیت کو نہ جاننے کے سبب ہے۔ چنانچہ اس تحقیق سے عجز کے سلسلے میں، جو تاویلات بیان کی گئی ہیں، ان کی کوئی ضرُورت نہیں رہتی۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے جس قول میں عجز کا کلمہ واقع ہوا ہے، اس کا علم آنحضرتؐ کے سپُرد کرنا چاہیئے ؎

زدریائے شہادت، چوں نہنگِ لا برآرد ہُو
تیمّم فرض گردد نوح را درعینِ طوفانش

ترجمہ:۔ جب دریائے شہادت، 'لا' کے نہنگ 'ھُو' کو باہر نکالتا ہے۔ تو ایسی حالت میں عین طوفان کے عالم میں بھی نوح کے لیے تیمّم فرض ہو جاتا ہے،

اس تمثیل کے معنی یہ ہیں کہ دریائے شہادت سے مراد فنا کا مرتبہ ہے، نہنگ سے مراد سالک ہے، اور 'ہُو' سے مراد نشۂ فنا ہے، یعنی جب سالک فنا کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے، تو وہ اُمور جن کی شرع نے ممانعت کر دی ہو، عُذر کی وجہ سے ان کا ارتکاب جائز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دریا کی موجودگی میں اگرچہ وضُو کرنا فرض ہے، لیکن اس کے باوجُود ضرُورری عذر کے بعد تیمّم کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ مرض کے خوف سے وضُو کا استعمال ممنوع ہو جاتا ہے۔

مکتوب : ۱۳۱

میاں اللہ دینؒ کے خواب کی تعبیر میں لکھا گیا۔

شیر مُوذی ہے، نفس اس سے بھی مُوذی ہے نفس ایک بہت بڑے شیر کی صُورت میں ظاہر ہوا۔ اچھا ہوا، کہ مارا گیا۔ ورنہ اپنا مطیع کر لیتا۔ الغرض جب کسی مسلمان کو اس کا نفس خُفیہ فریب کاری سے مغلُوب کرنا چاہتا ہے، تو اگرچہ اس کے فریب مخفی ہوتے ہیں، تاہم غلبہ نہ پاکر اپنی تمام طاقت سے شیر کی صُورت میں ظاہر ہو کر اس نے مُسلمان کو ہلاک کرنا چاہا۔ حق تعالےٰ نے اس مُسلمان کو جس طرح اُس کے خُفیہ فریب سے محفُوظ رکھا تھا، اسی طرح اس کے کھُلے فریب سے بھی محفُوظ رکھا۔ بلکہ اُمید ہے کہ اُسے مطمئن کر دے گا اور نفس کے مر جانے سے مراد اس کا مطمئن ہو جانا ہے۔ نیک بشارت ہے۔ خواب دیکھنے والے کو اطمینانِ نفس کی امید رکھنی چاہیے۔

مسئلہ :۔ بیعِ سلم کے جواز میں سات شرائط لازمی ہیں۔ ایک یہ کہ کپڑے کی جنس بیان کرے، دُوسری یہ کہ کپڑے کی صفت بیان کرے۔ تیسری یہ کہ کپڑا ردی ہو یا صحیح، چوتھی یہ کہ وہ گاڑھا ہو یا باریک، پانچویں یہ کہ کیا سینکڑوں کی تعداد میں ہو۔ چھٹی یہ کہ بیچنے والا خریدار کے گھر پہنچائے گا یا خریدار خود اٹھا کر لے جائے گا۔ اور ساتویں یہ کہ اُسی مجلس میں اس وقت بیچنے والے کو قیمت ادا کر دے، کیونکہ قرض میں سلَم جائز نہیں (اشارہ۔ بیعِ سلم وہ ہے جس کی قیمت اس کی تیاری سے پہلے ادا کر دی جائے)

مکتوب: ۱۳۲

حقائق ومعارف آگاہ حاجی محمد امینؒ اور حاجی خداداؒد کو واقعات کے جواب میں تحریر کیا گیا۔

سلام فقیرانہ کے بعد عرض ہے، کہ اس خواب میں آپ نے جو آگ دیکھی، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ "جو آگ میرے دل میں بھڑکتی ہے، اس سے میں ہر روز ستر مرتبہ (اور ایک رات کے مطابق سو مرتبہ) اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتا ہوں" سمجھنا چاہیے، کہ خود آنحضرتؐ نے اپنی زندگی میں یہ فرمایا ہے اور یہ حالت آنحضرتؐ اور صحابۂ کرامؓ کی موجودگی میں تھی۔ اور اِس زمانے کے اکثر لوگ تو گناہِ کبیرہ میں اتنے مبتلا ہیں کہ آنحضرتؐ کے دل کی آگ اس حد تک بھڑکتی ہے کہ ظاہری آگ کی صورت اختیار کر کے روضۂ مبارک کی چھت تک جا پہنچتی ہے۔ اور یہ سب امت کا غم ہے۔ چنانچہ قیامت کے روز آنحضرتؐ "میری امت میری امت" پکاریں گے۔ چونکہ حاجی جیوؒ کے بعض اعمال خلقت کے فائدے کے لیے ہیں، اسلیئے اُنھوں نے آنحضرتؐ کے غم کی آگ کو پانی کی طرح تھوڑا سا کم کر دیا ہے، حاجی جیوؒ کو چاہیے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو کر خلقِ خدا کے ظاہری و باطنی، اور دنیاوی و اُخروی منافع کے لیے مشغول رہیں، تاکہ اس سے آنحضرتؐ کی رضامندی حاصل ہو۔ اور اس طرح تھوڑا تھوڑا کر کے اُن کا غم غلط ہو۔ کیا خبر اس طرح اُن کا غُبارِ خاطر دُور ہو جائے اور آنحضرت اُن پر رحمت کریں اور اس شخص کے حق میں ظاہری رحمت کا واسطہ بن جائیں۔

اور یہ جو حاجی خداداؒد کو برہنہ دیکھتا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے تقویٰ کے درمیان کچھ فرق پڑ گیا ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے "ایمانِ عریاں کیفیت ہے اور تقویٰ اس کا لباس ہے"۔ اس کا علاج استغفار ہے اور استغفار تقویٰ کے نقصان کو پُورا کر دیتا ہے۔

اور یہ جو حاجی خداداد ؒ نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے مُرشد، حاجی محمد امین ؒ ان کی پیشانی پہ بوسہ دے رہے ہیں اور پُوچھ رہے ہیں. کہ کیا تم حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کو دوست رکھتے ہو؟ تو یہ استفہام نہیں، بلکہ واقعی ہے کیونکہ پیشانی پر بوسہ دینا اس حقیقت کی خبر دیتا ہے اور حاجی خداداد ؒ سے یہ بھی پُوچھتے ہیں کہ کیا تمہیں حضرت ابو بکر صدیق رضؓ دوست رکھتے ہیں؟ تو یہ بات بھی تحقیقی ہے نہ کہ استفہامی۔ اور اس کی دلیل وہی پیشانی پہ بوسہ دینا ہے. لیکن اس خواب سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت صدیق رضؓ کے کسی شخص کو دوست رکھنے سے، اس شخص کا مرتبہ پست ہے، جو حضرت صدیق رضؓ کو دوست رکھتا ہے، کیونکہ اُس شخص کے حضرت صدیق رضؓ کو دوست رکھنے سے یہ لازمی نہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بھی اسے دوست رکھیں. اس دوستی کا عدم قبول، اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا اس شخص کو دوست رکھنا، دونوں کی باہمی دوستی کی علامت ہے. فقیر کے نزدیک ایسے خوابوں کی تعبیر یہی ہے اور اللہ ہی صحیح جانتا ہے۔

مکتُوب : ۱۳۳

استدعائے توجہ کے جواب میں میاں اللہ دینؒ کے نام لکھا گیا۔

میرے عزیز کشُودِ مقصُود کا کیا مطلب ہے؟ سمجھ لینا چاہیے کہ کشُود یہ ہے کہ یہ یقین پیدا ہو کہ جو کچھ ہے، اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ اور جو کچھ بھی ہے اپنے وقت پر ظاہر ہوگا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے :۔ "اے اللہ مجھے دائمی ایمان عطا فرما، جو میرے دل کو یقین اور صدق کی بشارت دے یہاں تک کہ میں جان لوں، کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہو گی، سوائے اس کے جو میرے مقدر

ہیں ہے، اور اس رضا کے جو میری قسمت میں ہے "

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ یہ قسمت پر رضامندی نہیں، بلکہ قسمت کے ساتھ جنگ ہے۔ قسمت پر راضی رہنا چاہیے، سابقہ قسمت پر عین رضا کے ساتھ، حال میں طلب کے ساتھ اور مستقبل میں ترقی کے ساتھ۔ جنگ قسمتِ قہریہ کے ظہور کے ساتھ ہے اور رضا لطیفہ کے ظہور کی قسمت سے ہے، پس اسے سمجھیے۔

میرے عزیز، جو کچھ میں نے کہا، آپ اسے نہیں سمجھے، اللہ کا شکر ادا کرو اس پر، جو اس نے دیا ہے، اور مزید کی اُمید رکھو، اور اپنی بلندی اور تمہاری بلندی کے نقصان کے مقابلے میں حضرت پیر قدس سرہٗ کے کمالات کے بارے میں جو کچھ کہا تھا۔ وہ میں نے ادب سکھایا تھا، اور اپنے آپ کو بزرگوں کے مقابلے ایک کمزور چیونٹی کی طرح سمجھنا چاہیے، اور اپنی استعداد کو کمزور جاننا چاہیے۔ چونکہ توجہ کا وقت نہیں تھا۔ اس لیے میں نے بات ختم کر دی۔

سوال تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ (اللہ تعالےٰ کے لیے اخلاق پیدا کرو۔) کے معنی طے شدہ ہیں۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی صفات کی مانند صفات پیدا کرو۔ اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس سے تو اللہ تعالےٰ سے بندہ کی مشابہت لازم ہو جاتی ہے، کیونکہ جب بندہ اللہ تعالےٰ کے سے اخلاق پیدا کرنے والا ہو جاتا ہے، تو وہ حق تعالےٰ کی شبیہ بن جائے گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ عقلی اور نقلی دلائل سے یہ ثابت ہے کہ اُس کی طرح کوئی نہیں اور وہ کسی کی طرح نہیں، اور کوئی شے اس سے مشابہ نہیں۔

مکتوب: ۱۳۴

فضیلت مآب شیخ عبدالہادیؒ طالب علم کو "تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ" کے بارے میں لکھا گیا۔

arfat.com

میرے عزیز! اس عبارت کا مطلب ہر ولایت کے مرتبے کے لوگوں کے مناسبِ حال ہے۔ اور حضرت جیؒو کی اصطلاح کے مطابق ولائتیں پانچ قسموں کی ہیں: (۱) ولایتِ عامہ (۲) ولایتِ خاصّہ (۳) ولایتِ اخص (۴) ولایتِ خاص الخواص اور (۵) ولایتِ اخص الخواص۔ صاحبانِ ولایتِ عامہ کے نزدیک، جو علمائے ظاہر ہیں، اور اپنے رسوخ سے مرتبۂ شریعت کے کمالات کو پہنچ جاتے ہیں، یہ مقام وہ ہے جہاں وہ ہر لحاظ سے "نقل" کے پیرو ہوتے ہیں عقل و ہوا جو بشریت کا تقاضا ہے، ہر لحاظ سے نقل کے تابع ہے، ان میں نقل کی مخالفت کی ذرّہ برابر بھی بُو نہیں ہوتی، اور صاحبانِ ولایت خاصّہ کے نزدیک، جو اللہ تعالےٰ کی صفات کے جذبات میں ڈوبے ہوتے ہیں، یہ مقام وہ ہے جہاں نسب اور افعال سے جو ولایتِ عامہ میں منسوب تھا، حق تعالےٰ کی صفات کے جذبات کی تجلیات میں پہنچ کر سب کچھ مضمحل ہو جاتا ہے اور حقیقی فاعل سوائے اس واحدِ حقیقی کے اور کوئی نہیں، جس میں صفات کاملہ ہیں، اور جو اپنے افعال و صفات و ذات کی مظہریت میں، حقیقی مظہرات کے سوا کسی اور طرح ظاہر نہیں ہوتا، یہاں تک کہ مظاہرِ مذکور نظر سے اُٹھ جاتے ہیں اور مظہرات کے عین منظورِ نظر بن جاتے ہیں بلکہ مذکورہ مظہرات واحدِ حقیقی کی ذات میں عین وحدت ذات بن جاتے ہیں، اور ان ولائتوں کا انجام تعینات کا اضمحلال ہے۔ یہ تعینات دنیا کے ہوں یا دُنیا کے، ان اسرار میں کوئی قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس مضمحل تشخّص سے وہ اخلاق پیدا ہوتے ہیں کہ ان میں اور اُن کے اندر والوں کے بارے میں کوئی قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اور جو تین مراتب باقی رہ گئے ہیں ان میں اہلِ عقل کے بیان کا کوئی دخل نہیں، اس لیے ان کا بیان کرنے سے گریز کرتا ہوں۔

مکتوب : ۱۳۵

سعادت شعار نُورحسینؒ کے نام لکھا گیا۔

مشفقِ مہرباں، نُورالحسینؒ کو فقیر عبدالنبیؒ کی طرف سے سلام ہو۔ آپ نے آیت کریمہ" والذین فی قلوبھم مرضٌ فزادھم اللہ مرضاً (وہ ایسے ہیں کہ ان کے دلوں میں مرض ہے، اور اللہ نے ان کے اُس مرض کو بڑھا دیا) کے معنی پُوچھے تھے۔ میرے مشفق مرض دو قسم کا ہوتا ہے ایک مرضِ موت اور دوسرا مرضِ اوقاتی۔ مرضِ موت ان لوگوں کا خاصّہ ہے، جنہوں نے میثاق کے دن اوّل و آخر سجدہ نہ کیا، ان کے حق میں یہ مرض آخر کار کُفر کا متقاضی ہے۔ وہ روز بروز کُفر میں گرتے جاتے ہیں اور آخر کار کُفر کی حالت ہی میں مر جاتے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے شروع میں تو سجدہ نہ کیا، لیکن آخر میں سجدہ کر دیا، ان کے مرضِ اوقاتی کا خاصّہ سلامتیِ ایمان ہے۔ وہ موت تک گناہوں میں مبتلا رہیں گے۔ گناہوں سے توبہ اُن کے نصیب میں نہیں، وہ وقتی طور پر عذاب میں ڈالے جائیں گے۔ ایمان کی برکت کچھ مدّت کے بعد خواہ وہ قلیل ہو، یا کثیر، انہیں بہشت میں لے جائے گی۔ اور صالح مومن بھی مرضِ اوقاتی کے مریض ہیں۔ اگرچہ گناہوں کا امکان ہوگا، لیکن گناہوں سے توبہ کی توفیق پالیں گے اُمید رکھیں گے کہ بغیر عذاب کے جنّت میں جائیں۔ اور یہ تینوں گروہ سوائے انبیاءؑ کے امکانِ مرض رکھتے ہیں، لیکن تیسرا گروہ انشاءاللہ تعالےٰ کسی عذاب کے بغیر جنّت میں جائے گا۔ چونکہ حدیثِ قُدسی ہے" میں اپنے بندے کے گمان پر ہوں" انشاءاللہ تعالیٰ، ہر مومن کا اعتقاد تیسرے گروہ پر ہے اور وہ اس میں کوئی شک نہیں رکھتے۔ والسّلام

اور اس حدیثِ قُدسی کو دوبارہ لکھا گیا "میں اپنے بندے کے گمان پر ہوں۔ اگر اچھا ہے تو اچھا، اور اگر بُرا ہے تو بُرا"

marfat.com

مکتوب : ۱۳۶

حاجی خداداؒد کے نام لکھا گیا۔

سب تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے عارفوں کے دلوں کو اپنی معرفت کے نُور سے منوّر کیا، اور اُن کے مراتب کے شایانِ شاں الہام کیا۔ جیسا کہ غوث اعظمؒ نے اللہ کی طرف سے ہونے والے الہام میں فرمایا" اے غوثِ اعظم، حال میری طرف سے ہوتا ہے۔ جسے بولنے والے کی زبان سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا، جو اس پر ایمان لایا، اُسے کہا گیا، اور جس نے حال کو رَد کیا، اس نے کُفر کیا، اور جس نے اصُول کے بعد عبادت کا ارادہ کیا، اس نے اللہ کے ساتھ شرک عظیم کیا۔ میرے عزیز! فقیر کی سمجھ میں حال کے دو مرتبے ہَیں۔ ایک وہ جس میں حقیقتِ لطیفہ کے کمالات کا ظہُور ہوتا ہے۔ اس کا قبُول واجب ہے، اور دوسرا صفتِ جلال کے کمالات کے ظہُور کا حال، جس کا انکار واجب ہے۔ حالِ لطیفہ کی علامت یہ ہے کہ صاحبِ حال ہر طرح سے شریعت کا پابند ہوتا ہے اور حال قہریہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک بدعتی مومن کا حال جس کے ردّ اور قبُول میں سکُوت افضل ہے، اور دوسرا حال، کافر مُتکبّر کا ہے۔ اور یہ حال قابلِ رَدّ ہے اور اس کا ماننا کفر ہے، اور اس سے اللہ کی ضرُور پناہ مانگنی چاہیے۔

میرے عزیز! اللہ جلّ شانہ کی عبادت دو مرتبے کی ہے۔ پہلا مرتبہ مُبتدی اور متوسّط کا ہے کہ ابھی درمیان میں پردہ ہوتا ہے۔ اور اس کو عبادت کہتے ہَیں متوسّط اگرچہ ایک لحاظ سے حضُوری رکھتا ہے، لیکن ابھی حقیقت میں غائب ہوتا ہے۔ اس غائب کے لیے ضرُوری ہے کہ وہ دِل یا زبان سے اللہ کی عبادت کرے تاکہ مرتبۂ عبُودیت کو پالے، صاحب عبُودیت کو پالے۔ صاحب عبُودیت اللہ کو کسی پردے

کے بغیر موجود پاتا ہے اور اس کی ذات اور اس کی صفات کو جو اس ذات سے متعلق ہوتی ہیں، پوشیدہ بصیرت کے ذریعے مکمل خاموشی سے دیکھتا ہے۔ کیونکہ جب وہ اپنے ربّ کی طرف دیکھتا ہے، تو اس کی ذات کو، صفاتِ کمال کے ساتھ کسی نقصان کے بغیر متصّف پاتا ہے۔ اس مقام پر اپنے رَبّ کا یہ بندہ شرک و کفر سے متصف ہو سکتا ہے، جس کا ترک کرنا اس مرتبہ معبودیت پر لازم ہے۔ جیسا کہ ہمارے حضرت و مولانا نے ایک فارسی شعر میں کہا ہے: بیت

تذکّرِ غیرِ خواہش، غیرِ مطلق　　بذکرِ حُبِّ حق، شرک است الحق

ترجمہ: کسی خواہش کے بغیر غیر مطلق کا ذکر کرنا اور پھر حُبِ حق جتانا، یقیناً شرک ہے۔

مکتُوب : ۱۳۷

حقائق آگاہ شیخ عبدالقادر جہانا آبادیؒ کے نام لکھا گیا۔

حقائق سے آگاہی رکھنے والے، اللہ کے الطاف کے مظہر اور محبت سے معمُور نے اس فقیر سے صلوٰۃ و مراتب کے معانی دریافت فرمائے ہیں۔ شیخ صاحب! صلوٰۃ و مراتب کے معانی ایسے ہیں کہ حکمت سے تعلّق رکھتے ہیں، اور حکمت سے ناواقف ہونا عبث ہوتا ہے۔ صلوٰۃ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ اس کے معانی کو پالینا کامل لوگوں کا خاصّہ ہے، ہم جو اہل کمال کے خوشہ چیں ہیں۔ اتنی طاقت کہاں رکھتے ہیں کہ اس کے بیان میں زبان کھولیں۔ لیکن اسی عقیدہ کے مطابق کہ "اس کی حکمت سے ہم آگاہ نہیں" ہمیں پُورا یقین ہے۔ اور اس کا ظاہر، علمائے ظاہر سے تعلّق رکھتا ہے، لیکن چونکہ سوال کا جواب دیئے بغیر چھٹکارا نہیں۔ اس لیے ظاہر کے بارے میں تھوڑا سا عرض کرتا ہوں:۔

arfat.com

معلوم ہونا چاہیے کہ چونکہ انسان رات کے وقت خواب میں مبتلا ہوتا ہے، اس لیے اللہ کے فضل نے دو رکعت سنّت (موکّدہ) اور دو رکعت فرض. فجر کی نماز میں مقرر فرمائے. تاکہ اس کے ادا کرنے میں سُستی نہ کر جائے یا کوتاہی نہ ہو جائے. فجر کی نماز سے سُورج کے سر پہ آنے تک اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے وقت کو معاش کے ضرُوری کام کے لیے خالی چھوڑ دیا اور جب معاش کے ضرُوری کاموں سے فراغت ہو گئی، تو اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے فجر کی دو رکعت کی نسبت ظہر اور عصر کے وقت دو رکعت کا اضافہ کر دیا، لیکن ظہر کے وقت کی وُسعت کے پیشِ نظر چار فرض سے پہلے چار رکعت سنّت (مؤکدہ) اور بعد میں دو رکعت سنّت (موکدہ) مقرّر فرما دیں اور چونکہ عصر کا وقت تنگ ہوتا ہے، اس لیے چار رکعت فرض کے سوا سنّت (موکدہ) کی تکلیف نہ دی اور چونکہ مغرب کا وقت عصر کے وقت سے بھی تنگ ہوتا ہے، اس لیے مغرب میں فرض میں ایک رکعت کی تخفیف کر دی۔ اور وقت کی تنگی کے پیشِ نظر فرض کی ادائیگی پہلے قرار دی گئی. اور تنگیِ وقت کے پیشِ نظر دو رکعت سنّت (موکدہ) کو بعد میں کر دیا۔ اور چونکہ عشا کا وقت کھانے پینے کا وقت ہے. اور سُستی ضرُوری ہوتی ہے، اور اگرچہ عشاء کے وقت میں وسعت ہوتی ہے، پھر بھی فرض کو سنّت پر مقدم قرار دیا گیا۔ چونکہ سُستی کا وقت تھا۔ دو رکعت سنّت (موکدہ) کا حکم دیا گیا۔ مزید برآں چونکہ روز و شب کی نمازوں کی رکعتوں کا طاق ہونا ضرُوری سمجھا گیا، اور مستحب ہے، اس لیے مغرب کی نماز میں تین رکعتیں مقرر کی گئیں. اور رات کے باقی ماندہ حصّہ کو نوافل کے لیے چھوڑ دیا گیا. اور چونکہ قیام کرنا، نیاز و مُناجات کے لیے ہے، اس لیے قرأت کا حکم دیا گیا اور چونکہ رکُوع و سجُود میں سر کا جھکانا ہے، اس کے لیے مناسب تسبیح ہے۔ اور چونکہ قومہ اور جلسہ میں سر اوپر اٹھانا ہوتا ہے، اس لیے تکبیر کا تقاضا ہوتا ہے اور خاصّہ حق سمجھ

کر "اللہ اکبر" کہنا چاہیے، اور جب بندے نے حمد و ثنا ادا کر لی، اور حق تعالےٰ نے یہ حمد و ثنا سُن لی، تو ضرُوری ہو گیا کہ "سمع اللہ" کہنے کے لیے کہا جائے اور جب 'سمع اللہ' پر اعتقاد ہو گیا، تو اس کے ساتھ ہی "ربّنا لک الحمد" مقرر فرمایا۔ اور جب تمام مراتب و فرائض سے فارغ ہو گیا اور "نماز مومن کی معراج" کہی گئی ہے، تو مناسب ہوا کہ نماز کا اختتام تشہّد پر کیا جائے، تاکہ "الصلوٰۃ معراج المومن" سے آگاہی ہو جائے اور جب نماز کے تمام مراتب سے فارغ ہو گیا، تو آفات سے سلامتی کی خبر دی، اور تمام مؤمنین جماعت کو مبارک باد دی گئی. اور وہ السلام علیکم ہے، جو کہی جانی چاہیے اور سلام تم پر اور اُس پر جس نے آنحضرتؐ کی پیروی کی۔

مکتُوب : ۱۳۸

اخلاص مندوں کے واقعات کے جواب میں تحریر کیا گیا۔

اے مشفق! ذکر کو پانی سے تشبیہ دینا اور اس کا بلندی سے نیچے آنا جسم کی آرائش کے لیے ہے. اور وہ، جو روح کے ذکر کو راحت کہا گیا ہے، تو اس کے دو معنی ہیں. ایک یہ کہ رُوح سے مراد رُوح کا لطیفۂ بدنی ہے، اور یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ ذکرِ قلبی کے مرتبہ میں محض تکرار ہوتی ہے، لیکن شہُودِ وحدت کا مرتبہ ظاہر نہیں ہوتا، اور اگر ظاہر ہوتا بھی ہے، تو وحدتِ وجُودی کی نسبت حاصل ہوتی ہے. اور وحدتِ وجُود کے مرتبہ میں کثرت سے تعلق باقی رہتا ہے لہٰذا راحت توحیدِ شہُودی پر موقُوف رہتی ہے اور کثرت کا انتظار رہتا ہے۔ اور نظر محض وحدت پر لگی رہتی ہے. اس لیے شہُود میں راحت میسّر ہوتی ہے۔ لیکن اگرچہ راحت شہُود میں ہے، لیکن اس

راحت میں نفس اور خیال کی شرکت باقی رہتی ہے۔ اللہ سبحانہ کی توفیق سے اس سے بھی آگے نکل جانا چاہیے، اور عدمِ راحت سے مل جانا چاہیے۔ اللہ سبحانہٗ نے فرمایا ہے "خوشی مت مناؤ، اللہ خوشی منانے والوں کو پسند نہیں کرتا" دوسرا یہ کہ رُوح سے مراد حقیقتِ انسانی ہے، جو لطائفِ ستہ میں ہے اور اس سے انسانی حقیقت کے کمالات کا ظہور ہے۔ راحت خیال کی شرکت سے ہوتی ہے اور انسانی حقیقت کے اندر چھ لطائف طے کرنے کے بعد حقیقی راحت ہوتی ہے جس میں خیال کی شرکت نہیں ہوتی، اور چونکہ حقیقی بندگی کے مرتبے میں بندے کے لیے خوف اور ڈر لازم ہے۔ اس لیے "خوشی مت مناؤ" کا حکم دیا گیا، اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور دو مرتبوں سے ہے۔ ایک سالک کو محنت و ریاضت کا شوق دلاتا ہے، اور یہ مرتبہ اوسط ہے، لیکن یہ کسی کے اختیار میں نہیں، یہ محض خدائے تعالیٰ کا فضل ہے۔ دوسرا محض مہربانی اور نوازش کے لیے ہے۔ اور یہ مرتبہ کمال میں قطبیت و غوثیت کے صاحبان میں ہے، اور ان اہلِ مناصب کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ آنحضرتؐ کے ظہور کی تحقیق کریں۔ اور جب تک آنحضرتؐ کا ظہور نہ ہو، خدمات ادا کرنے کی قوت پیدا نہیں ہوتی۔ الغرض راحت کے مبادیات ظہور پاتے ہیں۔ لیکن انہیں محض آنحضرتؐ کی رضا کے حصول کے سپرد کرتے ہیں، اور ذکر میں مشغول رہنا چاہیے۔ اور مضطرب نہیں ہونا چاہیے۔ والسلام

مکتوب : ۱۳۹

میاں اللہ دیںؒ کے نام اس سوال کی تحقیق کے جواب میں لکھا گیا، کہ قلب جسے شیطان نے استعمال کیا ہے۔ کس طرح اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لائق ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالےٰ نے ابلیس (میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں) کے دعوے کے جواب میں فرمایا "میرے بندوں پر تمہیں کوئی غلبہ نہیں ہوگا، سوائے اُن گمراہوں کے، جو تیری پیروی کریں گے"، چنانچہ قرآن کی رُو سے ظاہر ہے کہ انسان دو قسم کے ہیں۔ ایک مظہرِ جلال اور ایک مظہرِ جمال اور قلب بالخصوص جمال کا مظہر ہے اور جلال کے مظہر کو قلب میں کوئی دخل نہیں۔ سوائے کچھ وقت کے۔ اور وہ وقت بھی دو قسم کے ہیں۔ ابتدائی اور انتہائی۔ ابتدائی شرکت غیر معتبر ہے اور انتہائی شرکت معتبر، اور اس کا خاتمہ اخیر میں بخیر ہوتا ہے۔ اور شرک کی دو قسمیں ہیں، جو جمال سے حصہ لیتی ہیں، اگرچہ ابتدائی گناہ کی نسبت زیرِ عذاب ہوں گی اور آخر میں ثمرۂ جمال پیدا ہوگا۔ مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مظاہرِ جمال کو درحقیقت انبیاءؑ کے ماتحت کیا ہے اور مظاہرِ جلال کو ابلیس مردود کے ماتحت۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے حُسنِ ظن سے اپنے آپ کو خاتمہ بالخیر مظہرِ جمال سمجھیں، اور مظہرِ جلال کے بارے میں حق سبحانہٗ سے استفادہ کی خواہش کریں۔ استفادہ کا یہ عمل بھی نیکیوں میں شمار ہوگا۔ اور اگر خدانخواستہ خاتمہ بالخیر نہ ہوا، تو عہدِ اسلام میں جو استفادہ کیا تھا، وہ اس عذاب میں تخفیف کا باعث بنے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔ اور اگر ساری عمر کُفر میں گزر گئی، اور استفادہ سے محرُوم رہا۔ تو پھر عذاب در عذاب میں مبتلا رہے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اُن کے اعمال سراب کی طرح ہیں، جس کو پیاسا اپنی زندگی تصوّر کرتا ہے"۔

مکتُوب: ۱۴۰

نیک آثار ولی محمدؐ کے نام تحریر کیا گیا۔

برادرِ مشفق میاں ولی محمد کو فقیر عبدالنبیؒ کی طرف سے سلام۔ وہ نوازش نامہ جس

میں جوابِ طلب مسائل کا بیان تھا، مِلا۔ خوشی ہوئی آپ نے اپنے باطن کی نسبت جو کچھ لکھا ہے، مطالعہ میں آیا۔ برادرِ مہرباں۔ جب اللہ تعالےٰ کے بارے میں بے کیفی کی تعلیم مل گئی، تو پھر رنگا رنگ کی تجلّیات کے دیکھنے کو اس سے کیا نسبت؟ شاید ان کا ظہور پہلے ہو چکا ہو گا۔ بے کیفی کی نسبت اَلوان و تجلّیات کی ممانعت کرتی ہے۔ البتہ جب تک بے کیفی کی نسبت احاطہ نہ کر لے، اگر تجلّیات اور ان کے رنگا رنگ کے معائنے ہوں، تو ایسا ممکن ہے۔ ضروری ہے، کہ حق تعالےٰ کو تمام چھ (۶) اطراف سے پاک اور منزّہ سمجھا جائے اور علمِ حضوری اور حضورِ علم کی شان بہت بلند ہے۔ جب تک بے کیفی کی نسبت، پوری طرح جگہ نہیں پکڑتی، علمِ حضوری کہاں؟ اور علمِ حضوری کے بعد ہی حضورِ علم، مرتبۂ کمال رکھتا ہے۔ اور یہ ولایت انبیاءؑ میں تحقیق شدہ ہے۔

اور وہ جو اَسما کی تفصیل لکھی گئی ہے، تو وہ بے کیفی کے بحرِ محیط کی نمودار ہی بے کیفی کے اندر ایسی قوّت بخشی ہے، جو دماغ کے خلل کو دُور کرتی ہے۔ تمام مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ فاتحہ پڑھی جائے، اللہ پاک شفا بخشے گا۔ ذکرِ سلطان کی تعلیم کے بعد علم کی تعلیم کی جائے۔ علم سے مراد علمِ حضوری نہیں ہے۔ ابھی علم کا وقت کافی ہے، علم حصولی، مخلوق کا علم ہے اور علمِ حضوری اور حضورِ علم، جدید تعلیم پر موقوف ہے، اللہ سبحانہٗ کی ذات اپنی تمام صفات کے ساتھ مجہول الکیف ہے، اور نورِ محمدیؐ، مجہول الکیف ہے اور تمام مخلوقات معلوم الکیف ہیں۔ اور احدیت، واحدیت اور وحدت کا بیان بھی صحبتِ جدید پر موقوف ہے اور اللہ تعالےٰ کی ذات واجب الوجود ہے اور علوم، جائز الوجود ہیں۔ کہ ان کا موجود ہونا اللہ سبحانہٗ کے اختیار میں ہے اور موجودہ مخلوقات، ممکن الوجود ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ چاہے، تو انہیں عدم کر دے اور اگر چاہے، تو انہیں موجود رکھے۔ اور باری تعالےٰ کا شریک ہونا متنع الوجود ہے کیونکہ وہ ہر گز وجود میں نہیں آسکتا۔ وہ ہمیشہ کے لیے معدوم ہے اور متقی، غیب پر ایمان لانے والے لوگ

marfat.com

ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بے کیفی پر مکمل یقیں رکھتے ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ اللہ پاک کو چھوٹوں اطراف سے پاک و منزہ سمجھ کر اس کی بے کیفی پر مکمل یقیں رکھیں۔ بے شک اللہ تعالےٰ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ والسّلام۔

مکتوب : ۱۴۱

حقائق آگاہ میاں عبدالقادرؒ کے نام لکھا گیا۔

اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے، ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ نماز پنج گانہ کے اوقات کے بارے میں آں جناب نے جو سوال کیا تھا، موصول ہوا۔ میرے مشفق اس فقیر کے نزدیک چونکہ فجر کی نماز کا وقت انتہائی غفلت کا ہوتا ہے، اس لیے بطور احسان اور کمی، اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر دو رکعت نماز فرض کی کیونکہ اس سے کم نماز کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اور ظہر کے وقت کو وسیع کیا گیا ہے۔ اور یہ وقت طبیعت کی کشادگی کا ہے۔ اس لیے چار رکعت فرض کیے گئے۔ اور چونکہ عصر کے وقت میں بھی بہت فراخی اور کشادگی ہے اور طبیعت بھی خوش ہوتی ہے، اس لیے چار رکعت کا حکم دیا گیا، اور چونکہ مغرب کے وقت دن بھر کے کام کاج سے بے حد تھکن ہوئی ہوتی ہے۔ اس لیے بطورِ احسان ایک رکعت کی کمی کر دی گئی ہے اور چونکہ عشا کا وقت بھی کسل مندی کا وقت ہوتا ہے، لیکن چونکہ عشا کے وقت کے لیے کثرتِ کمال کے لحاظ سے ساری رات نماز عشا ادا کی جا سکتی ہے اس لیے اسے ظُہر اور عَصر سے مشابہت دی گئی اور اس میں چار رکعت کا حکم دیا گیا۔ یہ بطور احسان و کرم ہے۔ اور دِن کی آخری نماز یعنی مغرب کی نماز کو حکمت بالغہ سے طاق کر دیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے کثرتِ وقت کے اعتبار سے

احسان وکرم سے رات کو سنّت کی تعلیم دے کر وِتر کو بھی طاق ادا کرنے کا حکم دیا.
اور اللہ ہی ٹھیک سمجھتا ہے۔

مکتُوب : ۱۴۲ (الف) سوال

(سوال) فقیر صحبت اللہ دِیْن کی طرف سے لکھا گیا.

حضرت موسےٰؑ نے ایک دفعہ راستے میں ایک گڈریے کو دیکھا کہ اللہ تعالےٰ سے اس طرح کلام کر رہا تھا کہ "اے میرے اللہ! اگر تو میرے پاس آئے، تو میں تجھے دُودھ دَوہ کر پلاؤں، اور تیرے جوتے سیُوں، اور اسی طرح اَور باتیں کر رہا تھا جو حق تعالےٰ کی شان میں کُفر سے مشابہ تھیں۔

جناب والا، حضرت موسیٰؑ نے جو امر و نہی کے حکم کے پابند تھے، اس کو اس بات سے منع فرمایا اور کہا کہ ایسی باتیں اللہ تعالےٰ کی شان میں مناسب نہیں۔ جب وہاں سے چلے گئے، اور اللہ تعالےٰ سے ہم کلام ہوئے، تو حق تعالےٰ نے ان پر غُصّہ فرمایا کہ تو جوڑنے کے لیے آیا ہے نہ کہ توڑنے کے لیے۔

جنابِ من، حضرت موسیٰؑ نے اللہ کی مخلُوق کو امر کی دعوت دی تھی۔ وہ عالم غیب نہیں تھے، کہ مَعتُوب ہوئے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ کمالِ محبت سے یہ الفاظ کہہ رہا تھا، اور یہ اللہ تعالےٰ کا خاصّہ ہے کہ انہیں یہ کلمات پسند آئے۔ اس سے دعوت و احتساب کے کام میں تعطّل پیدا ہو جاتا ہے، جیسا کہ بزُرگوں نے فرمایا ہے خواہ کوئی ہوا میں اُڑے، اور پانی اور آسمان میں چلے، لیکن اگر اس میں رتّی بھر کوئی بات خلاف شرع پائی جائے، تو اسے جھُوٹا اور مُفتری سمجھنا چاہیئے۔ اس لیے حضرت موسیٰؑ نے اُسے ایسے کلمات کُفر سے منع کیا تھا، نہ کہ حُکمِ جواز سے، کہ وہ

اس طرح موردِ عتاب ہوئے، یقیں ہے، کہ حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس کا کیا سبب ہے، اس کے بارے میں ارشاد کیا جائے۔ زیادہ آداب۔

مکتوب : ۱۴۲ (ب) جواب

(جواب) میاں اللہ دینؒ کے خط کے جواب میں، حضرت موسیٰؑ پر عتاب کی حقیقت میں تحریر کیا گیا۔

ہر عقل مند پر اس کی عقل کے مطابق توحید واجب ہے۔ اللہ تعالےٰ کی توحید کی حد تک عقل بمنزلۂ نبی ہے، لیکن اللہ تعالےٰ کے اوصاف اور معرفتِ مفصّل کی حد تک عقل کا قیاس کافی نہیں۔ آنحضرتؐ نے اللہ تعالےٰ کی صفات کے تفصیلی اُمور اور دوسرے واجب احکام کی تعلیم دی ہے چنانچہ جب تک اس گڈریے کو صفات اور احکام کی تفصیلی دعوت نہیں پہنچی تھی، اس وقت تک وہ بے شک و شبہ اللہ تعالےٰ کی توحید پر قائم تھا اس لیے وہ معذور تھا کیونکہ اس پر توحید کا غلبہ تھا، اور احکامِ حق اس پر لازم نہیں تھے۔ نیز اس کی بے ادبانہ باتوں پر بھی کوئی الزام وارد نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے یہ عتاب حضرت موسےٰؑ پر تھا، اور عتاب کے بھی دو درجے ہوتے ہیں ایک عتابِ لطیفہ اور دوسرا عتابِ قہر یہ یہ عتاب ایک طرح سے لطف آمیز عتاب تھا۔ جیسا کہ کسی نادان بچے کو جب کوئی شخص کھیل سے منع کرتا ہے، تو بچے کا باپ اس شخص کو کہتا ہے، کہ نرمی سے کہو، کیونکہ اس بچے کا کھیل نادانی کی وجہ سے ہے، اس لیے معذور ہے۔ تھا تمام پر رکھنی چاہیے۔ جب حضرت موسیٰؑ نے اس گڈریے کو ڈھونڈا، تو اُسے نرمہ کرنے والا پایا حضرت موسیٰؑ کے وعظ سے اس کا کام مکمّل ہو گیا اور اُسے مفصّل علم حاصل ہو گیا۔ پس اس

بات کو سمجھ لیجئے۔

مکتوب: ۱۴۳

(سوال)

قبلۂ من۔ خدا میرا ایمان سلامت رکھے۔ یہ بندۂ گنہ گار، کمال کے نقصان کے اندیشے سے دوبارہ عرض گزار ہے کہ اعلیٰ نصیحت وارشاد، معرفت کے حصول کا سبب بنا۔ اور حقیقت تک پہنچنا ادنےٰ ہوتا ہے، تو پھر اعلیٰ کے ہوتے ہوئے عتاب کیسا تھا؟ اگرچہ وہ عتاب لطف آمیز ہی تھا۔ پہلی بات تو قابلِ انعام اور قابلِ ترقی تھی۔ نہ کہ لائقِ عتاب۔ عتاب کو عتاب ہی کہتے ہیں۔ نہ کہ انعام۔

(زیادہ آداب)

(جواب)

میاں اللہ دین کے نام اس کے خط کے جواب میں

چونکہ معجزے کا اظہار احکامِ شریعت کی قبولیت کے لئے لازمی ہے۔ اور ادھر صورت یہ تھی کہ اس معجزہ کا اظہار جو احکام قبول کرنے کا سبب ہوتا ہے، گڈریے پر ابھی تک نہیں ہوا تھا اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ وہ گڈریا اس حالت کی وجہ سے جو اس پر طاری تھی، مضطرب ہو جائیگا اور حضرت موسیٰؑ کی طرف سے بدگمان ہو کر بے اعتقاد ہو جائے گا۔ اور اظہارِ معجزہ کے بغیر انکار کر دے گا، لہٰذا عتاب ہوا کہ پہلے اس گڈریے کو معجزہ دکھاؤ اور اس کے بعد تعلیم دو، تاکہ حضرت موسیٰؑ کے معجزے کو دیکھنے کے بعد اس کے دل میں بات اتر جائے۔

دوسری بات یہ کہ عتاب گڈریے کے لیے تحقیقِ ہدایت کا باعث ہوا ہے حضرت موسیٰؑ اس عتاب کے سبب اس کی تلاش میں گئے اور گڈریے کی حقیقت اور اس کے

ہدایت یافتہ ہونے پر مطلع ہوئے، اور جس شخص کو اس کی باتوں کی وجہ سے حالتِ الحاد میں چھوڑا تھا، اس کی حالتِ اسلام سے باخبر ہو گئے۔

مکتوب: ۱۴۴

خانصاحب میر نعمت خاںؒ کے نام لکھا گیا۔

اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ آپ کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا خط موصول ہوا اور اس کے مطالعہ نے خوشی بخشی۔ خط میں یہ لکھا ہوا تھا۔ کہ میں مسمّیٰ کی یاد میں مشغول رہتا ہوں میرے مشفق، بے کیفی کی حقیقت سمجھ لینی چاہیے۔ شروع شروع میں بے کیفی ایک صورت میں ذکر کرنے والے کے پیشِ نظر رہتی ہے۔ ذکر کرنے والے کو چاہیے کہ دل میں جو صورت بنے، اُسے سینے کے اندر سے دُور کرے، اور اس بات کی کوشش کرے کہ دل خیالات سے خالی ہو جائے، سوائے حقِ حقیقی کے جو تصوّر سے پاک و منزّہ ہے۔ اور حقیقی بے کیفی پر ایمان کے سوا آں جناب کے دل میں اور کچھ نہ رہے، اور حقیقی بے کیفی کے سمندر کے علم میں کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ قوّتِ تخیّل میں خلا خیال سے میسّر آتا ہے۔ اگرچہ یہ ایمان مدتوں کے بعد نصیب ہوتا ہے، کیونکہ یہ صرف اللہ کا فضل ہے۔ اور بندہ اس کوشش کا مظہر ہوتا ہے۔ مزید برآں آپ نے جو دوسرے خط میں تحریر فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی جماعت کو فتح نصیب ہوئی، تو اللہ کا شکر ادا کریں، کہ حق تعالےٰ نے کافروں کی جماعت کو مغلوب کر دیا۔ اللہ تعالےٰ ہر معاملے میں آپ کا حامی و ناصر ہو

مکتوب : ۱۴۵

میاں رستم خاںؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

مشفقِ مہرباں، خاں صاحب میاں رستم خاںؒ کی خدمت میں سلام فقیرانہ عرض ہو۔ آپ کے شفقت نامہ سے اس واردات کا پتہ چلا، جو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے آپ پر ظاہر کی۔ اس کے مطالعہ سے دلی خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ کا شکر و احسان ہے کہ پیرِ دستگیرؒ کے طفیل ان کی وفات کے مدّتِ مدید کے بعد آں حضرت آپ پر ظاہر ہوئے۔ خدا کا شکر بجا لانا چاہیے، کہ اس نُور کے نہ دیکھ سکنے کی وجہ سے جو نُورِ بے کیف کا آغاز ہے، اس نے آپ کو بینائی بخشی ہے۔ لیکن آپ کو آگاہ رہنا چاہیے اور سمجھ لینا چاہیئے کہ جو نُور گھر میں اور زیرِ آسماں ظاہر ہوتا ہے، کوئی نہ کوئی کیفیت رکھتا ہے خواہ سالک اُسے بے کیف ہی کیوں نہ جانے، کیونکہ زمان و مکان میں جو کچھ ہے، باکیف ہے، بے کیف نہیں، تاہم مجہُول الکیف ہے۔ سالک مجہُول الکیفی کی وجہ سے کیف کے معلُوم نہ ہونے کی وجہ سے اسے بے کیف جانتا ہے۔ سالک کو چاہیے کہ شرعی عقیدے کے مطابق اسے پرکھے اور جان لے کہ جو کچھ زماں و مکاں میں سما سکتا ہے، وہ ایک نُور ہے، جو مخلُوق ہے، جسے سالک کی تسلّی کے لیے دنیا میں ابتدائے رؤیت کے طور پر دکھایا گیا ہے۔ اور یہ ابتدا، جس پر بے شمار حجابات پڑے ہیں، نُورِ محمدیؐ ہے اور وہ مجہُول الکیف ہے، اور سالک غلطی سے اُسے نُورِ حق سمجھتا ہے۔ یہ عقیدہ شریعت کو یاد نہ رکھنے کی وجہ سے ہے۔ اور وہ غلطی کھا کر اسے رؤیت حق سمجھ لیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی رؤیت دنیا میں صرف آنحضرتؐ کا حصّہ ہے، جو انہیں ایک بار معراج شریف میں ملا۔ اور دُوسرے انبیا کو بھی خصوصیت

حاصل ہے اور وہ بھی صرف ایک ایک بار۔ چنانچہ اس نُور کو اوّل، نُورِ حضرت محمدُ صلی اللہ علیہ وسلّم، یا بدرجۂ ثانی ان کے نُور کا ظہُور یا بدرجۂ ثالث نُورِ حق کی ابتدا سمجھنا چاہیے۔ اور رؤیت حق کی امید آخرت میں رکھنی چاہیے۔ چنانچہ ایک عزیز نے عربی کے اشعار میں بیان کیا ہے ؎

(۱) جس شخص نے یہ کہا کہ اس نے حق تعالےٰ کو اس دنیا میں اپنی آنکھ سے دیکھا، وہ زندیق ہے۔ اس نے بغاوت کی اور سرکشی کی۔

(۲) اس نے اللہ کی کتابوں اور اس کے رسُولوں کی مخالفت کی۔ وہ شریعت کے رستے سے بھٹک گیا، اور دُور سے دُور تر ہو گیا۔

اور حاجی فیروز (قدّس سرہ) کا قَول، اصولِ دین کے خلاف ہے، اگر اس نے رُویتِ ذات سمجھی اور رُویت بصری و ایمانی خیال کی، نہ کہ رویتِ بصری، تو ٹھیک ہے، اور نُور کا یہ ظہُور جو آپ پر ظاہر ہوا ہے، میاں فیروز کے قَول سے الگ اور دُوسرے مرتبہ پر ہے اسے رؤیت کی ابتدا سمجھا جانا چاہیے۔ اور اس نُور کے پردے میں حق سبحانہ کو حقیقی بے کیفی سے دیکھنا چاہیے، اور مکان و زماں سے پاک و صاف سمجھنا چاہیے۔ ع بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است۔ (ترجمہ) میں بات کو اسی پر ختم کرتا ہوں، کہ داناؤں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

مکتُوب : ۱۴۶

محمّد یارؒ ساکن غلزئی کے نام لکھا گیا۔

سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور سلام ہے برگزیدہ لوگوں پر۔ دوستِ صادق، صاحبِ اقبال، مُجیب الدعوات جناب خانصاحب کے مکتوب کے ملنے سے فقیر اپنے حال پر متنبہ ہوا، اس نے اپنا حال اس التجا سے الگ نہ پایا، کہ اے ہمارے اللہ میری اور میرے

بھائی کی التجا کو قبول فرما۔ اس خط کے مطالعہ سے چند سوالات کی وضاحت ہوئی۔ لکھا تھا کہ بعض عزیزوں نے کہا ہے کہ پہلے "گردش" ہے اور پھر "ورزش" اس کے کیا معنی ہیں؟

اے دوست، گردش کے معنی سلوک ہیں۔ اور ورزش کے معنی جذبہ کی وصولی ہیں۔ یہ معانی اس مذہب کے مطابق ہیں، جو سلوک کو جذبہ پر مقدم رکھتا ہے، دوسرے معنی یہ ہیں کہ گردش کے معنی ریاضت ہیں اور ورزش کے معنی اختیار، یعنی دل کا ذکر ریاضت کے بعد مرشد یا زبان کی طرف سے، اور یہ معانی اس شخص کے طریقے کے مطابق ہیں، جس کے نزدیک ریاضت، سلوک پر مقدم ہے۔ تیسرے معنی یہ ہیں کہ گردش کا مطلب وہ جذبہ ہے، جو سلوک کے بلندی میں پایا جاتا ہے اور ورزش کے معنی ہیں، جذبہ کا سلوک پر غالب آنا اور امتزاجِ سلوک سے خالص ہو جانا، اور یہ معانی حضرات نقشبندیہ کے مطابق ہیں، جو جذبہ کو سلوک پر مقدم رکھتے ہیں، اور یہ اس طریقہ کی برکتِ کامل کی وجہ سے ہے۔ اور اس کی کئی نشانیاں ہیں، جن کے طولِ بیان کو میں نے مختصر کر دیا ہے۔ چوتھے یہ کہ گردش کے معنی ہیں وصل (جوڑنا) اور ورزش کے معنی ہیں فصل (توڑنا) اس معنی حضرت خواجہ نقشبند نے ایک طویل بیان فرمایا ہے، جس کا یہ کاغذ کا پرچہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ پانچویں معنی یہ ہیں کہ گردش بمعنی توبہ اور ورزش بمعنی انتخاب ہے۔ یہ معنی طریقہ نقشبندیہ میں طریقۂ احسنیہ افضلیہ میں مستعمل ہیں اور حضرت دستگیر آدمؑ سے مخصوص ہیں کیونکہ ان کے مخصوص طریقے میں آغاز توبہ سے ہوتا ہے، اور اس کی انتہا قبولیت پر ہوتی ہے۔ اس توبہ کو دوسری قسم کی توبہ نہیں سمجھنا چاہیئے دوسری طرف کی توبہ سایہ ہے، اور ان کی توبہ سایوں سے غلامی اور فراغت پانے کے بعد ہے۔ اور دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ ع۔ اور اسی پر بات ختم کرتا ہوں۔ کہ داناؤں کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔

آپ نے یہ جو لکھا ہے کہ سواری اور نشست کی حالت میں یاد کرنے اور یاد رکھنے کی نسبت پاتا ہوں، اور پھر آپ نے لکھا ہے کہ اگر حکم ہو تو نفی و اثبات اور تہلیل یہ بات

عجیب ہے۔ جو لوگ ہر وقت خود بخود یاد داشت رکھتے ہیں، ہمارے طریقے میں جہر نفی واثبات کے طریقے سے آگے گزر چکے ہیں۔ اور ترقی کر گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک ان دونوں نسبتوں نے غلبہ حاصل نہیں کیا، اس صورت میں نفی واثبات کی گئی ہو گی۔ اگر دل جہر کی طرف رغبت کرتا ہے، تو تنہائی کے وقت میں درمیانے طریقہ سے سُنّت کے مطابق کیا جائے اور جب تک دلی نسبت غلبہ کرے، کر لیا جایا کرے۔ اور وہ جو ایک جُبّہ (یا ٹوپی) کے متعلق تحریر تھا، فقیر اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا۔ لہٰذا اسے چھوڑ دیا ہے۔ اور وہ جو ایک رسالہ کے متعلق لکھا تھا، تو مختصر یہ ہے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے، "دُنیا کے اندر اس طرح رہو، جس طرح کوئی مسافر پُل پر اور اپنے آپ کو اصحاب القبور میں شمار کرو" اس بات کا خیال رکھیں۔ تمام رسالہ مختصر ہے۔

اور وہ جو حاجیوں کے طریقے کے مطابق اپنے آپ کو "بدبخت" اور "روسیاہ" کہتے ہیں اور "نہ مومن ہوں نہ مسلمان" کہتے ہیں، تو ایسے الفاظ اہلِ ایمان کو زبان و قلم پر نہیں لانے چاہییں، خواہ ایمان عام سا ہو، انہیں چاہیے کہ خود کو مسلمان سمجھیں اور گناہ کی وجہ سے گنہگار سمجھیں، نہ کہ کافر، ہم اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتے ہیں، کُفر اور شرک سے۔ اگر کسی عزیز نے ایسا کہا ہے تو شاید وہ مغلوب الحال ہو اور ایسی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ الغرض اگر سواری یا غیر سواری کی حالت میں نسبت میسّر ہو، تو اسے غنیمت جانئے، اور دلی عجز و انکسار اس کے ساتھ رکھیں۔ کیونکہ عجز و تضرّع کے بغیر ذکر کو غفلت میں شمار کیا گیا ہے۔ تاہم تضرّع اس قدر نہیں ہونا چاہیے کہ اپنے آپ کو بدبخت اور سیاہ سمجھیں، کیونکہ یہ نقاب اس کے حق میں کُفر ہو گا جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا "ان کے چہرے سیاہ ہوں گے"۔ زیادہ دعا۔

مکتوب : ۱۴۷

میاں اللہ دینؒ کے مکتوب کے جواب میں کہ بعض مقبروں پر بدعت ہوتی ہے، کی تحقیق کے بارے میں لکھا گیا۔

یہ کام کاج کسی کے اختیار میں نہیں. خود مقبروں ۔۔۔ کے صاحباں اس حالت پر غم ناک ہیں. اس کے دُور ہونے کی ہر چند دعا کرتے ہیں قبول نہیں ہوتی. مجبوراً معاملہ قضا کے سپرد کر کے غم ناک ہوتے ہیں. اس بارے میں دعا کے قبول ہونے میں بے بس ہیں. کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حق تعالےٰ اگرچہ ہر ذرّہ کے قریب، ہے، اور بزرگ، اللہ تعالےٰ کی طرف سے اطلاع والہام کی وجہ سے واقف ہوتے ہیں، پھر بھی قضائے الٰہی سے ایسے واقعات ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں. مخدومِ عالم بہاء الدینؒ کو غالب. جاننا، بے شبہ نادانی ہے. جب ایسے معاملات کو خلافِ شرع دیکھا جائے، تو انہیں قضا کے سپرد کر دینا چاہیے. یہ مصلحت کا موقعہ نہیں، بلکہ دم مارنا قضا کا انکار کرنا ہے اور یہ محض کفر ہے مقبروں سے لذّت حاصل کرنا اور شے ہے. یہ مرتبۂ ثانی اور مرتبۂ لطیفہ ہے اور پہلا مرتبۂ قہر کا مرتبہ ہے ؎ بہ بیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا. (دونوں راہوں میں دیکھئے کتنا بڑا فرق ہے)

مکتوب : ۱۴۸

اسماء تسمیہ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کی تحقیق کے بارے میں سعادت شعار ہدایت اللہؒ کے نام لکھا گیا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ تسمیہ کی آیت میں جو تین ناموں یعنی اللہ، رحمٰن اور رحیم سے مرکب ہے، حق سبحانہٗ کے تین ہزار نام شامل ہیں، جنہیں تمام انبیاء اور فرشتوں کو اللہ نے اپنی تسبیح کے لیے فرمایا، تاکہ اس تسبیح کے ذریعے ہر صنف اپنی خصوصی تسبیح کے ذریعے

اللہ پاک کو یاد کرے۔ ایک ہزار نام جن کی تسبیح فرشتے کرتے ہیں اسمِ رحیم کے اندر ودیعت کیے گئے ہیں، اور ایک ہزار نام جن کی تمام انبیاؑ تسبیح کرتے ہیں، اسم رحمٰن میں شامل ہیں، تاہم ان انبیا میں چار انبیا یعنی حضرت عیسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت موسیٰؑ اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم شامل نہیں، اور ہزار نام جن کے ذریعے یہ چاروں نبی اللہ تعالےٰ کو یاد کرتے ہیں، "اللہ" کے نام میں مضمر ہیں، لیکن تفصیل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو جن تین سو ناموں کی تعلیم انجیل میں دی گئی ہے، وہ لفظ اللہ کے حرف "ھ" کی پہلی چشم میں پوشیدہ ہیں، اور جن تین سو ناموں کی تعلیم حضرت داؤد کو زبور میں دی گئی ہے، وہ اللہ کے آخری حرف "ھ" کی دوسری چشم میں مضمر ہیں۔ اور وہ تین سو نام جن کی تعلیم حضرت موسیٰؑ کو توریت میں دی گئی، وہ اللہ کے دوسرے حرف "لام" میں پوشیدہ ہیں، اور ننانوے نام جن کی تعلیم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں دی گئی، وہ اللہ کی پہلی لام میں ودیعت کیے گئے ہیں، باقی ماندہ ایک اسم اعظم جس کا ظہور "اللہ" کے پہلے حرف 'الف' میں ہے، دوسرے تمام اسماء میں پھیلا ہوا ہے۔ پس جو کوئی تسمیہ کو حضوریِ دل سے پڑھے گا، وہ گویا تین ہزار اسمائے مبارکہ کو پڑھے گا، اور کل کے ثواب کا امیدوار ہوگا۔

مکتوب: ۱۴۹

میر جمال اللہ مفتیؒ جالندھرؒ کے نام "نور العین" کی روایات معلوم کرنے، اور بعض دوسرے مسائل کی تحقیق کے لیے لکھا گیا۔

پہلا مسئلہ:۔ اگر کسی نے "احسنت" (شاباش) اس نیت سے کہا کہ تو نے حتی الوسع قرآنِ مجید کے الفاظ کو درست طریقے سے ادا کیا، تو ٹھیک ہے، اور اگر نیت یہ کی

کہ تو نے قرآن مجید کو "نیک" کر دیا، تو اس میں کفر کا اندیشہ ہے۔

دوسرا مسئلہ:۔ غسل میں نیت شرط نہیں ہے جیسا کہ کتبِ حقیقت میں درج ہے، لیکن پانی پاک ہونا چاہیے۔ اگر پاک اور پلید کے معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی، تو شخص گنہ گار ہوگا تاہم اس کا سجدہ درست ہوگا، مگر مکروہ۔

تیسرا مسئلہ:۔ صحیح بات یہ ہے کہ رُوح جسم سے جُدا ہو جاتی ہے جیسا کہ حق تعالےٰ نے روح قبض کرنے والے فرشتوں کی تعریف میں کہا ہے "والنّازعات غرقاً" (قسم ہے ان فرشتوں کی، جو ڈوب کر (رُوح) نکالتے ہیں۔)

چوتھا مسئلہ:۔ اگر نکاح کرنے والا، اور نکاح میں آنے والی اُن رسُوم سے جو کفار کا خاصہ ہیں، راضی نہیں، تو پھر نکاح درست ہے، اگر وہ راضی ہوں، تو پھر یہ دیکھنا چاہیے، کہ وہ رسم کفار کی خصوصیت ہے، اور ناکح و منکوحہ دونوں راضی ہیں، تو نکاح میں خرابی کا اندیشہ ہے۔ اور اگر وہ رسم کفار کی خصوصیت نہیں، تو اس رسم سے گنہ گار تو ہوگا، لیکن نکاح کے جائز ہونے کا احتمال ہے۔

پانچواں مسئلہ:۔ اگر کوئی عورت یا مرد زبان سے کلمۂ کفر کہہ دے، اور اس کا علم نہ ہو، اگر علم ہوتا، تو زبان سے نہ کہتا۔ ایسی حالت میں بعض عُلماء کے نزدیک وہ معذُور ہے، لیکن جب اطلاع ہو جائے، تو توبہ ضرُوری ہے۔ لیکن نکاح نہیں ٹوٹتا۔

چھٹا مسئلہ:۔ شہادت کے بغیر نفس بخشنا نکاح کو فاسد کر دیتا ہے، اگرچہ بعض علماء نے اس کے جواز کو نقل کیا ہے، تاہم جمہُور عُلما کے نزدیک یہ بات درست نہیں۔

ساتواں مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص قرأت کے آداب دُوسرے شخص سے بہتر ادا کرتا ہے، لیکن دوسرا اگرچہ آدابِ قرأت تو ٹھیک ٹھیک ادا نہیں کرتا، لیکن الفاظ کو صحیح طریقے سے ادا کرتا ہے، اور معنی میں ایسی تبدیلی نہیں ہوتی، جس سے نماز فاسد ہو جائے، تو نماز اعلیٰ ہے۔ اس لئے ایسی نمازیں کوئی خوف نہیں اور اگر حرُوف میں غلطی کرتا ہے، لیکن

معنی میں ایسی تبدیلی نہیں ہوتا، کہ نماز فاسد ہو جائے تو اس کے اقتدا کا ترک کرنا بہتر ہے۔ پس ایسا شخص ادنیٰ ہے اور اس کی امامت ترک کرنی چاہیے۔

مکتوب : ۱۵۰

میاں محمد افضلؒ کے نام بعض سوالات کے جوابات برقوئے حدیث طلب کرنے پر تحریر کیا گیا۔

عام حالات میں تصرّف کرنا، اور خرقِ عادت واقعات پیش کرنا مثلاً مُردے کو زندہ کرنا، علمائے باطنی کا حصّہ ہے، جو ظاہری اور باطنی علوم کے امین ہیں۔ اور وہ ایسے نہیں کہ ظاہری علوم سے جاہل ہو کر فرقِ عادات، واقعات پیش کریں، اور سنّت، کی پوری طرح حفاظت نہ کریں، کیونکہ یہ مرتبہ استدراج کا ہے۔ اور ایسی بات، کو بنی اسرائیل کے انبیاؑ سے تشبیہ دینا غلط ہے۔

"نَوم العالِم عبادت" (عالم کی نیند عبادت، ہے) کی حدیث علمائے ظاہر و باطن کے حق میں ہے، کیونکہ علماء کا دینی کتب کا مطالعہ کرتے رہنے کے بعد سو جانا بھی ان کی عبادت ہے، اور علمائے باطن اس حدیث، کی پیروی میں کہ "میری آنکھیں تو سوتی ہیں، لیکن میرا دل نہیں سوتا" بظاہر وہ سوتے ہیں۔ لیکن باطن میں اُن کا دل جاگتا ہے۔ اگرچہ دونوں مقبول ہوتے ہیں۔ لیکن اُن میں اور ان میں بہت فرق ہے اور یہ بات، کسی ذہین وفطین شخص پر پوشیدہ نہیں۔

اور حدیث میں عالم کے علم کی توہین سے منع کیا گیا ہے نہ کہ عالم کے بعض عمل کی توہین سے اور ایمانِ شہودی، ایمان ترغیبی پر اضافہ ہے ایمانِ ترغیبی واجب ہے، اور اگر ایمان شہودی بھی ہو، تو سبحان اللہ، کیا کہنے، لیکن ایمانِ شہودی واجب نہیں، لیکن ایمانِ ترغیبی کے بعد اس کے حصول کے لیے تگ و دو کرنا درجات رکھتا ہے۔

قدریہ اور جبریہ کے درمیان اختیار کے معنی یہ ہیں، کہ بندہ اللہ سبحانہٗ کے سامنے بے اختیار ہے، لیکن اپنے ابنائے جنس اور وحوش و طیور کے مقابلے میں مختار ہے۔ یہاں اختیار کے معنی ابنائے جنس میں تمیز کامل کے ہیں۔

(سوال) یہ اختیار یعنی تمیزِ کامل چونکہ تقدیر میں کمی اور زیادتی نہیں کر سکتی، تو پھر حکم دینے اور منع کرنے کے کیا معنی ہیں؟

(جواب) حق تعالےٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے اس کمزور مختار کو امر و نہی کا مظہر دو وجہ سے بنایا ہے کہ وہ صاحب تمیز اور صاحب بے تمیزی بھی ہے اور آیت، کریمہ "ذات باری سے نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتا ہے، بلکہ لوگوں سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا" کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے، اور اس سے بڑھ کر سوال کرنا بے عقلی کی بات ہے۔

اور کنویں اور اوندھ کے بارے میں سمجھنا چاہیے کہ اصل میں اوندھ پاک، پانی پاک، اور اس کی پاکیزگی تحقیق شدہ ہے۔ جب تک اس کی پلیدی کا یقین نہ ہو جائے، اسے پلید کہنا بدگمانی ہے، اور کسی شے کے حق میں جو حقیقت میں پاک ہو، ایسی بدگمانی نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "اے ایمان والو، بہت زیادہ ظن کرنے سے پرہیز کرو"۔ اس لیے پورے یقین کے بغیر پلید کہنا منع ہے۔ گویا مسلمانوں کو اس طرح بدگمانی میں ڈالنا پسندیدہ نہیں اور ہم اس بات سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

مکتوب: ۱۵۱

سعادت شعار، ہدایت اللہ خادمؒ کے نام "کہ نماز اشراق کس طرح پڑھی جائے" تحریر کیا گیا

اشراق کی نماز میں پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ آیت الکرسی پڑھیں، اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ قُل پڑھیں۔ نماز استخارہ میں پہلی رکعت میں الم ترکیف، اور دوسری رکعت میں "لایلاف" تیسری رکعت میں "والضحیٰ" اور چوتھی رکعت میں "الم نشرح"۔ چاروں رکعتیں ایک نیت کے ساتھ ادا کریں۔ اور مغرب کی نماز میں فرض اور سنّت کے بعد نفل اوّابین پڑھیں۔ کم از کم دو رکعت، اور اکثر چھ رکعت، اور ہر رکعت میں تین بار سورۂ اخلاص پڑھیں، اور دو دو رکعت کی نیت کریں، اور تہجد کی نماز آدھی رات کے بعد اور صبحِ صادق سے پہلے خدا جتنی توفیق دے، پڑھے، اور دو دو رکعت کی نیت کریں۔ کم سے کم چار رکعت، ورنہ بارہ رکعت۔ اگر سورہ یٰسین یاد ہو۔ تو اس کو پڑھیں۔ اور اگر یاد نہ ہو تو ہر رکعت میں سورہ اخلاص تین بار پڑھیں۔ اس کے بعد اگر توفیق ہو، تو صبح صادق تک مراقبہ کریں۔ اور جب نمازِ فجر ادا کرلیں تو دعا کے بعد ذکر، تسبیح و مراقبہ میں سورج کے نکلنے تک مشغول رہیں۔ والدعا۔

مکتوب : ۱۵۲

آیت "یلج مَلکوت السّمٰوٰت" کے معنی اور حضرت مولویؒ کے ایک شعر کی تحقیق کے بارے میں لکھا گیا۔

(سوال)۔ ایک عزیز نے سوال کیا ہے کہ آیت وہ (فرشتے) زمین و آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتے، جب تک انہیں دوسری مرتبہ زندگی نہیں دی جاتی۔ اور حضرت مولانا رومؒ نے بھی مثنوی شریف میں فرمایا ہے ؎

یک صد و ہفتاد قالب دیدہ ام ہم چو سبزہ بارہا روئیدہ ام

(ترجمہ) میں نے ایک سو ستر جسم دیکھے ہیں۔ اور سبزہ کی طرح کئی بار اُگا ہوں۔

ان دونوں باتوں سے تناسخ کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے، اور حقیقت یہ ہے، کہ تناسخ کا عقیدہ کفر ہے۔ ان کے معنی، جو شرع کے مطابق ہو بیان فرمائیے اور بیان فرما کر اجر لیجئے۔

جواب: متشابہ عبارات میں، کہنے والے کے مقصد پر نظر رکھنی چاہیے، اور پھر بات سمجھنی چاہیے۔ چنانچہ حدیث کی عبارت اور آئمت انتساب میں لفظ قدم اور رجل (پاؤں) اللہ تعالےٰ کے بارے میں استعمال ہوئے ہیں، حالانکہ حق تعالےٰ جسم و جوہر سے پاک ہے۔ اور یہی الفاظ اللہ تعالےٰ کی ذات کے جسم پر وارد ہوتے ہیں، جب میں کسی بات کو مجسم کرتا ہوں، تو کہتا ہوں کہ "ان الفاظ کو جسم دے کر اس طرح حق تعالےٰ پر اطلاق کرنا جائز ہے"، تو یہ سراسر کفر ہے۔ اور جب اس آیت و حدیث کے جس میں یہ الفاظ آئے ہیں، معنی بیان کرتا ہوں، تو اُسے یا تو تسلیم کرتا ہوں، یا اس کی تاویل کرتا ہوں اور چونکہ اللہ تعالےٰ جسم و جوہر سے پاک ہے، اس لیے اس کے ایسے معنی کو جن سے جسمیّت ظاہر ہوتی ہے، کفر سمجھتا ہوں۔ اسی طرح مذکورہ بالا اقوال، جو بزرگانِ دین اور صاحبانِ اسلام نے کہے ہیں، الحاد اور بدعت میں سے ہیں۔ اور مُلحد کا قول تناسخ کی حقیقت کو ثابت کرتا ہے۔ اللہ پاک انہیں ذلیل و خوار کرے۔ اکابرِ دین کی بات کو شریعت کے عقاید کے مطابق تسلیم و تاویل کرنا چاہیے، تاکہ اس سے جسمیّت کی بُو نہ آئے۔

سوال: خاموشی سے تسلیم کرنا اس بزرگ کی مراد کے مطابق مان لینا ہے۔ اگر اس کی تاویل کریں، تو بیان فرمائیے، کس طرح کریں؟

جواب: جب یہ معلوم ہو گیا کہ اس لفظ کے لغوی معنی تناسخ کو ثابت کرتے ہیں۔ اور یہ بات شرعاً منع ہے، تو ظاہری معنی کو ترک کر دینا چاہیے، اور سمجھنا چاہیے کہ سلوک کے راستے میں ایک حال سے دوسرے حال میں اور ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ پہلی حالت یا مرتبہ میں سالک فنا ہو جاتا ہے اور دوسرے

مرتبے میں دم باقی رہتا ہے، اس دوسرے مرتبہ میں بھی کچھ دیر قیام کرتا ہے اور اگلے مرتبہ میں قیام کرتا ہے۔ اور پھر وہاں سے بھی ترقی کر جاتا ہے اور پھر فنا ہو جاتا ہے، اور اگلے مرتبے پر باقی رہتا ہے۔ اور اس کا معاملہ کسی اور طرح سے تحقیق پاتا ہے۔ اس مقام میں بھی کچھ دیر سکونت کرتا ہے، فوائد حاصل کر کے پھر ترقی کر کے آگے بڑھ جاتا ہے اور یہ حالت سالک کی استعداد کے مطابق ہوتی ہے۔ بعض سالک جن میں استعداد کامل ہوتی ہے ایک ہی جست میں مقامِ فنا حاصل کر کے اس وصل سے بہرہ یاب ہو جاتے ہیں جسے کوئی فنا نہیں، اور وہ ہمیشہ کے لیے وصلِ حقیقی سے لطف اندوز ہو جاتے ہیں۔ اور بعض سالک قوتِ استعداد میں کمی کے باعث ایک مرتبے سے دوسرے مرتبے میں ترقی کرتے ہیں، اور اس عرصے میں استعداد پیدا کرتے ہوئے مرتبہ بمرتبہ فنا اور بقا کے درجات حاصل کرتے ہیں۔ اس استعداد کے مالک بعض منتہی ہوتے ہیں اور بعض اوسط درجے کے۔ کہ اُن کے سامنے ابھی کام باقی ہوتا ہے۔ اس کام کے دوران فنا و بقا کے مرحلوں میں محظوظ و مسرور ہوتے ہیں۔ جب آپ نے یہ تفصیل سمجھ لی، تو جان لینا چاہیے کہ بزرگوں کے نزدیک یہ سالک کے اوصاف کی تبدیلی ہے، ایک مرتبے سے دوسرے مرتبے تک۔ اگرچہ وہ شخص ایک ہی ہوتا ہے، جو فنا و بقا کے مراحل طے کرتا جاتا ہے۔ یہی بات درست ہے۔ اور ملحد و بدعتی کا یہ خیال کہ ایک جسم دوسرے جسم میں واقع ہوتا ہے غلط ہے اور یہ کفر ہے۔

مکتوب: ۱۵۳

ایک عزیز کے نام، صاحبِ استدراج کفار کی صحبت سے منع کرنے کے لیے لکھا گیا۔

آپ کے عقیدت سے معمور مکتوب نے دل کو خوشی پہنچائی، اور اس میں لکھی ہوئی حقیقت کی وضاحت ہوئی۔ اے عزیز آپ کا فقرا کی طرف رجوع کرنا صرف فائدہ اٹھانے کے لیے ہے، اس لیے ایسی چیز جس کی خوبی و نقصان سے آپ ناواقف ہوں، کے بارے میں میرا فرض ہے کہ آپ کو آگاہ کردں مخلص وہ ہوتا ہے جو راہ کے نیک و بد سے واقف کرے ؎

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است　　وگر خاموش بنشینم، گناہ است

(ترجمہ) اگر میں دیکھوں کہ ایک اندھا ہے اور اس کے آگے کنواں ہے، تو ایسی حالت میں اگر میں خاموش بیٹھا رہوں، تو گناہ ہے۔

مجھے قسم ہے ربِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی، کہ جس دن میں نے سنا کہ شیخ صاحب دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک منکر کے پاس اعتقاد اور اس کے کشف کی وجہ سے جاتے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں، کہ محض بیٹھنے سے جو کچھ ہمارا مطلب ہے، وہ اس منکرِ دین کی صحبت سے حاصل ہو جاتا ہے، اس دن سے مجھے یہ خوف لاحق ہو گیا ہے کہ مبادا اس معتقدِ رین کے دین و ایمان میں اس منکرِ دین کی صحبت سے خلل پیدا ہو۔ اور آخرت کی خرابی کا باعث ہو اور میں چاہتا تھا کہ اس بات سے آگاہ کر دوں، لہٰذا میں نے اس موقع پر اس صحبت کے نقصان سے آگاہ کیا۔

عزیزِ من۔ کافر کی کرامت (استدراج) پر اعتقاد نہیں رکھنا چاہیئے۔ ابلیسِ لعین بھی جو قطعی طور پر مردود ہے، ایسا استدراج رکھتا ہے جس طرح آدمی کی رگوں میں ہوا گشت کرتی ہے، وہ ایک لحظہ میں زمین کی پاتال سے آسمان کی ثریا تک سیر کر آتا ہے۔ اور کافر دجال حضرت امام مہدیؑ کے زمانے میں ظاہر ہو گا، اور مختلف خرقِ عادت واقعات سے مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کرے گا۔ اور لوگ بے دین ہو جائیں گے حتیٰ کہ حضرت امام مہدیؑ کو اس کے مقابلے میں جنگ لڑنی پڑے گی حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے، تو وہ کافر اُن کی قہر آمیز نظر سے پگھل جائے گا اور چالیس سال تک تمام دنیا سے ہر قسم کی تاریکی

چھٹ جائے گی. اور اس قسم کے شعبدوں کے باوجود کافر قہرِ الٰہی میں گرفتار رہیں گے اس وقت کے کفار بھی ابلیس کے شعبدے کا اثر رکھتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ دینِ محمدیؐ کے انکار کی تاریکی ان میں ظاہر ہے۔ ان پر کیوں کچھ اعتبار کیا جائے؟ سوائے ان ناقص لوگوں کے، جو دین اور کفر میں فرق نہیں جانتے اور اولیا کی کرامت اور کافروں کے استدراج کو برابر سمجھتے ہیں، کوئی اور کیوں کرے؟ اس قسم کا کلمہ گو بھی کافر ہے۔ چونکہ میں آپ کو دین کے عقائد سے آراستہ دیکھتا ہوں، اس لیے محض اس خاطر کہ دین میں اخلاص رکھنے والا غلطی میں مبتلا نہ ہو، میں نے آگاہ کر دیا ہے یہ نہ سمجھیے کہ اس نصیحت میں کوئی اور مطلب پوشیدہ ہے۔ ہم اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ میں نے تو صرف عقائدِ دین سے واقف کیا ہے۔ کیا آپ نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا کہ حق تعالےٰ نے کفار کی دوستی سے منع کیا ہے: "اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمن کو دوست مت بناؤ۔" چونکہ اللہ تعالےٰ نے کفار کو اپنا دشمن کہا ہے، اس لیے خدا کے دشمن کے ساتھ دوستی، خدا کے ساتھ دشمنی ہے، اور خدا کے ساتھ دشمنی صاف صاف کفر ہے۔ چنانچہ کافر کی دوستی کفر تک لے جاتی ہے۔

ہاں اگر کافر سے ملاقات اس غرض سے ہو، کہ اُسے نصیحت کے ذریعے کفر سے ایمان کی طرف لایا جائے، تو ایسی ملاقات منع نہیں۔ لیکن کافر کو خدا دوست سمجھنا، صریح کفر ہے۔ فقیر کو آپ سے دل و جان سے اخلاص ہے۔ اسی لیے از خود آپ کو آگاہ کرتا ہوں۔ کسی اور قسم کا خیال دل میں نہ لائیں۔ فقیر کو اپنا خیر خواہ سمجھیں، اور دعاؤں میں یاد رکھیں۔

مکتوب: ۱۵۴

میاں یار علیؒ کے نام "عارف کامل و واصل" کی تحقیق کے بارے میں تحریر کیا گیا۔

پاک ہے وہ ذات، جو پوشیدگی میں ظاہر ہوئی، اور ظاہر میں پوشیدہ ہوئی۔ معلوم ہونا چاہیے کہ ذاتِ جامع کمالات، کی حقیقت کا عالم نچلے مراتب یا دنیاوی مراتب سے گزر کر حقائقِ اشیاء کے مرتبہ تک، جو محض غیب الغیب اور مراتب خفیہ ہیں، پہنچ کر ذاتِ جامع کو خواہ، یہ غیب در غیب کے مرتبے ہوں اور خواہ بے حجاب ظاہر کے مراتب ہوں، پا لیتا ہے۔ اور دونوں مرتبوں کو ذاتِ جامع کی حقیقت کا ظہور سمجھتا ہے۔ اس طرح یہ عالمِ کامل، سایہ سے نکل کر حقیقتِ ذات کی اصل تک پہنچ کر ظلیت کا کوئی اثر نہیں رکھتا۔ اور تمام سایوں کو حقیقتِ ذات میں موجود اور قائم پاتا ہے۔ اس وقت یہ عالمِ کامل، بے حجابی کے حجاب اور سایوں سے گزر کر حقیقتِ ذات کا عالم ہو جاتا ہے۔ اور یہ سیر کے اطلاق کو، جو ایک مقام سے دوسرے مقام تک ہوتی ہے، اس کے حضور میں مناسب نہیں سمجھتا، اور سوائے ظہور کے اطلاق کے، جو انتقال سیر کی وجہ سے ہوتا ہے، زبان پر یا دل میں نہیں لاتا۔ پس پاک ہے وہ جس نے ان کے بطون سے ظاہر کیا، اور سایوں کے مراتب کا "عارفِ واصل" ظلیت کی قید میں ہوتا ہے اور ترقی کا طالب۔

چونکہ وہ حقیقتِ ذات تک نہیں پہنچا ہوتا، اس لیے اس کی ترقی کا معاملہ اسما وصفات سے متعلق ہوتا ہے۔ وہ ایک اسم کے سایہ سے دوسرے اسم کے سایہ تک اور ایک صفت سے دوسری صفت تک ترقی کرتا ہے۔ چنانچہ اس عارف کے حق میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ اطلاقِ سیر اور ایک سایہ سے دوسرے سایہ تک منتقل ہوتا ہے۔ پس پاک ہے وہ جس نے اپنے ظہور کے اندر چھپایا۔ یہ بات طے شدہ ہے، کیونکہ اس پر حجاب ظاہر اور حقیقت سایہ کے لباس میں پوشیدہ ہے۔ اب بات کو کہاں تک طول دوں کہ حقیقتِ ذات کی کوئی انتہا نہیں، اب مسائل کے جواب کی طرف توجہ کرتا ہوں، اور بات کو مختصر کرتا ہوں۔

مسائل کو سمجھنا چاہیے کہ عالمِ کامل کو جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، [illegible] دینا اسے

بلندی سے پستی کی طرف لانا ہے اور حقیقتِ ذات کے مرتبے سے، اسم وصفت کی سیر کے مرتبے پر لانا ہے۔ البتہ اگر عارفِ واصل کو ظلال کے واسطے سے اسم کی سیر کرنے والا کہا جائے، تو اس کی گنجائش ہے۔ کیونکہ اسے اسم کے سایہ سے کسی اور سایہ تک ترقی لازمی ہے۔ چنانچہ محققِ اوّل کو عالمِ کامل کا نام دیا جائے گا، کیونکہ وہ حقیقت تک پہنچ کر ضروری علم کی حقیقت کا مظہر ہو گیا اور عرفان میں سے کچھ باقی نہ رہا۔ محققِ ثانی کو عارف کا نام دیا گیا، کیونکہ وہ سایوں سے گزر کر علم کی حقیقت سے واقف نہ ہوا۔ اگرچہ اس نے معرفتِ ظلّی پیدا کر لی۔ تاہم اس بات کا امیدوار ہے، کہ حق تعالےٰ کی ہدایت اس کی رہبری کر کے اور تمام سایوں سے خالی کر کے حقیقت تک پہنچا دے گی، اگر اللہ تعالےٰ نے چاہا۔ یہ اس کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑا فضل کرنے والا اور عظیم ہے۔

برادرِ مشفق، یار علی کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ وہ بھی اس عریضہ کا مطالعہ فرمائیں۔ شاید وہ بھی محظوظ ہوں۔

مکتوب : ۱۵۵

نواب عبدالصمد خاں کے نام، جو رخصت ہوتے ہوئے علم کی تاکید میں لکھا گیا۔

فقیر عبدالنبی، نواب صاحب کی خدمتِ عالی میں سلام کے بعد عرض کرتا ہے۔ فقیر آپ سے رخصت ہو کر خانصاحب جانی خاں کی رفاقت میں منزل پر پہنچا، تو ایک بڑی جماعت آدابِ خدمت بجا لائی۔ خدائے تعالےٰ اس سے زیادہ توفیق بخشے۔ آنجناب سے توقع ہے کہ آخری باطنی نسبت کو حتی الوسع پرورش دیں، تاکہ اللہ تعالےٰ کے شہود و حضور کا ظہور ہو اور فنا و بقا کے لیے وہ صورتِ متخیلہ، جس کی مثال میں نے رخصت ہوتے وقت آپ کو دی تھی، نظر میں لا کر یقیں جانیں کہ ہر بندے

کے لیے ہر لمحہ ہی ذاتی وصفاتی فنا ہے اور بقا اللہ تعالےٰ کے فیض سے اسی طرح جیسا کہ دیکھا، پیدا ہوتی ہے۔ پھر ایک لیاقت بن جاتی ہے اور اللہ جل شانہٗ کے آداب، جیسا کہ دیکھا، پیدا ہوتے ہیں اور پھر راسخ ہو جاتے ہیں اور ایسے آداب، جو ایک بندۂ فانی کے لائق ہیں، ظاہر ہوتے ہیں، عوام کی توحید کہنے کی ہے، نہ کہ دیکھنے کی۔ عوام کثرت کی دید کرتے ہیں اور وحدت کہتے ہیں۔ اور خواص کثرت کہتے ہیں اور وحدت کو دیکھتے ہیں۔ زیادہ دعا۔ اور دونوں جہانوں کی برکتیں چند کلمات سے یاد کر لیا کریں۔

مکتوب : ۱۵۶

میاں صوفی بلندؒ ساکن جلال آباد کے نام لکھا گیا۔

ہم اللہ تعالےٰ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ بزرگ صوفیا کی اصطلاح میں وحدتِ وجودی، کثرت میں وحدت ہے۔ اور اس طریقہ کے اکابرین کے نزدیک وحدتِ وجودی کثرت میں ہے۔ صوفیا کی وحدتِ وجودی کثرت سے ہٹ کر بلکہ کثرت میں نظر ڈال کر وحدتِ وجودی سے ہٹ کر ہے۔ اور اس طریقہ کے اکابر کی وحدتِ وجودی، کثرت کی نظر کے ساتھ ان کی وحدتِ وجودی کے مخالف نہیں۔ صوفیا کثرت کے محجوب ہوتے ہیں۔ اور یہ اکابر حقائق کی حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

عزیزِ من۔ وحدتِ وجودی کے قائل صوفیا کا شہود کے غلبہ کی وجہ سے کثرت میں اور شہود کے غلبہ کا کثرتِ شہود کو دیکھنے میں مانع ہونے کا مطلب کیا ہے؟ یعنی شہود اور غیب دوسرے مرتبے میں ہیں۔ جب صاحبِ شہود کی نظر دوسرے مرتبے پر ہوتی ہے، تو غیب کے مرتبے سے محجوب ہو جاتا ہے۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے، اور ان کی اصطلاح میں صفاتِ واجبی کے کمالات، جنہیں حقائقِ اشیا کہتے ہیں، تقدیر اور ارادہ

کے مرتبۂ نبوت میں محض غم میں ہوتے ہیں۔ اور دنیا کے اندر مرتبہ غیب میں یقیناً وجودِ غیبی کے سوا کچھ نہیں اور وجودِ غیبی ثابت و متحقق ہو کر قیدِ امکانی کے ظہور کا تقاضا کرتا ہے اور عدمیت سے پاک ہوتا ہے۔ اور چونکہ صوفیا کا مرتبۂ شہود پر پہنچ جانا ایک تحقیق شدہ بات ہے، اور وہ کمالات جو ان کے نزدیک شہود کی علمی صورتیں اور اعیان ثابتہ ہیں، کمالاتِ غیبی کا شہود مرتبۂ شہود میں کہ اُسے نورِ محمدیؐ کی وجہ سے شہودِ اوّل کہتے ہیں۔ دنیا کے اندر مقید ہے اور مرتبہ امکانی کے ظہور کا مقتضی ہے، جو اس کے تحت ہے۔ اس لیے صوفیا کا یہ مرتبۂ شہودی، علمی صورتوں کے نام سے موسوم ہے، کیونکہ دنیا اس مرتبہ غیبی کا نام نہیں، بلکہ وہ دنیائے شہودی ہے۔ اور اس طریقہ کے اکابر جب شہودِ غیب کے غلبہ سے باہر آتے ہیں، تو وہ غیب کو دیکھتے ہیں اور وہ غیب اور کثرت کو دیکھنے پر قادر ہوتے ہیں۔ اور شہود سے مجبور صوفیائے بزرگ اشیاء کو مظہرِ حق جانتے ہیں اور مَظہَر کو عین مُظہِر (ظاہر کرنے والا) سمجھتے ہیں، کیونکہ وہ صاحبِ شہود ہیں، اور چونکہ مرتبۂ شہود، اگرچہ ان کے ماتحت نہایت ہی لطیف ہے، لیکن حقیقت میں ایک کیفیتِ مجہول میں مقید ہے۔ لاچار اپنے مراتب کے اعتبار سے عینیت رکھتا ہے۔ چنانچہ صوفیاء کا اس مقام پر عینیت کا اطلاق کرنا ثابت شدہ امر ہے۔ ایک لحاظ سے صادق مگر وصول میں ناقص، جو ترقی کا مقتضی ہے۔ اور اس طریقے کے اکابر اشیا کو بھی نورِ محمدی کے طفیل مظہرِ حق سمجھتے ہیں، لیکن اشیا کو عینِ حق سمجھتے ہیں، چنانچہ ان کے نزدیک عذاب غیر پر ہے اور صوفیا کے نزدیک چونکہ وہ عینیت کے قائل ہیں لہٰذا سمجھ لیجیے کہ عذاب کس پر آیا — اور اللہ ان باتوں سے بہت بلند ہے۔

اور ولایتِ خاصّہ میں علمِ حضوری ظلّی ہے، اور علمِ حصولی سے معتبر ہے۔ کیونکہ علمِ حضوری میں خیال، شہودِ اوّل کے علم کا مظہر ہوتا ہے، اور شہودِ اوّل کا علم غیبِ مطلق کے مرتبہ کا سایہ ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ سایہ کو اصل جانتے ہیں، اور حصول کو حضور سمجھتے ہیں۔

انابت (توبہ کرنا) کے کئی مرتبے ہیں۔ انابتِ عام، انابتِ خاص، انابتِ اخص اور انابتِ خاص الخواص۔ انابتِ عام، ولایتِ عام میں ثابت ہے، کیونکہ استدلال کے ذریعے حق کی طرف رُخ ہوتا ہے۔ انابتِ خاص، ولایتِ خاص میں ہوتی ہے۔ کیونکہ استدلال سے آگے بڑھ کر تحقیق کے ذریعے پہنچتے ہیں۔ اور وجدانی کشف کے طریقے سے انابت شہود حق کے واسطے سے شہود اور یافت تک پہنچتی ہے۔ اور انابتِ اخص، ولایتِ اخص میں ثابت ہے۔ کیونکہ یہ مرتبہ "یافتِ شہودی" سے ترقی پاکر "نایافت" تک پہنچتا ہے۔ اور اصلِ شہودی سے فضل تک آکر اس کی انابت محض نایافت تک ثابت ہوتی ہے، لیکن چونکہ اس شخص پر ابھی توجہِ حق باقی ہے، اگرچہ وہ مجہول الکیف ہے (توجہ حق کی وجہ سے مجہول الکیف ہے) اس لیے انابتِ حق سے تعلق رکھتی ہے اور انابتِ خاص الخواص، ولایت انبیا میں ثابت شدہ ہے، کیونکہ اس مرتبے کے لوگ استدلال، شہود اور مجہول الکیف کے مرتبۂ توجہ سے گزر کر اور تمام مشکلات کو طے کرکے غیبِ حقیقی سے غیبِ محض کی طرف منہ کرکے، آگے بڑھ آئے ہیں۔ چونکہ سابقہ انابتوں کے مالکوں نے حق کی طرف رُخ نہیں کیا ہوتا، ان کی انابتوں کو حساب میں شمار نہیں کیا جاتا، اور انابتِ اصل کو انابت گنا جاتا ہے اس انابت کا مالک، وصل حقیقی تک پہنچ جاتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔

عزیزِ من! اس طریقے کی تخصیص کی وجہ یہ نہیں کہ وہ، تمام لطایف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ بلکہ اس طریقہ کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ لطایف کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ شریف کی بدولت طے کر لینے، اور صاحبِ استعداد کی پیروی، ابتدائی یقیں، اور تعلقِ خفی کے توسّط اور بے توجہی محض سے گزر کر، چونکہ شہود کی ولایتِ عامہ کے مرتبے سے بہرہ یاب نہیں ہوتے، وہ ولایتِ خاصّہ سے بہرہ یاب ہوتے ہیں، اس لیے ولایتِ خاصّہ سے سرفراز ہوئے ہیں اگرچہ وہ واصلِ شہود ہیں، لیکن ثبت کی نفی کرنے والے ہیں۔ تاہم

چونکہ شہود بھی کثرت میں شامل ہے، لہذا حقیقت میں فنا نسبی ہیں، اور حقیقتِ اخص سے ممتاز ہوئے ہیں، کیونکہ وہاں حقیقی فنا ہے۔ پس اسے سمجھ لو، اور کوتہ دستوں میں شامل نہ ہو۔

مکتوب: ۱۵۷

عنایت اللہ خاں وزیر کے نام لکھا گیا۔

پاک ہے، پاک ہے، اللہ پاک ہے۔ پاک ہے وہ جس نے اپنی ذات میں اپنے سوا سب کو حیرت میں ڈال دیا۔

پاک ہے، وہ جس نے اپنے نُور سے خلقت سے اپنے آپ کو چھپا لیا۔ اور اپنے نُور کے ظہُور کی شدّت سے دنیا سے اپنے آپ کو مخفی کر لیا۔ وہ ایسا ظاہر ہے، کہ اس سے زیادہ کوئی ظاہر نہیں، اور وہ اتنا خفیہ ہے، کہ اس سے زیادہ کوئی خفیہ نہیں۔ پاک ہے، جو پوشیدگی سے ظاہر ہوا، اور جو اپنے ظہُور میں چھُپ گیا۔ اس جیسا کوئی نہیں۔

نواب عالی جناب کی خدمت میں سلام کے بعد عرض ہے۔ کہ میرے عریضہ کے جواب میں آپ کا نوازش نامہ خانصاحب اغر خاں کی معرفت ملا جس میں عجیب معانی اور عجیب درخواست مرقوم تھی۔ اس کے مطالعہ سے شہُود کے مختلف معانی سامنے آئے۔

میرے مہربان! اُس بڑھاپے کے زمانے میں، جس کی تعریف میں لکھا گیا ہے۔ کہ بڑھاپا میرا نُور ہے، جسے آگ نہیں جلا سکتی۔ اگر ایک آن اور ایک لحظہ کے لیے عدالت کے نُور اور سندِ صداقت سے سچے دل سے درماندہ لوگوں کی حاجت روائی کی جائے، تو امید ہے، گزشتہ تمام کوتاہیوں کی تلافی ہو جائے گی۔ نہ یہ کہ سال ہا سال تک نیک نیتی سے اس کام میں لگے رہیں۔ مسندِ امارت دراصل حضرتِ انبیاءؑ کی مسند ہے کہ پورے عُروج کے بعد منصبِ نبوّت کی اس مسند پر اُترے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہوسناک اپنی مادّی تیزگی کی

وجہ سے عدالت کے فیض کے انوار سے محرُوم و مہجُور ہو گئے۔ اور ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ اب یہ مسند، گمراہوں اور ہوسناکوں کی مَسند ہے۔ لہٰذا اس غلطی کی وجہ سے ظُلمات کے ہجوم کی وجہ سے اہلِ دین کا گروہ اس سے بریّت چاہتا ہے۔ لیکن اس میں معاملہ ایسا نہیں، بلکہ اگر وہ ہمت کریں، تو اللہ جلّ شانہٗ، حضراتِ معصُوم کی پیروی کی بدولت اس مَسند کے تعلّق سے اور اللہ تعالےٰ کے احکام پہنچانے سے وہ اس مرتبہ کے حق دار ہو گے۔ اور اس سلسلے میں ادائے حقُوق کی طرف توجّہ کر کے "جہاں تک ہو سکے، عدالت کر" کے آداب کو پُورا کریں گے۔

مکتُوب: ۱۵۸

حافظ مُحمد علیسیٰؒ کو جہانا آباد میں تحریر کیا گیا۔

"اپنی نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص درمیانی نماز کی"۔ اس آیت کریمہ کا راز پانچوں نمازوں کی حفاظت کی تاکید میں ہے۔ کیونکہ یہ پانچ نمازیں پانچ لطائف ہیں۔ چونکہ ان پانچ لطائف میں ایک پوشیدہ لطیفہ ہے، جو تمام لطائف کا سردار ہے، اور اس میں تمام لطائف کا وسط واقع ہے، اس لیے وسطی نماز کے اہتمام کی تاکید کی گئی ہے۔ وسطی نماز کے جُملہ میں نہایت بلاغت ہے۔ چونکہ یہ ظاہر ہے، کہ ان لطائف کے بغیر جسم کی ظاہری نماز ناقص ہو گی۔ اس لیے رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "حضورِ دل کے بغیر کوئی نماز نہیں"۔ چنانچہ اس معنی میں لطائف کے صاحبِ سلوک، ظاہری اہلِ علم سے افضل اور زیادہ قوی ہیں۔ اے بھائیو! اسرار کی حفاظت تمہارے ذمے ہے، کیونکہ اللہ تمام پیغمبروں سے واقف ہے۔

---

marfat.com

مکتوب: ۱۵۹

میاں محمد اشرفؒ کے نام ایک واقعہ کے جواب میں۔

میرے بھائی! یہ وہ کتاب ہے، جس میں کوئی شک نہیں۔ یعنی وہ کتاب جس سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرا نام محمد صالح پڑھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مبارک اور متبرک ہے۔ اور یہ نام تمہارے نام کے ثبوت میں اس سے پہلے دیا گیا، اور کسی طرح بھی اس اسم اشرف میں کوئی شک و شبہ نہیں، کیونکہ یہ آب الکعب کے زمانے میں اسم بامسمّٰی تھا، اور تمہارے لیے محمود کے معنی میں تھا اور شہود کے نام سے موسوم تھا۔ اس لیے کہ تو وہ بلند مرتبہ ہے، جس کو حضورؐ نے محمد صالح کے نام سے موسوم کیا۔ اللہ تبارک تعالےٰ ان دونوں ناموں کو مکمل برکت عطا کرے۔ جب مخلوقات میں سے کوئی اشرف ہوتا ہے، تو اسے اشرفیتِ خاصّہ بلکہ اشرف المخلوقات کے نام سے ادب کے طور پر پکارا جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اباحت کے اعتبار سے تم اشرف، اور عزیمت کے لحاظ سے صالح ہو، اور اس کے ساتھ وہ عملِ رخصت کا جواز بھی ہے، جو اعتبارِ عزیمت پر دلالت کرتا ہے۔ پس پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ تمہارا نام صالح ہے، جس کے شروع میں برکت کے خیال سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ لایا گیا ہے۔ بس اس پر بات ختم ہو گئی۔ درود ہے، اس ذات پر جس نے تجھے یہ نام دیا۔ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل پر درود اور سلامتی ہو۔

مکتوب: ۱۶۰

میاں شیخ عبدالغنیؒ کے نام لکھا گیا۔

marfat.com

دانائے فقر، فضیلت مآب شیخ صاحب میاں عبدالغنی جیوؒ کو فقیر کی طرف سے سلام۔
جب تعلق کی مضبوطی کو یاد رکھا جائے، تو قربت لازم ہے۔ اور رہنے سہنے کی حقیقت کا پتہ چلتا ہے اور بیگانے اور بیگانے میں فرق رہتا ہے، کیونکہ سب کو اللہ جل شانہٗ کے ساتھ ایک نسبت رہتی ہے۔ جب اُسے منظور ہو، تو بیگانگت آپ کے ساتھ ثابت ہو جاتی ہے۔ مراتب داری کے بغیر کمالاتِ صفاتیہ کا ظہور اس حد تک نہیں سمجھنا چاہیئے کہ یہ دیکھنا ہی خالی ہو جائے۔ فقیرزادوں اور جماعتِ فقرا کی طرف سے سلام عرض ہے۔

مکتوب : ۱۶۱

"علم ایک نقطہ ہے اور جاہلوں کی کثرت ہے" کی تحقیق میں ایک عزیز کے نام تحریر کیا گیا۔

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ سب تعریف اللہ کے لیے ہے، اور سلام اس کے برگزیدہ بندوں پر۔

آپ نے "العلم نقطۃ وکثر الجاہلون" (علم ایک نقطہ ہے اور جاہلوں کی کثرت ہے) کے بارے میں پوچھا تھا۔ میرے مشفق! اس عبارت کے معانی کی تحقیق اسکے پوچھنے والے پر ظاہر ہے، لیکن جو کچھ اس عاجز کے ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ اہلِ حقیقت کی تحقیق کے مطابق علم کے درجے جو اسے عطا ہوئے ہیں، مختصر طور پر پانچ ہیں۔ ان پانچ درجوں میں سے سب سے پہلا درجہ، نبوت کا درجہ ہے۔ اس درجے کے حامل حضرات کو اخص الخواص کہتے ہیں۔ اس سے نیچے ولایتِ الٰہی نبوت ہے۔ جس سے بہرہ ور حضرات خاص الخواص کہلاتے ہیں۔ اور اس کے نیچے ولایتِ ملائکہ مقربین ہے کہ وہاں کے لوگ اخص کہلاتے ہیں۔ اور اس ولایت کے نیچے ولایتِ اولیا ہے۔ اس میں جو لوگ داخل ہیں

ولی خاص ، کہتے ہیں، اوراس ولایت کے نیچے ولایتِ مومنینِ عالم ہے، جو ولایتِ عامہ کے نام سے مشہور ہے. چنانچہ اس قول کے معنی ہر درجے کے لیے الگ الگ ہیں، اور تفصیل بھی الگ الگ ہے۔

ص۴۱۰ اہالیِ ولایتِ عامہ کے طریقے پر، اس ولایت کی ابتدا شرع کے مطابق اللہ پر ایمان لانا ہے۔ اوراس کی انتہا اجتہاد اور قیاس کا مرتبہ ہے۔ مذکورہ بالا قول کا مطلب یہ ہے کہ مجتہدینِ عظام کو جو علم عطا کیا گیا ہے، وہ ان سے نچلے درجے کے تمام علوم پر کسی حاجت کے بغیر حاوی اور محیط ہے۔ اوراس کی تفصیل اس نقطہ کی طرح ہے، جو تمام حروف کے مرتبوں پر محیط ہے۔ اور وہ تمام بزرگ اس مرتبۂ اجمال پر ہیں۔ اور اس نقطہ ہی سے تبدیلی کی گئی ہے، تمام تفصیل کے مراتب اس میں مختصر طور پر آگئے ہیں۔ جب اپنے تابعین کی استعداد کو علمِ تفصیلی کی حیثیت سے اس علم تک پہنچنے کو قاصر پایا، تو پھر انہوں نے علوم مندرجہ کی تفصیل بیان کی۔ اوراصطلاح میں انہیں اہالیِ ولایتِ خاصّہ کہا جاتا ہے۔ اس ولایت کی ابتدا، ذکرِ قلبی سے لذّت حاصل کرنے کے بعد اوراس کی انتہا توحیدِ شہودی کے مرتبہ تک ہے۔ یہی معنی ہیں اس کے کہ حق تعالےٰ کے عارف کا علم و معرفت اللہ تعالےٰ کے حضور میں اس کے شہود کا محض نقطہ ہے، اور حروف والفاظ کا اس پر کوئی لباس نہیں۔ اور چونکہ اس مرتبہ پر پہنچنا اس ولایت کے منتہی لوگوں کی خصوصیت ہے اور متوسّط اور مبتدی درجے کے لوگوں کو عدم استعداد کی وجہ سے وہاں تک پہنچنا دشوار ہے۔ چنانچہ مجبوراً حقیقتِ شہود کو مراتبِ مندرجہ کے ظہور کے مطابق تجلّیات اور مختلف رنگوں میں مختصر طور پر ظاہر کیا گیا اور درماندہ لوگوں کو لطف و کرم سے تجلّیات کی حیثیت سے لباس میں آشکارا کیا گیا ہے، اوران کے ساتھ ان کے تعلّق کو جائز رکھا گیا۔ اور اہالیِ ولایت اَخص کے معنی یہ ہیں کہ عارف کے حقیقی علم و عرفاں کے علم کے بعد چالیس مرتبے ہیں چنانچہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدّس سرّہٗ نے رب العزّت کی درگاہ میں سوال

کیا کہ اے اللہ، علم کا علم کیا ہے؟ جواب دیا گیا، 'علم سے جہالت'، چونکہ ہر ایک کو اتنی علمی استعداد نہیں دی گئی، اس نے مجبوراً دُور رہ جانے والوں کے لیے یافت و شہود کا مرتبہ جس میں علم کی حقیقت مُضمر ہے، واضح نہیں کیا گیا، اور ان سے نچلے اولیا کو یہ سعادت بخشی گئی ہے۔ اور ولایتِ خاص الخواص کے اہالیاں کے طریقے کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ وہ اصلی علم جس سے عارف کو حصّہ ملا ہوا ہوتا ہے، علم سے جہالت ہے۔ لیکن اس جہالت کا حصُول، عارف کی اس توجہ کے پُوری طرح مٹ جانے کے بعد ہے، جو حق کے بغیر حق ہے۔ اور توجہ کا مٹ جانا محض نایافت کی طرف توجہ کرنا ہے، نہ کہ معدُوم کی طرف۔ یعنی مجہُول الکیف ہونے کے اعتبار سے وہ پوشیدہ مراتب میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں توجہ، اور توجہ کرنے والا، جس کی طرف توجہ کی جائے کے رنگِ لاثانی میں نظر آتا ہے۔

غیب النفسی اور غَیب النبّی کے درمیان عدم امتیاز کی وجہ سے ظاہر ہونا، بلکہ توجہ کا مٹ جانا، حقیقتِ نایافت کے ظہُور پر موقوف ہے۔ اور یہ عارف کی توجہ کے بغیر صفاتِ واجبی کی مظہریت سے حصّہ پانا ہے۔ اور چونکہ یہ نسبت، مرتبہ کے بعد ہے، اس لیے اس درجے کے نچلے لوگوں کو نایافت سے نوازا گیا ہے اور اُن میں سکُون جائز رکھا گیا ہے۔ اس لیے بے توجہی کا مرتبہ ایک نقطہ کی طرح ہے اور توجہ کا مرتبہ کثرت سے ظاہر ہے۔ اور مرتبۂ نبوّتِ انبیاء کے بارے میں بات کرنے کی طاقت کس میں ہے۔ تاہم ان مراتب کے اہالی کی تعلیم کے مطابق اس قول کی تحقیق یُوں معلُوم ہوتی ہے کہ بندے کے حق میں کمالِ عرفان اس وقت ثابت ہوتا ہے جب بے توجہی کی وجہ سے ایمان باللہ سے محض حاضر ہونا ہو، جبکہ نہ مظہریت ہو نہ مطالعہ مظہریت۔ پس اس سب سے زیادہ برحق مرتبے کے نیچے ہر نچلا مرتبہ کثرت کا مرتبہ ہے۔ وحدتِ ابیائی کے اس بلند مرتبہ تک نچلے مرتبے کے لوگوں کے نہ پہنچ سکنے کی وجہ سے اِسے کثرتِ علمی سے ظاہر

کیا گیا ہے اور یہ بندوں پر اللہ کا لُطف ہے۔ اور ہر مرتبہ کے اہل کو کثرت کے ضمن میں ایمان کی وحدتِ حقیقی سے بہرہ ور کیا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، اُسے دیتا ہے، اور وہ بڑا فضل والا ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہو گیا، کہ وہ جہل، جو کثرت کا سبب ہے، جہلِ نسبی ہے۔ اور یہ ناپسندیدہ نہیں، بلکہ پسندیدہ ہے اور الجاہلون کی کثرت میں کثرت کا فعل، حقیقی فاعل کی طرف نہیں، بلکہ مجازی کی طرف ہے۔ یعنی سبّب کی سند، سبب کی طرف ہے۔ وہ عدم استعداد کی وجہ سے اس میں زیادتی کرنے کا سبب بنا۔

مکتوب : ۱۶۲

"اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی" کی تحقیق کے جواب میں حافظ محمد عیسےٰ کے نام تحریر کیا گیا۔

آپ کا مکتوب، چند سوالات پر مشتمل تھا۔ اس کے مطالعہ سے خوشی ہوئی۔ لکھا گیا تھا کہ عالمِ ارواح سے "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ؟) کا خطاب کیا گیا۔ اس کے جواب میں انہوں نے "قَالُوْا بَلٰی" (بے شک آپ ہیں) کہا۔ اس وقت جب اَرواح لباسِ عنصری میں ملبوس ہوئیں، اس حد تک کہ اپنی معروف زبان (لُغت) یعنی عربی وغیرہ نہیں سمجھ سکتی تھیں، رُوح کے گھوڑے اور جسم کو، چیونٹیوں کی طرح باہر نکال کر، اور عقل و تمیز دے کر اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں) کے الفاظ سے خطاب کیا اور انسانوں کے قول کے مطابق "ہاں"، کہ کر ایک عہد باندھ لیا۔ اور عہد باندھنے کے بعد حضرت آدمؑ کی پشت میں واپس چلی گئیں۔ ایسے کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ اس کے بعد جب ہر انسان اللہ تعالےٰ کی مرضی اور ترتیب سے حضرت آدمؑ کی پشت سے پیدا ہوا اور مختلف وسیلوں سے پیدا ہو رہا ہے، تو "جب کچھ بھی نہ تھا" کا ظہور ہوتا ہے۔

marfat.com

اور چونکہ انسان اپنی زبان کی طاقت، اور سمجھ نہیں رکھتے، اس لیے دُوسری زبانوں سے بے خبر ہو گئے۔ اور اس میں باریک رمز ہے، جسے اللہ سبحانہٗ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور جب رُوح کو جسم سے فائدہ اٹھا کر اِدراک، صفات اور معانی کی قوت عطا کریں گے تو منکر نکیر کا جذب اور اکثر دوسرے علوم ان پر آسان ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے۔

واضح ہو، کہ اللہ سبحانہٗ کی ذات کا مرتبہ چونکہ اپنی ذاتی قابلیات کی بنا پر ازل ہی سے ثابت ہے، اس لیے صُوفی محققین کے نزدیک دراصل تجرّد کا اطلاق، جس کا مطلب صفات سے قطع نظر کرنا ہے، جائز نہیں۔ البتہ سمجھنے اور خیال کرنے میں ذات وصفات، کے ظہُور کے بیان کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس لیے مجبوراً حیثیت مفہومہ کے اعتبار سے ہر مرتبہ کو تجرّد سے بیان کیا جاتا ہے۔

مزید برآں، کیا ہماری ذات اور کیا ہماری صفات، دراصل یہ سب کچھ اللہ سبحانہٗ کی جامع کمالات ذات کا فیض ہے، جو ہماری ذات میں صفاتِ کمال پائی جاتی ہیں۔ پس ظاہری صفات میں سے جو فیض ظاہر ہوتا ہے، وہ بھی اس کی ذات کی بدولت ہے پس اسے سمجھئے۔

مکتُوب : ۱۶۳

ایک عزیز کے نام منع شدہ اُمُور کے بارے میں لکھا گیا۔

شروع اللہ کے نام سے، سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ اس کے رسُول پر اور آلِ رسُول پر صلوٰت وسلام۔ اے زمانے کے سادہ لوح لوگو، زمانے کے بے نظیر فقرا سے تم یہ توقع کرتے ہو کہ تحفوں کے عوض میں وہ اپنے آپ کو اس قسم کے ممنوعہ

امُور ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہیں، تمہارے ساتھ شریک کرلیں۔ اور اس بے فائدہ مصیبت پر راضی ہو جائیں۔ کتنی عجیب بات ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ اس گروہ کی برکت ان ممنُوعہ اُمور کے ترک کرنے میں ہے، اگر وہ اپنے باطن کو رتی بھر بھی اس قسم کے کاموں میں مشغول کریں گے، تو ان کی اصلی جمعیتِ خاطر، اور حقیقی قُرب ان سے چھن جائے گا۔ اور پھر کرامت کی بجائے ان سے استدراج (کافر کی کرامت) ظاہر ہوگا۔

میرے عزیز۔ یہ گروہ تمہاری خیر خواہی کے لیے ہے، اور اگر خیر خواہ نہ بھی ہوں، کم از کم ان کی طرف سے تمہارے حق میں بدخواہی ہرگز نہیں ہوگی، خواہ اسمیں تمہارے خیال میں تمہیں آرام و زینت ہی حاصل ہو۔ پس اس گروہ سے اس قسم کا تعلق نہ چاہو، بلکہ انجام بخیر مانگو۔ تاکہ ان ناگوار امُور کی وجہ سے تمہارے ایمان، ظُلمت آلودہ نہ ہو جائیں، اور چونکہ بھیجی ہوئی شے کا لانا، معروف شرائط سے مشرُوط ہوتا ہے، "اور جب شرط ختم ہوگئی، تو مشروط خود بخود ختم ہوگیا۔"

اس لیے بھیجی ہوئی اشیا قبُول نہیں کی جاتیں، اور معذرت کر دی جاتی ہے۔

مکتُوب: ۱۶۴

میاں اللہ دینؒ کے نام لکھا گیا۔

نایافت کے معاملے میں سالک کو دلوارہ کی طرح ہونا چاہیے۔ کہ سراسر پریشانی اور سرگردانی ہے۔ کیونکہ حضرت ایشانؒ نے فرمایا ہے۔ ؎

عجب ایں نیست کہ سرگشتہ شود طالبِ دوست عجب ایں است کہ من واصلِ سرگردانم

(ترجمہ) تعجب اس بات میں نہیں کہ دوست کو چاہنے والا سرگشتہ ہو جائے، تعجب

تو یہ ہے کہ میں وصل میں بھی سرگرداں ہوں۔

شاید آپ نے نایافت کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ ورنہ نایافت کے اندر وصل حقیقی ہے۔ پہاڑ سے ٹکر مارنا، شیطان کے وسوسوں میں سے ہے اس لیے حق تعالےٰ کی دریافت ہے، بے کیفی کی ہر قسم کی یافت، نایافت سے پیدا کردہ۔ ادریس

مکتوب : ۱۶۵

عزیزوں کے نام لکھا گیا۔

اے اللہ! تو جاننے والا ہے۔ سب تعریف تیرے لیے ہے۔ تیرے نیک بندوں پر سلام ہو۔

تو اپنے فضلِ خاص سے کسی بہانہ کے بغیر اپنے اولیا کو اپنی تجلیات کے انوار سے ابتدا اور وسط میں نوازتا ہے، ان کی صلاحیت کو بارِ امانت اٹھانے کے قابل بنانے کے لیے پالتا ہے۔ اور اس کے بعد فضلِ اخص سے تجلیات کی طرف توجہ کی قید سے نجات دے کر شہود کے مراتب پر، جو پوشیدہ وصل میں شامل ہیں، سرفراز کر کے نایافت عطا کرتا ہے۔ اور پھر وہاں سے لطیف طریقے سے کسی بہانہ کے بغیر اخص الخواص میں داخل کر کے نایافت کی حقیقت سے سرفراز کرتا ہے۔ سبحان اللہ، تیرا یہ اقتدارِ کمال بعض کو مرتبہ ولایت کی مناسبت کے اعتبار سے زیادہ تر خلوت کی رغبت دیتا ہے۔ اور ان کے کاروبار کو تنہائی کے مکان میں جاری و ساری فرماتا ہے۔ اور بعض کو اس مقام سے پختہ کر کے جلوت میں لاتا ہے اور ارشادِ عام (وعظ) کے مرتبے سے کہ انبیاؑ کا خاصہ ہے، ان کی مکمل پیروی کی وجہ سے فیض یاب کرتا ہے۔ پہلے گروہ کے حق میں جلوت کو سم قاتل بنایا اور دوسرے گروہ کے حق میں خلوت کو عین نقصان قرار دیا۔ لیکن ان کی درس خلوت

کی وجہ سے انہیں مرتبہ خلوت میں ہی ترقی بخش دی،

میں دعا کرتا ہوں کہ اس عاجز کو اس بہت بڑے گروہ کا کچھ حصّہ عطا فرما دے اور آہستہ آہستہ دونوں طرح کے بلند مراتب پر فائز کر دے ع از کریماں کار ہا دشوار نیست (کرم کرنے والوں کے لیے ایسے کام مشکل نہیں)

اے خلوت و جلوت کے بلند مرتبہ لوگو، اس گروہ کے غریب مشتاق کا سلام قبول کرو۔ اور علمی مراتب کی زیادتی کے لیے دعا کرو۔ حصولِ ملاقات تک چند مشفقانہ الفاظ کے ذریعے اس تعلق کو استوار کرو۔

فائدہ:۔ اللہ تعالےٰ کے کلام کی تحقیق کے بارے میں یہ بات سمجھ لو۔ کہ قرآن شریف کے کلام کے سات مرتبے ہیں۔ تین مرتبے "وجوبی" ہیں۔ اور چار مرتبے امکانی ہیں، تین وجوبی مرتبے یہ ہیں:۔ وجودِ کلام، نورِ کلام، اور کلام کرنیوالے پر ظہورِ کلام، اور چار امکانی مرتبے یہ ہیں:۔ پہلا نفسِ مدعا، جو حرف و آواز ہے، اگرچہ وہ نورانی ہیں، کیونکہ اس کا حصّہ حضرت جبرائیلؑ کو عطا ہوا ہے اور جیسا کہ یہ طے شدہ بات ہے کہ "جبرئیل نے آواز کو سنا ... الخ" دوسرا یہ کہ اگرچہ مخلوق ہے، لیکن کسی مخلوق کو اس میں تصرّف کی گنجائش نہیں تیسرا یہ کہ اس کے حرف و الفاظ جسم رکھتے ہیں، جیسا کہ حضرت جبرئیلؑ کا بیان، اور آنحضرت فرشتے کے کلام کے سوا کوئی اور اطلاع نہیں رکھتے تھے۔ اور چوتھا۔ اس کے جسمانی حروف و آواز جیسا کہ نبی کریمؐ صحابہ کرام کو فیض عام کے واسطے بیان کرتے تھے۔

مکتوب: ۱۶۶

حاجی صوفی عبدالکریمؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

شروع شروع میں لطائف کا ذکر حاوی ہوتا تھا۔ کیونکہ ذکر اسم ذات تھا۔ جب مسمّٰی حقیقی جو بالتحقیق اللہ ہے، زور مارتا ہے تو مسمّٰی حقیقی کے

حضور میں بے کیفی سے سرفراز ہو جاتا ہے اور چونکہ بزرگوں کی اصطلاح میں پہلے مرتبے کے ذکر کو "اسمی" کہتے ہیں، اس لئے جب مسمّٰی کے حضور میں یہ زور مارتا ہے، اسے علم حضوری کہتے ہیں۔ یہ کمالاتِ صفات کا ظہور ہے۔ اور جب ذاتِ حقیقی اپنی صفات کے مرتبہ کا ظہور کرتی ہے، تو اس مرتبہ کو حضورِ علمی کہتے ہیں۔ اگرچہ حضورِ صفات بھی بے کیفی سے ہے لیکن ذاتِ حقیقی کے مرتبے میں علمِ حضوری اور حضور علم کے بغیر حضور در حضور ہے۔ اس مرتبہ میں جیسا کہ علمِ حضوری کے مرتبے میں ذکر ہو چکا ہے، علمِ حضوری کے حضور میں حضور، اور حضورِ علم جذب ہو جاتا ہے اور ایمانِ حقیقی کے حضور در حضور میں ذاتِ حقیقی سے بے کیفی میں یکتا یقیں ہو جاتا ہے۔ اور اس جگہ حقیقی بے کیفی سے متحقق ہوتا ہے۔ حضور در حضور کا یہ مرتبہ، سرِ حقیقت، حقی حقیقت اور اخفیِ حقیقت سے تعلق رکھتا ہے، اگرچہ پچھلے تین مرتبے بھی تینوں لطائف سے تعلق رکھتے ہیں، یہ مرتبہ سردار کا ہے۔ اور وہ مرتبے تابع اور مطیع کے ہیں۔ کہاں یہ اور کہاں وہ۔ مقصود تو متبوع سے ہے اور وسط کے وہ مرتبے آہستہ آہستہ ترقی پر ہیں۔

اللہ کا شکر ادا کرو۔ کہ اس نے تمہیں یہ نعمت عطا فرمائی۔ دوسرے لوگوں کو تو یہ چیز مدتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرو۔ اور فاتحہ خیر پڑھو تاکہ حق تعالےٰ اس مرتبے کو قائم رکھے۔

مکتوب: ۱۶۷

صوفی عبدالکریمؒ کے جواب میں لکھا گیا۔

اولیا کی دو جماعتیں ہیں۔ ان میں سے ایک جماعت حق تعالےٰ سے دعا کرنے کو جائز نہیں سمجھتی، کیوں کہ اس جماعت کے نزدیک جو ہے، تقدیر میں پہلے ہی مقرر کیا جا

چُکا ہے، اس لیے وہ دعا مانگنا بے ادبی سمجھتی ہے۔ دُوسری جماعت یہ سمجھتی ہے کہ تمام چیزیں پہلے ہی مقدر ہو چکی ہیں لیکن ان کا مقدر ہونا دو طرح کا ہے۔ ایک تقدیرِ مُبرم پر مقدر جس کا بدلنا کسی طرح بھی جائز نہیں، اس لیے مُبرم کے سلسلے میں دعا کرنا وقت ضائع کرنا ہے دوسری تقدیرِ معلق، اور یہ وہ ہے کہ اُس کا بدل جانا دُعا پر موقوف ہے۔ چونکہ وہ دُعا پر معلق ہے دُعا سے بدل جاتی ہے، اور یہ بالکل معلوم نہیں، کہ تقدیرِ مُبرم کونسی ہے اور تقدیرِ معلق کونسی! اس لیے بندگی کا شیوہ یہی ہے، کہ چونکہ حق تعالےٰ نے تقدیرِ مُبرم کو دُعا سے معلق نہیں کیا اور تقدیرِ معلق کو دُعا پر موقوف فرمایا ہے، اس لیے بندے کو چاہیے کہ تقدیرِ معلق کے لیے دُعا کرے، کیونکہ حق تعالےٰ نے جس شے کو دُعا پر معلق فرمایا ہے، وہ ہو جائے۔ دُعا نہ کرنا حق تعالےٰ کی مخالفت کرنا ہے، اور ایسا کرنا ممنُوع ہے ہمارے بزرگوں کا تعلق دوسری جماعت سے ہے، جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ مخالفت نہیں کرتی، بلکہ "دُعا پر معلّق" کی نیّت سے دُعا کرتی ہے۔ پہلی جماعت جو دعا نہیں کرتی، شاید سب کو تقدیرِ مُبرم کے تحت ہی سمجھتی ہے، یا نہیں سمجھتی، حق تعالےٰ ہی ٹھیک سمجھتا ہے۔ اور اللہ جلّ شانہٗ کے حضُور میں "دعا پر معلّق" اُمُور کے سلسلے میں دعا کرنا عین ادب ہے، اور کونہ دستوں میں نہیں ہونا چاہیے۔

تمّت بالخیر

---

marfat.com

حضرت شیخ عبدالنّبیؒ کے وصال پر پہلا مرثیہ مع تاریخ وصال

(۱) افسوس! ہماری ظاہر بیں نگاہوں سے اولیاء کے چراغ کا نُور اوجھل ہوگیا۔
(۲) وہ سالکوں کے لئے شام افروز چاند اور صبحِ ہدایت کے آفتاب کی روشنی تھا۔
(۳) وہ ایسی محفل کی شمع تھا، جس کی شان میں آیا ہے کہ "وہ اس دارِ فانی سے رخصت ہوکر مرتے نہیں"
(۴) اُس نے حریمِ خداوندی کا احرام باندھ کر دارِ بقا کا سفر اختیار کر لیا ہے۔
(۵) وہ اہلِ اللہ کا بادشاہ اور صوفیاء کی پناہ گاہ تھا، وہ نیک لوگوں کا پیشوا اور پاک لوگوں کا سرتاج تھا۔
(۶) وہ قدر و منزلت کا قبلہ اور مرکزِ اعتبار تھا۔ وہ عزّت کی شان اور عظمت و بزرگی کی جان تھا۔
(۷) وہ صاحبِ عرفاں، صِدق کا نُور، دین کا رہنما۔ حق الیقین کا مالک اور ہدایت کا ماہ کامل تھا۔
(۸) وہ ہدایت کا منبع اور رہنمائی کے سُمندر کا ماخذ تھا۔
(۹) وہ شخص، پیر و مرشد حضرت عبدالنّبیؒ تھا، جو اہلِ توحید و سلوک کے لئے مایۂ افتخار تھا۔
(۱۰) وہ آسماں کے مرتبہ والا ایسا برگزیدہ اِنسان تھا کہ مہر و ماہ بھی نُور حاصل کرنے کے لیے اُس کی خاک سے التجا کرتے تھے۔
(۱۱) اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے اُس کی پاک رُوح پر ہمیشہ اپنی رحمت نازل فرماتا رہ!
(۱۲) اُس کے مرقد سے دوستوں کے باغ میں ابرِ فیض سے پھُول کھلاتا رہ!
(۱۳) افسوس! اُس کے دل افروز فیض کے سُورج کو گہن لگنے سے روشن صبح، شام کی طرح تیرہ و تار ہوگئی۔

marfat.com

(۱۴) دنیا دیکھنے میں تاریک ہوگئی۔ شمع کے بغیر اہلِ خانہ کے لئے اندھیرا چھا گیا۔
(۱۵) قضا کے شرربار قلم کے دھوئیں نے دِل کو جلا دیا اور اُسے زخم زخم کر دیا۔
(۱۶) موت کی آگ سے دل کباب ہوگیا۔ اس نے جہاں کو اِنتہائی بلندی سے اِنتہائی پستی میں پھینک دیا۔
(۱۷) آنکھوں سے خون کے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا، جس نے رستے کے ہر پُل کو توڑ پھوڑ دیا۔
(۱۸) اِس جگر سوز اور ہولناک واقعہ کو دیکھکر آسماں حیرت زدہ ہوگیا۔
(۱۹) اُس عالی جناب کی تاریخِ وفات کے لئے جب دل نے سوچ بچار کی،
(۲۰) تو حُسنِ طلب کے آخر کی بدولت اُسے معلوم ہوا کہ آفتابِ ہدایت گہن میں آگیا۔

○

دوسرا مرثیہ مع تاریخِ وصال

(۱) وہ باصفا، علمِ لدنی (خداداد علم) کا مالک تھا۔ وہ عرفان کا سمندر اور خدا کے نور کا مظہر تھا۔
(۲) اُس کے وجود سے دُنیا نے فیض پایا ہے اور آخرت بھی چمک اُٹھے گی۔
(۳) اُس نے لفظ اور معنی دونوں کی تحقیق کی۔ وہ نکتہ داں، دستگیر اور ہمارا پیر و مُرشد تھا۔
(۴) اے اہلِ ذہانت، اگر آپ ایک حرف بھی سمجھیں، تو ہر مصرع کے شروع میں اس کا نام آئے گا۔
(۵) میں اس عالی جناب کی پھر تعریف کرتا ہوں۔ وہ عالمِ ناسُوت (دنیا) اور عالمِ ملکُوت (عالمِ ارواح) کا عُنما (ایک مبارک پرندہ) تھا۔
(۶) اُس قُطبِ عالم اور غوثِ اعظم رہنما نے دو سانسوں میں عالمِ جبرُوت (اللہ کے مرتبۂ صفات)

marfat.com

اور عالمِ لاہُوت (اللہ کے مرتبۂ اسماء) کے مقامات کو طے کر لیا۔

(۷) اُس نے امامت کے اندر خلافت کا مرتبہ پایا اور انبیاء کے مقامِ نبوّت و ولایت سے بھی حِصّہ لیا۔

(۸) وہ اَولیاء اللہ کا سرتاج۔ نبوّتِ احمدی کے کمالات سے بہرہ ور ہوا۔

(۹) وہ صِدق و خلوص میں ابوبکرؓ، عدل و انصاف میں فاروقؓ، شرم و حیا میں عثمانؓ اور علم و فضل میں علی کرّمؓ اللہ وجہہ کی مثال تھا۔

(۱۰) وہ اجتہاد میں ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ تھا اور فہمِ شریعت میں مالکؒ اور حنبلؒ تھا۔

(۱۱) وہ حقیقت اور طریقت میں خاص الخاص تھا۔ وہ معرفت کے میدان میں خصُوصی رہنما تھا۔

(۱۲) اُس کی بدولت دِل۔ رُوح اور سر روشن تھے۔ وہ چودھویں کا چاند 'خفی' میں بھی 'خفی' تھا۔

(۱۳) جب وہ مہرِ عالم تاب اِس جہانِ فانی سے جہانِ باقی کو چلا گیا،

(۱۴) تو دنیا میں اندھیرا چھا گیا اور ساتوں زمینیں اور نو کے نو آسمان تیرہ و تار ہو گئے۔

(۱۵) جب میں نے عقل سے بڑے صدق و خلوص سے اس کی تاریخِ وصال پوچھی۔

(۱۶) تو ہاتف نے کہا کہ 'بخشش'، 'جُود' (سخاوت) 'کرم'۔ حلم (بُردباری) اور حیائے بے سروپا ہو گئے۔

(۱۷) نُور اُس کے روضہ کے گرد اگرد قربان ہو گیا۔ خُدا کرے کہ ہدایت کا نُور اس کی دستگیری کرے۔

marfat.com

تشریح تاریخ ہائے وصال

پہلے مرثیہ میں حضرت شیخ عبدالنبیؒ کی تاریخِ وصال بحروف ابجد نکالی گئی ہے۔ چونکہ اکثر حضرات کو حروفِ ابجد کے اعداد سے آگاہی نہیں اور انہیں اس بات کا علم نہیں کہ عربی اور فارسی (اور ان کے تتبّع میں اُردو) کے ہر حرف کے عدد مقرر ہیں، اس لئے بطورِ تعارف حروفِ ابجد کے اعداد بھی بیان کئے جاتے ہیں، تاکہ تاریخ کے سمجھنے میں سہولت رہے اور پوری طرح محظوظ ہُوا جا سکے۔

حُروفِ ابجد اور اُن کے اعداد :

ابجد	ہوّز	حُطّی	کلمن	سعفص
ا ب ج د	ہ و ز	ح ط ی	ک ل م ن	س ع ف ص
۱ ۲ ۳ ۴	۵ ۶ ۷	۸ ۹ ۱۰	۲۰ ۳۰ ۴۰ ۵۰	۶۰ ۷۰ ۸۰ ۹۰

قُرِشت	ثخذ	ضظغ
ق ر ش ت	ث خ ذ	ض ظ غ
۱۰۰ ۲۰۰ ۳۰۰ ۴۰۰	۵۰۰ ۶۰۰ ۷۰۰	۸۰۰ ۹۰۰ ۱۰۰۰

پہلی تاریخِ وصال منظوم فارسی:

یہ تاریخ مرثیہ کے آخری شعر ؎

یافتہ از غایتِ حُسن طلب　　منکشف گردید مہرِ ابتدا

(آفتابِ ہدایت کو گہن لگ گیا)

میں پوشیدہ ہے۔ "غایتِ حُسنِ طلب" کا مطلب اس ترکیب کے آخری حرف 'ب' کے عدد کو دوسرے مصرعہ "منکسف گردید مہرِ ابتدا" کے اعداد میں جمع کرنا ہے، جس سے تاریخِ وصال نکلتی ہے، جو نہایت موزوں اور بامعنی ہے۔

marfat.com

تشریح :

ابتدا	مہرِ	گردید	سنکسف
ا ہ ت د ا + ب	م ہ ر	گ ر د ی د	م ن ک س ف
۱ ۵ ۴۰۰ ۱ ۴ + ۲	۴۰ ۵ ۲۰۰	۴ ۱۰ ۴ ۲۰۰ ۲۰	۴۰ ۵۰ ۲۰ ۶۰ ۸۰
۲ + (۴۱۱)	+ (۲۴۵)	+ (۲۳۸)	+ (۲۵۰)

= ۲ + (۴۱۱) + (۲۴۵) + (۲۳۸) + (۲۵۰) = ۱۱۴۶ھ

دوسری تاریخِ وصال نثر میں :

دوسری تاریخِ وصال نظم کی بجائے نثر میں "خلیفۂ عالی برحق" کی بامعنی ترکیب میں کہی گئی ہے۔ اس کی تشریح حسب ذیل ہے :-

برحق	عالی	خلیفہ
ب ر ح ق	ع ا ل ی	خ ل ی ف ہ
۲ ۲۰۰ ۸ ۱۰۰	۷۰ ۱ ۳۰ ۱۰	۶۰۰ ۳۰ ۱۰ ۸۰ ۵
(۳۱۰)	+ (۱۱۱)	+ (۷۲۵)

= (۳۱۰) + (۱۱۱) + (۷۲۵) = ۱۱۴۶ھ

تیسری تاریخِ وصال فارسی نظم میں :

دوسرے مرثیہ میں تاریخِ وصال نہایت عمدہ اور مرموز پیرائے میں بیان کی گئی ہے۔ اس مرثیہ میں تاریخِ وصال مرثیے کے آخری سے پہلے شعر ؎

گفت ہاتف بے سروپا می شدند بخشش وجود و کرم. حلم و حیا

میں پوشیدہ ہے۔ اس میں رمز یہ ہے، کہ 'بخشش'، 'جود'، 'کرم'، 'حلم' اور 'حیا' کے الفاظ کو اگر "بے سروپا" کر دیا جائے۔ یعنی ان الفاظ کے پہلے اور آخری حرف کو کاٹ دیا جائے، تو باقی ماندہ حروف کے اعداد کے مجموعہ سے تاریخِ وصال نکل آئے گی۔ تشریح حسب ذیل ہے :-

marfat.com

بخشش	جُود	کرم	حلم	حیا
ب خ ش ش	ج و د	ک ر م	ح ل م	ح ی ا
۶۰۰ ۳۰۰	۶	۲۰۰	۳۰	۱۰

۹۰۰ + ۶ + ۲۰۰ + ۳۰ + ۱۰ = ۱۱۴۶ھ

اس میں فن تاریخ کے علاوہ شعری خوبی یہ ہے کہ حضرتؒ کی وفات سے بخشش، جُود، کَرم، حلم اور حیا کے سر اور پیر کٹ گئے، گویا حضرتؒ کے اُٹھنے سے یہ صفات بھی دنیا سے اُٹھ گئیں، اور لوگ ان کی برکتوں سے محروم ہو گئے۔

تشریح از

مشتاق احمد بھٹی، ایم اے

○

marfat.com

صحت نامۂ اغلاط

مکتوبات شریفہ کی کتابت جیساکہ مسودے سے واضح ہے، ۱۱۹۷ھ میں مکمل ہوئی۔ دوسو سال کے اس عرصے میں فارسی رسم الخط میں خاصی تبدیلیاں واقع ہوگئی ہیں، جن کی وجہ سے ایک عام فارسی دان کو بعض جگہ قرینے اور قیاس سے کام لینا پڑتا ہے، جبکہ بعض جگہ کتابت کی غلطیاں بھی موجود ہیں۔ ان وجوہ سے مکتوبات کی املا کی درستی کی خاطر اغلاط کا صحت نامہ ضروری ہوگیا۔

فارسی زبان نے اپنا موجودہ رسم الخط عربی زبان سے لیا ہے، جس طرح فارسی کی پیروی میں اردو نے بھی اضافوں کے بعد یہی رسم الخط اختیار کرلیا ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اہلِ ایران کی تہذیب و ثقافت ہر لحاظ سے اسلام کے ڈھانچے میں ڈھل گئی تھی۔ اہلِ ایران کا اصل رسم الخط دوسری تمام آریائی زبانوں کی طرح بائیں سے دائیں تھا، جبکہ تمام سامی زبانوں کا رسم الخط جیساکہ عربی زبان ہے، دائیں سے بائیں ہے۔ رسم الخط کی اس تبدیلی سے عربی حروف بھی اختیار کرنے پڑے۔ اور جو آوازیں عربی رسم الخط میں نہیں تھیں، ان کو بھی ادا کرنے کے لئے ان آوازوں کے قریب المخرج حروف اختیار کرنے پڑے، جنہیں قرینے سے سیاق و سباق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قاری خود سمجھ جاتا تھا۔ بعد میں مرورِ زمانہ سے اس الجھن کو دور کرنے، اور امتیاز پیدا کرنے کے لئے ایسے حروف پر کچھ علامتوں کا اضافہ کرکے نئے حروف وضع کرلئے گئے۔ مثلاً "پ" کی آواز کو ظاہر کرنے کے لئے "ب" کے نیچے اور "چ" کی آواز کے لئے ج کے اندر دو نقطے بڑھا دیئے گئے۔ اور "گ" کی آواز کے لئے "ک" کے اوپر ایک

کشش کا اضافہ کر دیا گیا۔

اس قدیم قلمی نسخے میں بھی پُرانا انداز تحریر اختیار کیا گیا ہے۔ اس میں "گ" کو ہر جگہ "ک" ہی لکھا گیا ہے، خواہ اس طرح فارسی کے دوسرے بامعنی الفاظ سے التباس ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً 'گردن' کو 'کردن'، 'گشت' کو 'کشت'، 'گاہ' کو 'کاہ' لکھا گیا ہے۔ اَب "گ" فارسی زبان کا ایک ایسا حرف ہے، جس کا استعمال عام ہے۔ اس کے کئی مصادر اور الفاظ میں "گ" کی آواز شامل ہے، جیسے گفتن، شگفتن، گردیدن، گماشتن وغیرہ۔

اس طرح کاتب نے الف ممدودہ کو بعض جگہ استعمال کیا ہے، لیکن اکثر و بیشتر استعمال نہیں کیا، مثلاً آدم کو ادم، آرام کو ارام اور آن کو ان لکھا ہے۔

اس قسم کے اندازِ تحریر سے مسودّے کا ہر صفحہ غلطیوں سے بھرا پڑا ہے۔ چنانچہ اگر ان تمام اغلاط کی جامع فہرست تیار کی جاتی تو اچھا خاصا ایک ضخیم رسالہ تیار ہو جاتا۔ اِسلیئے اس طرح کی اصولی غلطیوں کو قاری کی عقل و فہم پر چھوڑ کر کتابت کی اُن غلطیوں کی تصحیح کے لئے فارسی مکتُوبات کے آخر میں جدول کی صورت میں صحت نامہ شامل کر دیا گیا ہے۔ جنکی موجودگی میں ایک عام فارسی داں کو مشکل پیش آسکتی تھی۔ مکتوبات کے نفسِ مضمون کی پاکیزگی کے پیشِ نظر یہ احتیاط ضروری سمجھی گئی کہ مکتُوبات کی املا حتی الوسع اغلاط اور مغالطوں سے پاک ہو۔ اس قلمی عبارت میں اس لئے درستی نہیں کی گئی، کیونکہ اس طرح پُرانے آثار کی تقدیس و حُرمت کے زائل ہونے کا اندیشہ تھا۔

---

marfat.com

جدول

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱	۲۷	۳	اولا	اوّلاً
۲	۲۷	۷	مدفق	مدقّق
۳	۳۳	۱	الا	اِلّا
۴	۳۳	۶	اجمالا	اجمالاً
۵	۳۳	۷	ذاتا	ذاتاً
۶	۳۴	۵	ستہ	سِتّہ
۷	۳۴	۱۴	تکلم معاش	تکلّم وسعاش
۸	۳۶	۵	قلب سوید	قلب مرید
۹	۳۶	۹	جست	جہت
۱۰	۳۷	۵	نخشوع	بخشوع
۱۱	۳۷	۹	مسازد	بسازد
۱۲	۳۸	۱	ننمجی	بہ نہجی
۱۳	۳۸	۱۱	سیہ	سیر
۱۴	۴۰	۱	اصلاح	اصطلاح
۱۵	۴۰	۵	داست	داشت
۱۶	۴۰	۶	اہولایت	اہل ولایت

marfat.com

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۷	۴۳	۱۳	اجمالا و تفصیلا	اجمالاً و تفصیلاً
۱۸	۴۴	۳	مُسرا	مُبرّا
۱۹	۴۷	۱	رضو	رضُوا
۲۰	۴۸	۱۱	مظفہ	مضغہ
۲۱	۴۹	۶	تجوز	تجویز
۲۲	۴۹	۹	مبلس	مُتلبّس
۲۳	۵۱	۹	عبدالرسید	عبدالرشید
۲۴	۵۶	۷	اولا اجمالا	اولاً اجمالاً
۲۵	۵۷	۲/۱	"ایں مرتبہ شہودہ اولیہ را شہود اول نامند"۔	مکرّر لکھا گیا ہے۔
۲۶	۵۸	۴	مقتبات	مقتفیات
۲۷	۵۸	۱۱	اولا	اولاً
۲۸	۵۸	۱۵	ثانیا	ثانیاً
۲۹	۶۰	۱۴	اکاہ	آں گاہ
۳۰	۶۳	۹	نبض	بہ نصّ
۳۱	۶۴	۸	دات	ذات
۳۲	۶۵	۳	صلبی	سلبی
۳۳	۶۷	۳	ملاذست	ملازمت
۳۴	۶۹	۳	ادراک	(مکرّر)
۳۵	۷۱	۹	حقتقی	حقیقتی

marfat.com

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۳۶	۷۲	۶	مثلا	مثلاً
۳۷	۷۲	۱۱	ہود	ہنُود
۳۸	۷۲	۱۱	شرشار	سرشار
۳۹	۷۳	۷	مجبول	مجبور
۴۰	۷۳	۱۳	قطیّہ	قطعیّہ
۴۱	۷۳	۱۴	مکالہ	مکالمہ
۴۲	۷۴	۱	ہود	ہنُود
۴۳	۷۴	۱۲	نعہم اللہ	لعنہم اللہ
۴۴	۷۵	۱۴	کسیفہ	کثیفہ
۴۵	۷۸	۱۴	بایات	بہ آیات
۴۶	۸۱	۷	شرشار	سرشار
۴۷	۸۲	۱۱	شاہد فہمید	نشاید فہمید
۴۸	۸۶	۱۴	علیہم	علیم
۴۹	۹۴	۹	بکلشی	بکُلِّ شئے
۵۰	۹۴	۱۳	منطہ تفصیل	منصّۂ تفصیل
۵۱	۹۵	۱۳	حثبّات	حیثیّات
۵۲	۹۷	۱۱	وچوب	وجُوب
۵۳	۹۸	۱۳	سنموع	مسمُوع
۵۴	۱۰۴	۶	قراں	قُرآن
۵۵	۱۰۶	۷	قراں	قُرآن

marfat.com

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۵۶	۱۱۱	۹	قرانی	قُرآنی
۵۷	۱۱۱	۱۳	قرانی	قرآنی
۵۸	۱۱۲	۱۰	حضرت پر	حضرت پیر
۵۹	۱۱۴	۱۰	صوت	صَوت
۶۰	۱۱۵	۴	مسلہ اختیار	مسئلہ اختیار
۶۱	۱۱۸	۱۳	منحقق	مُتحقّق
۶۲	۱۱۹	۶	خبیث	خبیث
۶۳	۱۲۰	۱۴	جمع	سمع
۶۴	۱۲۴	۱۰	حبو	جیُو
۶۵	۱۲۷	۱۱	ذاتا وصفاتا	ذاتاً وصفاتاً
۶۶	۱۲۹	۱۱	غیران	غیرآں
۶۷	۱۳۱	۵	ایں طن	ایں ظَن
۶۸	۱۴۰	۹	کردن اولیاء	گردنِ اولیا
۶۹	۱۴۳	۳	ازنفاع	اِرتفاع
۷۰	۱۴۳	۷	جمیع اسما	جمیع الاسماء
۷۱	۱۴۴	۸	ازطنیت	ازظلّیت
۷۲	۱۴۶	۱	مسلہ	مسئلہ
۷۳	۱۴۷	۲	قراں	قُرآن
۷۴	۱۴۷	۶	کزیر	گریز
۷۵	۱۴۸	۴	علماء طواہر	علماء ظواہر

marfat.com

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۷۶	۱۴۹	۱۰	اصمحلال	اضمحلال
۷۷	۱۴۹	۱۵	اصمحلال	اضمحلال
۷۸	۱۵۱	۱۱	مرعوبات	مرغوبات
۷۹	۱۵۱	۱۳	مطہریرا	مظہریرا
۸۰	۱۵۲	۸	بوجہ ابکینی	بوجہ ابلیسی
۸۱	۱۵۸	۱۰	علماء ظہوا	علماء ظواہر
۸۲	۱۶۰	۵	مسلہ	مسئلہ
۸۳	۱۶۳	۴	از تقی اثبات	از نفی واثبات
۸۴	۱۶۳	۸	شماں	شاں
۸۵	۱۶۴	۱۳	مجملا یا مفصلا	مجملاً یا مفصلاً
۸۶	۱۷۰	۱	روج	رُوح
۸۷	۱۷۰	۱۳	خارح	خارج
۸۸	۱۷۱	۱۲	ستین	سَبعین
۸۹	۱۷۲	۲	معمور	مامُور
۹۰	۱۷۴	۵	حقبقت	حقیقت
۹۱	۱۷۴	۷	مجی	مُجتّی
۹۲	۱۷۵	۵	صحبت باطنی	صحتِ باطنی
۹۳	۱۷۵	۷	اہلِ عنا	اہل فنا
۹۴	۱۷۶	۵	حجوم	ہجوم
۹۵	۱۸۴	۶	ذکر تربسیت	ذکرِ تربیّت

marfat.com

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۹۶	۱۸۷	۴	شرح	سُرخ
۹۷	۱۸۷	۵	شرح	سُرخ
۹۸	۱۹۰	۷	باعلے	باعلیٰ / باعلے
۹۹	۱۹۰	۸	بادنی	بادنیٰ / بادنے
۱۰۰	۱۹۱	۵	مجبول	مجہول
۱۰۱	۱۹۲	۱۱	کبری	کُبریٰ
۱۰۲	۱۹۳	۱۰	درسخص	درشخص
۱۰۳	۱۹۵	۱۴	سخص باقی	شخصِ باقی
۱۰۴	۱۹۷	۱۵	احنافی	اضافی
۱۰۵	۱۹۸	۱۰	صفات ومسبہ	صفاتِ ذمیمہ
۱۰۶	۱۹۹	۳	ادلا	اوّلاً
۱۰۷	۱۹۹	۹	منطلق	منطبق
۱۰۸	۱۹۹	۱۵	ہیج	ہیچ
۱۰۹	۲۰۳	۲/۱	ترقی ازمرتبہ معلومات	تکرر ہے
۱۱۰	۲۰۳	۶	مصعات	مصفّات
۱۱۱	۲۱۰	۷	سخصی	شخصی
۱۱۲	۲۱۱	۱	شک وسبہ	شک وشُبہ
۱۱۳	۲۱۳	۹	مرتبہ قدوس خداوندی	مرتبۂ قُدّوسِ خداوندی
۱۱۴	۲۱۳	۱۱	تصحیح نعلین	تصحیح فعلین
۱۱۵	۲۱۴	۳	تربت	تربّیت

marfat.com

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۱۶	۲۱۵	۷	معقول	غیر معقول
۱۱۷	۲۱۸	۴	رو معنی	ذو معنی
۱۱۸	۲۲۰	۵	قرابت	قِرأت
۱۱۹	۲۲۰	۵	چلول	ملُول
۱۲۰	۲۲۴	۲	حضرت قراں	حضرتِ قُرآن
۱۲۱	۲۲۴	۴	معنا و لفظا	معناً و لفظاً
۱۲۲	۲۲۴	۵	معنا	معناً
۱۲۳	۲۲۴	۷	الہاماً	اِلہاماً
۱۲۴	۲۲۴	۱۰	معنا	معناً
۱۲۵	۲۲۴	۱۴	معنا و لفظا	معناً و لفظاً
۱۲۶	۲۲۵	۱	نجما نجما	نجماً نجماً
۱۲۷	۲۲۷	۵	سراپردہ الاجلال	سراپردہ ہائے جلال
۱۲۸	۲۲۷	۱۴	نروپی	نروبی
۱۲۹	۲۲۸	۱	شاختہ	ساختہ
۱۳۰	۲۳۰	۱۰	ببواست	پیوست
۱۳۱	۲۳۱	۱۱	نورایہ	نُورانیہ
۱۳۲	۲۳۲	۱	منفوج	منفوخ
۱۳۳	۲۳۴	۸	ممدو قدس	مجدو قدس
۱۳۴	۲۳۷	۱۱	محرز	محرّز
۱۳۵	۲۳۹	۱۵	حدت	عدّت

marfat.com

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۳۶	۲۴۰	۹	اجمالاً و تفصیلاً	اجمالاً و تفصیلاً
۱۳۷	۲۴۲	۳	سکیک	ملکین
۱۳۸	۲۴۷	۶	درشتہ باسند	داشتہ باشند
۱۳۹	۲۴۷	۱۴	مسلہ	مسئلہ
۱۴۰	۲۵۲	۴	اعمالِ ضاہرہ	اعمالِ ظاہرہ
۱۴۱	۲۵۵	۶	سرکت	شرکت
۱۴۲	۲۶۰	۲	جزیہ	جذبہ
۱۴۳	۲۶۱	۴	مرات	مرأت
۱۴۴	۲۶۲	۸	یوماً یغوماً فیوماً	یوماً فیوماً
۱۴۵	۲۶۴	۲	شیخ عبدالنبی	شیخ عبدالغنی
۱۴۶	۲۶۴	۱۴	صجو	صحو
۱۴۷	۲۶۶	۱	زنِ مسلسل	ظنِ مسلسل
۱۴۸	۲۶۸	۱	بہنراز ظہور کمال ثانی	مکرر لکھا گیا ہے۔
۱۴۹	۲۶۹	۲	طیبت	ظلیّت
۱۵۰	۲۶۹	۱۲	مرات	مرأت
۱۵۱	۲۷۲	۵	سخصی	شخصی
۱۵۲	۲۷۴	۹	سخصی	شخصی
۱۵۳	۲۸۱	۹	جرہ	جُرأت
۱۵۴	۲۸۴	۵	انوٗر سفولہ	انوار سفیہہ
۱۵۵	۲۸۵	۷	اولا	اولاً

marfat.com

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۵۶	۲۸۶	۱۴	مخزویان	مجذوبان
۱۵۷	۲۸۷	۸	المتحن	الممتحن
۱۵۸	۲۹۱	۵	کل	گُل
۱۵۹	۲۹۱	۱۴	قراں	قرآن
۱۶۰	۲۹۱	۱۵	پرخود	پیرخود
۱۶۱	۲۹۲	۱۲	طلال	ظلال
۱۶۲	۲۹۴	۱۱	پراں	پرّاں
۱۶۳	۲۹۷	۱	بوست	پیوست
۱۶۴	۳۰۰	۳	سفضی	مقتضی
۱۶۵	۳۰۱	۶	تخفیفی	تحقیقی
۱۶۶	۳۰۱	۷	مرات	مرأت
۱۶۷	۳۰۱	۱۴	الا	اِلّا
۱۶۸	۳۰۳	۱	الامور مرہونۃ باوقاتہا	الامور مرہونہ باوقاتہا
۱۶۹	۳۰۸	۷	..... اللہ یانور اللہ	..... اللہ بل نور اللہ ...
۱۷۰	۳۰۹	۱۵	حقیقی	حقیقتی
۱۷۱	۳۱۰	۶	تحقیق حقین ایشاں	تحقیق حقیقی ایشاں
۱۷۲	۳۱۶	۶	مجہوالکیت	مجہول الکیف
۱۷۳	۳۱۸	۱	تتمہ رسولہ	تتمۂ اُسولہ
۱۷۴	۳۱۹	۱۱	تبترلات	تتنّزلات
۱۷۵	۳۲۰	۳	تبترلات	تتنّزلات

marfat.com

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۷۶	۳۲۰	۵	غرموجود	غیرموجُود
۱۷۷	۳۲۲	۷	الف لام	الف لام زائد ہے
۱۷۸	۳۳۴	۱۰	جرات	جُرأت
۱۷۹	۳۳۶	۵	افتاب مک نیزہ	آفتابِ یک نیزہ
۱۸۰	۳۴۰	۴	حقیقی بر حقیقی	حقیقتی بر حقیقتی
۱۸۱	۳۴۶	۵	تتمہ	تتمّہ
۱۸۲	۳۴۷	۶	شرع	شرح
۱۸۳	۳۴۹	۴	انضاغ	انصباغ
۱۸۴	۳۴۹	۷	انصاح	انصباغ
۱۸۵	۳۴۹	۱۴	بصعف	بضُعف
۱۸۶	۳۵۱	۱۱	محصر	مختصر
۱۸۷	۳۵۷	۶	شیخ محمد اکبر	شیخ محمد اکرم
۱۸۸	۳۵۹	۶	وفالق	ودقائق
۱۸۹	۳۶۰	۱۰	معاتب	معتُوب
۱۹۰	۳۶۰	۱۲	ماتیاں	ماُتیّاں
۱۹۱	۳۶۹	۷	سخصی	شخصی
۱۹۲	۳۶۹	۱۰	سخص	شخص
۱۹۳	۳۷۶	۱۳	بانتفار	بانتظار
۱۹۴	۳۸۲	۱۲	معاتب	معتُوب
۱۹۵	۳۸۳	۹	بدرطفل	پدرِ طفل

marfat.com

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۹۶	۳۸۴	۹	اولا	اوّلاً
۱۹۷	۳۸۴	۱۳	بیفکیفی	بےکیفی
۱۹۸	۳۸۶	۱	معدسہ	مُقدّسہ
۱۹۹	۳۸۷	۵	پیوست	پیوست
۲۰۰	۳۸۸	۱۱	جہر	جہر
۲۰۱	۳۹۰	۷	اتہ تسمیہ	آیتِ تسمیہ
۲۰۲	۳۹۲	۶	نکل کردہ	نقل کردہ
۲۰۳	۳۹۲	۷	سخصی	شخصی
۲۰۴		۶	مفسد غار	مفسدِ نماز
۲۰۵	۳۹۴	۶	اتہ الکرسی	آیت الکُرسی
۲۰۶	۳۹۴	۹	نیت	نیّت
۲۰۷	۳۹۴	۱۱	نیت	نیّت
۲۰۸	۴۰۳	۷	وحول	دخول
۲۰۹	۴۰۴	۱۵	در ولایت اَخص	مکرر لکھا گیا
۲۱۰	۴۰۷	۶	بریں مکام	بریں مقام
۲۱۱	۴۱۰	۳	عملی	علمی
۲۱۲	۴۱۰	۸	اصطلاع	اصلاح
۲۱۳	۴۱۱	۴	جبلی	جیلانیؒ
۲۱۴	۴۱۲	۲	بحت	تحت
۲۱۵	۴۱۳	۶	نعتہ مورخہ	لُغتِ معرُوفہ

marfat.com

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۲۱۶	۴۱۷	۵	قراں	قُرآن
۲۱۷	۴۲۰	۱	امر معلق	امرِ معلّق
۲۱۸	۴۲۱	۲	نضارت کل	نضارتِ گُل
۲۱۹	۴۲۱	۶	از ثریا	از ثریا بر فگندہ بر ثریٰ

مرتبّہ

مُشتاق احمد بھٹّی ایم۔اے

marfat.com

شجرۂ سلسلۂ نقشبندیہ احسنیہ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	تاریخ وصال معہ دن		مقام مزار شریف	عمر مبارک بحساب قمری سال
		مطابق ہجری	مطابق عیسوی		
۱	فخر الانبیاء رسالت مآب سرور کائنات	دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	پیر ۸ جون ۶۳۲ء	مسجد نبوی مدینہ منورہ	۶۳
	رسول مقبول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم				
۲	حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	سہ شنبہ ۲۲ جمادی الاخر ۱۳ھ	منگل ۱۶ اگست ۶۳۴ء	مسجد نبوی مدینہ منورہ	۶۳
۳	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	سہ شنبہ ۱۰ رجب المرجب ۳۳ھ	منگل ۴ فروری ۶۵۴ء	مدائن عراق	۲۵۰
۴	حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہم	سہ شنبہ ۲۴ جمادی الاول ۱۰۱ھ	منگل ۱۲ دسمبر ۷۱۹ء	جنت البقیع مدینہ منورہ	۶۲
۵	حضرت خواجہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	جمعہ ۱۵ رجب المرجب ۱۴۸ھ	جمعہ ۶ ستمبر ۷۶۵ء	جنت البقیع مدینہ منورہ	۶۸
۶	سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز۔	چہارشنبہ ۱۵ شعبان المعظم ۲۶۱ھ	بدھ ۲۵ مئی ۸۷۵ء	بسطام ایران	۱۲۵
۷	حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ العزیز	شنبہ ۱۵ رمضان المبارک ۴۲۵ھ	ہفتہ ۳ اگست ۱۰۳۴ء	خرقان ایران	۸۳
۸	حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ العزیز	سہ شنبہ ۲۳ صفر ۴۵۰ھ	منگل ۲۱ اپریل ۱۰۵۸ء	طوس ایران	۰۰
۹	حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی طوسی قدس سرہ العزیز	جمعہ ۴ ربیع الاول ۵۱۱ھ	جمعہ ۶ جولائی ۱۱۱۷ء	طوس۔ مشہد ایران	۰۰
۱۰	حضرت یعقوب یوسف ہمدانی قدس سرہ العزیز	شنبہ ۲۰ رجب المرجب ۵۳۵ھ	ہفتہ ۷ مارچ ۱۱۴۰ء	سرخس روس	۹۶
۱۱	حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ العزیز	جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ	جمعہ ۱۰ اگست ۱۱۷۹ء	غجدوان بخارا روس	۰۰
۱۲	حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری قدس سرہ العزیز	سہ شنبہ بکر شوال ۶۱۰ھ	منگل ۱۱ دسمبر ۱۲۱۳ء	ریوگر بخارا روس	۰۰

marfat.com

نمبر شمار	اسمائے گرامی	تاریخ وصال معہ دن		مقام مزار شریف	عمر مبارک ہجری سال
		مطابق ہجری	مطابق عیسوی		
۱۳	حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قُدّس سرہٗ العزیز	دوشنبہ ۱۷ ربیع الاول ۷۱۷ھ	پیر ۳۰ مئی ۱۳۱۷ء	فغنہ روس	..
۱۴	حضرت خواجہ عزیزان شاہ علی رامتینی قُدّس سرہٗ العزیز	سہ شنبہ ۲۷ رمضان المبارک ۷۲۱ھ	سنگل ۲۰ اکتوبر ۱۳۲۱ء	خوارزم روس	۱۳۰
۱۵	حضرت خواجہ محمّد باباسماسی قُدّس سرہٗ العزیز	چہارشنبہ ۱۰ جمادی الآخر ۷۵۵ھ	بدھ ۲ جولائی ۱۳۵۴ء	سماس۔ بخارا روس	..
۱۶	حضرت خواجہ شمس الدین سیّد میر کلال قُدّس سرہٗ العزیز	پنجشنبہ ۱۳ جمادی الآخر ۷۷۲ھ	جمعرات ۲ جنوری ۱۳۷۱ء	سوخار۔ بخارا روس	..
۱۷	شیخ المشائخ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قُدّس سرہٗ العزیز	دوشنبہ ۲ ربیع الاول ۷۹۱ھ	پیر یکم مارچ ۱۳۸۹ء	بخارا روس	۸۳ سال ۲ ماہ
۱۸	حضرت مولانا یعقوب چرخی قُدّس سرہٗ العزیز	شنبہ ۵ صفر المظفر ۸۵۱ھ	ہفتہ ۲۲ اپریل ۱۴۴۷ء	قصبہ بلغنور مادرالنہر۔ روس	..
۱۹	حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قُدّس سرہٗ العزیز	شنبہ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ	ہفتہ ۲۰ فروری ۱۴۹۰ء	سمرقند روس	۸۸ سال ۷ ماہ
۲۰	حضرت مولانا محمّد زاہد وخشی قُدّس سرہٗ العزیز	چہارشنبہ یکم ربیع الاول ۹۳۶ھ	بدھ ۳ نومبر ۱۵۲۹ء	وخش ایران	..
۲۱	حضرت خواجہ درویش محمّد قُدّس سرہٗ العزیز	پنجشنبہ ۱۸ محرم الحرام ۹۷۰ھ	جمعرات ۱۷ ستمبر ۱۵۶۲ء	موضع الفراز خراسان	..
۲۲	حضرت مولانا خواجگی امکنگی قُدّس سرہٗ العزیز	چہارشنبہ ۲۲ شعبان المعظم ۱۰۰۸ھ	بدھ ۲۶ فروری ۱۶۰۰ء	موضع امکنگ نزد بخارا۔ روس	۹۰
۲۳	کامل اکمل حضرت سیّد رضی الدین محمّد باقی المعروف بہ خواجہ باقی باللہ قُدّس سرہٗ العزیز	یک شنبہ ۲۵ جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ	اتوار ۲۰ نومبر ۱۶۰۳ء	دہلی بھارت	۴۱
۲۴	امام ربّانی مجدّد الف ثانی غوثِ صمدانی حضرت شیخ احمد فاروقی المعروف بہ سرہندی قُدّس سرہٗ العزیز	سہ شنبہ ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ	منگل ۳۰ نومبر ۱۶۲۴ء	سرہند شریف بھارت	۶۲ سال ۴ ماہ ۱۴ دن
۲۵	قطب الاقطاب، سیّد آدم بنوری قُدّس سرہٗ العزیز	جمعہ ۱۳ شوال ۱۰۵۳ھ	جمعہ ۱۹ جنوری ۱۶۴۴ء	جنت البقیع مدینہ منورہ	۶۳
۲۶	غوثِ زمان حضرت محمّد شریف متقی شاہ آبادی قُدّس سرہٗ العزیز	۱۰۸۳ھ	۱۶۷۲ء	موضع شاہ آباد انبالہ۔ بھارت	۶۲
۲۷	سلطان العارفین حضرت حاجی عبد اللہ سلطانپوری قُدّس سرہٗ العزیز	۱۱۱۹ھ	۱۷۵۷ء	مغلپورہ، دہلی بھارت	۱۲۰

marfat.com

شمار نمبر	اسمائے گرامی	تاریخ وصال معہ دن		مقام مزار شریف	ومبارک بحوفی سال
		مطابق ہجری	مطابق عیسوی		
۲۸	قطب عالم حضرت حاجی سید محمد طاہر عالمپوری قدس سرہٗ العزیز	دوشنبہ ۱۷ جمادی الاوّل ۱۱۱۹ھ	منگل ۱۵ اگست ۱۷۰۷ء	عالمپور ضلع ہوشیارپور بھارت	۱۱۹
۲۹	تاج العارفین قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالنبی شامی قدس سرہٗ العزیز	چہارشنبہ ۲۲ ربیع الاوّل ۱۱۴۶ھ	بدھ ۲۲ اگست ۱۷۳۳ء	شاہپور اسی ضلع ہوشیارپور بھارت	۱۱۰۰

خلفائے تاج العارفین قطب الاقطاب
حضرت شیخ عبدالنبی شامی نقشبندی قدس سرہٗ العزیز

(۱) فضیلت مآب حضرت شیخ علی احمد سہارنپوری قدس سرہٗ العزیز۔
(۲) اشرف الاخوان حضرت میاں محمد اشرف قدس سرہٗ العزیز۔
(۳) حضرت حافظ محمد مکمل قدس سرہٗ العزیز۔
(۴) حضرت میاں محمد قاسم قدس سرہٗ العزیز۔
(۵) فضیلت مآب حضرت شیخ عبدالہادی قدس سرہٗ العزیز
(۶) حضرت میاں محمد شہ یار قدس سرہٗ العزیز
(۷) حضرت مولانا جان محمد جالندھری قدس سرہٗ العزیز
(۸) حضرت شیخ عاشق محمد جالندھری قدس سرہٗ العزیز
(۹) حضرت حافظ محمد حسین قدس سرہٗ العزیز

marfat.com

marfat.com

حضرت تاج العارفین شیخ عبدالنبی شامی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے بارے میں تاثرات

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین قطبُ الاقطاب حضرت تاج العارفین شیخ عبدالنبی شامی رحمۃ اللہ علیہ صاحب۔ آپ حضرت اقدس سُلطان الاولیاء قطبُ الاقطاب قبلہ حضور مجدد الف ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرہندی کی دعا و برکت سے لالہ بوہڑہ مل مہل کھتری کے ہاں جو کہ اولاد سے بالکل محروم تھے۔ مورخہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۰۲۸ ہجری کو بمقام شام چوراسی ضلع ہوشیار پور بھارت میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کی پیدائش کے وقت سارا گھر نُورانی روشنی سے بھر گیا۔ آپؒ نے سارا دن دودھ نہیں پیا۔ روزے کی افطاری کے وقت دودھ پیا۔ آپؒ کا ہندوانہ نام لالہ بھوپت رائے رکھا گیا۔ آپؒ نے سات سال کی عمر میں گلستان، بوستان ختم کر لی تھی۔ ایک دن سبق پڑھنے کے دوران یہ شعر پڑھا ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید
محال است سعدی کہ راہِ صفا — تواں رفت جز در پئے مصطفٰے

تو آپؒ نے اپنے اُستاد سے جو مسلمان تھے، دریافت کیا کہ مجھے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کا راستہ بتائیں، لیکن استاد نے اس جذبہ کو کوئی وقعت نہ دی۔ جب آپ کا جذبہ انتہاء کو پہنچا تو حضرت بابا شیخ عبدالنبیؒ حضرت بابا شیخ عبدالوہاب صاحب قادریؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ انہوں نے آپؒ کو مسلمان کر کے آپؒ کا

اسلامی نام عبدالنّبی رکھا اور اُن سے باطنی فیض حاصل کیا اور آپؒ کو اسلامی تعلیم دینی شروع کر دی جو کہ تمام ہندوؤں کے لئے ایک چیلنج تھا۔ جس کی بنا پر ہندو آپؒ کو قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔ آپؒ کی شادی سری گوبند پور ضلع امرتسر میں لالہ رامن مَل کے ہاں ہوئی تھی۔ آپؒ کا ایک بچہ تھا۔ جب آپؒ اپنی بیوی اور بچے کو لے کر دریائے بیاس کے کنارے پر پہنچے تو ہندو آپؒ کے قتل کرنے کے لئے آموجود ہوئے۔ آپؒ نے اپنا مصلّا دریا پر بچھا کر اپنے بیٹے اور بیوی کو اس پر بٹھا کر آیت الکرسی پر پڑھنی شروع کر دی اور دونوں میاں بیوی بچہ کو لے کر دریا کے پار ہو گئے۔ ہندو منہ دیکھتے رہ گئے اور آپؒ کی یہ کرامت دیکھ کر بہت سے ہندو سکھ مسلمان ہو گئے۔ آپؒ نے حضرت بابا شیخ عبدالوہابؒ صاحب کی صحبت میں کافی عرصہ گزارا۔ اِن کے بعد آپؒ نے شیخ حاجی عبداللہ سلطانپوریؒ کا دامن تھاما جو غوثِ زماں حضرت مُحمّد شریف متقیؒ کے خلیفہ تھے اور قطبُ الاقطاب حضرت سید آدم بنوریؒ سے فیض یافتہ تھے۔ جب حضرت عبداللہ سلطان پوریؒ صاحب حج کے لئے تشریف لے گئے تو آپ کی عدم موجودگی میں آپ حضرت قطب عالم سیّد حاجی محمد طاہر عالم پوریؒ سے علوم باطنی کا فیض حاصل کیا اور آپ کو تاج العارفین و قطبُ الاقطاب کا درجہ سرکار سے عطا ہوا۔ آپؒ سے بے شمار کشف و کرامات سرزد ہوئی ہیں۔ اگر وہ تحریر کی جائیں تو کتاب ضخیم ہو جائے گی۔

حضرت سیّد حاجی محمد طاہر عالم پوریؒ سیّد خاندان سے تھے۔ انھوں نے کابل سے دین حق کے لئے ہجرت کر کے ہندوستان میں سکونت اختیار کر کے حجام کا پیشہ اختیار کر لیا تھا۔ تاکہ اُن کی روحانیت ظاہر نہ ہو۔ بہت بڑے کامل اولیاء اللہ ہو گزرے ہیں۔ آپ نے ۱۱۸ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ آپؒ کا مزار اقدس عالم پور ضلع ہوشیارپور میں مرجع خلائق ہے۔ آپ نے اپنا جبّہ مبارک اور دستار مبارک اور ایک بوتل پانی کی اپنے خادم کو دیکر کہا کہ عبدالنّبیؒ کو یہ امانت دیدیں۔ اس میں دونوں جہانوں کی روحانیت

کی طاقت منتقل کر دی گئی ہے۔ آپؒ خلیفہ اول تھے اور آپؒ نے پیدل حج شریف کیا۔ آپؒ کی شہرت ہندوستان سے لے کر مکہ معظمہ تک پھیل گئی تھی۔ بے شمار مخلوق آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئی۔ آپ حضرت شاہ محمد غوث قادریؒ کے ہم عصر بزرگ تھے۔ آپ نے اپنی بیاض "اسرار طریقت" میں ارشاد فرمایا کہ شیخ عبدالنبی شامیؒ طریقہ نقشبندیہ کے ایک نومسلم کامل بزرگ شام چوراسی میں رہتے ہیں۔ حضرت تاج العارفین شامی صاحب نے تصوّف پر بھی کئی کتابیں لکھی ہیں۔ آپؒ نے اپنے مکتوبات میں بہت کچھ اسرار ارشاد فرمائے ہیں، جو سالکانِ طریقت و حقیقت کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ چند ایک مکتوب ناظرین کی خدمت میں پیش ہیں :۔

مکتوب نمبر ۱۱۲ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تحقیق تسمیہ جو کہ اللہ تبارک و تعالےٰ کی ذات کا مظہر کامل ہے۔ ال ل ہ (اللہ) ہے۔ جس کی تفصیل اس طرح پر ہے، جو نہایت غور طلب ہے۔ اس میں معرفت کا خزینہ پوشیدہ ہے۔

ا۔ چشمہ اوّل میں جو لام کی طرف ہے۔ تین سو اسماء جو زبور میں درج ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ب۔ رحمٰن کے نام کے اسرار ایک ہزار ہیں جو کتب انبیاؑ میں درج ہیں اور اُن کے علاوہ چار اور مذکور ہیں۔ جن میں ہمارے نبیؐ پر تسبیح کی گئی ہے۔

ج۔ رحیم کے نام کے اسرار ایک ہزار ہیں۔ جن کی تسبیح ملائکہ کرتے ہیں اور ہر اسم کا تعلق ایک دوسرے کے خط سے معلوم ہوتا ہے۔

د۔ چشمہ ثانی میں تین سو اسماء ہیں کہ اُن کا ذکر انجیل میں ہے اور اللہ کے نام میں چار انبیا کا ذکر ہے، جو ہمارے نبیؐ پر سلام اور درود ہے۔

ہ۔ لام ثانی میں تین سو اسماء ہیں کہ ان کا ذکر توریت میں موجود ہے۔

و۔ اور لام اوّل میں قرآن پاک میں مذکور ۹۹ نام ہیں اور یہ تمام اسماء پر محیط ہیں۔

ذ۔ لام کے ساتھ میم کے اتصال سے اسم اعظم ملاحظہ ہو کہ الف میں تمام اسماء جمع ہیں۔

marfat.com

اَور جان لینا چاہیئے کہ اِسم رحیم کے ایک ہزار اسرار بھی ۔ الف اور لام اوّل مندرج کے ہیں، کیونکہ اِسم رحمٰن کے مراتب لام اور الف کے حقائق کے مظاہر ہیں اور اِسم رحیم کے مراتب لام کے حقائق کا ظہور ہیں۔

مکتُوب ۱۲، بعض لوگوں نے منفی صفات کو بھی مثبت صفات کی مانند کیا ہے اور موجود سمجھا ہے۔ غور سے دیکھنا چاہیئے کہ منفی صفات کا اطلاق کرنا صفت کی نفی کرتا ہے تاکہ صفت کا اثبات کرنا مثلاً (لم یلد) صفت توحید کی نفی ہے۔

مکتُوب ۱۷، الف ۔ لام ۔ میم سے وجود کے تین مرتبے مراد ہیں، یعنی الف سے ذات لام سے صفات میم سے اللہ تعالیٰ کی ذات کمالات۔

مکتُوب ۲۱، انبیاء کا پہلا قدم اولیاء کی انتہا ہے۔

مکتُوب ۲۲، اپنے دل میں اللہ کو یاد کر گڑگڑا کر اور چھپ کر صبح و شام بغیر اُسکے آواز بلند نہ ہو۔

مکتُوب ۲۶، اللہ کی تسبیح کرنے والوں میں جمادات اور حیوانات میں انسان بھی اس لازمی تسبیح میں ان کے ساتھ شریک ہے۔ کیونکہ وہ اِن تینوں مراتب میں برابر کا شریک ہے۔

مکتُوب ۴۵: اولیاء اللہ کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جسے چاہیں، ایک پل میں کعبہ مقصود سے واقفیت کرا دیں اور اصل منزل مقصود تک پہنچا دیں۔ وجود کا اطلاق دو درجے رکھتا ہے۔ واجب الوجود اور ممکن الوجود جس کا وجود و عدم اپنی ذات سے نہ ہو۔

حضور باباجیؒ کے مکتُوبات کی اگر تشریح کی جائے تو ایک ایک مکتُوب کی بہت بڑی بڑی ضخیم کتابیں مرتب ہو سکتی ہیں۔ اگر حضور کے کشف و کرامات کا تذکرہ کیا جائے تو بے شمار ہیں، جو احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ یہ حقیر پر تقصیر الشیخ حکیم میاں عبدالغفور عرشی قادری عفی عنہٗ بن الشیخ حکیم میاں اللہ دتہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حال مقیم نواں کوٹ،

marfat.com

ملتان روڈ، لاہور، جوکہ قصبہ نندا چور میں سکونت پذیر تھا۔ چونکہ حضور پُرنور بابا جی صاحب تاج العارفین حضرت عبدالنبی رحمۃ اللہ علیہ کی نگری شام چوراسی سے تقریباً سات میل شمال میں واقع تھا۔ حضور بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رُوحانی تجلیات کی روشنی سے اب تک فیض یاب ہو رہا ہے۔ حضُور باباجیؒ کے مکتوب ۱۱۲ اور مکتوب ۲۶ کے بارے میں عرض کرتا ہے کہ اللہ اسم ذات ہے اور تمام اسماء کا مسمیٰ ہے اور یہی اسم اعظم ہے۔ حضُور باباجیؒ نے لام اوّل کی تشریح میں فرمایا ہے کہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالےٰ کے ۹۹ نام ہیں، جوکہ تمام اسماء پر محیط ہیں۔ ان تمام اسماء کو ذاتی اسماء اور صفاتی اسماء اور افعالی اسماء کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ پس تم ذاتی اسماء کی تجلّی اور صفائی، اسماء کی تجلی اور افعالی اسماء کی تجلی کا مظہر اُتم حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذات پاک ہے۔ جس کے نُور کی تجلّی تمام کائنات پر حاوی ہے، چونکہ وہ ذات واجب الوجود ہے۔ غیر اس کا نابود ہے۔ یعنی ذات من حیث الاسماء والصفات عندالوجود یہ عین عالم ہے۔ بایں معنی کہ وہی ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ بطور تنزل ہر تعین میں متعین ہوئی بس فرق صرف اطلاق وتقید کا ہے۔ یعنی مرتبہ اطلاق میں واجب اور معبود ہے اور درجہ تعین میں ممکن اور عابد ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بجز ذات پاک کے اور کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ وہی ذات پاک ذرّہ سے لے کر آفتاب تک اور کل کائنات میں جلوہ گر ہے۔ اُس کا کوئی غیر نہیں ہے۔ وہ واجب الوجُود تشبیہ اور تنزلیہ سے مبّرا اور منزہ ہے اور کوئی چیز اس سے باہر نہیں اور وہی معبود لائق پرستش ہے۔ جو واجب الوجُود ہے (تعین میں ممکن اور عابد ہے۔) جب ممکن کی واجب کے ساتھ مفادیت ہوتی ہے تو اس کا اثر باقی نہیں رہتا، چنانچہ مقام فنا کی صورت میں صفات عین صفاتِ حق میں محو ہو جاتی ہے۔ الحاصل یہ کہ عالم کو ہر آن میں فنا اور بقا ہوتی ہے۔ جلالی اسماء فنا کرتے ہیں۔ جیسے عارفین حق کے سوا عام لوگ نہیں دیکھ سکتے۔ گویا حق تعالیٰ فاعل اور بندہ اس کا اوزار

marfat.com

ہوتا ہے۔ اگر تم واصل حق ہونے کا عزم صمیم رکھتے ہو تو نبی معظم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیروی اور تابعداری کرو اور سُنت پر عمل کرو۔ بعد ازاں وحدت الوجُود کا مراقبہ کرو اور بالکل کلمہ طیبہ کے معنی میں نماز قائم کرو۔ جس کے متعلق حضور باباجیؒ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مراقبہ انتظار کو کہتے ہیں۔ اپنے وجُود میں ذات باری کی تجلّیات کا اس قدر انتظار کرو کہ وہ قلب پر وارد ہو جائیں اور تمام تعینات ممکن الوجود غائب ہو جائیں، اور نظر اس سے بالاتر ہو جائے اور جز ذات پاک کے کوئی چیز موجود نہ رہے۔ سب ذات ہی ذات میں گم ہو جائے۔ لیکن اس بات کو ذہن نشین کر لیا جائے کہ ؎

ہر کہ حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

صوفیا اکرام فرماتے ہیں کہ نقشبندیہ سلسلہ کے علاوہ ہندوستان میں جو تصوّف کے سلسلے رائج تھے۔ وہ ایران اور عراق سے یہاں آئے تھے۔ سلسلۂ قادریہ، سہروردیہ چشتیہ پر وحدت الوجُود کا رنگ غالب تھا اور ہمہ اوست کے قائل تھے۔ ان کا فکر مختصراً یہ تھا کہ تمام افراد کائنات تجلیات حق ہیں اور اس کثرت اعتباری کا وجود اس وحدت حقیقی سے ہے۔ جب ہندوؤں نے نظریہ وحدت الوجُود میں اپنے فلسفہ کی آمیزش شروع کر دی تو اس سے صوفیاء کے تمام طبقے متاثر ہوئے۔ جس سے ان صوفیائے خام کی مدد سے انہوں نے باقاعدہ تحریک کی شکل دے دی۔ جس کا تعلق بھگتی تحریک سے تھا۔ ان کے افکار کا مرکزی نقطۂ نظر (وحدت الادیان) تھا۔ جس میں فلسفہ ہندو مت کی آمیزش تھی اور پرچار کا پہلو مضمر تھا۔ اس نظریہ کا پرچار کفر و اسلام کے فرق کو مٹانے کے لئے وجود میں آیا۔ بڑے بڑے خام صوفی اس نقطۂ نظر کے علمبردار بن گئے اور اُن کو فروغ دیا۔ پھر متضاد عمل مشاہدہ میں آئے، جو قرآن اور سُنّت کی مطابقت نہیں کرتے تھے۔ جب غیر شرعی صوفیا خام جن کا نقطۂ نظر (وحدت الادیان)

ہوا اور وہ کعبہ و بُت خانہ اور مسجد و مندر کا فرق مٹانے کے درپے ہوں تو ایسے

marfat.com

نازک وقت میں حضور قطبُ الاقطاب غوثِ زماں حضرت مجدّد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ (وحدت الشہود) یعنی ہمہ از اوست کی تبلیغ فرما کر ہندو وانہ نقطۂ نظر کا قلع قمع کر دیا۔ حالانکہ آپؒ پر اور آپؒ کے والد ماجدؒ پر وحدت الوجُود کا رنگ شدت سے غالب تھا۔ وہ اپنے اندر عظیم رُوحانی قوت پاتے تھے۔ یہ غلبہ اس حد تک تھا۔ جس حد تک کہ اسلام مانع نہیں ہے اور حد شریعتِ محمدّی کے باہر نہیں ہے۔ چونکہ حقائق توحید کا اِنکشاف موحد کی نیاز مندی سے ہوتا ہے۔ سچا موحد وہ ہے۔ جس کا آخر اوّل کی طرف عود کر آئے اور ایسا ہو جائے، جیسا کہ پہلے تھا۔ توحید کا علم پا لینے والا موجُودات کی یاد دِل سے محو کر دیتا ہے اور خدائے واحد کے ساتھ منفرد رہ جاتا ہے۔ وحدت الوجود کی غلط تعبیر سے اکبر بادشاہ کے عہد میں بداعتدالیاں پیدا ہوئیں۔ حضرت امام مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کو اس طرح سمجھایا، جو نقشہ ذیل میں درج ہے:۔

وحدت الوجُود (ہوالکل)	وحدت الشہُود (ہوالباری)
نظریہ = ہمہ اوست	نظر = ہمہ از اوست
ارتقا = خود بخود ہونا	ارتقا = پیدا کیا جانا
رجحان تصوّف = سکون کی طرف مائل۔ میں اور وہ جدا نہیں وہ دریا تو میں قطرہ ہوں۔	رجحان تصوّف = جوش کی طرف مائل، اُس کے ساتھ میں اور میرے ساتھ وہ
وصل	عشق
حقیقت = حق۔حق۔حق	حقیقت حُسن ازل محبوب کُل
اعتقاد = میں کون۔ انا الحق	اعتقاد = میں کون (انا عبد)
عارف	عاشق

حضرت باباجی صاحبؒ نے اپنی زندگی کے آخری چالیس سال شام چوراسی میں بسر کئے۔ آپ کے ۹ صاحبزادگان میں سے چھ صاحبزادے حیات تھے۔ مگر آپؒ نے کسی

marfat.com

کو بھی خلافت عطا نہیں کی بلکہ آپ نے اپنے ایک مرید شہریار کو جنہیں احمد شاہ ابدالی نے لاہور سے بدر کر دیا تھا اور انہوں نے موضع ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ خلافت عطا کی اور اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ آپ کے پانچ بیٹوں کی اولاد بھی پاکستان میں موجود ہے، جو حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۱۸ سال کی عمر میں ۲۲، ربیع الاول ۱۱۴۶ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کا روضہ پاک پچاس کنال کے رقبہ میں شام چوراسی ضلع ہوشیار پور (بھارت) میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کا عرس شریف ۹-۱۰-۱۱، ستمبر کو موضع شام چوراسی ضلع ہوشیار پور میں ہر سال نہایت دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں ہندو سکھ اور مسلمان اور سب قومیں عقیدت مندی کا ثبوت پیش کرتی ہیں۔ اللہ پاک تا ابدالاباد آپؒ کا فیض روحانی جاری و ساری رکھے اور آپؒ پر آپؒ کے روضۂ پاک پر انوارِ رحمت کی شعاعیں ہر وقت جلوہ فگن ہوں اور عوام الناس کے قلوب اِس شمع رُوحانی سے روشن ہوں۔ آمین ثم آمین۔ حضور باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مفصل معلومات حاصل کرنے کے لئے عالی جناب صاحبزادہ الحاج محمد سلیم شامی نقشبندی مکان نمبر ۳۶، گورو سٹریٹ رام نگر چوبرجی، لاہور سے رجوع فرمائیں۔ چونکہ حضور پُر نور جناب باباجی صاحب تاج العارفین حضرت عبدالنبی شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خاص فیض و نظرِ کرم سے آپ کو نوازا ہے اور خاندانی نظام اور رُوحانی فیض کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے آپ کو مامور فرمایا ہے تاکہ ہر خاص و عام اِن سے فیض حاصل کر سکیں۔

اسی مختصر سی تشریح پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر مفصل تحریر کروں تو حضور باباجیؒ کے اشارہ کی تشریح میں ہزاروں صفحات درکار ہونگے۔ پھر بھی پوری نہ ہوگی۔

وما علینا الا البلاغ۔

حقیر الشیخ حکیم میاں عبدالغفور عرشی قادری عفی عنہٗ

حضرت عبدالنّبیؒ شامی ٹرسٹ

حضرت عبدالنّبیؒ شامی ٹرسٹ کا قیام ۲۰ مارچ ۱۹۸۴ء کو عمل میں آیا۔
ٹرسٹ کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں :۔

(۱) حضرت عبدالنّبیؒ شامی کی زندگی، تعلیمات اور مشن کی ترویج،

بذریعہ

ا۔ تعمیر مسجد و آستانہ
ب۔ حضرت کے مکاتیب اور دیگر کتابوں کی اشاعت۔
ج۔ حضرت عبدالنّبیؒ شامی کی حیات بابرکات کے تعارف کے لیے سیمیناروں وغیرہ کا اِنعقاد۔

(۲) صاحبزادگان حضرت عبدالنّبیؒ شامی کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنا۔ یعنی

ا۔ مستحق طلباء کو وظائف دینا۔
ب۔ ہسپتال قائم کرنا۔
ج۔ یا کوئی ایسا کام کرنا، جو اِن مقاصد کی تکمیل میں مدد دے، جن کے لیے ٹرسٹ قائم کیا گیا ہے۔

(۳) طریقِ کار

ٹرسٹ کا انتظام ایک چار رکنی بورڈ کے سپرد ہے۔

marfat.com

بورڈ کے ارکان مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ صاحبزادہ شیخ اکرام الحق ۲۔ صاحبزادہ شیخ نثار الحق
۳۔ صاحبزادہ شیخ وحید الزماں شامی ۴۔ صاحبزادہ شیخ محمد سلیم شامی

دفتر ——— ٹرسٹ کا دفتر، ۱۸۶ شادمان II لاہور میں قائم کیا گیا ہے۔

ٹرسٹ کی اوّلین کاوش کا نتیجہ "مجموعۃ الاسرار" کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔ صاحبزادہ محمد سلیم شامی اور صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں، جن کی کوششوں سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ صاحبزادہ محمد سلیم شامی نے یہ کتاب اپنے ذاتی خرچ سے چھپوائی ہے اور اس کی ساری آمدنی ٹرسٹ کے لیے وقف کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اُس نے ہمیں توفیق بخشی کہ ہم "مجموعۃ الاسرار" شائع کر سکیں اور اس طرح اس مشن کی تکمیل میں حصّہ لے سکیں، جس کی ابتدا حضرت مجدد الف ثانی رح سے ہوئی اور جن کی انتہا دُنیا میں بقول اقبال "نیابت اللہ" کا قیام ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری یہ ناچیز کاوش قبول فرمائیں اور ہمیں ہمّت اور استقامت بخشیں کہ اپنی کوشش جاری رکھ سکیں۔

(۵) میں شامی ٹرسٹ کی طرف سے ایک بار پھر اُن سب حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جن کی کوششوں نے "مجموعۃ الاسرار" کی اشاعت کو ممکن بنایا۔ وما توفیقی الّا باللہ۔

مخلص : صاحبزادہ نثار الحق، بانیِ ٹرسٹ

marfat.com

marfat.com